حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
ملفوظات
حکیم الامت
ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
061-4540513-4519240

بسلسلہ ـــــ الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ

ملفوظاتِ حکیم الامت

جلد نمبر ۴

از

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

عنوانات

حضرت محترم صوفی محمد اقبال قریشی مدظلہ

ناشر:

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
☎ 061-540513
061-519240
E-MAIL: Ishaq90@hotmail.com // Website : www.Taleefat-e-Ashrafia.com

نام کتاب............ ''ملفوظات حکیم الامت'' جلد ۴
باہتمام.............................. محمد اسحٰق عفی عنہ
تاریخ اشاعت.............شوال ۱۴۲۳ھ
مطبع............ سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے

☆ ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان
☆ ادارہ اسلامیات انار کلی ، لاہور
☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ
☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
☆ یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
☆ دارالاشاعت اردو بازار کراچی
☆ صدیقی ٹرسٹ لسبیلہ چوک کراچی نمبر ۵

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اس کی اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔

تاہم چونکہ یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان موجود ہے۔

لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہوگا۔

(ادارہ)

اظہار مسرت و تحسین

از حضرت اقدس مرشد و مربی مولانا الحاج محمد شریف صاحب رحمہ اللہ

خلیفہ ارشد:

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجھے دلی خوشی ہے کہ عزیز القدر حافظ محمد اسحٰق صاحب مجدد الملت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات شائع کرنے کے حریص ہیں انہیں حضرت سے صرف محبت ہی نہیں محبت کا نشہ ہے، حضرت کے مسلک اور مذاق کی تبلیغ کے بہت ہی خواہشمند ہیں اور زر کثیر صرف کر کے حضرت کی کتابیں جو نایاب ہیں چھپواتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو قبول فرما کر ناظرین کیلئے نافعیت اور ہدایت اور ان کے لئے سرمایہ آخرت بنا دیں،

دعاء گو!

احقر محمد شریف عفی عنہ

فہرست عنوانات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یکم ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ ہجری مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

قوت حافظہ کے لئے مجرب عمل:

(ملفوظ ۱) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میرے ایک لڑکا ہے اس کو قوت حافظہ کی کمی کی شکایت ہے فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے لیے یہ فرمایا کرتے تھے کہ صبح کے وقت روٹی پر الحمد شریف لکھ کر کھلایا جائے حافظہ کے لیے مفید ہے میں نے اس میں بجائے روٹی کے بسکٹ کی ترمیم کر دی ہے کیونکہ بوجہ ملاست (چکنا ہونیکے) اس پر لکھنے میں سہولت ہوتی ہے پھر ایک سوال پر فرمایا کہ حضرت کم از کم چالیس روز کھانے کو فرمایا کرتے تھے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ان تعویذ گنڈوں میں عامل کی قوت خیالیہ کا بہت زیادہ اثر ہوتا ہے کلمات کی قید نہیں چنانچہ حضرت سید صاحب بریلوی تعویذ میں صرف یہ لکھ دیا کرتے تھے خداوندا اگر منظور داری حاجتش را بر آری جس کام کے لیے دیتے حق تعالیٰ پورا فرما دیتے ایک صاحب نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت اس عبارت کو یوں کر دیا جاوے تو موزوں شعر ہو جائے

خداوند اگر منظور داری بفضلت حاجت اورا براری

حضرت نے فرمایا کہ ہاں بھائی تم شاعر ہو تم اسی طرح کر لیا کرو ہم تو بزرگوں کے کلام میں تصرف کرنا خلاف ادب سمجھتے ہیں ان کو حضرت نے بے ادب بنایا مگر نہایت لطیف عنوان سے جیسے قرآن میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا لِیَ لَآ اَعۡبُدُ الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ وَاِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ (اور میرے پاس کونسا عذر ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھ کو پیدا کیا) ان حضرات کی ہر بات میں لطافت ہوتی ہے اگر معمولی سے معمولی بھی فرماتے ہیں اس میں بھی نور ہوتا ہے اثر ہوتا ہے ایسے ہی ایک شخص حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں آیا اس نے ایک ضرورت کیلئے تعویذ مانگا غالبا نکاح کرنا چاہتا تھا آپ نے انکار کر دیا اس نے اصرار کیا آپ نے لکھ کر دے دیا اے اللہ یہ مانتا نہیں میں جانتا نہیں آپ جانیں اور آپ کا بندہ بہت جلد وہ شخص اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا اور جیسے ان کی معمولی باتوں میں نور اور اثر ہوتا ہے ایسے ہی معمولی باتوں میں علوم بھی ہوتے ہیں۔

وساوس کی طرف التفات کرنے کی مثال:

(ملفوظ ۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ وساوس کی طرف التفات اور توجہ کرنا ہی مضر ہے اس کی مثال بجلی کے تار کی سی ہے بجلی کے تار کو ہاتھ نہ لگانا چاہئے خواہ جذبا (پکڑنے کے لیے) ہو یا دفعا ہو (الگ کرنے کے لیے) ہر دو صورت میں لپٹے ہی گا ہاں اس کی ایک صورت ہے وہ یہ کہ درمیان میں کوئی ایسی چیز حائل ہو جائے کہ بجلی کو دور کر دے جیسے لکڑی کے حائل ہونے سے اثر نہیں کرتی یہ ایک تدبیر نافع ہے اسی طرح یہاں بھی ایسی چیز کی ضرورت ہے اس کی صورت یہ ہے کہ وساوس کے دفع کی طرف تو توجہ نہ ہو بلکہ یہ کرے کہ مثلاً قرأت کے وقت اس کے الفاظ کی طرف متوجہ رہے اس طرح سے کہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کے بعد الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہے اس کے بعد مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ہے چند روز تو اس صورت میں تعجب ہوگا مگر پھر سہولت سے عادت ہو جانے پر تعب بھی نہ ہوگا مگر یہ سب باتیں کرنے سے تعلق رکھتی ہیں محض زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں ہوتا اور نہ کچھ ہاتھ لگتا ہے یہ زبانی جمع خرچ ایسا ہے جیسے ایک مہاجن مفلس تھا مزاحا فرمایا کہ میں ان کو مہاجن کہا کرتا ہوں بیٹھا ہوا کارخانہ کا حساب کر رہا تھا ایک مہذب سائل آیا خاموش کھڑا رہا اس خیال سے کہ اس وقت سیٹھ جی حساب میں مشغول ہیں فارغ ہونے پر سوال کرونگا دیر تک کھڑا ہوا حساب کے الفاظ سنتا رہا دو اور دو چار اور چھ دس دس کا صفر

حاصل ہوا ایک دس اور دو بارہ بارہ کے دو ہاتھ لگا ایک غرض کہ کہیں حاصل اور کہیں ہاتھ وہ سائل گنتا یا پانچ ہوئے دس ہوئے پچاس ہوئے سو ہوئے اب سائل خوش تھا کہ یہ تو اقراری مجرم ہے یعنی تمول کا اقراری ہے ٹھہر کر وصول کروں گا دینے سے عذر کر ہی نہیں سکتا اب لالہ جی حساب سے فارغ ہو کر بیٹھے تو سائل نے کہا سیٹھ جی میں حاجت مند ہوں مجھے بھی کچھ دلوایئے لالہ جی بولے کہ میاں میرے پاس کیا رکھا ہے اس نے کہا کہ کیوں جھوٹ بولتے ہو خود میرے ہی سامنے سینکڑوں ہزاروں حاصل ہوئے اور ہزاروں ہاتھ لگے دو گھنٹہ سے تو میں کھڑا ہوا سن رہا ہوں اور برابر جوڑ تا رہا ہوں کئی سو بلکہ کئی ہزار تک نوبت پہنچ چکی ہے اس اقرار کے بعد یہ جھوٹ کہ میرے پاس تو ایک پیسہ بھی نہیں لالہ جی نے کہا کہ میاں مجھ کو جو حاصل ہوا اور ہاتھ لگے وہ لفظوں ہی میں حاصل ہوا حقیقت میں نہ کچھ حاصل ہوا اور نہ ہاتھ لگے تو حضرت نرے زبانی جمع خرچ سے نہ کچھ حاصل ہوگا اور نہ کچھ ہاتھ لگے گا اس سے کام نہیں چل سکتا کام چلتا ہے کام کرنے سے کام کرو سب دشواریاں آسان ہو جائیں گی وساوس کے زیادہ ہجوم کا سبب بےفکری ہے کسی خام (کچے) یا دوالے حافظ سے جو رمضان شریف میں قرآن شریف تراویح میں سناتا ہو اور بھولنے کے خوف سے سوچ سوچ کر پڑھ رہا ہو دریافت کرو کہ تجھ کو بھی قرأت کے وقت کوئی وسوسہ آتا ہے یا نہیں وہ یہی کہے گا کہ تم وساوس لیے پھرتے ہو یہاں اپنی بھی خبر نہیں رہتی بجز کلام پاک کے کہ اس میں غرق ہو جاتا ہوں کہیں متشابہ نہ لگ جاوے تو زیادہ سبب وساوس کا بےفکری ہے۔

مسئلہ تصور شیخ نہایت نازک ہے:

(ملفوظ ۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تصور شیخ کا مسئلہ نہایت نازک مسئلہ ہے تصور شیخ کو جو بعض حضرات نے منع کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض کی قوت خیالیہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے اس سے کبھی شیخ کی صورت متمثل ہو کر منکشف ہو جاتی ہے اور اس کو حاضر ناظر سمجھنے لگتا ہے اسی لیے حضرت حاجی صاحب ؒ فرمایا کرتے تھے کہ عامی شخص کو کبھی ایسے اشغال نہ بتلائے جائیں جن سے کشف ہونے لگے صرف اوراد کی تعلیم مناسب ہے اس صورت میں اگر شیخ کی ہیئت منکشف ہو گئی اسی طرح شیخ کی صورت متمثل ہونے پر شاغل اگر عالم آدمی ہے تو حقیقت سمجھے گا چونکہ اس حقیقت کے مبادی اس کے ذہن میں ہیں مگر جاہل نہ سمجھے گا اس کا اعتقاد خراب ہوگا۔

حق تعالیٰ شانہ سے تعلق بڑھانے کی برکت:

(ملفوظ ۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جتنا تعلق حق تعالیٰ سے بڑھتا جاتا ہے اتنا ہی مخلوق سے طمع اور خوف گھٹتا رہتا ہے اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے جس کو فرماتے ہیں ؂

موحد چہ برپائے ریزی زرش چہ فولاد ہندی نہی برسرش
امید و ہراسش بنا شدزکس ہمیں است بنیاد توحید و بس

(موحد کے پیروں میں لالچ دلانے کے لیے سونا ڈالدو (یا ڈرانے کے لیے تلوار اس کے سر پر رکھ دو اس کو نہ کسی سے لالچ ہوتی نہ خوف ہوتا ہے یہی توحید کی بنیاد ہوتی ہے کہ بغیر حق تعالیٰ کے کسی سے)

ہاں کبھی طبعی ضعف سبب ہو جاتا ہے مخلوق سے خوف کا وہ اس سے مستثنےٰ ہے ایک بادشاہ نے ایک بزرگ سے گفتگو کرتے ہوئے حالت غیظ میں کہا کہ کوئی ہے بزرگ نے بھی انتقاما کہا کہ کوئی ہے اس کے کہنے کے ساتھ ہی ایک کونے میں نہایت زبردست شیر ببر نکلا اور بادشاہ پر حملہ کر نے چلا بادشاہ تو شیر کے خوف سے بھاگا ہی تھا مگر یہ بزرگ بھی ڈر کر بھاگے یہ طبعی خوف ہوتا ہے ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام نے جس وقت اپنا عصا زمین پر ڈالا اور اس کا اژدہا بن گیا تو خود ہی خوف کھا کر بھاگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں لَا تَخَفْ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ (اے موسیٰ ڈرو نہیں اور ہمارے حضور میں پیغمبر ڈرا نہیں کرتے) تو موسیٰ علیہ السلام پر بھی خوف طاری ہوا یہ طبعی خوف ہوتا ہے بعض لوگوں نے زمانہ تحریک خلافت میں میرے متعلق کہا کہ یہ گورنمنٹ سے ڈرتا ہے میں نے کہا کہ موذی سے ہر کوئی ڈرتا ہے اور گورنمنٹ تو پھر قوت کی چیز ہے میں تو سانپ سے ڈرتا ہوں بچھو سے ڈرتا ہوں بھڑ سے ڈرتا ہوں تو یہ خوف طبعی ہے مستثنےٰ ہے۔

طالب کے فہم کا اندازہ لگانا:

(ملفوظ ۵) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں بیعت ہو کر باطنی اصلاح چاہتا ہوں میں نے لکھا کہ وہ باطنی اصلاح کیا چیز ہے اور کیا وہ بیعت پر موقوف ہے اس پر فرمایا کہ دیکھئے کیا جواب آتا ہے اس سے ان کے فہم کا اندازہ بھی ہو جائے گا اور طلب صادق کی حقیقت بھی منکشف ہو جائے گی میں تو پہلے ہی خط سے اصلاح کا کام شروع کر دیتا ہوں اگر فہم ہوگا تو سمجھ جائیں گے اور بدفہمی کا کوئی علاج نہیں۔

بزرگوں کے مزار پر خرافات پر اظہار افسوس:

(ملفوظ ۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل جاہلوں نے بزرگان دین کے مزارات پر نہایت ہی خرافات برپا کر رکھی ہیں کھلم کھلا شرک و بدعت کرتے ہیں اور منع کرنے والوں کو بزرگوں کا مخالف اور نہ ماننے والا بتلاتے ہیں اجمیر ہی میں دیکھ لیجئے کیسے کیسے بزرگ ہیں حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستی جنہوں نے تمام عمر توحید اور اسلام کی خدمت اور کفار سے مقابلہ میں گزار دی اب ان سے عقیدت رکھنے والے اور محبت کا دعویٰ کرنے والے شرک و بدعت میں مبتلا ہیں یہ متبعین اور معتقدین ہیں مقام عبرت کو تماشا گاہ اور فسق و فجور کا مرکز بنا رکھا ہے خوف خدا تو ان لوگوں کے قلوب میں رہا نہیں حالات سن سن کر نہایت ہی قلب دکھتا ہے یہ بدفہم بزرگوں کو بھی بدنام کرتے ہیں عوام کی تو شکایت ہی کیا جو لکھے پڑھے کہلاتے ہیں ان کو ان خرافات اور شرکیات و بدعات میں ابتلاء ہو رہا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ادب اور تکلف میں فرق:

(ملفوظ ۷) ایک صاحب مجلس میں بہت ہی زیادہ ادب کی صورت بنائے بیٹھے تھے حضرت والا نے دیکھ کر فرمایا کہ آپ جس ہیئت سے بیٹھے ہیں اور بھی کوئی اس طرح بیٹھا ہے یا آپ ہی پر سب سے زائد ادب کا غلبہ ہے مجھکو اس ہیئت ادب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے مجھ کو بناتے ہو آدمی کو کچھ تو عقل سے کام لینا چاہئے مجھے ایسی نشست سے تنگی ہوتی ہے کہ ایک مسلمان بندھا ہوا بیٹھا ہے صحابہ کرام حضور ﷺ کی خدمت میں نہایت ہی بے تکلفی کے ساتھ رہتے تھے میں یہ نہیں کہتا کہ بے ادب بنو ادب نہایت ضروری چیز ہے مطلب یہ ہے کہ تکلف نہ ہو ادب اور چیز ہے تکلف اور چیز ہے اور اصل ادب نام ہے راحت رسانی کا ادب کہتے ہیں حفظ حدود کو اور یہ بڑوں ہی کے لیے نہیں بلکہ چھوٹوں کے بھی حدود اور حقوق ہیں بڑوں کے ذمہ اور چھوٹوں کے ذمہ بڑوں کے حقوق ہیں ان کے حقوق ادا کرنے کا نام ادب خلاصہ یہ کہ بڑوں کے ذمہ چھوٹوں کا ادب ہے اور چھوٹوں کے ذمہ بڑوں کا ادب ہے خاوند کے ذمہ بیوی کا ادب ہے بیوی کے ذمہ خاوند کا ادب استاد کے ذمہ شاگرد کا ادب ہے شاگرد کے ذمہ استاد کا ادب پیر کے ذمہ مرید کا ادب ہے مرید کے ذمہ پیر کا ادب باپ کے ذمہ بیٹے کا ادب ہے بیٹے کے ذمہ باپ کا ادب یہاں پر ادب سے

مراد حقوق کا ادا کرنا اور راحت رسانی ہے جس کا یہ حاصل ہے کہ کسی کو ایذا نہ پہنچاویں یہ ہے صحیح تفسیر ادب کی یعنی حفظ حدود جس کا خلاصہ ہے کہ سب کو راحت پہنچائیں ادب تو رہا ہی نہیں محض تکلف ہی تکلف رہ گیا ہے ظاہر اتعظیم و تکریم کو ادب سمجھتے ہیں یہ ایسا ہے جیسا کسی نے کہا ہے ۔

ہے شرافت تو کہاں بس شر و آفت ہے فقط　　ست سیاست سے گیا صرف سیا باقی ہے

اور کہتے ہیں ۔

میم و واؤ میم نون تشریف نیست　　لفظ مؤمن جز پئے تعریف نیست

(صرف میم اور واؤ اور میم اور نون جس کا مجموعہ لفظ مؤمن ہے قابل عزت چیز اور صرف لفظ مؤمن تعریف کے قابل چیز نہیں جب تک حقیقت ایمان حاصل نہ ہو)

تو اس ظاہری اور بناوٹی ادب سے مجھ کو طبعی نفرت ہے اس پر ان صاحب نے معافی کی درخواست کی فرمایا معاف ہے خدانخواستہ کوئی انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں مگر کیا آگاہ بھی نہ کروں میں ایسے موقع پر خاموش رہنے کو خیانت سمجھتا ہوں یہ للو پتو اور جگہ ہیں یہاں پر بحمد اللہ صاف معاملہ ہے چاہے کسی کو اچھا معلوم ہو یا برا کوئی معتقد رہے یا غیر معتقد غضب کی بات ہے کہ میں تو اصلاح کروں دین کا نفع پہنچاؤں اور یہ میرے ساتھ یہ برتاؤ کریں کہ مجھ کو فرعون بنانے کی کوشش کریں انسان ہے بشریت ہے اس طرز سے کبھی نہ کبھی قلب میں اپنی بڑائی کا خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ لوگ ہماری اتنی تعظیم و ادب کرتے ہیں تو واقع ہم بھی کچھ ہونگے جب ہی تو لوگ ایسا سمجھتے ہیں نفس کا کیا اعتبار ہمیشہ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ نفس کو کبھی ایسا موقع نہ دے اور ایسے اسباب نہ پیدا ہونے دے کہ جس سے اس کو شرارت کا موقع ملے یہ نہایت ہی کام کی بات ہے جس کو میں اس وقت بیان کر رہا ہوں یہ نفس ہی وہ بلا ہے کہ جس نے بڑوں بڑوں کے زہد اور تقویٰ اور تقدس کو ذرا سی دیر میں خاک میں ملا دیا اس کو کبھی مردہ مت سمجھو بعض اوقات یہ اسباب نہ ہونے کی وجہ سے دبا ہوا رہتا ہے مگر موقع اور اسباب کا منتظر رہتا ہے اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

نفس اژدر ہاست او کے مردہ است　　از غم بے آلتی افسردہ است

(نفس ایک اژدہا ہے یہ مردہ نہیں ہے بلکہ کسی وجہ سے ٹھٹرا ہوا ہے)

اور فرماتے ہیں ۔

نفس از بس مدحہا فرعون شد　　کن ذلیل النفس ہونا لا تسد

(زیادہ تعریفیں سن کر فرعون ہو گیا ہے لہٰذا اس کو کبھی کبھی ذلیل کر لیا کرو)

اس کی چالاکیاں اور مکاریاں کسی شیخ کامل ہی کی صحبت سے محسوس ہو سکتی ہیں اور ان کا علاج ہو سکتا ہے صحبت کامل ہی اس زہر کا تریاق ہے ویسے یہ کہاں قبضہ میں آتا ہے شیطان کو اسی نے مردود بنوایا اسکی تمام عبادت کو ایک لمحہ کے اندر خراب اور برباد کرا دیا یہ ایسا دشمن جان بلکہ ایمان ہے۔

مختصر جامع دُعاء:

(ملفوظ ۸) ایک دیہاتی شخص نے حضرت والا سے دُعاء کیلئے عرض کیا حضرت والا نے ان لفظوں میں دُعاء فرمائی کہ اللہ بھلا کرے اس پر اس شخص نے نہایت ہی افسردہ لہجے میں عرض کیا کہ جی بس یہ بھی کافی ہے فرمایا کہ ایسے بولتے ہو کہ جیسے مجبوری میں کہا جاتا ہے کہ خیر جو کچھ ہو گیا یہ ہی سہی بھائی تم نے ہی میرے سے کونسی تفصیل بیان کی تھی وہی رسوم کی خرابی دل میں تو ہے مفصل اور زبان پر ہے مجمل اور دُعاء چاہتے ہیں مفصل کی جو دل میں ہے اسے کہتے نہیں بندہ خدا اگر زبان سے اور کچھ کہتا اور زیادہ دُعاء کر دیتا اور یہ بھی کیا تھوڑی دُعاء ہے کہ اللہ بھلا کرے یہ سب کو شامل ہے۔

شیخ کامل کی پہچان:

(ملفوظ ۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اس کی بڑی ضرورت ہے کہ جس سے دین کا تعلق پیدا کیا جائے اور اپنے کو اس کے سپرد کیا جائے اس کے اعمال ظاہرہ پر بھی نظر کر لی جائے اس زمانہ میں عجیب حالت ہے لوگوں کی کہ ہر شخص کے معتقد ہو جاتے ہیں بہت سے سیاح پھرتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے اور پھانستے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل باطن ہونے کی ضرورت ہے نماز روزہ سے کیا غرض صرف خدا کی یاد کا قلب میں ہونا کافی ہے یہ بالکل گمراہی ہے اس دھوکہ میں نہ آنا اسی کو مولانا فرماتے ہیں

گر انار ے میخری خنداں بخرد تادہد خندہ اش زدانہ او خبر

(اگر انار خریدو تو کھلا خریدو تا کہ اس کا کھلا ہونا اس کے اندر کی حالت پر بھی مطلع کر دے)

دیکھئے کیسا عجیب طریقہ تعلیم فرمایا اور کیوں نہ فرماتے بڑے عارف ہیں محقق ہیں فرماتے ہیں کہ انار خریدو تو بندمت خریدو کھلا ہوا خریدو یعنی نری باطنی صلاح کو کافی نہ سمجھو صلاح ظاہری بھی دیکھو

نامبارک خندۂ آں لالہ بود　　که زخنده و سواد دل نمود

(گل لالہ کا کھلنا نامبارک تھا کہ اس کے کھلنے ہی سے اس کے دل کی سیاسی ظاہر ہوئی)

ہر شخص اللہ والا نہیں ہے اس روپ میں ہزاروں راہ زن اورڈاکو پھرتے ہیں جن کا پیشہ ہی یہ ہے بالخصوص اس زمانہ میں تو ایسے راہ زنوں کی کوئی کمی ہی نہیں اپنے دین کی حفاظت ضروری ہے۔

۲ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ ہجری مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

ایک عالم کو دوسرے عالم پر قیاس کرنا غلطی ہے:

(ملفوظ ۱۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس عالم کو دوسرے عالم پر قیاس کرنا ہی سخت غلطی ہے یہاں پر ہی دیکھ لیجئے کہ ایک اقلیم کو دوسری اقلیم سے زیادہ تفاوت نہیں ہوتا مگر دونوں کے خواص میں بڑا فرق ہوتا ہے اور وہ تو عالم ہی دوسرا ہے وہاں کی زندگی اور ہے وہاں کی نعمتیں اور ہیں وہاں کی چیزوں کو یہاں کی چیزوں سے کیا نسبت۔

تارک الدنیا کون ہیں؟

(ملفوظ ۱۱) ایک صاحب نے ایک درویش کی مدح بیان کرتے ہوئے ذکر کیا کہ وہ تارک الدنیا ہیں آبادی میں رہنا پسند نہیں کرتے جنگل میں رہتے ہیں فرمایا کہ تارک الدنیا ہونے کے ساتھ جنگل میں رہنا تو لازم نہیں پھر جب دل دنیا سے بیزار ہے تو اس کو پہاڑ اور جنگل ہی کی کیوں سوجھتی ہے یہ بھی تو دنیا ہی میں ہیں ارے بندہ خدا شہر میں رہو کوئی پھاڑتا ہے کاٹتا ہے اور اکثر احوال میں اصل سبب اس کا ایک اور چیز ہے وہ نفس کا کید ہے جس کو ہر ایک شخص نہیں سمجھ سکتا یہ نفس بڑا چالاک اور مکار ہے سوجھاتا ہے ایسی باتیں کہ ایسا کرنے سے شہرت ہوگی نام ہوگا لوگ تارک الدنیا سمجھیں گے تو اس نے دنیا ہی کے واسطے دنیا کو ترک کیا پھر دنیا کہاں ترک ہوئی۔

کوپن میں بھی انگریزی لکھنے سے منی آرڈر واپس:

(ملفوظ ۱۲) فرمایا کہ آج ایک منی آرڈر آیا تھا جو تمام انگریزی میں تھا یعنی پتہ کے ساتھ کوپن بھی انگریزی میں لکھا ہوا تھا میں نے اس وجہ سے واپس کر دیا کہ میں کس سے پڑھواتا پھروں یہاں ایک معمول یہ ہے کہ مد ختم کی جو رقم آتی ہے اس کا پورا پتہ لکھا جاتا ہے اس خیال سے کہ اگر اس

درمیان میں وہ شخص مرگیا تو وہ رقم ورثہ کا ترکہ ہوگی اس کو اس پتہ پر واپس کرسکیں اس لیے کو پن پر پورے پتہ کی ضرورت ہے اسی طرح ایک صاحب نے لکھا تھا کہ میں تھانہ بھون فلاں تاریخ تک حاضر ہونا چاہتا ہوں اجازت فرمائی جائے اصل عبارت تو اردو میں تھی مگر آمد کی تاریخ کے ہندسے انگریزی میں لکھے تھے میں نے لکھ دیا کہ میں انگریزی پڑھ نہیں سکا اس لیے آنے کے متعلق کوئی جواب نہیں دیا گیا پھر دوبارہ خط آیا معافی چاہی اور سب اردو میں لکھا جب وہ ہمیں اس دقت سے بچا سکتے ہیں تو کیوں نہیں بچاتے ایک شخص کا خط آیا انگریزی میں میں نے جواب لکھا عربی بھی میں نے معلق لکھی اس خیال سے کہ شاید وہاں پر کوئی طالب علم عربی کے ہوں ان سے پڑھوا لیں سیدھے ہوگئے پھر عربی میں خط آیا میں نے اردو میں جواب دیا یہ ہوسکتا تھا کہ آئندہ بھی اگر انگریزی میں آتا تو کسی سے پڑھوالیا جاتا مگر ان کا دماغ کس طرح درست ہوتا۔

علماء کو مجاہدہ کم کیوں کرنا پڑتا ہے:

(ملفوظ ۱۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدوں صحبت کامل اور مجاہدہ کے کام نہیں بن سکتا اس حکم کے عموم پر ایک شبہ یہ ہوسکتا ہے جو مشاہدہ ہے کہ علماء کو مجاہدہ کم کرنا پڑتا ہے اور وہ مقصود میں جلد کامیاب ہوجاتے ہیں اس کے متعلق میں نے ایک بزرگ سے پوچھا تھا کہ یہ کیا بات ہے کہ علماء کو سلوک میں بہت کم مجاہدہ کرنا پڑتا ہے ان بزرگ نے نہایت ہی اچھا جواب دیا کہ یہ سب سے زیادہ مجاہدہ کرتے ہیں یہ طالب علمی مجاہدہ ہی تو ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ جس دیا سلائی کو برسوں دھوپ دے چکے ہوں وہ ذرا گرمی پاتے ہی روشن ہوجائے گی اور جس نے ہمیشہ نمی ہی دیکھی ہو اور دھوپ سے واسطہ ہی نہ پڑا ہو وہ بڑی ہی دقت سے جلے گی حضرت سلطان نظام الدین قدس سرہٗ کے پاس ایک شخص آیا آپ نے مختصر سا کام لیا اور خلافت دے کر رخصت کردیا اس پر اہل خانقاہ کو بڑا رشک ہوا کہ ہم تو برسوں سے پڑے ہیں اب تک کچھ بھی نہ ہوا اور یہ شخص ابھی آیا اور سب کچھ ہو کر چل دیا اس پر سلطان جی مطلع ہوئے یہ حضرات بڑے ظرف والے ہوتے ہیں وقت کو ٹال کر ایک روز فرمایا کہ بھائی جنگل سے کچھ سوکھی لکڑیاں لاؤ اور کچھ گیلی خدام لے آئے فرمایا کہ دونوں میں آگ لگا دو جو لکڑیاں سوکھی تھیں فوراً جلنے لگیں جو گیلی تھیں وہ باوجود کوشش کے نہ جلیں شیخ کو اطلاع کی گئی کہ گیلی لکڑیاں نہیں جلتیں فرمایا کہ میرا کیا قصور ہے کہ میں تم کو نہ روشن کرسکا اور ایک

دن کے آئے ہوئے شخص کو روشن کر دیا بات یہ ہے کہ وہ سوکھا سکھایا آیا تھا محض دیا سلائی کھینچ کر لگا دینے کی ضرورت تھی اور تم گیلے ہو پھر کیسے آگ پکڑ سکتے ہو واقع ہی بہت کام کی بات ہے غرض کہ جو کام کر رہے ہو اس کو بیکار نہ سمجھو اسی کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ ایک روز مراد تک پہنچ جاؤ گے۔

خوشامد اور مکاری سے نفرت:

(ملفوظ ۱۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ دو چیزیں نفرت کی ہیں ایک پالیسی فارسی کی یعنی خوشامد اور ایک پالیسی انگریزی کی یعنی مکاری اور چالاکی میں تو ہمیشہ ان سے نفرت رکھتا ہوں۔

بزرگوں کی شان میں گستاخی سے سوخاتمہ کا اندیشہ:

(ملفوظ ۱۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں ایسے ہی اکثر غیر مقلد ہیں حدیث کا تو نام ہی نام ہے محض قیاسات ہی قیاسات میں اپنے ہی مقلد ہیں حدیث کی تو ہوا بھی نہیں لگی اور ایک چیز کا تو ان میں نام و نشان نہیں وہ ادب ہے نہایت ہی گستاخ اور بے ادب ہوتے ہیں جو جس کو چاہتے ہیں کہہ ڈالتے ہیں بڑے جری ہیں اس باب میں بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنے والا بڑے ہی خطرہ میں ہوتا ہے اندیشہ ہوتا ہے سوخاتمہ کا حق تعالیٰ رحم فرمائیں اور فہم سلیم عطا فرمائیں۔

۲؍ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز جمعہ

تائید غیبی کے بغیر کام نہیں چل سکتا:

(ملفوظ ۱۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نری عقل سے کیا کام بن سکتا ہے جب تک کہ تائید غیبی نہ ہو بڑے بڑے فلاسفر یونان منزل مقصود پر نہ پہنچ سک ویسے ہی ٹکریں مار کر اور ٹھوکریں کھا کر مر گئے اور بہت سے بھولے بھالے لوگ منزل مقصود پر پہنچ گئے تو جو بے عقلی محبوب تک رسائی کا سبب ہو وہ مبارک ہے اس لئے کہ وہ موصل الی اللہ بن گئی اور وہ عقل نامبارک ہے جو محبوب کے راستہ سے دور لے جائے اور محبوب سے مفارقت پیدا کرا دے ایسی ہی عقل کو فرماتے ہیں۔

آزمودم عقل دور اندیش را بعد ازاں دیوانہ سازم خویش را

یعنی جب عقل سے کام نہ چلا تو اپنے کو دیوانہ بنا دیا یہ مطلب نہیں کہ عقل سے کام نہیں لیا یہ تو اعلیٰ درجے کی عقل ہے کہ اپنے مقصود کو ہاتھ سے نہ چھوڑا بلکہ مقصود یہ ہے کہ عقل کے اتباع میں غلو کو پسند نہیں کیا ہر چیز کو اس کی حد پر رکھا جہاں تک عقل کا کام ہے وہاں تک اس سے کام لیتے ہیں اور جہاں اس کا کام نہیں وہاں اس سے کام لینے کی نسبت کہا جاتا ہے

فکر خود ورائے خود در عالم رندی نیست　　　　کفر است دریں مذہب خود بینی وخود رائی

تکیہ بر تقویٰ ودانش در طریقت کافری است　　　　راہر و گر صد ہنر دار و توکل بایدش

(اپنی فکر اور خود رائی عالم رندی میں بے کار ہے (بلکہ) اس مذہب میں خود بینی اور خود رائی (بمنزلہ) کفر (کے) ہے اپنی عقل اور تقویٰ پر بھروسہ کرنا، بمنزلہ انکار کے ہے سالک کو اگر ہزاروں ہنر بھی حاصل ہوں تو اس کو خدا پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے۔

سوءِ ظن کے لئے دلیل کی ضرورت ہے:

(ملفوظ ۱۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سوءِ ظن کے لیے دلیل کی ضرورت ہے حسن ظن کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں الحمد للہ سوءِ ظن تو میرے اندر قریب قریب ناپید کے ہے اور حسن ظن بڑے درجہ تک بڑھا ہوا ہے اسی کے تحت میں میرا ایک یہ بھی معمول ہے کہ میں کسی کی روایت پر عمل نہیں کرتا جب تک کہ صاحب واقعہ سے تحقیق نہ کرلوں اس باب میں آج کل لوگ بہت کم احتیاط سے کام لیتے ہیں۔

اصل نظر بزرگوں کے طریق پر رہتی ہے:

(ملفوظ ۱۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں جو کتاب دیکھتا ہوں تو بوجہ غیر محقق ہونے کے اصل نظر اپنے بزرگوں کے طریق پر رہتی ہے اور فن کو اس کے تابع کرتا ہوں اور وہ حضرات بوجہ محقق ہونے کے کتابوں کو اصل سمجھتے تھے اور اس پر بزرگوں کے طریق کو منطبق کرتے تھے۔

آنے والوں کیلئے ہدایات:

(ملفوظ ۱۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں آنے والوں اور رہنے والوں اور جو مجھ سے تعلق رکھنے والے ہیں ان سب سے یہ چاہتا ہوں کہ میری آزادی میں خلل نہ ڈالیں اور حدود شریعت سے تجاوز نہ کریں عمل کا التزام رکھیں ہدیہ کی پابندی نہ کریں اس سے مجھ پر گرانی ہوتی ہے

پھر خدا کی ذات سے امید رکھتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ محرومی نہ ہوگی۔

اصل مقصود پر بے توجہی سے اظہارِ افسوس:

(ملفوظ ۲۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل تحقیقات اور فلسفیات کو مقصود بنا رکھا ہے اور اصل مقصود کی طرف سے بے توجہی ہے سو ان فلسفیات میں کیا رکھا ہے ایک نحوی کشتی میں سوار ہوئے نحو دانی کا جوش اٹھا ملاح سے دریافت کیا کہ میاں تم نے نحو بھی پڑھی اس نے کہا نہیں آپ بولے کہ افسوس تم نے اپنی آدھی عمر یونہی برباد کی جب کشتی چل تو بیچ دریا میں پہنچ کر اتفاق سے گرداب میں آ گئی اس ملاح نے دریافت کیا کہ میاں تیرنا بھی سیکھا ہے کہا کہ نہیں اس نے کہا کہ تم نے اپنی ساری عمر یونہی کھوئی کشتی گرداب میں ہے اس کے ساتھ تم بھی ڈوبو گے اور میں تیرنا جانتا ہوں تیر کر نکل جاؤں گا تو صاحب یہاں پر نحو سے کام نہ چلے گا محو کی ضرورت ہے جیسے اگر کوئی محاسب اعلیٰ درجہ کا ہو تو دریا میں محاسبی کیا کام دے سکتی ہے وہاں تو غواصی (غوطہ لگانا جاننے) کی ضرورت ہے اور محو سے مراد یہ ہے کہ اپنے کو اہل اللہ کے سپرد کر و اپنی رائے اور تحقیقات کو اٹھا کر طاق میں رکھو اس راہ میں اس سے کامیابی مشکل ہے یہ فن ہی دوسرا ہے اس میں تو دوسرے ہی کے اتباع کی ضرورت ہے اس کی تقلید کرنا پڑے گی یعنی شیخ کامل کی اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال را بگذار مردِ حال شو پیش مرد کاملے پامال شو

واقع یہ طریق نازک ہے اس میں قدم بدون راہبر کے رکھنا خطرہ سے خالی نہیں۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی نرالی شان:

(ملفوظ ۲۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نرالی شان تھی چہرہ سے انوار برستے تھے ایک مرتبہ میری نسبت فرمایا تھا ایک مولوی صاحب نے مجھ سے یہ روایت بیان کی تھی کہ مجھ کو اشرف علی سے اس وقت سے محبت ہے کہ وہ مجھے جانتا بھی نہ تھا میں نے سن کر کہا کہ اور میرے پاس ہے ہی کیا چیز سوائے اہل اللہ کی محبت کے یہی ایک چیز میرے پاس ہے۔

حضرت سید صاحب کو راہ نبوت سے سلوک طے کرانا:

(ملفوظ ۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ حضرات کیسے مخلص تھے ان کی ہر بات میں خلوص اور نور

معلوم ہوتا ہے حضرت سید صاحبؒ کو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے تصور شیخ کا حکم دیا عرض کیا کہ حضرت اس سے معاف فرمادیں کیوں کہ اس میں شرک کا شائبہ ہے حضرت شاہ صاحب نے یہ شعر پڑھا ؎

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید | کہ سالک بے خبر نبود زراہ رسم منزلہا

(اگر شیخ کامل کوئی حکم ایسا دے جو بظاہر خلاف طریقت ہو تب بھی اس پر عمل کر لیجیو کیوں کہ جو راستہ کو طے کر چکا ہے وہ اس راستہ کے نشیب و فراز سے واقف ہوتا ہے)

سید صاحب نے عرض کیا کہ اگر اس شعر میں تاویل نہ کی جائے تو اس میں معصیت کا ذکر ہے سو کسی معصیت کا حکم فرمادیجئے میں کرنے کو تیار ہوں مگر شرک سے معاف فرمائیے حضرت شاہ صاحب نے اٹھ کر سینے سے لگا لیا اور فرمایا کہ ایسا ہی ہونا چاہئے میں یہ چاہتا ہوں کہ راہ ولایت سے سلوک طے کراؤں مگر اب راہ نبوت سے کراؤں گا تمہارا مزاج اور قسم کا ہے غرض کہ تیرہ دن میں سلوک طے کرادیا اور یہ تو الوان کا اختلاف ہے باقی اصل چیز عشق و محبت ہے خواہ محبت عقلی ہو یا محبت طبعی ہو آگے اس میں گفتگو ہے کہ ان میں افضل کون ہے مگر واقع بات یہ ہے کہ جس کو جو عطا ہو جائے اس کے لیے وہی افضل ہے یہ محبت ہی کا کرشمہ ہے کہ سوائے محبوب کے سب کو فنا کر دیتی ہے اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت | ہر کہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

عشق کی آتش ہے ایسی بدبلا | دے سوائے معشوق کے سب کو جلا

دیکھیے جب ایک ناچیز مخلوق لیلیٰ کے عشق میں مجنوں کی یہ حالت ہوئی جو مشہور ہے تو کیا مولا کا عشق اس سے بھی کم ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

عشق مولا کے کم از لیلی بود | گوئے گشتن بہر او اولی بود

سلوک تعویذ سے طے نہیں ہوتا:

(ملفوظ ۲۴) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں جس وقت تھانہ بھون آنے کے ارادہ سے چلا تو ایک جج صاحب جو ذاکر شاغل ہیں مجھ سے کہنے لگے کہ آپ وہاں جا رہے ہیں واپسی میں ایک تعویذ حضرت سے لیتے آیئے گا جس سے اللہ کی محبت پیدا ہو اور سلوک طے ہو

جائے فرمایا کہ ناواقفیت کی بات ہے اتنا تو معلوم ہوا کہ طلب ہے مگر ناواقف ہیں اگر تعویذ سے سلوک طے ہوا کرتا تو ان مجاہدات اور ریاضات کی کیا ضرورت تھی اور اس ناواقفی میں ان عوام بیچاروں کا کوئی قصور نہیں اس راہ میں راہزن اس قدر پیدا ہو گئے کہ حقائق پر پردہ پڑ گیا ان دکانداروں کی بدولت حقیقت طریق گم ہو گئی مگر بحمد اللہ اب مدتوں کے بعد پھر وضوح طریق کا ہوا اور حقیقت کا انکشاف ہوا۔

تعویذ میں کس کا اثر زیادہ ہوتا ہے:

(ملفوظ ۲۴) ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت تعویذ میں الفاظ کا اثر ہوتا ہے یا حامل کے خیال کا فرمایا کہ دونوں کا تھوڑا تھوڑا اثر ہو سکتا ہے اصل قاعدہ کی رو سے دونوں ہی چیزیں مؤثر ہیں مولوی غوث علی صاحب پانی پتی ایک بار سماع میں موجود تھے حالت وجد میں تھے یہ پڑھا جا رہا تھا کہ ایسا ٹونا کردے ایسا ٹونا کردے اسی حالت وجد میں ایک عورت نے آ کر خاوند کی شکایت کی اپنے خادم سے فرمایا کہ تعویذ میں یہ لکھ دو کہ ایسا ٹونا کردے ایسا ٹونا کردے لکھ دیا گیا کام ہو گیا حضرت سید احمد صاحب تعویذ میں صرف یہ لکھا کرتے تھے خداوندا گر منظور داری حاجتش را برآری جس کام کو دیتے پورا ہو جاتا۔

دین کے لئے ایک بڑا فتنہ:

(ملفوظ ۲۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ بعض حضرات قوت خیالیہ سے مرض کو سلب کر لیتے ہیں فرمایا کہ یہ ایک مستقل فن ہے مگر اس میں خرابی یہ ہے کہ لوگ ایسے شخص کو بزرگ سمجھنے لگتے ہیں اور اگر یہ عامل عامی شخص ہے اور غیر محقق ہے تو یہ بھی اپنے کو بزرگ سمجھ بیٹھتا ہے اس میں دین کے لیے بڑا فتنہ ہے اور آج کل ان ہی وجوہ سے گمراہی کا دروازہ کھلا ہے ان اطراف میں تو بحمد اللہ بہت ہی امن ہے ادھر ادھر جا کر دیکھیے بڑے بڑے راہ زن جاہل بد دین مخلوق خدا کو گمراہ کر رہے ہیں یہاں پر تو پھر اپنے بزرگوں کا اثر ہے گو ہمارے قصبات میں عملی آوارگی ہے مگر بد دینی نہیں عقائد صحیح ہیں اس میں اپنے بزرگوں سے متبع ہیں۔

۳ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

چو کفر از کعبہ برخیزد.............:

(ملفوظ ۲۶) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی انگریزی مدارس کھل گئے فرمایا کہ جہاں برہمن وہیں قصائی سنا کرتے تھے کہ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی وہی ہوگیا۔

نجدیوں سے متعلق ارشاد:

(ملفوظ ۲۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نجدی عقائد کے معاملہ میں اچھے ہیں مگر عمل میں کچھ بودے معلوم ہوتے ہیں نرے نجدی ہیں اگر تھوڑے سے وجدی بھی ہوتے تو اچھا ہوتا ایک مولوی صاحب کہتے تھے کہ ابن سعود کے یہاں دعوت تھی دعوت میں کھانے پر تصویریں تھیں ان مولوی صاحب نے اپنے ایک شریک دعوت عالم سے پوچھا کہ یہ کیوں رکھی گئیں تو ایک مہمل جواب دیا ھذا الکسر انہوں نے کہا کہ کھانے سے پہلے کیوں نہیں توڑ دیا گیا جب لائے تھے تو وہ کان ہی پر کیوں نہیں توڑ دیا گیا کیا اس سے پہلے توڑنا جائز نہ تھا بعض بات ایسی ہوتی ہے کہ آدمی کو اپنی حماقت پر شرمندہ ہونا پڑتا ہے یہاں کے ایک قریب کے قصبہ کا ذکر ہے ایک شیعی رئیس اور ایک سنی میں گفتگو ہوئی جُبّہ والے جو یہاں پر آتے ہیں ان کے پاس قرآن شریف ہے اس قرآن پاک کو ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر رکھا ہے کہ یہ حضرت علیؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے وہ شیعی صاحب اس قرآن پاک کو بار بار چومتے چاٹتے تھے اور جبہ کی طرف زیادہ التفات نہ کرتے تھے ان سنی صاحب نے ان شیعی صاحب سے دریافت کیا کہ آپ نے قرآن شریف کی طرف بہت کچھ توجہ کی کہنے لگے کہ یہ قرآن پاک حضرت امیر المؤمنین حضرت علی الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے ان سنی صاحب نے کہا کہ آپ کو یقین ہے کہ یہ حضرت امیرؓ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے کہنے لگے اس میں شک کیا ہے اس وقت کثیر مجمع تھا جب شیعی صاحب کئی مرتبہ اقرار کر چکے تو ان سنی نے کہا کہ آج شیعیت اور سنیت کا فیصلہ ہے جب یہ قرآن پاک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا ہے تو یہ دیکھ لو کہ یہ قرآن سنیوں کے قرآن جیسا ہے یا شیعوں کے قرآن جیسا ہے کیونکہ تم کہتے ہو کہ اس کو گھٹا بڑھا دیا گیا ہے یہ سن کر شیعی صاحب کا منہ ذرا سا نکل آیا اور کوئی جواب نہ بن پڑا۔

ایک منصف کی غیر منصفی:

(ملفوظ ۲۸) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے تین تعویذوں کو لکھا ہے نہ معلوم بیگاری ٹٹو سمجھتے ہیں میں نے لکھ دیا کہ ایک لفافہ میں ایک تعویذ منگاؤ اسی طرح ایک منصف صاحب کا خط آیا تھا بات لکھی تھی غیر منصفی کی طاعون کا زمانہ تھا ایک دم چھ تعویذ منگائے تھے میں نے ایک تعویذ لکھ کر بھیج دیا کہ آپ اس کی کسی سے نقل کرالیں۔

عقیدہ میں غلو:

(ملفوظ ۲۹) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں آنکھوں کا مریض ہوں مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے مرید نے کہا ہے کہ مولانا کے قبر کی مٹی بجائے سرمہ کے آنکھوں میں ڈلوا میں نے لکھ دیا کہ کہیں رہی سہی بینائی بھی نہ جاتی رہے اس پر فرمایا کہ لوگوں میں کس قدر غلو ہے۔

مرض جاہ طلبی و مال طلبی:

(ملفوظ ۳۰) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے دُعاء کے لیے لکھا ہے کہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے محکمہ کا چیئرمین کلکٹر ہو جائے جیسے پہلے تھا اور اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ کوئی انتظام نہیں سخت پریشانی ہے تنخواہ وقت پر تو کیا کئی کئی ماہ تک نہیں ملتی اس پر فرمایا کہ یہ لوگ حکومت کے اہل ہی نہیں سوراج سوراج گاتے پھرتے ہیں اور اس سے بھی اکثر کا مقصود حکومت نہیں بلکہ روپیہ گھسیٹنا مقصود ہے چنانچہ کتنی ہی بڑی معقول تنخواہ کی جگہ ہو اور رشوت نہ ہو اس کو قبول نہیں کرتے ہاں تنخواہ چاہے کم ہو مگر رشوت ملتی ہو اس کو قبول کرلیں گے چرتھاول ایک قصبہ ہے وہاں پر ایک تقریب میں عورتوں کا مجمع تھا ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ تمہارے میاں کی کیا تنخواہ ہے تنخواہ تھی کم بتلاتے ہوئے شرم معلوم ہوئی جواب میں کہتی ہے کہ تنخواہ تو تھوڑی ہے مگر ماشاء اللہ بالائی آمدنی بہت ہے حرام کمائی پر ماشاء اللہ یہ حالت ہو رہی ہے جاہ طلبی اور مال طلبی کا مرض عام ہو رہا ہے حرام کھانے پر کمر باندھ رکھی ہے یہ کیا حکومت کر سکتے ہیں اور کیا ایسوں کو حکومت مل سکتی ہے جن سے گھروں کا انتظام نہیں ہو سکتا ملک کا کیا خاک انتظام کریں گے ایسے ہی خود غرض جمع ہو رہے ہیں اور ملک کو تباہ اور برباد کرنے پر کمر بستہ ہیں کسی نے خوب کہا ہے ؎

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیوان کنند
ایں چنیں ارکانِ دولت ملک را ویران کنند

ان میں بعض مخلصین بھی ہیں مگر بہت کم۔

بدفہمی اور بدسلیقگی سے تکلیف:

(ملفوظ ۳۱) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں مرض دق میں مبتلا ہوں طب یونانی کا علاج تو کرالیا کچھ فائدہ نہ ہوا اب طب ایمانی کی طرف رجوع کرتا ہوں فرمایا کہ یہ سمجھتے ہوں گے کہ میں نے بڑی ذہانت کا کام کیا مگر طب ایمانی اور بخار کا کیا جوڑ میں نے لکھا ہے کہ یہ بھی خبر ہے کہ طب ایمانی میں کس کس چیز کا علاج لکھا ہے اس پر فرمایا کہ ذہانت سے کام نہیں چلتا پھر ذہانت بھی ٹیڑھی جس چیز سے کام چلتا ہے وہ اور ہی چیز ہے۔ جس کو فرماتے ہیں۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ جز شکستہ می نگیر و فضل شاہ

سلیقہ اور تمیز بھی تو کوئی چیز ہے بدتمیزی سے بہت تکلیف ہوتی ہے اور یہ بھی بدتمیزی ہی ہے کہ دین کو ذریعہ بنایا جائے دنیا کا اللہ بچائے بدفہمی اور بدسلیقگی سے۔

پرانی باتوں میں نور اور برکت ہے:

(ملفوظ ۳۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ پرانی باتوں کو چھوڑ دینا چاہئے اب زمانہ ترقی کر رہا ہے نئی باتیں اختیار کرنا چاہئے صاحب پرانی باتوں میں نور ہے برکت ہے اور پرانی تو زمین بھی ہے آسمان بھی ہے ان کو بھی چھوڑ دو اور خود اپنا وجود بھی تو پرانا ہو گیا اس کو بھی چھوڑ دو کیا لغو باتیں ہیں کام کی چیز تو پرانی ہو کر ایسی ہو جاتی ہے۔ جس کو مولانا فرماتے ہیں ؎

خود قوی تر می شود خمر کہن خاصہ آں خمرے کہ باشد من لدن

(جس کے پاس عشق آ گیا اس کی عقل پراگندہ ہو گئی جب صبح آ جاتی ہے تو شمع روشنی پھیلانے میں مجبور ہو جاتی ہے عقل مثل کوتوال کے ہے۔ جس سلطان عشق آ گیا تو بیچارہ عقل کوتوال کونہ میں دبک جاتا ہے۔۱۲)

بے موقع جان کا خرچ کرنا حرام ہے:

(ملفوظ ۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کہاں تک سب کو خوش رکھا جا سکتا ہے تحریک خلافت کے زمانہ میں لوگ چاہتے تھے کہ جس طرح ہم بے قاعدہ اور بے اصولے چل رہے ہیں نہ شریعت کے حدود کا تحفظ نہ احکام کی پرواہ اسی طرح یہ بھی شرکت کر لے میں نے کہا کہ اگر تمہاری موافقت کی جائے تو ایمان جائے اس لیے کہ اس میں شریعت کا تحفظ نہیں اور اگر مخالفت کی جائے تو جان جائے اس لیے کہ مقاومت کی قوت نہیں اور ایمان اور جان دونوں چیزیں ایسی سستی نہیں ہیں کہ ان دونوں کو خطرہ میں ڈالوں بے موقع اور بے محل جان کا صرف کرنا بھی جائز نہیں حرام ہے جان خدا کی راہ میں دینے سے انکار نہیں مگر اصول اور قاعدہ کے ساتھ تو ہو اگر اصول اور قاعدہ کے

موافق ہو تو ایک ایسی ایک جان کیا کروڑوں جانیں قربان ہیں اور بے ڈھنگے پن سے تو اس کا خیال کرنا بھی میں جرم خیال کرتا ہوں اس لیے کہ خیال بھی تو ان ہی کی دولت اور نعمت ہے اس کو بھی فضول اور عبث میں صرف کرنا باعث مواخذہ ہے۔

انسان کو کبھی ناز نہیں کرنا چاہئے:

(ملفوظ ۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان کو کبھی ناز نہیں کرنا چاہئے ہمیشہ نیاز پیدا کرنے کی سعی میں لگا رہنا چاہئے اسی میں خیر ہے جہاں آگے بڑھا فوراً ٹیک دیا جاتا ہے اسی ناز کی بدولت ہزاروں لاکھوں کے زہد اور تقوے برباد کر دیئے گئے پیر صاحب کو اس پر ناز نہیں ہونا چاہئے کہ میں ہی مریدوں کا ذریعہ نجات ہوں بلکہ کبھی مرید پیر کے لیے ذریعہ نجات ہو جاتے ہیں جیسے باپ کبھی محتاج ہوتا ہے بیٹے کا کہ بھائی لاٹھی پکڑ لو اور کبھی بیٹے کو باپ کی حاجت ہوتی ہے اسی طرح اگر مرید پر رحمت ہوگی پیر کو ہمراہ لے لے گا اور اگر پیر پر رحمت ہوگی مرید کو ہمراہ لے لے گا اسی بناء پر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو اس نیت سے مرید کر لیتے ہیں کہ اگر اپنے تعلق والے پر رحمت ہوگئی تو ہم بھی اس کے ساتھ ہو جائیں گے واقعہ یہ حضرات اپنے کو مٹائے ہوتے ہیں۔

خلوص میں دوستوں سے باتیں کرنا بھی عبادت ہے:

(ملفوظ ۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر خلوص ہو تو دوستوں سے ملنا ان سے باتیں کرنا بھی عبادت ہے حضرت حاجی صاحب کا یہ مذاق تھا فرمایا کرتے تھے کہ دوستوں سے باتیں کرنا بھی عبادت ہے مگر شرط یہی ہے کہ خلوص ہو اور نیت اچھی ہو ایک حکایت یاد آئی دو بزرگ تھے درمیان میں دونوں کے دریا حائل تھا ایک بزرگ کے پاس کھانے کو نہ تھا دوسرے بزرگ کو مکشوف ہوا اپنی بیوی سے کہا کہ ان بزرگ کو پہنچا دو بیوی نے کہا کہ درمیان میں دریا حائل ہے کیسے جاؤں فرمایا کہ یہ کہنا کہ بہ برکت فلاں شخص کی (یہ اپنی طرف اشارہ تھا) جس نے چالیس سال سے اپنی بیوی سے ہمبستری نہیں کی راستہ مل جائے بیوی کو بڑا تعجب ہوا کہ جھوٹ کی بھی کوئی حد ہے ہر وقت تو سینے پر سوار رہتا ہے مگر ان کے کہنے سے یہی کہہ دیا اور دریا پایاب ہو گیا کھانا پہنچا دیا ان بزرگ نے اس کے سامنے ہی کھا لیا واپسی کے وقت اس دریا کے حائل ہونے کا اشکال کیا انہوں

نے یہ دُعاء سکھلائی کہ بہ برکت اس شخص کے (یہ اشارہ تھا اپنی طرف) جس نے چالیس سال سے کھانا نہیں کھایا راستہ مل جائے اس پر مکرر تعجب ہوا کہ میرے سامنے کھانا کھایا اتنا جھوٹ کہنے سے پھر راستہ مل گیا اپنے شوہر سے یہ اشکال پیش کیا انہوں نے فرمایا کہ مطلب اس کا یہ تھا کہ ہمبستری اور تناول طعام امر کے تحت تھا حظ نفس کے لیے نہ تھا اسی کو مولانا فرماتے ہیں ۔

کار پاکان را قیاس از خود مگیر گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

اس خلوص پر ایک مناظرہ یاد آیا ایک مرتبہ مولوی تراب صاحب لکھنوی اور مفتی سعد اللہ صاحب رامپوری میں گفتگو ہوئی مولوی تراب صاحب مولود متعارف کے حامی تھے اور مفتی صاحب مانع تراب صاحب نے مفتی صاحب سے کہا کہ کیوں صاحب ابھی تک آپ کا انکار چلا ہی جاتا ہے مفتی صاحب نے کہا کہ ابھی تک آپ کا اصرار چلا ہی جاتا ہے مولوی تراب صاحب نے کہا واللہ ہمارے اس فعل کا منشا بجز محبت رسول اللہ ﷺ کے اور کچھ نہیں سعد اللہ صاحب نے کہا واللہ ہمارے منع کا منشا بجز متابعت رسول اللہ ﷺ کے اور کچھ نہیں مولوی تراب صاحب نے کہا الحمد للہ ہم تم دونوں ناجی ہیں یہ رنگ تھا اہل اخلاص کے مناظرہ کا۔

سوءادب سے بچنا ضروری ہے:

(ملفوظ ۳۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایسی خشکی بھی نہیں چاہئے کہ جس سے سوءادب لازم آئے جیسا کہ ایک نجدی کا واقعہ ہے کسی مجوز توسل سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ کا واسطہ دیتے ہو اس کا کوئی بھی اثر نہیں اور اس کے بعد یہ کیا کہ اونٹ بیٹھا تھا اس سے خطاب کیا کہ میں تجھ کو رسول اللہ ﷺ کا واسطہ دیتا ہوں تو کھڑا ہو جا وہ نہیں کھڑا ہوا پھر ایک ڈنڈا مارا تو کھڑا ہو گیا کہنے لگا یہ ڈنڈا مؤثر ہے جناب رسول اللہ ﷺ کے توسل سے دیکھیے کہ کیسا برا عنوان ہے اس مجوز نے جواب میں یہ کیا کہ ایک بیٹھے ہوئے اونٹ سے کہا کہ میں تجھ کو خدا تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کھڑا ہو جا وہ نہیں کھڑا ہوا پھر ایک ڈنڈا مارا تو کھڑا ہو گیا اور کہا کہ کیا ڈنڈا اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے بھی زیادہ مؤثر ہے افراط و تفریط دونوں ممنوع ہیں یہ باتیں جہل کی بدولت ہوتی ہیں جہل بہت ہی بری چیز ہے یہ کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے کانپور کا واقعہ ہے کہ میرے پاس دو شخص آئے ایک مولوی صاحب اور ایک عامی باہمی جھگڑا یہ تھا کہ مولوی صاحب تو یہ کہتے تھے کہ

حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ شاہ عبدالقادر جیلانی کو قطعی جنتی نہیں سمجھنا چاہئے اور وہ جاہل یہ کہتا تھا کہ جب وہ جنتی نہیں تو اور کون جنتی ہوگا میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ عام لوگوں سے ایسے واقعات میں گفتگو کرنا ہی مناسب نہیں یہ لوگ خالی الذہن ہوتے ہیں ان کا سمجھانا مشکل ہے **بخلاف** اہل علم کے کہ ان کے ذہن میں مبادی ہوتے ہیں ان کا سمجھا دینا آسان ہے اور میں نے اس عامی شخص سے کہا کہ واقعہ اگر وہ جنتی نہ ہوں گے تو اور کون ہوگا اس میرے کہنے پر مولوی صاحب کو پریشانی پیدا ہوئی اور سوچنے لگے کہ کیا دلیل بیان ہوگی جنتی ہونے کی پھر میں نے اس شخص سے دریافت کیا کہ پہلے یہ بتلاؤ کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی جنتی ہیں یا نہیں اس نے کہا یقیناً جنتی ہیں میں نے دریافت کیا کہ سیدنا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا کیسے ثابت ہوا کہا کہ حضور ﷺ کے فرمانے سے پھر میں نے دریافت کیا کہ حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا جنتی ہونا کیسے ثابت ہوا کہا کہ اولیاء امت کی شہادت سے میں نے دریافت کیا کہ حضور ﷺ کے اور اولیاء کے ارشاد میں کچھ فرق سمجھتے ہو یا نہیں کہ زمین آسمان کا فرق ہے میں نے دریافت کیا کہ جب حضور ﷺ کے اور اولیاء کے دونوں کے ارشاد میں فرق سمجھتے ہو تو ان کے اثر میں بھی فرق سمجھتے ہو کہا کہ ضرور میں نے دریافت کیا تو پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اور حضرت غوث پاکؒ کے جنتی ہونے میں بھی وہی فرق سمجھتے ہوگے کہا کہ ہاں تب میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ لیجئے حضرت جو عقیدہ آپ کا ہے وہی اس شخص کا ہے فرق دونوں میں صرف عنوان کا ہے یہ جس کو یقین کہتا ہے آپ اس کو غلبہ ظن کہتے ہیں مگر بات ایک ہی ہے اس پر مولوی صاحب بہت خوش ہوئے میں نے کہا کہ مولوی صاحب عوام الناس کو بلا ضرورت اور بلا وجہ پریشان کرنا اور متوحش بنانا اور بدون دلیل کے ان پر بدگمانی کرنا اور سوء ظن کرنا جائز نہیں دیکھیے اصل مقصد میں دونوں متفق تھے اس لیے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے سے حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے جنتی ہونیکا درجہ کم سمجھتا تھا اسی فرق کا نام عدم قطعیت ہے جس پر مولوی صاحب اس سے الجھ رہے تھے **حدود** کے نہ سمجھنے سے اس قسم کی تشویشات پیدا ہوتی ہیں۔

اہل بدعت کا غلط طریق:

(ملفوظ ۳۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ اہل بدعت ہمیشہ اہل حق کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور یونہی اڑنگ بڑنگ ہانکتے رہتے ہیں ایک سب انسپکٹر میرے ایک وعظ میں شریک

تھے وعظ کے بعد انہوں نے مجھ سے گیارہویں کے متعلق سوال کیا میں نے کہا کہ بدعت ہے کہنے لگے آپ اس کو بدعت کہتے ہیں اور فلاں مولوی صاحب اس کو اچھا بتلاتے ہیں تو ہم کیا کریں میں نے کہا جیسے ہم سے یہ سوال کیا جاتا ہے کبھی ان سے بھی تو یہ سوال کیا ہوتا کہ تم اچھا کہتے ہو اور فلاں اس کو بدعت کہتے ہیں ہم کیا کریں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دل میں کرنے کی خود ہے اور دوسروں کو آڑ بناتے ہو پھر کچھ نہیں بولے۔

افراط وتفریط سے عالم بھرا پڑا ہے:

(ملفوظ ۳۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ اعمال کی ظاہری صورت کی بھی حفاظت کی سخت ضرورت ہے مگر صرف صورت ہی پر قناعت مت کرو اس کی بھی کوشش کرو کہ روح پیدا ہو اگر آپ کسی پر عاشق ہو جائیں تو کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ محبوب کے آنکھ نہ ہو کان نہ ہوں ناک نہ ہو یا یہ سب ہوں مگر محبوب میں روح نہ ہو اس وقت تو اس کی طرف رخ کرنے کو بھی جی نہ چاہے گا اور اس کے پاس کھڑے ہونے کو بھی پسند نہ کرو گے خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر اور باطن دونوں کے اہتمام کی ضرورت ہے نہ ظاہر بدون باطن کے ٹھیک اور نہ باطن بدون ظاہر کے ٹھیک اس جسد بلا روح کے غیر محبوب ہونے پر استطرادا و تفریعا ایک اور مضمون یاد آ گیا کہ محبوبان مجازی کا اخیر انجام یہی جسد بلا روح ہے تو اس حالت کا استحضار کر کے ان سے محبت کا تعلق قطع کر دینا چاہئے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؂

عاشق بامردگان پاینده نیست زان که مرده سوی مآئنده نیست
عشق بامرده نه باشد پائدار عشق را باحی باقیوم دار
عشق ہائے کز پئے رنگے بود عشق نبود عاقبت ننگے بود

(مردوں کے ساتھ عاشقی پائدار نہیں ہے کیونکہ مردہ ہماری طرف (لوٹ کر) آنے والا نہیں (جب عشق مردوں کے ساتھ پائدار نہیں ہے تو حی و قیوم کے ساتھ عشق کرو کیونکہ جو عشق رنگ و روغن کی وجہ سے ہوتا ہے وہ عشق نہیں ہوتا (اس کا نتیجہ) آخر کار شرمندگی ہوتی ہے اس کے عشق میں غرق ہو جاؤ جس کے عشق میں اولین و آخرین سب غرق ہیں)

آگے اس کی ضد پر ضد کی تفریع اور محبت کا اصلی محل فرماتے ہیں ؂

غرق عشقے شو کہ غرقست اندریں عشق ہائے اولین و آخریں

اب یہ سوال ہوتا ہے کہ یہاں پر تو عاشق اس لیے ہوتے ہیں کہ محبوب تک رسائی کی امید ہے وہاں ہماری رسائی کہاں مولانا اس شبہ کا جواب فرماتے ہیں ؎

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست با کریماں کارہا دشوار نیست

اس مصرعہ ثانیہ میں شبہ کی جڑ قطع کر دی یعنی بے شک ہماری کوشش سے رسائی مشکل ہے لیکن وہاں تو ان کے کرم سے رسائی ہوتی ہے اور کریم کو کچھ مشکل نہیں وہ اپنے کرم سے خود ہی سب کچھ کر دیتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ طلب کو ضرور دیکھتے ہیں ورنہ بدون طلب کے یہ فرماتے ہیں اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كَارِهُوْنَ خواہ طلب ضعیف ہی ہو اُٹھ کر چلو تو سہی آگے وہ سب کچھ کر لیں گے صورت تو بناؤ روح بھی خود ہی پھونک دیں گے آج کل تو چاہتے یہ ہیں کہ تعویذوں گنڈوں سے یا کسی کے تصرف سے کام چل جائے خود کچھ نہ کرنا پڑے اگر یہ ہے تو پھر روٹی سامنے رکھ کر بھی بیٹھے رہا کرو خود بخود منہ میں جا کر حلق سے نیچے اتر جایا کرے گی کیا بیہودگی ہے اگر آدمی کو خود عقل نہ ہو فہم نہ ہو تو دوسرے کا اتباع تو کرے جو وہ تعلیم کرے اس پر عامل ہو اب اس سے بہتر اور کم خرچ نسخہ کیا ہوگا کہ صورت تو بنا لو روح بھی وہیں سے پہنچا دی جائے گی مگر اب تو حالت یہ ہے کہ اول تو اس راہ کی طرف آتے ہی نہیں اور اگر آئے بھی تو یا تو طریق میں غلطی کرتے ہیں جیسا ابھی بیان ہوا یا ثمرات میں غلطی کرتے ہیں یعنی یہ چاہتے ہیں کہ کشفیات ہوں لذات ہوں کچھ نظر آنے لگے سو ایسی توجہ کی تو وہ حالت ہوئی ہے ؎

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

غرض کہ اعتدال نہیں افراط و تفریط سے ایک عالم کا عالم بھرا پڑا ہے اس حالت میں اگر کوئی طبیب شفیق چاہتا بھی ہے کہ ان کے گلے سے نیچے کچھ زبردستی ہی پہنچا دیا جائے تو اس پر جبڑا بند کر کے دانت پیستے ہیں اور ادنیٰ چرکہ کی بھی برداشت نہیں اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر بہر زخمے تو پر کینہ شوی پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

(اگر ہر زخم سے تم کو گواری ہو تو آئینہ کی طرح تم کس طرح صاف شفاف ہو سکتے ہو۔۱۲)

۴ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

اہل علم کو کوئی کام دستکاری وغیرہ ضرور سیکھنا چاہئے:

(ملفوظ ۳۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ علماء کو علاوہ پڑھنے پڑھانے کے اور بھی کوئی کام آنا چاہئے جو ذریعہ معاش ہو سکے بدون ظاہری وجہ معاش کے لوگ ان کو ذلیل سمجھتے ہیں اس ذلت سے بچنے کے لیے مولویوں کو کوئی کام دستکاری سیکھنا چاہئے پھر سیکھنے کے بعد چاہے اس سے کام نہ لیں مگر سیکھ لیں ضرور اہل علم کی ذلت کسی طرح گوارا نہیں ہوتی آج کل بد دینوں کا زمانہ ہے اہل دین اور علم دین کو نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں بحمد اللہ یہاں پر آ کر تو سب کا مزاج درست ہو جاتا ہے خر دماغوں کو یہ معلوم ہونا چاہئیے کہ طلبہ اور اہل علم میں بھی اسپ دماغ ہیں جو اہل دنیا خصوص اہل مال سے اس قسم کا برتاؤ کرتا ہوں جس کو لوگ خشکی کہتے ہیں اس کی وجہ ہی یہ ہے کہ ان کے دماغوں میں خناس بھرا ہے ان کے دماغوں کو درست کرتا ہوں اگر تمام اہل علم اور اہل دین اُن کے دروازوں پر جانا چھوڑ دیں تو ایک دن میں ان کے دماغ صحیح ہو جائیں گے اور پھر یہ خود ان کے دروازوں پر آنے لگیں خصوص اہل مدارس اگر ذرا صبر سے کام لیں تو یہ خرابی نہ رہے بڑے پیمانہ پر اہل دنیا خصوص اہل مال کے دماغ درست ہو جائیں مجھے اہل علم کی ذلت ایک لمحہ کیلئے گوارا نہیں مگر دل میں دل کس طرح ڈال دوں۔

پہلے زمانہ کے بدعتی:

(ملفوظ ۴۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے زمانہ کے بدعتی بھی اللہ اللہ کرنیوالے ہوتے تھے مجھ کو اکثر ملنے کا اتفاق ہوا اُن میں شرارت نہ تھی جیسے آج کل کے اکثر بدعتی ہیں بلکہ بعضے فاسق فاجر تک ہیں ان کو کبائر تک میں ابتلا ہے اور ایک بات ان بزرگوں میں اور بھی تھی کہ مدار نہ تھے اور اہل علم سے نفرت نہ تھی اہل علم کا ادب و احترام قلب میں تھا آج کل کے اکثر بدعتیوں میں یہ سب باتیں مفقود ہیں ہمارے ایک ماموں صاحب صوفی تھے ان کا قدم تصوف میں درجہ غلو تک پہنچ گیا تھا مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ پیرزادے جو حضرت شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو برا کہتے ہیں محض اس وجہ سے کہ ان کی وجہ سے ان کی روٹیوں میں کھنڈت پڑ گئی بھلا جس شخص نے اپنا مال اور جان سب اللہ کے واسطے صرف کر دیا ہو کیا اس کو برا کہا جائے اور

اس پر طعن کیا جائے ماموں صاحب میں یہ بات خاص تھی کہ تارک الدنیا سے ان کو عشق کا درجہ ہوتا تھا یہ اس وقت کے بدعتیوں کی حالت تھی اب تو نہایت ہی بد دین ہیں دلوں میں اہل علم سے بغض و عداوت ہے شب و روز فسق و فجور میں مبتلاء ہے امرد پرستی تو ان کی مثل شیر شکر کے ہے الا ماشاء اللہ۔

فطری باتیں دل کو اچھی لگتی ہیں:

(ملفوظ ۴۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو چیزیں فطری ہیں ان میں تعلیم کی ضرورت نہیں دیکھ لیجئے بچوں کی باتیں اور اُن کی حرکات کیسی پیاری معلوم ہوتی ہیں جو بات بھی ہوتی ہے بے ساختہ اور بے تکلف ہوتی ہے اس لئے کہ فطری بات ہے بناوٹ کا ذرا نام نہیں ہوتا یہ تو بڑے ہو کر بگڑتے ہیں خدا معلوم کہ کیا زہر مل جاتا ہے ایک بچہ کو میں نے چھیڑا اس نے کوسا اللہ کرے بڑے ابا مر جائیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ تو خوش ہوگا کہ میں نے بہت بڑی بد دعاء کی حالانکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی مسافر اپنے گھر سے نکل کر بھٹکتا پھرتا ہو اور اس کو کوئی کہے کہ خدا کرے تو اپنے گھر چلا جا یہ تیری بد دعاء ایسی ہی ہے خیر یہ تو جو کچھ بھی سہی اس وقت اس کا بے ساختہ یہ کہنا ایسا پیارا معلوم ہوا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔

حکایت حضرت بایزید بسطامی:

(ملفوظ ۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کے جاہل صوفی نہایت ہی بد دین ہیں ان کا صرف ایک کام رہ گیا ہے وہ یہ کہ امردوں اور عورتوں سے اختلاط بس یہ ہی ان کا تصوف رہ گیا ہے مراقبہ ہے تو اسی کا مکاشفہ ہے تو اسی کا استغراق ہے تو اسی کا یہ لوگ تو فاسق و فاجر ہیں اور پہلے لوگ بھی بدعتی تھے مگر بد دین نہ تھے یہ تو خلف کا حال تھا اور سلف تو دین کے عاشق تھے چنانچہ حضرت بایزید بسطامی کا واقعہ مثنوی کے دفتر چہارم کے نصف پر مذکور ہے کہ وہ سبحانی ما اعظم شانی کہہ دیتے تھے مریدوں نے ایک روز کہا یہ آپ کیا کہتے ہیں فرمایا کہ اگر اب کی مرتبہ کہوں تو مجھ کو چھریوں سے مار دینا مرید بھی ایسے نہ تھے جیسے آج کل کے ہیں چھریاں لے کر تیار ہو گئے ان سے غلبہ حال میں پھر وہی کلمہ نکلا کلمہ کا نکلنا تھا کہ چہار طرف سے مریدوں نے مارنا شروع کیا مگر نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو تو ایک زخم بھی نہ آیا اور مریدین تمام اپنی ہی چھریوں سے زخمی ہو گئے مولانا اس کا راز فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہیں کہتے تھے ایسے لوگ صاحب حال گذرے ہیں جن کی حالت

مولانا کے اس قول کی مصداق ہوتی تھی

عشق آمد عقل او آوارہ شد　　صبح آمد شمع او بیچارہ شد
عقل خود شحنہ است چوں سلطان رسید　　شحنہ بیچارہ در کنجے خزید

(صرف عقل اور سمجھ کو تیز کرنا راہ حق نہیں ہے حق تعالیٰ کا فضل اسی کی دستگیری کرتا ہے جو شکستگی اختیار کرے۔ پرانی شراب بہت تیز ہو جاتی ہے خاص کر وہ جو محبوب کے پاس کی ہو)

لیکن اس حالت میں بھی اگر کوئی فعل خلاف شریعت یا خلاف سنت سرزد ہو جاتا تھا تو اس پر اصرار نہ تھا اس کو اسرار نہ سمجھتے تھے اور یہ سمجھنا تو بڑی چیز ہے ان کو اور الٹی ندامت اور شرمندگی ہوتی تھی بخلاف آج کل کے بددینوں کے بددینی پر فخر ہے ناز ہے اصرار ہے ضد ہے ہٹ ہے۔ استغفر اللہ۔

عوام کی اطاعت واجب نہیں خیر خواہی واجب ہے:

(ملفوظ ۴۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں اوروں کی طرح یہاں سے بھی یہی امید رکھتے ہیں کہ ہمارا مطیع ہو کر رہے ہماری اطاعت کرے سب کو ایک ہی لکڑی سے ہانکتے ہیں میں کہتا ہوں کہ تمہاری اطاعت واجب نہیں خیر خواہی واجب ہے اس اور چونکہ اطاعت واجب نہیں اس لیے تمہارا کہنا نہیں مانتا اور چونکہ خیر خواہی واجب ہے اس لیے مفید مشورہ دیدیا اب عمل کرنا نہ کرنا تمہارا اختیاری فعل ہے اور میں بھی تم کو اپنی اطاعت پر مجبور نہیں کرتا جب خود میرا یہ طرز ہے تو تم کو کیا حق ہے مجھ کو مجبور کرنے کا اور میں تم سے کیوں مجبور ہوں جب تم کو شریعت کی اطاعت سے عار ہے تو میں تمہاری کیوں اطاعت کروں کیوں مجبور ہوں مجھ کو کیا غرض مجھ کو الحمد اللہ اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت سے اس کی پرواہ نہیں کہ کوئی معتقد رہے گا یا غیر معتقد ہو جاوے گا جس طرح جس کا جی چاہے کرے یہ سبق کسی اور کو پڑھانا اگر سارا عالم بھی ایک طرف ہو جائے مجھ کو بفضل ایزدی اس کی پرواہ نہیں پرواہ کی صرف ایک ہی چیز ہے وہ رضا حق ہے اگر یہ حاصل ہے تو پھر سارا عالم اس کے سامنے گرد ہے مسلمان کے لیے یہ ہی ایک چیز ہے کہ وہ خدا کے راضی کرنے کی سعی میں لگا رہے اگر وہ راضی ہیں تو اس نے سب کچھ پالیا اور حاصل کرلیا اور اگر یہ نہیں تو اگر تمام دنیا و مافیہا بھی اس کو مل جائے تو ایک مچھر کے پر کی برابر بھی وقعت نہیں رکھتی۔

ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

برکت فلوس میں نہیں خلوص میں ہے:

(ملفوظ ۴۴) ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک ناظم مدرسہ فرماتے تھے کہ جو طلبہ رؤسا کے وظائف سے تعلیم پاتے ہیں وہ اکثر ناکامیاب ہوتے ہیں فرمایا کہ اگر بظاہر کامیابی بھی ہو جائے تب بھی ان کے علم میں برکت نہیں ہوتی اس پر فرمایا کہ اس کا راز سمجھ میں نہیں آیا ہاں ایک وجہ تو بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایسے طلبہ کی اول ہی سے مخلوق پر نظر ہوتی ہے دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے خیال ہوتا ہے کہ فلاں شخص ہم کو وظیفہ دیتا ہے تو ہم کو کیا تعلق مہتمم صاحب سے اور کیا تعلق استاد صاحب سے اس کی وجہ سے اپنے بزرگوں سے بھی تعلق میں کمی پیدا ہوتی ہے یہ سب میں زیادہ مضر ہے اور یہ جو بزرگوں نے ۔ کانوں سے کھانا لانا طلبہ کے لیے جائز رکھا تھا اس میں نفس کا معالجہ تھا مگر اب عرفاً ذلت کے سبب یہ صورت بھی ناپسندیدہ ہوگی مگر اس میں بھی ذلت کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ کھانا دینے والا ذلیل سمجھے اور ایک یہ کہ کھانا دینے والا تو ذلیل نہیں سمجھتا مگر لانے والا اس میں اپنی ذلت سمجھتا ہے تو پہلی صورت تو ناجائز اور دوسری صورت جائز کیونکہ اس میں اس کے نفس کا معالجہ ہے اور اس ہی وجہ سے بزرگوں نے اس صورت کو جائز رکھا تھا مدرسہ دیوبند ہی کے واقعات ہیں کہ بعض لوگ مہتمم صاحب اور مدرسین اور مولویوں کے مخالف تھے مگر طلبہ کی نہایت عزت واحترام کرتے ہیں ایک وکیل تھا نہایت بددین مگر تین طلبہ کو کھانا دیتا تھا اور جس وقت طلبہ اس کے مکان پر جاتے تو کرسی سے تعظیم کیلئے کھڑا ہو جاتا یہ حالت تو اس وقت کے فاسقوں اور فاجروں کی تھی تو اس وقت طلبہ کے مکانوں سے کھانا لانا جائز تھا اور اب تو طلباء کو بڑی ہی حقارت اور ذلت کی نظر سے دیکھتے ہیں اب جائز نہیں اب مکانوں سے طلبہ کو کھانا نہیں لانا چاہئے اس میں علم اور اہل علم کی تحقیر ہے یہ مضمون آج ہی سمجھ میں آیا اس سے پہلے کبھی ذہن میں نہ آیا تھا اور یہ سب تفصیل تو غربا سے امداد لینے کے متعلق تھی باقی یہ تجربہ ہے کہ نرے امراء کے پیسہ میں برکت نہیں ہوتی اب اس کے اسباب جو بھی ہوں میں نے ایک مرتبہ سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم میں یہی مضمون وعظ میں بیان کیا تھا جب مدرسہ کے دار الطلبہ میں مسجد تیار ہوئی

اس مسجد کے لیے ایک بی بی نے روپیہ دیا تھا وہ بھی وعظ میں تھیں میں نے کہا کہ امراء ناز نہ کریں کہ ہم نے فلاں مدرسہ بنوادیا فلاں مسجد بنوادی یاد رکھو کہ تمہارے پیسہ میں برکت نہیں ہوتی اگر برکت پیدا کرنا چاہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ چند غرباء سے پیسہ مانگ کر اپنے پیسوں میں شریک کرلیا کرو تب برکت ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ امراء کے پاس تو فلوس ہی فلوس ہوتا ہے اور غرباء کے پاس خلوص ہوتا ہے تو فلوس میں برکت کہاں برکت ہوتی ہے خلوص میں۔

توفیق ذکر بڑی دولت ہے:

(ملفوظ ۴۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ کیا تھوڑی بات ہے کہ ذکر کی توفیق ہو جائے یہ ہی بڑی دولت بڑی نعمت ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب اس بارہ میں فرمایا کرتے تھے۔

یابم اور ایا نیابم جستجوئے میکنم حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم

نفع کا دارومدار مناسبت پر ہے:

(ملفوظ ۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ یہاں پر رہ کر جب بصیرت بڑھ جائے اور پھر وطن واپس پہنچ کر مکاتبت کرے تو طویل مکاتبت سے مناسبت پیدا ہوجاتی ہے جو مدار ہے نفع کا مگر یہاں پر جو رہے خاموش رہے مکاتبت مخاطبت نہ رکھے تجربہ سے یہ طرز بہت ہی مفید ثابت ہوا ہے لوگ اول وہلہ میں اس کی قدر نہیں کرتے مگر یہاں سے وطن واپس جا کر بہت لوگ لکھتے ہیں کہ پہلے تو سمجھ میں نہیں آیا تھا مگر چند روز خاموش رہنے سے جو نفع ہوا وہ نفع چند برس کے مجاہدہ سے بھی نہ ہوتا یہ سب تجربہ کی باتیں ہیں حق تعالیٰ دل میں وہی چیزیں ڈال دیتے ہیں جو مفید ہیں بدفہم لوگ اس کو میری طرف ٹالنا سمجھتے ہیں لیکن اگر میں ٹالتا تو رہنے کی اجازت ہی کیوں دیتا کیا میرے ذمہ کسی کا کچھ قرض آتا ہے مگر رسوم کا غلبہ ہو رہا ہے دماغوں میں وہی رسمی باتیں رچی ہوئی ہیں کہ مجلس آرائیاں ہوں قیل و قال ہو تعظیم و تکریم اور مجھ کو ان باتوں سے طبعی نفرت ہے میں چاہتا ہوں کہ نہ میری آزادی میں تم مخل ہو اور نہ میں تمہاری آزادی میں مخل ہوں کام میں لگو وقت کو بیکار نہ جانے دو۔

۵ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

تربیت میں ہر بات کی دقیق رعایت:

(ملفوظ ۴۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل عدل اور حفظ حدود کی بے حد کمی ہے مجھ کو بحمد اللہ اس کا بڑا خیال رہتا ہے مثال کے طریق پر ایک بات عرض کرتا ہوں گو بظاہر ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے کہ جب کوئی طالب علم داخل ہونے آتا ہے تو میں خود اس کو ساتھ لے کر استاد کے سپرد کر کے آتا ہوں استاد کو یہاں پر بلا کر نہیں سپرد کرتا اس میں ان کے احترام اور اعزاز کو ملحوظ رکھتا ہوں اور کبھی کبھی جو بلا لیتا ہوں وہ اس لئے کہ کہیں ان میں عجب نہ پیدا ہو جائے اور یہ نہ سمجھنے لگیں کہ ہم میں بھی مخدومیت کی شان ہے یہ باب تربیت بھی نہایت ہی دقیق ہے ہر بات کی دقیق دقیق رعایت کرنی پڑتی ہے۔

قواعد وضوابط دوسروں کی راحت کیلئے ہیں:

(ملفوظ ۴۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے یہاں جو قواعد اور ضوابط مقرر ہوئے ہیں اگر ان کے مصالح لکھواؤں تو اچھا خاصہ ایک رسالہ تیار ہو جائے جیسے آیات کا شانِ نزول ہے اسی طرح ان قواعد اور ضوابط کا بھی شانِ نزول ہے اور یہ سب کچھ اپنی اور دوسروں کی راحت رسانی کے واسطے ہے ورنہ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ ان قواعد اور ضوابط کی وجہ سے مجھ پر ہر وقت خوف طاری رہتا ہے کہ قیامت میں تجھ سے بھی قواعد دقیقہ کا مواخذہ نہ ہونے لگے اس لیے نہ مجھ کو ان پر ناز ہے اور نہ میں اپنی اصلاح سے بے فکر ہوں ہمیشہ دُعاء کرتا ہوں کہ اے اللہ! میں ضعیف ہوں اس لئے میں نے ضوابط مقرر کئے ہیں کہ بے ضابطگی کا متحمل نہیں آپ تو ضعیف نہیں آپ ضابطہ سے کام نہ لیجئے۔ غرض! مجھ کو سخت خوف ہے میں بے فکر نہیں بلکہ ڈرتا ہوں کہ اگر حق تعالٰے نے میرے ساتھ اسی طرح ضابطہ کا برتاؤ کیا تو میرا تو کوئی بھی ٹھکانہ نہیں اور یہ چیزیں ناز کی نہیں بلکہ خود دلیل ہیں ضعف کی ناز کی ان میں کوئی بات نہیں ہے اس لئے ڈرتا ہوں اور اپنی اصلاح کا خیال رکھتا ہوں۔

انگریزی تعلیم کا اثر:

(ملفوظ ۴۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ انگریزی تعلیم یافتہ اکثر بے ادب ہوتے ہیں

حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکایت بیان فرمائی تھی کہ دو انگریزی داں باپ بیٹے آمنے سامنے کرسی پر بیٹھے تھے بیٹے کو انگڑائی آئی تو اس طرح سے پیر پھیلائے کہ جوتا باپ کی ڈاڑھی میں جا کر لگا اس حرکت پر ایک شخص نے کہا کہ یہ کیا بدتمیزی ہے باپ ہیں ابھی بیٹا کچھ نہ بولا تھا باپ صاحب کہتے ہیں کہ کیا حرج ہوا کیا جوتہ گوگوبر لگا تھا یہ ہے نری انگریزی تعلیم کا اثر صرف چند الفاظ اور چند فیشن کا نام تہذیب رکھ لیا ہے اور وہ فیشن ہی معیار لیاقت سمجھا جاتا ہے اس پر ایک حکایت یاد آئی ایک دیہاتی شخص متمول تھا اس نے اپنے لڑکے کو انگریزی پڑھائی کسی نے پوچھا کہ تیرا بیٹا کہاں تک انگریزی پڑھ چکا ہے کہنے لگا کہ یہ اسی سے معلوم کر لیجیو مجھے معلوم نہیں مگر اتنا معلوم ہے کہ کھڑے ہو کر موتنے لگا ہے اس سے تم ہی سمجھ لو کہ کس درجہ تک پہنچ گیا ہے تھا بڑا ذہین کیا بات کہی ان دیہاتیوں کے دماغ بڑے صحیح ہوتے ہیں الفاظ تو بوجہ بے علمی کے ان کے پاس ہوتے نہیں مگر ترجمانی نہایت صحیح اور پر مغز ہوتی ہے (ایک دیہاتی کو کہتے سنا تھا کہ خدا کی تو وہ شان ہے کہ کئے جاؤ اور لئے جاؤ کیسے پاکیزہ اور مختصر الفاظ میں کتنے بڑے علمی مضمون کو ادا کر گیا۔۱۲ جامع)

ایک اور دیہاتی کی حکایت ہے میں ریل میں سفر کر رہا تھا اُسی ڈبہ میں چند دیہاتی مسلمان تحریکات حاضرہ کے متعلق آپس میں گفتگو کر رہے تھے میں بھی سن رہا تھا اُن میں سے ایک بولا کہ میاں اتنے جھگڑوں اور بکھیڑوں کی کیا ضرورت ہے صرف دو باتوں کی ضرورت ہے وہ یہ کہ ایک رہو اور نیک رہو پھر کوئی بھی مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

کیسی عجیب بات کہی تمام حکمت کو دو لفظوں میں بیان کر گیا بڑے سے بڑے علامہ کو بھی نہ سوجھتی اب بتلایئے کیا کوئی اپنے علم پر ناز کرے یہ تو سب خدا ہی کی طرف سے ہے اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ ناز نہ کرو نیاز پیدا کرو۔

عرفات میں خطبہ سنت ہے:

(ملفوظ ۵۰) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عرفات میں اب خطبہ نہیں ہوتا فرمایا یہ کیوں یہ تو سنت ہے اور نجدیوں کو اتباع سنت کا دعوی ہے پھر سنت کو کیوں ترک کیا عرض کیا کہ عرفات میں نجدی روتے تو بہت ہیں فرمایا کہ رونا تو خطبہ کا قائم مقام نہیں ہو سکتا خطبہ کا ٹھیک طریقہ تو جب تھا کہ روتے بھی اور خطبہ بھی ہوتا اور بے خطبہ رونا تو ایسا ہے جیسے ایک میاں جی بے محل روئے تھے ایک

میاں جی ایک متوسط الحال شخص کے یہاں بچے پڑھانے پر ملازم تھے وہ شخص کہیں باہر جا کر پانچ سو روپے ماہوار کے ملازم ہو گئے انہوں نے گھر اطلاعی خط بھیجا میاں جی کے سوا اور کوئی خط پڑھنے والا نہ تھا گھر والوں نے میاں جی کو خط پڑھنے کو دیا خط پڑھ کر میاں جی نے رونا شروع کر دیا گھر والوں کو پریشانی ہوئی اور وجہ پوچھی کہا کہ وجہ تو بعد میں بتلاؤں گا پہلے تم بھی روؤ۔ وہ بھی رونے لگے غل مچا۔ محلہ والے سن کر آ گئے رونے کی وجہ پوچھی میاں نے کہا کہ تم بھی روؤ۔ محلہ والے بھی رونے لگے پھر لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا میاں جی نے کہا خط میں لکھا ہے کہ میاں پانچ سو روپیہ کے ملازم ہو گئے لوگوں نے کہا اس میں رونے کی کیا بات ہے یہ تو خوش ہونے کی بات ہے کہنے لگے نہیں رونے ہی کی بات ہے چنانچہ سنو! میں تو یوں رویا کہ اب وہ بچوں کو انگریزی پڑھائیں گے بجائے میرے کسی ماسٹر کو مقرر کریں گے میرا روزگار گیا اور گھر والوں کے رونے کی یہ بات ہے کہ بجائے ان کے اب وہ کسی میم صاحبہ کو لائیں گے ان کے روٹی کپڑے میں کھنڈت پڑے گی اور اہل محلہ کے رونے کی یہ بات ہے کہ میاں کو موٹر کیلئے اور گھوڑوں کے لئے مکان اور اصطبل کی ضرورت ہو گی تو اہل محلہ ہی سے مکانات خالی کرائے جائیں گے اس لیے سب کو رونا چاہئے میاں جی تھے بڑے دور اندیش کیا جوڑ لگایا ہے تو بعض رونا بھی بے جوڑ ہوتا ہے۔

بندۂ خدا خطبہ کیوں ترک کیا سنت کو تو بدعت نہیں کہہ سکتے خدا معلوم کیا ذہن میں آیا ہوگا جس کی بناء پر یہ کیا گیا ویسے تو عقائد میں نہایت ہی پختہ ہیں ہاں! ایک کمی ہے جس کو میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ نجدی ہیں تھوڑے سے وجدی بھی ہوتے تب بات ٹھیک ہوتی خشک زیادہ ہیں کھرا پن ہے۔

حقیقی آزادی خاصان حق کو حاصل ہے:

(ملفوظ ۵۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں لوگ آزادی اور حریت کی حقیقت سے ناواقف ہیں اس لئے یہ مرض ایسا عام ہو گیا کہ سلطنت اور حکومت سے تو آزادی حاصل کرنا چاہتے ہی ہیں خدا سے بھی آزاد ہو گئے خدا کا بھی خوف قلوب سے جاتا رہا یہ سب الحاد ہے بدفہمی کی بھی کوئی حد نہیں رہی حریت کس آزادی کو کہتے ہیں آیا حق سے آزاد ہونے کو یا غیر حق سے اس لئے کہ ایمان والے کیلئے تو حق کی غلامی ہی باعث فخر اور باعث فلاح اور بہبود ہے اور یہ آزادی بھی اللہ والوں ہی کو میسر ہے اور جو مدعی ہیں آزادی کے ہزاروں طوق اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں حقیقی آزادی خاصان حق ہی کو حاصل ہے اُن کی یہ حالت ہے کہ وہ دنیا سے

آزاد اور حق کے پابند اور غلام ہیں اس غلامی پر لاکھوں کروڑوں آزادیاں قربان جن کو اس غلامی کا راز منکشف ہو گیا وہ تو بزبان حال یہ کہتے ہیں ۔

اسیر ش نخواہد رہائی زبند شکارش نجوید خلاص از کمند

(اس کا قیدی قید سے رہائی نہیں چاہتا اس کا شکار اس کے جال سے نکلنا نہیں چاہتا ۱۲)

میں اس پر ایک حکایت بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ ایک عاشق جو اپنے محبوب کی تلاش میں برسوں سرگرداں اور پریشان پھرتا تھا اتفاق سے ایک روز یہ چلا جا رہا تھا کہ اس محبوب نے خاموشی سے آ کر پیچھے سے آغوش میں لے کر اس زور سے دبایا کہ اس کی پسلیاں دوسری طرف کی پسلیوں سے جا ملیں آنکھیں نکل آئیں دم گھٹنے لگا اس حالت میں محبوب دریافت کرتا ہے کہ اگر میرے دبانے سے تم کو تکلیف ہوتی ہے تو میں تم کو چھوڑ کر اور کسی کو جا کر اپنی آغوش میں دبالوں اس وقت وہ اگر عاشق صادق ہے تو یہ کہے گا ۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

(تیری تلوار سے ہلاک ہونا خدا کرے دشمن کے نصیب میں نہ ہو، تیری خنجر آزمائی کے لئے دوستوں کا سر حاضر ہے ۔۱۲)

حقیقت مجاہدہ:

(ملفوظ ۵۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حقیقت مجاہدہ کی ہے نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (نفس کو اس کی خواہشات (مذمومہ) سے روکنا ۔۱۲) اور اس کے حاصل ہونے کی تدبیر یہ ہے کہ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ (اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے) اگر یہ کہا جائے کہ شریعت میں مجاہدہ سے مراد مجاہدہ مع الکفار ہے تو اس حدیث کے کیا معنی ہونگے المجاهد من جاهد نفسه (مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے) بلکہ مجاہدہ ظاہری میں مشغول ہونا تو آسان اور سہل ہے اور مجاہدہ باطنی میں مشغول ہونا سخت کام ہے اور اس میں تساہل کرنا ایسا ہے کہ باہر کے دشمن کو تو مار دیا مگر اندر کے دشمن کی طرف التفات ہی نہیں اسی کو فرماتے ہیں ۔

در بہ بست و دشمن اندر خانہ بود حیلہ فرعون زین افسانہ بود

(دشمن تو گھر کے اندر موجود تھا اور دروازہ بند کرلیا، فرعون کی تدبیر کی ناکامی کی وجہ یہی ہوئی)

اور فرماتے ہیں ؎

اے شہاں کشتیم ما خصم بروں ۔ ماند خصمے زو بتر در اندروں

کشتنِ ایں کار عقل و ہوش نیست ۔ شیر باطن نخرۂ خرگوش نیست

(اے حضرات ہم نے باہر کے دشمن کو تو مار دیا مگر باہر کے دشمن سے بدتر دشمن اندر رہ گیا ہے اس اندر کے دشمن کے مارنے کی تدبیر عقل کے بس کی نہیں ہے کیونکہ یہ باطنی شیر، خرگوش عقل و ہوش کے بس میں آنے والا نہیں ہے (اس کے مسخر کرنے کے لئے تائید غیبی کی ضرورت ہے اور وہ تمہاری طلب اور شیخ کامل کے اتباع سے حاصل ہوگی)

اور سب میں بڑی چیز جو اس کی بھی اصل ہے وہ ہے کسی کامل کی صحبت، بدوں اس کے اس راہ میں کامیابی مشکل ہے بدوں راہبر اس میں قدم رکھنا خطرہ سے خالی نہیں اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

یار باید راہ تنہا مرو ۔ بے قلاؤ زاندریں صحرا مرو

(سلوک طے کرنے کے لئے ساتھی کی ضرورت ہے تنہا مت چلو بغیر رہبر کے اس جنگل میں مت جاؤ)

اپنے کو اس کے سپرد کر دو اور زبانی سپرد کرنے سے بھی کچھ نہ ہوگا بلکہ وہ جو تجویز کرے گا اس پر عمل کرنا ہوگا اور اگر ہر چرکہ پر قلب میں کدورت پیدا ہوگی تو بس مقصود حاصل ہو چکا اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

تو بیکے زخمے گریزانی ز عشق ۔ تو بجز نامے چہ میدانی زعشق

(تو ایک چرکہ سے عشق کے بھاگتا ہے تو معلوم ہوا کہ عشق کا نام ہی نام جانتا ہے (حقیقی عشق تجھ کو حاصل نہیں ۔۱۲)

خاتمہ ایمان پر بڑی دولت ہے:

(ملفوظ ۵۳) ایک مولوی صاحب کے تعریفی جملوں پر فرمایا کہ اجی حضرت کہاں کی بزرگی اور کہاں کا تبرک! اگر ساتھ ایمان کے چلے جائیں یہ ہی سب کچھ ہے اسی کا خطرہ ہے نہ معلوم قسمت میں کیا لکھا ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

ایمان چو سلامت بلب گور بریم احسنت بریں چستی و چالاکی ما

(لب گور تک ایمان سلامت لے جاویں تو ہم بڑی شاباش کے قابل ہیں ۔۱۲)

متاخرین نے مجاہدات میں جو چیزیں حذف کر دیں:

(ملفوظ ۵۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ متقدمین نے تو مجاہدات میں چار چیزوں کو فرمایا تھا قلتِ طعام، قلت منام، قلت کلام، قلت اختلاط مع الانام مگر متاخرین نے دو کو حذف کر دیا ہے ایک تو قلت طعام اور ایک قلت منام کیونکہ یہ دونوں آج کل مضر ہیں پہلے لوگوں کے قویٰ مضبوط ہوتے تھے اُن کے مناسب تھے اور دو کو باقی رکھا ایک قلت الکلام اور ایک قلت اختلاط مع الانام اور ان ہی دونوں میں لوگوں کو زیادہ بے فکری ہے حالانکہ قلت کلام از حد ضروری ہے اس لیے کہ کثرتِ کلام کی بدولت کسی کی حکایت کسی کی شکایت کسی کی غیبت ہو جاتی ہے بلکہ مباحات کی کثرت میں کدورت ہوتی ہے عطارؒ اسی کو فرماتے ہیں۔

دل زِ پر گفتن بمیرد در بدن گرچہ گفتارش بود دُرِّ عدن

(بے ضرورت زیادہ بولنے سے بدن کے اندر دل مر جاتا ہے اگرچہ ظاہری طور پر تیری گفتگو کیسی ہی عمدہ ہو ۱۲)

غرض کم ملو کم بولو اور کسی قدر لذات کو کم کر دو غلو اس میں بھی نہیں چاہئے ایک درویش نے میرے سامنے خربوزہ کھایا اور یہ کہا کہ آج سترہ برس میں کھایا ہے سو یہ غلو بھی بُرا ہے ضرورت اس کی ہے کہ آدمی حرام سے بچتا رہے باقی اچھی طرح کھائے پیئے مجاہدہ یہ نہیں کہ حلال کو چھوڑ دے مجاہدہ کی حقیقت ہے خواہشات مذمومہ سے نفس کو روکنا اور حلال چیزوں کے ترک سے اندیشہ ہے عجب کے پیدا ہو جانے کا کیونکہ اس میں ایک شان امتیاز کی ہوتی ہے جیسے ایک شخص نے کہا تھا اپنے پیر کے متعلق کہ وہ کچھ کھاتے ہی نہیں میں نے کہا کہ آخر کچھ تو کھاتے ہی ہوں گے اس لیے کہ اس کے بدوں تو زندگی ہی دُشوار ہے۔

اس پر کہتے ہیں کہ جی ہاں کچھ یوں ہی تھوڑا سا کھا لیتے ہیں پوچھا گیا تو کہنے لگے کہ ایک سیر دودھ اور آدھ پاؤ بالائی اور کچھ سیب اور انگور ایک دوست نے کہا کہ اور کیا کھاتے صرف اتنی کسر رہی کہ تجھے اور مجھے نہیں کھایا اور یہ بھی کہا کہ بندۂ خدا!! اگر مجھ کو یہ چیزیں ساری عمر کھانے کو ملیں تو میں روٹی وغیرہ کے پاس بھی نہ جاؤں۔

اب بتلایئے کہ یہ بھی کوئی مجاہدہ ہے بجز شہرت اور جاہ کے صاف دوسروں کی نظروں میں بڑا ہونا ہے سو یہ خود کتنی بڑی بلا ہے یہ غیر محقق ایسی ہی ٹھوکریں کھاتے ہیں اور کبھی منزل مقصود تک نہیں پہنچتے اصل چیز عبدیت ہے اور ان باتوں سے عبدیت کے خلاف فرعونیت پیدا ہوتی ہے کہ یہ تو لوگوں کو ذلیل اور حقیر سمجھے اور دوسرے اس کو بزرگ اور ولی اور بڑا جانیں اور یہ جو قلت اختلاط مع الانام کی تعلیم فرمائی اس میں بھی ایک حد ہے ورنہ اس سے بھی انسان کی ایک امتیازی شان معلوم ہوتی ہے اور حد کے اندر رہ کر یہ خرابی نہیں ہوتی اعتدال کے ساتھ ملنے میں اس کو اوروں سے اور دوسروں کو اس سے نفع پہنچتا رہتا ہے جس کے متعلق ارشاد ہے

طریقت بجز خدمت خلق نیست ۔۔۔ بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

(طریقت میں اصل نافع چیز خدمت خلق ہے صرف تسبیح لے لینا اور گدڑی پہن لینا طریقت نہیں ہے ۱۲)

شریعت کا یہ کیسا عجیب فیصلہ ہے کسی نے خوب کہا ہے شریعت پر بالکل صادق آتا ہے

زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم ۔۔۔ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

(اے محبوب تیرے سر سے پیر تک جہاں بھی نظر کرتا ہوں تیری ہر ادا دامن کو کھینچتی ہے کہ بس مجھی کو دیکھے جا۔۱۲)

یہ چیزیں کسی کی صحبت میں رہنے اور جوتیاں سیدھیاں کرنے سے نصیب ہوتی ہیں اور بدوں کسی کامل کے اس راہ میں مقصود تک پہنچنا صرف مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے اور صحبت کامل کے بعد یہ شان ہوجاتی ہے

بینی اندر خود علوم انبیاء ۔۔۔ بے کتاب و بے معید و اوستا

اور یہ شان ہوجاتی ہے

جملہ اوراق و کتب در نار کن ۔۔۔ سینہ را از نور حق گلزار کن

((علوم کے اسباب ظاہری) اوراق و کتب کو فنا کردو اور نور حق سے سینہ کو گلزار بنالو تا کہ علوم وہبی ہم کو عطا ہوں۔۱۲)

ایسوں ہی کے پاس جاکر یہ برتاؤ کرو جس کو مولانا فرماتے ہیں

قال را بگذار مرد حال شو ۔۔۔ پیش مردے کاملے پا مال شو

اور اُس کے نرم و سرد کا تحمل کرو جس کو مولانا فرماتے ہیں ؎

گر بہرِ زخمے تو پرکینہ شوی پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

(اگر چہ ہر چرکہ سے تم ناراض ہو گے تو بغیر رگڑے اور مانجھے تم آئینہ کی طرح صاف شفاف کیسے ہو گے)

اس کے بعد پھر دیکھو گے کہ تمہارے اندر خود ایک چمن ہے جب جی چاہے گا اس کو سیر کرلو گے اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے برادر عقل یک دم باخود آر دمبدم در تو خزاں است و بہار

(اے بھائی اگر تم عقل سے کام لو، تو خود تمہارے اندر ہی ہر وقت خزاں اور بہار ہوتی ہے (یعنی مختلف حالات پیدا ہوتے رہتے ہیں))

اور ایسی صحبت کی برکت اپنی کھلی آنکھوں دیکھو گے اور بزبان حال وہی کہو گے جو سعدیؒ نے کہا ہے ؎

جمال ہمنشین در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(ہمنشین کے جمال نے مجھ میں یہ اثر پیدا کیا ہے ورنہ میں تو وہی خاک ہوں جو پہلے تھی۔۱۲)

غرض صحبت اور اطاعت ہی وہ چیز ہے کہ جب بادصرصر چلتی ہے تو کنکریاں پتھریاں گندم میں جا پڑتی ہیں پھر وہ اُس کے ساتھ ہونے کی وجہ سے گندم ہی کے نرخ پر بکتی ہیں بھلا الگ تو کوئی اُن کا خریدار بن کر دکھلا دے کوئی پھوٹی کوڑی کو بھی نہ خریدے گا یہ ایک نہایت مفید اور کار آمد نسخہ میں نے تم کو بتایا اس کو استعمال کرو اور اس کے فوائد دیکھو۔

۶ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

بدعتی اور وہابی کے معنی:

(ملفوظ ۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کتنے غضب اور ظلم کی بات ہے کہ ہمارے بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں اور وہابی کے لقب سے یاد کرتے ہیں ہمارے قریب میں ایک قصبہ ہے جلال آباد وہاں پر ایک جبہ شریف ہے جو حضور ﷺ کی طرف منسوب ہے اس کی زیارت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شیخ محمد صاحبؒ کیا کرتے تھے اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب

گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کے متعلق میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ اگر منکرات سے خالی وقت میں زیارت میسر آنا ممکن ہو تو ہرگز دریغ نہ کریں بتلائیے یہ باتیں وہابیت کی ہیں ان بدعتیوں میں دین تو ہوتا نہیں جس طرح جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں خود تو بد دین دوسروں کو بد دین بتلاتے ہیں میں تو مولانا فیض الحسن صاحب کا قول نقل کیا کرتا ہوں کہ بدعتی کے معنی ہیں با ادب بے ایمان اور وہابی کے معنی ہیں بے ادب با ایمان، مولانا بڑے ظریف تھے کیا لطف کی تفسیر کی۔

بدسلیقگی اور بے اصولی پر عتاب:

(ملفوظ ۵۶) ایک صاحب مجلس خاص کے وقت آ کر باوجود قریب جگہ ہونے کے مجلس سے فصل پر بیٹھ گئے حضرت والا نے دیکھ کر فرمایا کہ اور ہٹ کر وہاں کنارے پر بیٹھئے اس طرف سے بھڑ نہ جاؤ اور کہیں کوئی نیک بات کانوں میں نہ پڑ جائے بلکہ اس طرف سے پشت کر کے بیٹھئے اس طرف دیکھنا بھی گناہ ہے اس پر اُن صاحب نے عرض کیا کہ غلطی ہوئی معاف فرمائیں فرمایا معاف ہے مگر کیا بدتمیزی پر مطلع بھی نہ کروں تم جیسے اس کو غلطی سمجھتے ہو میں مطلع نہ کرنے کو غلطی سمجھتا ہوں بندہ خدا یہ تو موٹی موٹی باتیں ہیں اتنی بھی تمیز نہیں کیا بدفہمی کا کوئی خاص مدرسہ ہے کہ وہاں پر تعلیم پا کر آتے ہو یا سارے بدفہم اور بدعقل میرے ہی حصہ میں آ گئے یا چھٹ چھٹ کر آتے ہیں ان سے کوئی پوچھے کہ آخر آنے سے نتیجہ کیا جب اتنے فاصلہ پر بیٹھے کہ جہاں آواز بھی نہ پہنچ سکے خدا ناس کرے ان رسوم کا بے حد لوگوں کو اس میں ابتلاء ہو رہا ہے بے ادب اس کو ادب سمجھتے ہیں حالانکہ یہ حرکت بالکل خلاف ادب ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا کچھ لے کر بھاگیں گے آپ کی ہیئت ملاحظہ ہو جیسے کوئی چور آ کر بیٹھ جاتا ہے ایسے ایسے بدفہم یہاں پر آتے ہیں دل آتے ہی مکدر کر دیتے ہیں پھر کیا خاک نفع حاصل کرینگے اب مجھ کو تو بدنام کریں گے جا کر کہیں گے کہ بہت ہی بدخلق ہے اور اپنی حرکت کا اخفاء کریں گے یہ نہیں کہیں گے کہ میں نے یہ خوش خلقی کا برتاؤ کیا تھا اُس پر اُس کی یہ بدخلقی ہوئی خیر کریں بدنام میرا تو نفع ہی ہے وہ یہ کہ پھر ایسے بدفہم تو نہ آئیں گے یہ عرفی دل جوئی اور جگہ ہوتی ہے میرے یہاں تو دل شوئی ہے اگر میرا طرز پسند نہ ہو نہ آؤ بلانے کون جاتا ہے اس پر بھی اگر آؤ گے تو میں ضرور بدتمیزیوں سے آگاہ کروں گا روک ٹوک کروں گا میں خاموش رہنے کو خیانت سمجھتا ہوں خاموش رہنے پر اصلاح کیسے ہو سکتی ہے یہ تو آسان ہے کہ

اصلاح کا کام بند کردوں مگر اصلاح کا کام کرتے ہوئے خاموشی اختیار کروں اور بدتمیزیوں پر مطلع نہ کروں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا چاہے کسی کو اچھا معلوم ہو یا بُرا معلوم ہو میں کسی وجہ سے اپنی طرز کو بدل نہیں سکتا اور اس موقع پر میں تو یہ پڑھا کرتا ہوں

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی   جسکو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

اور یہ پڑھا کرتا ہوں ۔

دوست کرتے ہیں شکایت غیر کرتے ہیں گلہ   کیا قیامت ہے مجھی کو سب بُرا کہنے کو ہیں

مجھ کو بحمد اللہ اس کی پرواہ نہیں میں ہی سب کی طرف سے یہ فرض کفایہ ادا کر رہا ہوں اور سب نیک نام ہیں میں بدنام سہی مجھ کو متعارف اخلاق سے ہمیشہ نفرت رہی یہ تو خوش اخلاق رہے مگر دوسروں کے اخلاق تو خراب ہوئے آخر کہاں تک صبر سے کام لیا جائے کوئی حد بھی ہے بدوں اس طریق اور طرز کے اس فعل کی قباحت ان کے ذہن میں نہیں آسکتی تھی جو بات دل میں بٹھلانا چاہتا ہوں بدوں اس طرز کے بیٹھ نہیں سکتی اور اگر یہ طرز پسند نہیں تو کیا یہ چاہتے ہیں کہ ہاتھ جوڑ کر سامنے حاضر ہو کر عرض کروں کہ حضور آپ سے یہ غلطی ہوئی جو بات جس طرح ہے اور جس طریق سے کہنے کی ہوگی اُسی طرح کہی جائے گی اس پر بھی اگر کوئی نہ سمجھے تو میں کسی کی بدفہمی کا کیا علاج کر سکتا ہوں اور یہ تو آج نئے نہیں آئے نہ معلوم یہ نئی حرکت کہاں سے سیکھ کے آئے اور اس وقت ممکن ہے کہ ان کے دِل میں یہ شکایت ہو کہ میرے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں کیا بات یہ ہے کہ جتنی تہذیب کی توقع ان کو مجھ سے تھی اُس سے زائد مجھ کو ان سے تھی مگر ابتداء انہوں نے کی اُسی پر میں کہہ رہا ہوں تو ذمہ دار یہ ہیں میں نہیں ہوں اور کیا بدسلیقگی اور بے اصولی سے مجھ کو فہم کا اندازہ نہیں ہو سکتا ذرا سی بات سے آدمی کے فہم کا پتہ چل جاتا ہے اور یہ تو بہت کھلی ہوئی بات ہے جس کا ان سے صدور ہوا اب باہر جا کر مجھ کو بدنام کریں گے کہ بدخلق ہے سخت ہے میں بحمد اللہ سخت نہیں ہوں اس سختی کو یہاں کے رہنے والوں سے دریافت کرو وہ بتلائیں گے مزاحا فرمایا کہ میرے مزاج میں درشتی نہیں ہے درستی ہے میں سخت نہیں ہوں ہاں مضبوط ہوں جیسے ریشم کا رسہ کہ نرم تو اس قدر کہ چاہے جس طرح موڑ توڑ لو اور جس طرح گرہ لگا لو مگر مضبوط اس قدر کہ اگر اُس میں ہاتھی کو بھی باندھ دو تو وہ بھی نہیں توڑ سکتا لوگ سختی اور مضبوطی ہی میں فرق نہیں سمجھتے چکنی چپڑی باتیں بنانے کو یا آہستہ بولنے ہی کو خوش خلقی نہیں کہتے ۔

حق واضح کرنے کے لیے بیان فرمانا:

(ملفوظ ۵۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں آپ نے قدر کی میرے طرز کی اور اس کو سمجھا اُس کا حاصل یہ ہے کہ میں کبھی کسی پر اعتراض نہیں کرتا ہاں کوئی مسئلہ ہوتا ہے اُس کو بیان کر دیتا ہوں وہ بھی اس نیت سے کہ حقیقت کا اظہار ہو جائے حق واضح ہو جائے کبھی کسی کی تفسیق و تجہیل و تحقیر و تذلیل کی نیت نہیں ہوتی پھر بھی مجھ پر اعتراضات کئے جاتے ہیں اور سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ میں کچھ بولتا نہیں غریب کی جورو سب کی بھابی، ایک مولوی صاحب کا نام لے کر فرمایا کہ اُن سے کوئی نہیں بولتا نہ اُن کے کوئی در پے ہوتا ہے اس لئے کہ وہ بولتے ہیں میں بولتا نہیں وجہ یہ ہے اس جرأت اور بیباکی کی مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ پھر خود ہی آکر سرنگوں ہوتے ہیں اور یہ میں فخر سے نہیں کہتا بلکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ مظلوم اگر کافر بھی ہو تو حق تعالیٰ اس کی نصرت فرماتے ہیں اس میں کسی کمال اور بزرگی کو کیا دخل۔

فضول منازعت سے نفرت:

(ملفوظ ۵۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فضول منازعت کی فرصت کس کو ہے ان فضولیات میں تو وہ پڑے جس کو فرصت ہو کون ان قصوں میں پڑے ان جھگڑوں میں پڑ کر آدمی اپنے ضروری کاموں سے بھی رہ جاتا ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس قطع منازعت کے لیے ایک عجیب دستور العمل بیان فرمایا تھا کہ اگر کوئی تم سے ناحق مباحثہ یا مناظرہ کرے تو اس مثل پر عمل کرنا کہ ایک نائی سے ایک شخص نے کہا کہ میاں داڑھی کے سفید بال چن دو اس نے اس طرف سے اس طرف تک داڑھی صاف کی اور سامنے رکھ کر چل دیا کہ تم خود چنتے رہو مجھ کو اتنی فرصت کہاں کہ ایک ایک بال چنوں اس طرح تم کرنا جب کوئی تم سے جھگڑے یا الجھے تو تم سب رطب و یابس اس کے حوالہ کر کے اپنے کام میں لگ جاؤ اور ایسا نہ کرنا دلیل ہے اس کی کہ اس کو کوئی اور کام نہیں بالخصوص عشق و معرفت سے خالی ہونے کی تو یہ صاف دلیل ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ خوئے چو بگذشت برعارف جنگ جوئے
گر ایں مدعی دوست بشناختے بہ پیکار دشمن نہ پرداختے

(حضرت بہلول مبارک قدم نے کیا خوب فرمایا جبکہ ان کا گذر ایک (ظاہری) عارف پر ہوا جو جھگڑا کر رہا تھا (آپ نے فرمایا کہ) اگر سب کو دوست (حق تعالیٰ) کی معرفت حاصل ہوتی تو اس کو دشمن کی طرف توجہ کی فرصت ہی کب ہوتی ۔۱۲)

انسانیت بھی اہل اللہ کی صحبت سے آتی ہے:

(ملفوظ ۵۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ جب تک اہل اللہ کی صحبت نہ ہو بزرگی تو کیا انسانیت بھی نہیں آسکتی اور بزرگی آ بھی جائے مگر انسانیت پیدا نہیں ہوسکتی۔

اہل کتاب دنیا کے اور مشرکین دین کے دشمن ہیں:

(ملفوظ ۶۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اہل کتاب دین کے دشمن نہیں دنیا کے دشمن ہیں گو اس کے ضمن میں دین کی بھی دشمنی ہو جائے اور مشرکین دین کے دشمن ہیں معیار اس کا یہ ہے کہ جس قدر قوت اور سطوت اہل کتاب کو ہے اگر مشرکین کو ہو جائے تو یہ ہندوستان میں مسلمانوں کا بیج تک بھی نہ چھوڑیں ہزار ہا واقعات اور مشاہدات موجود ہیں اس پر بھی اگر کوئی اختلاف کرے تو اس کا کوئی علاج نہیں بقول شاعر

ع جو اس پر بھی نہ وہ سمجھے تو اُس بُت کو خدا سمجھے

بد بختوں نے تو انبیاء کی تعلیم سے بھی اعراض کیا:

(ملفوظ ۶۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بے چارے علماء تو کس شمار میں ہیں قطب اور غوث اور ولی کس قطار میں ہیں انبیاء میں تو کوئی کمی نہیں تھی مگر بد بختوں نے تو اپنی بد استعدادی کی وجہ سے انبیاء سے اور اُن کی پاکیزہ تعلیم سے بھی اعراض کیا۔

تقیہ نہ توریا ء صرف بوریا:

(ملفوظ ۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں پر کوئی خفیہ آئے یا سی آئی ڈی آئے جو کوئی آئے آوے ہم تو جو بات ہے صاف کہتے ہیں کہ ہم نہ تو تقیہ کرتے ہیں اور نہ توریہ جانتے ہیں صرف بوریہ کو جانتے ہیں۔

ملک کی خدمت کی دو قسمیں:

(ملفوظ ۶۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ملک کی خدمت کی دو

قسمیں ہیں ایک سرحد کی حفاظت اور ایک اندرونی حفاظت اگر سرحد کی حفاظت کرنے والے ملک کے اندر لوٹ آئیں تو ملک کی خیر نہیں غنیم ملک پر قبضہ کر لے گا اور اگر دفتری لوگ اندرون ملک سے سرحد پر لوٹ جائیں تب بھی اندیشہ مضرت کا ہے اس لیے کہ نظام میں گڑ بڑ ہو جائے گی ہر جماعت جب تک اپنے اپنے فرائض منصبی کو انجام نہ دے گی بقاء حکومت دشوار ہے اس لیے میں کہا کرتا ہوں کہ مسلمانوں میں بھی دو قسم کے لوگ ہونے چاہئیں ایک سرحدی اور ایک دفتری، ہندو بڑے ہوشیار ہیں انہوں نے دو گروہ تیار کیے ہیں ایک ان تحریکات کے مخالف گو باطن میں سب شریک ہیں اور ایک تحریکات کے موافق تو جس جماعت کا غلبہ ہوگا وہ دوسری کو پناہ دے گی مسلمانوں میں یہ بات نہیں جس طرف کو ایک جائے گا سب اسی طرف کو جائیں گے بھیڑا چال مشہور ہے اور اگر کوئی دور اندیش الگ رہنا چاہے تو اس کو بدنام کرتے ہیں اس کو دشمن اسلام کہتے ہیں اور اس پر قسم قسم کے بہتان اور الزامات لگاتے ہیں ان کے یہاں نہ کوئی اصول ہیں نہ قواعد ایسی بے ڈھنگی باتیں کرتے ہیں جن کے نہ سر نہ پیر مسلمانوں میں اتنا تو مادہ ہے ہی نہیں کہ اپنے دوست اور دشمن ہی کو پہچان سکیں ان کی باگ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے کہ جو نہ اصول سے واقف نہ دین کی خبر محض من گھڑت باتیں اور وہ بھی بے اصول، بھلا یوں بھی کہیں کام چلا کرتا ہے زبانی جمع خرچ جس قدر چاہو کرا لو عملی صورت کا نام و نشان نہیں اسٹیج اور پلیٹ فارموں پر دھواں دھار تقریریں اور زور شور بہت کچھ اور افسوس کہ نماز تک کے بھی پابند نہیں یہ مسلمانوں کے راہبر اور لیڈر ہیں سو اس طرح ہو چکی کامیابی، اس لئے کہ کامیابی تو حق جل علی شانہٗ کے قبضہ قدرت میں ہے اور ان سے بغاوت اور سرکشی اختیار کر رکھی ہے پھر کامیابی کیسی حق تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ دے اور فہم سلیم عطا فرمائے۔

تحریکات کا زمانہ نہایت پرفتن تھا:

(ملفوظ ۶۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں تحریکات کا زمانہ نہایت ہی پرفتن تھا مزاحاً فرمایا کہ اس لئے کہ اہل فتن کے مقلدوں کی بنیاد ڈالی ہوئی تھی، اس میں خیر اور برکت کہاں نہایت ہی زبردست فتنہ تھا دین اور دنیا دونوں کے اعتبار سے، لوگوں کا دنیا کا تو خسارہ ہوا ہی مگر آخرت کے برباد کرنے میں بھی بدفہموں نے کسر نہیں رکھی، اس ہی زمانہ میں جس وقت حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ مالٹا سے تشریف لائے تو میں بغرض زیارت دیوبند حاضر ہوا وہاں ایک صاحب فرمانے لگے کہ آپ کو معلوم ہے کہ زمانہ غدر میں آپ کے بزرگ

کھڑے ہوئے تھے میں نے کہا کہ جی ہاں کھڑے ہوئے تھے یہ بھی معلوم ہے اور ایک بات اور بھی معلوم ہے جو آپ کو معلوم نہیں وہ یہ کہ بیٹھ بھی گئے تھے آخری فعل حجت ہوا کرتا ہے تو تم منسوخ پر عمل کرو اور ہم ناسخ پر عمل کریں اب یہ بتلاؤ کہ منسوخ پر عمل کرنے والا اپنے بزرگوں کا متبع کہلائے گا یا ناسخ پر عمل کرنے والا اور وہ منسوخ پر عمل کرنیوالے تم ہو یا ہم بس یہ سن کر رہ گئے اُس وقت لوگوں کی عجیب ہی حالت تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوئی نشہ پی کر بے خبر اور مدہوش ہو جاتا ہے کہ کسی بات کی خبر ہی نہیں رہتی یہ حالت تھی نہ حدود کی رعایت نہ اصول کی پرواہ دین اور شعائر دین کی طرف مطلق توجہ ہی نہ تھی بس ایک ہی بات کے ہوش تھے کہ جو گاندھی کی زبان سے نکل جاتا اُس کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے اور لوگوں سے عمل کرانے پر تمام اپنی قوت صرف کر دینا اپنی فلاح اور بہبود کا باعث سمجھتے تھے یہاں تک خیالات فاسدہ کا غلبہ ہو چکا تھا کہ ایک وعظ کا جلسہ سہارنپور میں ہوا اُس جلسہ میں ایک مقرر نے بیان کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر سوراج مل گیا تو ہندو مسجدوں میں اذان نہ ہونے دیں گے تو کیا بلا اذان کے نماز نہیں ہو سکتی یا کہتے ہیں کہ گائے کی قربانی نہ ہونے دیں گے تو کیا بکرے کی قربانی نہیں ہو سکتی کیا گائے کی قربانی واجب ہے، یہ مسلمان ہیں اور مسلمانوں کے راہبر اور مقتدا بنے ہوئے ہیں مسلمانوں کی باگ ایسے راہزنوں کے ہاتھ میں ہے ایسے بددین بدفہم لوگ مسلمانوں کے جہاز کے ناخدا بنے ہوئے ہیں اس مقرر کے بیان میں ایک اور بات رہ گئی اگر اس کو بھی بیان کر دیتا تو پھر کوئی جھگڑا ہی نہ رہتا وہ یہ کہ اگر ایمان اور اسلام پر ہندوؤں نے نہ رہنے دیا تو کیا بدوں اسلام اور ایمان کے ساتھ زندہ نہ رہیں گے یہی وہ لوگ ہیں جو اسلام کے دوست نما دشمن ہیں اس بدفہم سے کوئی پوچھتا کہ جب تو شعائر اسلام کے چھوڑ دینے کو گوارا کرنے کی مسلمانوں کو تعلیم کر رہا ہے تو پھر انگریزوں ہی میں جا کر جذب ہو جا عیسائیت ہی قبول کر لے اُن کی تو حکومت بنی بنائی ہے ہندوؤں کی حکومت کیلئے تو بڑی جدوجہد کی ضرورت ہے پھر کامیابی بھی محتمل اجی اسلام اور شعائر اسلام کو چھوڑنا ہی ہے تو اس میں کیا انگریز اور کیا ہندو بلکہ تیری محبوبہ دنیا ہندوؤں سے زیادہ انگریزوں کے پاس ہے بدفہم سمجھتے ہیں کہ تدابیر سے کام چل سکتا ہے میں کہتا ہوں کہ نری تدبیروں سے کام نہیں چل سکتا کام چلتا ہے تائید حق سے اور وہ موقوف ہے طاعت اور فرمانبرداری پر باغیوں، سرکشوں اور نافرمانوں کے ساتھ تائید حق نہیں ہوا کرتی یہ ہی وجہ ہے کہ اسوقت کسی کام میں بھی برکت نصیب نہ ہوئی اور جہاں ایسے ایسے راہبر اور پیشوا ہوں گے یہ ہی نتیجہ ہوگا کسی نے خوب کہا ہے

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیوان کنند ایں چنیں ارکان دولت ملک را ویراں کنند

(بلی کو صدر، کتے کو وزیر اعظم، چوہے کو وزیر مملکت بنا دیں تو ایسے ارکان دولت تو ملک کو ویران ہی کریں گے۔۱۲)

برکت تدابیر منصوصہ پر عمل کرنے سے میسر ہو سکتی ہے اور یہ ہڑتال اور جلوس یہ سب یورپ ہی سے سبق حاصل کیا ہے یہ سب انہیں کی تدابیر ہیں جن کے خلاف تم جدو جہد کر رہے ہو ان تدابیر کی جو تم نے اختیار کر رکھی ہیں اس سے زیادہ وقعت نہیں جیسے ایک گاؤں میں ایک بوجھ بجکڑ رہتا ہے اُس گاؤں کا ایک آدمی کھجور کے درخت پر کھجوریں کھانے چڑھ گیا وہاں پہنچ کر زمین کو دیکھا تو بڑی دور نظر آئی گھبرا گیا اور گھبراہٹ میں اترنا مشکل پڑ گیا تمام گاؤں جمع ہو گیا مگر یہ کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس کو اتاریں کس طرح، آخر یہ طے ہوا کہ بوجھ بجکڑ کو بلاؤ آیا درخت کے قریب کھڑے ہو کر اوپر نیچے دیکھا اور بہت غور اور فکر کے بعد سوچ سمجھ کر کہا کہ سمجھ میں آ گیا رسے لاؤ رسے آئے کہا کہ ان میں پھندا لگا کر اوپر پھینکو تاکہ اس کے پاس تک پہنچ جائے اُس سے کہا کہ تو پکڑ لینا غرض کہ رسا پھینکا گیا اُس نے پکڑ لیا کہا کہ اس پھندے کو اپنی کمر میں ڈال لے اُس نے ڈال لیا اب لوگوں سے کہا کہ لگاؤ جھٹکا مزا حافرمایا کہ جھٹکا ہوتا ہی ہے ناجائز لوگوں نے جھٹکا لگایا وہ شخص درخت سے زمین پر آ کر پڑا ہڈی پسلی ٹوٹ گئیں دماغ پھٹ کر بھیجا الگ جا پڑا ختم ہو گیا لوگوں نے کہا کہ یہ کیا کیا یہ تو مر گیا تو بوجھ بجکڑ کہتے ہیں کہ مر گیا سسرا اپنی موت مرا اس کی قسمت میں نے تو ہزاروں آدمی اسی تدبیر سے رسے کے ذریعہ کنواں سے نکلوائے ہیں کنویں سے نکلوا لینے پر قیاس کیا کھجور کے درخت پر سے اُتروانے کو یہی حقیقت آج کل کے ان عقلاء اور لیڈروں کے قیاسیات اور تدابیر کی ہے یہ بھی عقل اور فہم میں اُس بوجھ بجکڑ سے کم نہیں بلکہ چار قدم اور آگے بڑھے ہوئے ہیں پھر اس پر ناز ہے دعویٰ ہے کہ ہم اہلِ عقل اور اہل فہم ہیں میں تو کہا کرتا ہوں کہ یہ آج کل کے اہلِ عقل اہلِ اکل ہیں عاقل نہیں آکل ہیں معلوم بھی ہے کہ ایک تدبیر ایک کیلئے نافع اور مفید ہے اور ایک کے لیے وہی مضر جیسے بوجھ بجکڑ کی تدبیر ایک کیلئے تو مفید تھی کہ رسے کے ذریعے کنوئیں سے نکلوا لیا اور دوسرے کیلئے مضر یعنی کھجور کے درخت سے رسے کے ذریعہ اُتروایا، ایک کے لیے مفید اس لیے ہوئی کہ کنویں میں تھا پستی سے بلندی کی طرف آ گیا اور دوسرے کے لیے مضر اس لیے ہوئی کہ بلندی سے پستی کی طرف آیا جس کا نتیجہ ہلاکت ہوا تو ان تدابیر غیر منصوص

سے یہ پستی کی طرف جائیں گے اس لیے کہ تدابیر منصوصہ بلندی کی طرف ہیں، اتنی تو خبر ہے ہی نہیں مگر پیشوا مقتداء بننے کو جی چاہتا ہے اصل بات یہ ہے کہ اگر دین ہوتو عقل میں بھی نور ہو دین کا تو نام نشان ہی نہیں اپنی من گھڑت باتوں اور تدابیر پر کودتے اُچھلتے پھرتے ہیں ملک کو تباہ اور برباد کیا لوگوں کا دین بھی خراب کیا کسی نے خوب کہا ہے

گربہ میر وسگ وزیر وموش را دیواں کنند ایں چنیں ارکان دولت ملک را ویراں کنند

فتن کا ایک خاص اثر:

(ملفوظ ۶۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں فتن کا ایک خاص اثر ہوتا ہے اس لیے کہ بشریت ہے اس لیے تاثر بعید نہیں اُس زمانہ میں میں خود اپنے اندر اثر پاتا تھا اسی واسطے حدیث شریف میں اس قلیل کے فتن کے وقت ارشاد ہے **فلیلحق بابلہ بغنمہ بارضہ** (مشکوۃ عن المسلم) اور ارشاد ہے **علیک لمن انت منہ یعنی بعشیرتہ** (جمع الفوائد عن ابی داؤد) یعنی اپنے مواشی اپنی جائداد کنبہ میں جا پڑے اگر اس کا کوئی اثر نہ تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیوں فرماتے۔

سہل علاج کی درخواست طالب کا کام نہیں:

(ملفوظ ۶۶) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا تھا امراض باطنی کے متعلق لکھا تھا کہ فلاں مرض ہے اس کا سہل علاج بتلا دیجئے میں نے لکھ دیا کہ طالب کو حق نہیں کہ وہ سہولت کی درخواست کرے اس پر فرمایا کہ لوگ مجاہدہ سے گھبراتے ہیں اس کی ایسی مثال ہے اگر کوئی کسی عورت پر عاشق ہو جائے اور وہ عورت کچھ شرائط وصل کے بتلائے اور اس پر یہ عاشق یہ کہے کہ اگر ملنا چاہو تو سہولت سے مل جاؤ ورنہ جانے دو تو کیا یہ عاشق کہلائے جانے کے قابل ہے نیز ایسی درخواست کرنا خلاف ادب بھی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شیخ سے تعلیم حاصل کرنا مقصود نہیں بلکہ الٹی شیخ کو تعلیم دینا مقصود ہے شیخ کو شیخ ہی نہیں سمجھتا کیونکہ جس شخص کو اتنی بھی خبر نہ ہو کہ اس تعلیم سے طالب پر مشقت ہوگی وہ شیخ ہی کب ہے سو شیخ تو خود ہی شفقت کی بناء پر سہل علاج تجویز کرتا ہے مگر ضرورت کے موقع پر خود شیخ بھی مجبور ہو جاتا ہے کیونکہ بعض امراض کا ازالہ سخت مجاہدات ہی سے ہوتا ہے جیسے بعض امراض جسمانیہ میں طبیب مجبور ہے کہ بدوں شاہترہ اور چرائتہ کلو اور بیخ حنظل

کے بخار اور سوداویت کا علاج مشکل ہوتا ہے بہر حال طالب کو حق نہیں کہ وہ سہولت یا سختی کی درخواست کرے جیسے مریض کو حق نہیں طبیب کے پاس جا کر کہے کہ ایسا نسخہ تجویز کر دیجئے جو میٹھا ہو کڑوا نہ ہو سیٹھا نہ ہو اگر ایسا کرے تو طبیب کیا خاک علاج کرے گا۔

دو چیزیں قلب کا ستیاناس کرنیوالی:

(ملفوظ ٦٧) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل لوگوں کو گناہوں پر بڑی دلیری ہے جو نہایت ہی خطرناک بات ہے بعض گناہ وہ ہیں جن میں لوگوں کا زیادہ ابتلاء ہے اور ان کو ہلکا سمجھتے ہیں مثلاً بدنگاہی ہے اس میں عوام تو کیا خواص تک کو ابتلاء ہے یہاں پر خواص سے مراد جاہل درویش اور مدعیان محبت رسول ہیں جو بدعات کے حامی ہیں اور مولود مروجہ کی مجالس میں امرد لڑکوں کو ساتھ رکھتے ہیں معلوم بھی ہے کہ یہ مرض کتنا بڑا مہلک ہے اور خدا کے قہر اور غصہ کو بھڑکانے والا ہے، یہ بدنگاہی نہایت ہی سخت اور خبیث فعل ہے۔

ایک شخص نے کسی بزرگ کو اُن کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا پوچھا کیا حال ہے کہا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جس جس گناہ کا اقرار کرلو گے ہم اُس کو معاف کر دیں گے میں نے سب گناہوں کا اقرار کر لیا مگر ایک گناہ کا اقرار کرتے ہوئے شرم آئی اس لیے وہ اب تک معاف نہیں ہوا وہ گناہ یہ ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ایک امرد لڑکے کو بدنگاہ سے دیکھ لیا تھا بس اُس کا اقرار کرنا میرے لیے مشکل ہو رہا ہے اس لئے کہ اس خبیث گناہ کا اقرار خدا کے سامنے کرتے ہوئے شرم دامن گیر ہے ہمت نہیں کس منہ سے اقرار کروں کہ میں نے یہ گناہ کیا ہے بس اس کے عذاب میں مبتلا ہوں اور یہ عقوبت اور عذاب میرے لیے سہل ہے اس سے کہ میں حق سبحانہٗ تعالیٰ کے سامنے اس گناہ بدنگاہی کا اقرار کروں واقعی یہ بدنگاہی ایسی ہی سخت بلا ہے اہلِ فن نے لکھا ہے کہ دو چیزیں قلب کا ستیاناس کرنے والی ہیں اور نورانیت کو برباد کرنے والی ایک غیبت اور ایک بدنگاہی مگر یہ ہی دونوں چیزیں آج کل لوگوں میں شیر و شکر بنی ہوئی ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے بڑے جلسہ میں حسب واقعہ وعظ دینا:

(ملفوظ ٦٨) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ اہلِ باطل ہمیشہ اہل حق پر اعتراض ہی کرنے میں مشغول رہتے ہیں ان کو کبھی کوئی کام کی بات بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور حدود کا تو ان لوگوں

میں مطلق خیال ہی نہیں بدوں تحقیق جو جی چاہا اور جس کی نسبت چاہا کہہ دیا یہ قلب میں دین نہ ہونے کی دلیل ہے الحمد للہ اپنے حضرات کی برکت کی وجہ سے ہم لوگوں کو حدود کا اس قدر خیال رہتا ہے کہ جب دیو بند میں بڑا جلسہ ہوا تھا اس میں مجھ سے حضرت مولانا دیو بندی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ اس جلسہ میں حضور ﷺ کے فضائل بیان کرنا مناسب ہے یہ حضرت مولانا کا فرمانا اس خیال سے تھا کہ بڑا مجمع ہے ہر قسم کے عقائد کے لوگ اطراف سے آئے ہوئے ہیں جن میں بعضے وہ بھی ہیں کہ ہم لوگوں کے متعلق یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ ان کے دل میں حضور اقدس ﷺ کی عظمت نہیں نعوذ باللہ تو ایسے لوگ رسول اللہ ﷺ کے فضائل سن کر یہ سمجھ جائیں گے کہ حضور ﷺ کے متعلق ان کے یہ خیالات ہیں میں نے عرض کیا کہ ایسے بیان میں روایات کے یاد ہونے کی ضرورت ہے اور روایات مجھ کو محفوظ نہیں میری روایات پر نظر بہت کم ہے فرمایا کہ اگر یاد آ جائے بیان کر دینا یہ حضرت کا مشورہ تھا اور نیک مشورہ تھا مگر اپنا اپنا مذاق ہے مجھ کو اس کا بیان اس نیت سے کرتے ہوئے شرم معلوم ہوئی کہ اپنے منہ سے ہم یوں کہیں کہ ہم محب رسول ہیں اور ایسے ہیں ویسے ہیں دوسرے یہ وعظ تو اپنی مصلحت تبریہ کے لیے ہوا مخاطبین کی مصلحت سے نہ ہوا اس لیے میں نے حُبِ دنیا کا بیان کیا جس کا آج کل عام مرض ہے اور لوگوں میں سب خرابیاں حُبِ دنیا کے سبب ہیں۔

۶ / ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

دراصل بدعتیوں کو اہل حق سے عناد ہے:

(ملفوظ ۶۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصل میں بدعتی لوگوں کو عناد ہے اہل حق سے اس عناد کے سبب ان کی عبارات سے بعید بعید لزوم ثابت کرتے ہیں کہ یہ لازم آتا ہے وہ لازم آتا ہے صریح عبارات میں تحریف کر کے اُس پر کفر کو چسپاں کرتے ہیں مولوی ابراہیم صاحب دہلوی نے اس کی مثال میں خوب کہا اکثر واعظ ظریف ہوتے ہی ہیں کہ ان کا لزوم ایسا ہے جیسے ایک شخص یک چشم تھا ایک شخص سے راہ میں ملا اور کہا کہ تو حرام زادہ تیرا باپ حرام زادہ اس نے کہا کہ میاں یہ کیا واہیات ہے راہ چلتے گالیاں دیتے ہو میں نے آخر تم کو کہا کیا تھا کہنے لگا کہ یہ مشہور ہے کہ کانا حرام زادہ تو تم نے جب مجھ کو دیکھا ہوگا ضرور دل میں کہا ہوگا کہ کانا حرام زادہ تو میں نے اس کا جواب دیا کہ تو حرام زادہ تیرا باپ حرام زادہ اب ایسے لزوم کا کسی کے پاس کیا علاج۔

بدعتیوں کا مذہب اتباع ہوا:

(ملفوظ ۷۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان بدعتیوں کے یہاں سوائے تبرابازی کے اور کیا ہے یہ بھی شیعوں کی طرح ہیں نہ تو علم ہے نہ حقائق شناسی محض اتباع ہوا ان کا مذہب ہے فلاں شخص ہی کی تصانیف کو دیکھ لیا جائے سوائے خرافات بکنے اور گالیاں دینے کے اُن میں علوم کا نام ونشان بھی نہیں خود اس کی کتابیں دیکھ دیکھ کر اُس کے بہت معتقد اُس سے متنفر ہو گئے کیونکہ ان تصانیف میں سوائے گالیوں اور خرافات کے اور کچھ بھی نہیں، بحمد اللہ ہماری تصانیف اس قسم کی نہیں صرف تحقیق ہے اس پر بھی کسی کو ناگواری ہو اور بُرا لگے اُس کا ذمہ دار وہ خود ہے ہم ذمہ دار نہیں خود میری عادت سب وشتم کی نہیں گو بعض لوگوں کو ان باتوں میں مزا آتا ہے لیکن مجھ کو ایسی باتوں سے بڑی ہی نفرت ہے اسی طرح یہ بھی عادت نہیں کہ ایک ہی چیز کو خصوص اختلافیات کو لے کر بیٹھ جاؤ اور کھرل کئے جاؤ کیا یہ بھی کوئی مشغلہ کی چیز ہے میرے ایک دوست ہیں حیدر آباد دکن میں عالم شخص ہیں انہیں یہ عادت ہے کہ ایسی اختلافی باتوں کا مشغلہ رکھتے ہیں ایک صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ اس کی بدولت بدعتی لوگ ان کے دشمن ہو گئے اور ان کی شکایت نظام تک پہنچائی اور تمام جرائم میں سے بڑا جرم اُن کے سر یہ منڈھا گیا کہ انہوں نے حضور نظام کی توہین کی ہے اب دیکھئے کیا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بے چاروں پر رحم فرمائیں اور اس بلا سے نجات عطا فرمائیں میرا مسلک تو اس کے متعلق یہ ہے کہ اس قسم کے قصوں اور جھگڑوں میں پڑنا ہی نہیں چاہئے خواہ مخواہ وقت بے کار جاتا ہے آدمی اتنی دیر اپنے اللہ کی یاد میں لگے کوئی کیسا ہی ہو ہم کو اُس سے کیا لینا ہے اپنے دین وایمان واعمال کی فکر چاہئے خود ہمیں ہی کیا خبر ہے کہ ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا جب یہ خبر نہیں تو اس کے علم سے قبل بے فکری کیسی البتہ ضرورت کے وقت جہاں دین پر حملہ ہو اس وقت اگر مناسب تدابیر اختیار کرے اور بشرط قوت اور وسعت وہمت کام کرے اور اس کو دین کی نصرت میں صرف کرے تو مضائقہ نہیں عین مطلوب ہے، غرض کہ حدود کی ہر جگہ اور ہر موقع پر رعایت ضروری ہے باقی بے ڈھنگا پن کہ جس کے سر ہوں نہ پاؤں یہ مناسب نہیں اس میں بجائے نفع کے الٹا نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے سو جہاں بجائے نفع کے ضرر کا اندیشہ ہو وہاں اس قسم کی باتیں کرنا مناسب نہیں۔

صرف اہل دل کی شہادت قلب معتبر ہے:

(ملفوظ ۷۱) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شہادت قلب معتبر تو ہے مگر ہر شخص کے قلب کی شہادت معتبر نہیں بلکہ اہل دل کی شہادت معتبر ہے اور اہلِ دل ہونے کا معیار یہ ہے کہ اُس کی طرف علماء صلحاء اتقیاء متوجہ ہوں وہ شخص کامل ہے درویش ہے اور جس کی طرف اہل دنیا و اہل جاہ وثروت یا فساق فجار متوجہ ہوں وہ نہ کامل ہے نہ درویش ہے اور علماء اور صلحاء سے بھی مراد اہل حق ہیں ورنہ وہ یوں تو بہت لوگ اہل علم کہلاتے ہیں ان سب ہی کو صلحاء ہونے کا دعویٰ ہے غرض وہ لوگ دیندار ہوں دکاندار نہ ہوں ایسوں کا متوجہ ہونا معیار ہے وہ صورت دیکھ کر ادراک کر لیتے ہیں بقول مولانا ؎

نور حق ظاہر بود اندر ولی نیک بیں باشی اگر اہل ولی

مولانا ابوالحسن صاحب نے گلزار ابراہیم میں اس کا خوب ترجمہ کیا ہے ؎

مردِ حقانی کی پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

مگر آج کل دکانداروں اور مکاروں سے زمانہ پُر ہے اس زمانہ میں اس راہ کے اندر اس قدر رہزن پیدا ہو گئے ہیں کہ جس کی حد اور شمار نہیں اور زیادہ تر جہلاء کو اُن کی طرف توجہ ہوتی ہے ان جہلاء کے یہاں بڑا زبردست معیار کامل ہونے کا یہ ہے کہ جس قدر جو شریعت کے خلاف ہو اُسی قدر وہ بڑا بزرگ اور درویش ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

۷ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہارشنبہ

انسان دنیا میں عبد بننے کے لیے آیا ہے:

(ملفوظ ۷۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انبیاء کو کیا تھوڑا ستایا بدفہموں نے مگر ان حضرات کی کیا شان تھی اللہ اکبر کہ اذیتیں بھی سہیں تکالیف بھی برداشت کیں مگر حق تعالیٰ سے تسخیر وغیرہ کی تدبیر کی بھی درخواست نہیں کی کیا ٹھکانہ ہے اس ظرف کا یہ اُن ہی حضرات کی شان تھی اور کس کو یہ شایانِ ہوسکتا ہے آج کل تسخیر کے عمل مشائخ تک پڑھتے ہیں یہ تو اچھی خاصی مخلوق پرستی ہے اور اگر زیادہ نظر عمیق سے دیکھا جائے تو اپنی پرستش کرانا مقصود ہے جو شانِ عبدیت کے بالکل خلاف ہے انبیاء علیہم السلام کی سنت یہی ہے جس پر ان کا عمل تھا کہ واصبر علیٰ ما اصابک

(جو مشکل پیش آوے اُس پر صبر کرو) میں نے ایک مرتبہ طالب علمی کے زمانہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ حضرت کوئی ایسا عمل بھی ہے کہ جس سے موکل تابع ہو جائیں فرمایا کہ عمل تو ہے مگر کیا دنیا میں عبد بننے کے لیے آئے ہو یا خدا بننے کے لیے اس روز سے طبیعت میں ان عملیات سے اس قدر انقباض پیدا ہو گیا کہ ایسی باتوں کے ذکر سے بھی طبیعت مکدر ہوتی ہے چنانچہ یہاں بھی بعضے لوگ آتے ہیں اور مہمل گفتگوئیں کرتے ہیں جس سے مجھ کو اذیت پہنچتی ہے اس کے جواب میں مجھ کو بھی مہمل گفتگو کا حق ہے مگر یہ خود ایک مستقل فن ہے جو مجھ کو نہیں آتا مجھ سے ایسے مہمل جملے بیان نہیں ہو سکتے ،اس لئے صاف صاف گفتگو کرتا ہوں جس سے میرا مقصود یہ ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کی صحیح خدمت ہو جائے اس لیے بات کو سمجھانا چاہتا ہوں مگر لوگوں کو اس فن میں ایک خاص ملکہ ہے نہ معلوم کس مدرسہ کی تعلیم ہے کہ صاف بات کو بھی الجھا دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کام ہے اس مہمل پر ایک حکایت یاد آئی اور یہ حکایت حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے بیان فرمائی تھی کہ گنگوہ میں ایک جاہل مفتی تھے اُن سے خود مولانا نے یا اور کسی نے (صحیح یاد نہیں رہا) تنگ کرنے کو ایک مسئلہ پوچھا اور وہ تھے تو جاہل مگر جواب غلط نہ دیتے تھے گو مہمل دیں۔

وہ مسئلہ یہ تھا کہ حاملہ کا نکاح جائز ہے یا نہیں واقعی مسئلہ بھی بڑے بکھیڑے کا ہے کہ آیا وہ حمل حرام سے ہے یا حلال سے ہے اگر حلال سے ہے تو اس کا حکم دوسرا ہے اگر حرام سے ہے تو نکاح کون کرنا چاہتا ہے آیا وہی جس کا حمل ہے یا اور کوئی دوسرا شخص ،غرضیکہ بڑا قصہ ہے اور ہر صورت کا الگ الگ حکم ہے انہوں نے عجیب جواب دیا کہ یہ نکاح کرنا ایسا ہے کہ کیسا گھیرا کہا گھیرا یہ ہی گھیرا اس گھیرے میں ایسی پناہ لی کہ ہاتھ نہ آئے سائل ہی خاموش ہو گیا ایسا گھیرا دیا۔

متبع سنت کے حال کی شان جدا:

(ملفوظ ۳۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے سلسلہ میں پہلے بھی صاحب حال گذرے ہیں اور اب بھی ہیں مگر جو حال سنت کی اتباع سے پیدا ہوتا ہے اس کی شان ہی جدا ہوتی ہے ہمارے حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے ایک مرید ہیں خورجہ کے رہنے والے ہیں وہ بڑے صاحب حال ہیں ہمیشہ اُچھلتے کودتے رہتے ہیں اپنے حضرات کے عاشق ہیں دیکھ کر یا نام سن کر لوٹنے پوٹنے لگتے ہیں مگر چونکہ متبع سنت ہیں ان کے حال کی یہ شان ہے کہ عین نماز کے وقت

بالکل درست ہو جاتے ہیں کبھی نماز میں تڑپنا چیخنا نہیں سنا گیا حتی کہ آہ تک بھی نہیں نکلتی یہ اتباع سنت ہی کی تو برکت ہے ایسے حضرات کی یہ شان ہوتی ہے ۔

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق ہر ہوسناکے نداند جام جام وسندان باختن

((ایک ہاتھ میں شریعت کا بلورین پیالہ اور ایک ہاتھ میں عشق کا ہتھوڑا ہے (کامل دونوں کو بچاتا اور دونوں کو سالم رکھے ہوئے پھرتا ہے) مگر ہر ہوسناک تو ہتھوڑے اور جام کو بچانا نہیں جانتا)

اسی کے نہ سمجھنے سے ایک غیر مبصر اور محقق گھبرا کر یہ کہہ اُٹھا ۔

درمیانِ قعر دریا تختہ بندم کردہٗ باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

(دریا کی تہہ میں ہاتھ پیر باندھ کر مجھ کو ڈال دیا ہے اور حکم یہ ہوتا ہے کہ خبردار دامن بھی ترنہ ہونے پاوے)

بات یہ ہے کہ اس بیچارے کو اس جمع کی خبر نہیں مگر جو تیرنا جانتے ہیں وہ کھڑے ہو کر تیرتے ہیں اور دامن بھی بچا لے جاتے ہیں اور صاف پار ہو جاتے ہیں اور یہ جامعیت ہم جیسوں کے لیے بے شک مشکل ہے مگر ان کے نزدیک کیا مشکل ہے اور اگر آدمی راستہ چلے تو کچھ آسان ہو جاتا ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ۔

تو مگو مارا بداں شہ بارنیست باکریماں کارہا دشوار نیست

(یہ مت کہہ کہ اُس شاہ تک ہماری رسائی نہیں ہے کیونکہ کریموں کے واسطے کوئی کام مشکل نہیں ہے وہ اپنے کرم سے جب تم میں طلب دیکھیں گے خود جذب فرمالیں گے)

اہلِ باطل سے دشمنی خطرناک ہے:

(ملفوظ ۴۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہلِ باطل سے دشمنی ہونا بھی نہایت ہی خطرناک ہے دین تو اُن کے قلب میں ہوتا نہیں اور اس کے نہ ہونے کی وجہ سے خدا کا خوف بھی قلب میں نہیں ہوتا اس ہی لیے بددین کی دشمنی خطرناک ہوتی ہے کیونکہ اُس کے یہاں کوئی حدود یا آئین تو ہوتے ہی نہیں وہ جو چاہے کرسکتا ہے جو جی میں آئے کہہ سکتا ہے بخلاف اہلِ حق اور اہل دین کے کہ وہ حدود سے تجاوز کر کے دشمنی بھی نہیں کر سکتے دل میں خدا تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے اپنی آخرت خراب ہونے کا ہر وقت خیال رہتا ہے وہ کیسے حدود سے تجاوز کر کے کسی کو ایذاء پہنچا سکتا

ہے مگر حق تعالیٰ اُن کے لیے انتقام لیتے ہیں۔

دیکھئے کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ حضرت مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ وحضرت مولانا شہید رحمہ اللہ کیسی تو ہستیاں، پھر افسوس ہے کہ ایسی مقدس ہستیوں کو کافر کہا جاوے العیاذ باللہ پھر کیوں نہ ان لوگوں پر وبال آوے مگر یہ لوگ ایسے بدفہم ہیں کہ وبال کو کمال سمجھتے ہیں چنانچہ ان ہی میں ایک خاں صاحب نے خواب دیکھا کہ دوزخ کی کنجی میرے ہاتھ میں رکھی گئی ان کے متبعین اور معتقدین نے اس سے یہ مطلب نکالا اور تعبیر بیان کی کہ اعلحضرت جس کو چاہیں گے اپنے فتوے سے دوزخ میں داخل کر دیں گے میں نے سن کر کہا کہ یہ تعبیر محض غلط ہے کسی کو جہنم میں داخل کرنا کس کے اختیار میں ہے بلکہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ یہ لوگوں کے عقائد تباہ کر کے فاتح ہو رہے ہیں ابواب نار کے۔

اسی سلسلہ میں ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ بیعت کے وقت طالب سے یہ بدعتی لوگ یہ شرط کرتے ہیں کہ بہشتی زیور مت دیکھنا فرمایا کہ یہ شرط ان کی حالت کے بالکل مناسب ہے وہ تو دوزخی زیور کے مستحق ہیں ان کو بہشتی زیور سے کیا تعلق پھر فرمایا کہ یہ لوگ ایسے بے عقل ہیں کہ یہ بہشتی زیور پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ اُس میں دُرِ مختار، شامی وغیرہ کے مسائل ہیں جن کو وہ مانتے ہیں۔

تو یہ ایسا قصہ ہوا کہ جیسے ایک شخص نے اپنے حقیقی بھائی کو ماں کی گالی دیں اس پر کسی نے کہا کہ وہ تمہاری بھی تو ماں ہے کہا کہ اس میں دو حیثیتیں ہیں اس کی ماں ہونے کی اور ایک میری ہونے کی تو اس کی ماں ہونے کی حیثیت سے تو وہ ایسی ہی ہے اور میری ماں ہونے کی حیثیت سے مکرمہ معظمہ ہے تو اسی طرح یہاں بھی وہ مسائل اس حیثیت سے کہ ان کی نسبت بہشتی زیور میں میری طرف ہے دیکھنے کے قابل نہیں اور اس حیثیت سے کہ درمختار وغیرہ کی طرف منسوب ہیں قابل قبول ہیں کیا ٹھکانہ ہے اس عناد کا۔ چنانچہ بہشتی زیور میں ایک مسئلہ ہے جو تمام کتب فقہ میں مذکور ہے اگر مدت سے خاوند باہر ہو اور یہاں اس کی بیوی کے اولاد ہو تو وہ حرامی نہ کہلائے گی اس پر وہ اعتراض کئے جاتے ہیں کہ الامان الحفیظ حالانکہ فقہ کا مسئلہ ہے اور کتب مذہب میں منصوص ہے مگر بدوں تحقیق اور بدوں سمجھے اعتراض کرنے سے، غرض اور واقعہ یہ ہے کہ سمجھے تو وہ جس کو علم سے مناسبت ہو دوسرے طبیعت میں انصاف اور عدل بھی ہو عناد نہ ہو۔ نیز سمجھنے کے لیے اس کی بھی ضرورت ہے کہ خالی الذہن ہو ورنہ اگر پہلے ہی سے یہ ارادہ کر لیا جاوے کہ اس کے خلاف کرنا ہے

یا کہنا ہے تو پھر اگر سمجھ میں بھی آ جائے تب بھی نتیجہ وہی نکالا جائے گا جو دل میں ہے دہلی میں مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کے زمانہ میں ایک بدعتی مولوی تھے جو ہر مسئلہ میں شاہ صاحب سے اختلاف کرتے تھے شاہ صاحب میراں کے بکرے کو حرام فرماتے تھے وہ جائز کہتے تھے ایک سمجھ دار شخص نے دیکھا کہ دو مولویوں میں اختلاف ہے اور اختلاف بھی حِلّت اور حُرمت کا اس نے نہایت دانش مندی سے دونوں کا اس طرح امتحان لیا کہ ایک روز دونوں کی دعوت کی جب کھانا دستر خوان پر آ گیا صاحب خانہ نے دونوں جماعتوں سے عرض کیا کہ یہ جو دستر خواں پر سالن ہے یہ میں نے میران کے نام کا بکرا کیا تھا یہ اُس کا گوشت ہے اب کھانے نہ کھانے کا اختیار ہے شاہ صاحب نے تو سن کر ہاتھ کھینچ لیا مگر تماشا یہ ہے کہ اُن مولوی صاحب نے بھی ہاتھ کھینچ لیا اُس شخص سے پوچھا کہ آپ کیوں نہیں کھاتے آپ کے نزدیک تو حلال ہے اُس وقت انہوں نے فرمایا کہ سمجھتا تو میں بھی حرام ہی ہوں مگر شاہ صاحب کی ضد میں حلال کہہ دیتا ہوں تب اُس شخص نے کہا کہ مجھ کو تو امتحان کرنا تھا باقی واقع میں یہ میراں کے نام کا نہیں ہے کھایئے مگر صاحب یہ بھی اس وقت کے لوگ تھے اب اگر ایسی بات ہو تو کھا بھی جائیں ایسے بد دین ہیں ایک مرتبہ ایک بدعتی مولوی صاحب نے اعلان کیا کہ جس چیز کو مولانا شہید حرام کہیں گے میں حلال کہوں گا اور بالعکس مولانا نے فرمایا کہ میں تو ماں سے نکاح کرنے کو حرام کہتا ہوں وہ اس کو حلال کہیں اور میں کلمہ ایمان کو حلال کہتا ہوں وہ اس کو حرام کہیں بس رہ گئے کوئی جواب بن نہ پڑا مدتوں کے بعد ان سب کی وفات کے بعد ان بدعتی مولوی صاحب کے ایک شاگرد نے جواب دیا کہ ہمارے مولوی صاحب کا اس فرمانے سے مقصود یہ تھا کہ جس کو مولانا اپنی تحقیق سے حرام کہیں گے میں حلال کہوں گا اور بالعکس مگر یہ جواب خود ان صاحب کو کیوں نہ سوجھا۔ غرض یہ حالت ہے اُن لوگوں کے بُغض وعناد کی اہلِ حق کے ساتھ بہشتی زیور کے مسائل پر اعتراض کے متعلق ایک واقعہ یاد آیا۔

میں ایک مرتبہ سہارنپور گیا مدرسہ میں بیٹھا ہوا تھا اور حضرات بھی وہاں پر موجود تھے اچھا خاصہ مجمع تھا ایک صاحب پرانی وضع کے بغل میں ایک کتاب دبائے ہوئے تشریف لائے میرے پاس اس کے قبل ایک خط آیا تھا کہ بہشتی زیور کے فلاں مسئلہ کے متعلق جواب کے لیے آمادہ رہنا وہ مسئلہ شرقی کا غربیہ سے بواسطہ نکاح کرنے کا تھا میں قرائن سے سمجھ گیا کہ یہ وہی شخص ہیں جو بہشتی زیور پر اعتراض کریں گے اس وقت بہشتی زیور پر اعتراضات کی بھرمار ہو رہی تھی آ کر پاس بیٹھے اور

بہشتی زیور کھول کر میرے سامنے رکھ کر کہا کہ اس کو دیکھ لیجئے میں نے کہا کہ دیکھ کر ہی لکھا ہے تم اپنا مطلب بیان کرو مجھ کو دکھلانے سے مقصود تمہارا کیا ہے کہا یہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آیا میں نے کہا کہ مسئلہ سمجھ میں نہیں یا اس کی دلیل کہا کہ مسئلہ تو ظاہر ہے دلیل سمجھ میں نہیں آئی، میں نے کہا کہ کیا اور سب مسائل کی دلیل سمجھ میں آ چکی ہے صرف یہ ہی باقی ہے اگر سب کی دلیل سمجھ میں آ چکی ہے تو مجھ کو اجازت دیجئے میں آپ کا امتحان کرلوں اور اگر اور بھی ایسے ہی مسائل ہیں جن کی دلیل سمجھ میں نہیں آئی تو اس کو بھی اُسی فہرست میں داخل کر لیجئے بس بے چارے رہ گئے بالکل مبہوت تھے۔

بعد میں معلوم ہوا کہ اسی شخص نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ سے بہت دیر تک اس مسئلہ میں گفتگو کر کے اُن کو پریشان کیا تھا حضرت مولانا نے اپنے اخلاق سے سمجھانے کی کوشش فرمائی مگر وہ کوڑ مغز کیا سمجھتا مگر جہل مرکب سے سمجھتے ہیں کہ ہمارے ایسے اعتراضات اور سوالات ہیں کہ جن کا جواب بڑے بڑے علماء نہیں دے سکتے یہ تمیز نہیں کہ ہم میں لیاقت سمجھنے کی نہیں اس کی مثال اس طرح سمجھ لیجئے کہ ایک گنوار شخص کسی اقلیدس جاننے والے کے سامنے کسی شکل کے متعلق کوئی سوال کرے اور وہ اس کو سمجھائے اور وہ نہ سمجھ سکے تو یہ اس کی کم سمجھی اور عدم واقفیت کہلائے گی یا جو ماہر فن ہے اور اقلیدس جاننے والا ہے اس کو کہیں گے کہ اُس کے پاس جواب نہیں۔ غرض وہ شخص تو اپنا سا منہ لے کر اُٹھ گئے اور چلتے بنے اس کے بعد ایک جنٹلمین صاحب نئی فیشن والے پہنچے السلام علیکم وعلیکم السلام غایت تہذیب سے تمہید اٹھائی کہ حضرت جہلاء علماء کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں بُرا بھلا کہتے ہیں جس سے بے حد دل دُکھتا ہے اور صدمہ ہوتا ہے اور یہ ایک مسئلہ ہے بہشتی زیور کا اس کی وجہ سے بہت کچھ لوگوں کے خیالات میں گڑبڑ ہو رہی ہے آپ اجازت دیجئے ہم ایک مجمع کرلیں آپ اس مسئلہ کی حقیقت بیان کر دیں اتنی بڑی تمہید اس لیے تھی کہ یہ تعلیم یافتہ طبقے میں سے تھے ان کو اپنی لسانی پر بڑا ناز تھا میں نے کہا کہ آپ کو علماء کے ساتھ محبت ہے اُن کی طرف سے آپ کے دل میں درد ہے آپ ان کی شان میں گستاخیاں کرنے والوں سے بیزار ہیں اس پر اظہار نفرت فرما رہے ہیں میں آپ کے ان جذبات کی قدر کرتا ہوں یہ سب کچھ میں نے ان کے ہی طرز میں بیان کیا ان ہی کے یہاں ایسے الفاظ ہوتے ہیں اس کے بعد میں نے دریافت کیا کہ صرف علماء ہی کی شان میں گستاخی کرنے سے آپ کو صدمہ ہوتا ہے اور دل دُکھتا ہے کبھی آپ نے اس طرف بھی خیال کیا کہ اس گستاخ جماعت کے علاوہ ایک اور

جماعت ہے جو ائمہ مجتہدین کی شان میں گستاخ ہیں، اور وہ شیعی ہیں۔

اور اُن سے بڑھ کر ایک جماعت ہے جو خداوند جل جلالہٗ کی شان میں گستاخی کرتی ہیں یعنی دہریہ، سو ان سکی گستاخی پر بھی کبھی آپ کا دل دکھا اگر دُکھا تو اس کے انسداد کا کیا انتظام کیا سب سے پہلے **بقاعدہ الاھم فالاھم** اس انتظام کی ضرورت ہے کہ اللہ کو رسول کو صحابہ کو ائمہ مجتہدین کو کوئی بُرا نہ کہے اور اُن کی شان میں کوئی گستاخی نہ کرے جب آپ کو اس سے فراغ نصیب ہو جائے گا تب پانچویں درجہ میں علماء کے متعلق ہم انتظام کر دینگے بس اُن جنٹلمین کی ترکی بھی تمام ہوئی ان متکبروں کو اسی طرح جواب دینا چاہئے ان کے دماغوں میں خناس ہے گوبر بھرا ہے سمجھتے ہیں کہ ہم خر دماغ ہیں میں کہا کرتا ہوں کہ علماء میں بھی بحمد اللہ اسپ دماغ ہیں یہ بدفہم علماء کو اپنا محکوم سمجھتے ہیں میں ان کو منہ نہیں لگاتا اسی وجہ سے بدنام ہوں میں ان کی نبضیں پہچانتا ہوں اور نسخہ بھی ویسا ہی تجویز کرتا ہوں۔

خیر! بدنام کیا کریں اس سے ہوتا کیا ہے، ان کے نزدیک علماء کا یہ درجہ ہے کہ میں ایک مرتبہ علی گڑھ گیا تھا، وقار الملک کالج میں لے گئے وہاں کی مسجد میں جمعہ بھی ہوا۔ اُس وقت ایک اخبار تھا ''البشیر'' اس نے لکھا کہ سر سید نے ایک کعبہ تیار کیا تھا اب علماء کو بُلا بُلا کر اس کو کنیسہ بنانا چاہتے ہیں یہ اُن لوگوں کے خیالات ہیں جس پر مسلمانی کا دعویٰ ہے اور قوم کے ریفارمر کہلائے جاتے ہیں اب اگر علماء ان حرکات پر کچھ کہتے ہیں تو اس پر کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں کا مشغلہ یہی ہے کہ بیٹھے ہوئے کافر بنایا کریں یہ الزام ہے علماء پر۔

میں کہا کرتا ہوں کہ علماء کافر بناتے نہیں کافر تو خود ہوتے ہیں ان کا علماء کافر ہونا بتا دیتے ہیں ایک نقطہ کا فرق ہے باقی کافر بنانا تو اس کو کہتے ہیں کہ جیسے مسلمان ہونے کی ترغیب دیتے ہیں اسی طرح کافر ہونے کی ترغیب دیں تو ایسا کون کرتا ہے کالج والوں کا مجھ سے یہ طے ہوا تھا کہ وقتاً فوقتاً بلایا کریں گے میں نے وعدہ بھی کر لیا تھا کہ میں آیا کرونگا اور اپنے ذہن میں کچھ ضروریہ مضامین کی ترتیب بھی دے لی تھی کہ یہ بیان کروں گا اس سے تبلیغ ہوگی اور میدان صاف ہو جائے گا مگر شاید اخبار سے مرعوب ہو کر پھر بلایا نہیں گیا میں نے ان مضامین کو ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا اُن کو جمع کر لیا اور انتباہاتِ مفیدہ کے نام سے وہ مجموعہ چھپ بھی گیا۔

ایک ایسے ہی مذاق والے شخص نے لکھا کہ فلاں مسئلہ میں کیا حکمت ہے میں نے

جواب میں لکھا کہ سوال عن الحکمت میں کیا حکمت ہے ہم سے تو اللہ تعالٰی کے احکام کی حکمتیں پوچھی جاتی ہیں جو کہ ہمارے افعال بھی نہیں آپ اپنے ہی سوال کی حکمتیں بتلا دیجئے جو کہ آپ کا فعل ہے ایک ایسے ہی صاحب کا جو کہ ایک قریب کے قصبہ میں انسپکٹر تھے ایک واقعہ یاد آیا اُن کا خط آیا تھا لکھا تھا کہ کافر سے سود لینا کیوں حرام ہے میں نے لکھا کہ کافر عورت سے زنا کرنا کیوں حرام ہے جواب آیا کہ علماء کو اس قدر خشک نہیں ہونا چاہئے، میں نے لکھا کہ جہلاء کو بھی اس قدر تر نہ ہونا چاہئے کہ جس سے ڈوب ہی جائیں ان ہی صاحب سے پھر کچھ مدت کے بعد جب میں اُس قصبہ میں گیا تو ملاقات ہوئی کہنے لگے آپ تو مجھ کو نہ پہچانتے ہوں گے میں نے کہا کہ واقعی چونکہ اس سے قبل آپ سے ملاقات کا اتفاق نہیں ہوا اس لیے نہیں پہچان سکا کہا کہ میں وہی شخص ہوں جس نے فلاں سوال آپ سے کیا تھا میں نے کہا کہ آہا آپ سے تو بہت پرانی بے تکلفی نکلی کہنے لگے کہ آپ نے ایسا خشک جواب دیا تھا میں نے کہا کہ آپ ایک تھانہ دار ہیں اور ایک علاقہ آپ کے سپرد ہے جس پر آپ کی ایک قسم کی حکومت ہے میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا تمام علاقہ کے لوگوں سے آپ کا ایک ہی قسم کا برتاؤ ہے یا اہلِ خصوصیت سے جدا برتاؤ ہے کہنے لگے سب سے ایک قسم کا برتاؤ نہیں میں نے کہا کہ بس اسی طرح قبل از ملاقات آپ سے کوئی خصوصیت نہ تھی اس لیے ایسا جواب دیا گیا اب ملاقات وخصوصیت ہوگئی ہے اب ایسا جواب نہ ملے گا لیکن ساتھ کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اس ملاقات کا اثر جیسا مجھ پر ہوا آپ پر بھی ہوگا یعنی آپ بھی مجھ سے کبھی ایسا سوال نہ کریں گے میں نے سوچا کہ میں تو مقید ہوا ہی ہوں ان کو کیوں آزاد چھوڑوں۔

غرض یہ خشکی ان لوگوں کی غذا ہے اسی طرح سے ان کے دماغ درست ہوتے ہیں ایسے جواب ان کو دینے چاہئیں مگر لوگوں نے اخلاق کے معنی سمجھ رکھے ہیں نرم اور شیریں گفتگو کرنے کے اس لیے اس ضابطہ کے برتاؤ کو بداخلاقی سمجھتے ہیں اس نرم اور شیریں گفتگو پر ایک حکایت یاد آئی۔

ایک صاحب کا انتقال ہونے لگا تو اپنے بیٹے کو جو کہ بہت احمق تھا وصیت کی کہ بیٹا! میرے انتقال کے بعد جو میرے دوست احباب تعزیت کو آئیں ان سے نرم اور شیریں گفتگو کرنا ان کو اونچی جگہ بٹھلانا بھاری کپڑوں سے ملنا قیمتی کھانا کھلانا غرض یہ کہ باپ کا انتقال ہوگیا کسی دوست کو خبر ہوئی وہ بے چارے تعزیت کو آئے مکان پر آ کر دستک دی بیٹے صاحب مکان سے باہر تشریف لائے دیکھا کہ مہمان ہیں نوکروں کو حکم دیا کہ ان کو مچان پر بٹھاؤ چنانچہ بے چارے مچان پر بٹھلائے گئے اور خود بھاری

کپڑے پہنے گئے وہاں سے آئے تو تمام بدن قالین اور جاجم سے ملبوس اب مہمان نے دریافت کیا کہ میرے دوست کیا بیمار ہوئے تھے کہ کہا کہ روئی دریافت کیا کب انتقال ہوا کہا کہ گڑ جب چند سوالات کے جواب میں یہ ہی جواب ملتا رہا کہ روئی اور گڑ! بے چارے خاموش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد نوکروں کو حکم دیا کہ مہمان کو مچان سے اُتارو پھر وقت پر کھانا آیا اُن کے منہ سے نکلا کہ گوشت گلا نہیں کہنے لگے خوب میں نے آپ کے لیے پچاس روپیہ کا کتا کاٹ دیا آپ کو پھر بھی پسند نہ آیا۔

آخرانہوں نے دیافت کیا کہ آپ کی کیا حرکات ہیں کہا کہ والد صاحب بوقت انتقال وصیت فرما گئے تھے کہ میرے انتقال کے بعد جو میرے دوست احباب میری تعزیت کو آئیں اُن کو اونچی جگہ بٹھلانا بھاری کپڑے پہننا نرم اور شیریں کلام کرنا قیمتی کھانا کھلانا سو اس سے زیادہ تو میرے پاس لباس نہ تھا جس کو آپ دیکھ رہے ہیں اور اس مچان سے زیادہ اونچی جگہ اور کوئی میرے یہاں نہیں جہاں آپ بیٹھے تھے اور روئی اور گڑ سے زیادہ کوئی نرم اور شیریں چیز نہیں اور جناب میرے گھر میں کتے سے زیادہ قیمتی اور کوئی جانور نہیں اس لئے وہ آپ کے لیے کٹوا دیا وہ غریب یہ سن کر بھاگے ایسے ہی یہ لوگ اخلاق کے معنی سمجھتے ہیں جیسے اُس نے اپنے باپ کی وصیت کے معنی سمجھے تھے اس لیے اہلِ حق کو اُن کی صفائی پر بدنام کرتے ہیں۔

غرض! عرف بدل گیا الٹا معاملہ ہو رہا ہے کہ بد اخلاقی خوش اخلاقی ہو گئی اور خوش اخلاقی بد اخلاقی ہو گئی معلوم بھی ہے کہ اخلاق کہتے ہیں اعمال باطنہ کی تحصیل یا اصلاح کو اور اعمال باطنہ بھی وہ جو مامور بہ یا منہی عنہ ہیں صبر ہے توکل ہے قناعت ہے زہد ہے تقوی ہے یہ مامور بہ ہیں اور ان کے مقابلہ میں یہ منہی عنہ ہیں جیسے ریا ہے کبر ہے حب جاہ ہے حب مال ہے کینہ ہے بغض ہے عداوت ہے حسد وغیرہ ہیں یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں جو مامور بہ ہیں وہ اخلاق حمیدہ ہیں اور جو منہی عنہ ہیں وہ اخلاق رذیلہ ہیں۔ سو مدرسہ تو بنتا ہے اعمال ظاہرہ کی درستی کے لیے اُن میں علماء رہتے ہیں اور خانقاہ بنتی ہے اخلاق باطنہ کی درستی کیلئے اُن میں شیوخ رہتے ہیں وہاں تربیت کا اہتمام ہوتا ہے اور یہ سب شریعت ہے اس کے بعد اگر طریقت نام ہے اصلاح اخلاق باطنہ کا تب تو وہ جزو ہے شریعت کا جیسے کتاب الصلوٰۃ اس کا ایک جزو ہے کتاب الزکوٰۃ اس کا ایک جزو ہے اور اگر طریقت نام ہے تدابیر اصلاح کا تو وہ ایک طریقہ ہے، علاج کا مثل دوسرے تدابیر طبیہ کے اور اس صورت میں مخصوصاً و مقصوداً مامور بہ نہیں پس مشائخ محققین جو اعمال کا علاج

کرتے ہیں وہ بعینہٖ مامور بہ نہیں نہ وہ اصل مقصود ہے بلکہ مقصود کا ذریعہ ہیں جو محض تدابیر کے درجہ میں ہے جیسے طبیب جسمانی کی تدابیر کہ ان کو کوئی بدعت نہیں کہہ سکتا۔ اسی طرح مشائخ کی تجویزات اور اُن کے علاج کو جو کہ محض تدابیر کے درجہ میں ہیں نہ عبادت کہہ سکتے ہیں نہ بدعت اور یہ ایک فن مستقل ہوگیا ہے اسی کا نام عام اصطلاح میں تصوف رکھ دیا گیا اور اسی کا نام فن تربیت ہے جو بڑا نازک ہے کیونکہ بدوں مجاہدہ اور ریاضت کے کہ خاص تدابیر کا نام ہے ان رذائل کا علاج مشکل ہے اور یہ سب شیخ کی رائے پر ہے بدوں شیخ مبصر و مجرب کے اصلاح اور تربیت مشکل ہے یہ ہے حقیقت اس فن کی۔

اب بتلایئے تجربہ کار پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے ایک شخص کہتے تھے کہ میرے اندر کبر ہے میں نے کہا کہ آثار بیان کرو جیسے طبیب آثار سن کر مرض کی حقیقت کو سمجھتا ہے آثار بیان کرنے پر معلوم ہوا کہ کبر نہیں خجلت ہے میں نے کہا کہ خجلت ہے کبر نہیں کبر اور چیز ہے خجلت اور چیز ہے یہ ایک مثال ہے تجربہ اور عدمِ تجربہ کے فرق کی بس یہ تھی حقیقت اس فن کی جس میں لوگوں نے اینچ پینچ لگا کر ہوا بنا رکھا ہے اور بعض ناواقفوں نے ایسی چیزوں کو جن کا درجہ محض تدابیر کا ہے اصل اور مقصود بنا رکھا ہے اور ذریعہ مقصود کو مقصود سمجھتے ہیں جو غلطی عظیم ہے۔

خانقاہ کے قواعد و ضوابط کا سبب:

(ملفوظ ۷۵) ایک صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ میرے یہاں جو قواعد اور ضوابط ہیں یہ گھڑے ہوئے نہیں ہیں جوں جوں تجربات ہوتے گئے ان میں اضافہ ہوتا رہا۔ مثلاً ایک یہی معمول ہے کہ یہاں نئے آنے والوں کیلئے یہ قید ہے کہ وہ مجلس میں خاموش بیٹھے رہیں اور زمانہ قیام میں مکاتبت مخاطبت قطعاً نہ کریں اس کی بھی ضرورت پیش آئی یہ سب اپنے اور دوسروں کی راحت رسانی کی تدابیر ہیں اس پر بھی تم جیسے عقلمند ستانے سے باز نہیں آتے یہ تو اتنے قواعد اور ضوابط پر حالت ہے اور بدوں اس کے تو زندگی ہی دشوار کر دیتے اگر ان سب قواعد اور ضوابط کی ضرورتیں بیان کروں تو اچھا خاصا ایک رسالہ تیار ہو جائے۔

دین میں تنگی نہ ہونے کی مثال:

(ملفوظ ۷۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دین میں تنگی نہیں اگر تنگی ہوتی تو حضورؐ یہ نہ فرماتے الدین

یُسْـرٌ (دین آسان ہے) اور جو آدمی اس میں تنگی سمجھتا ہو یہ اُس کی نظر کا قصور ہے میں اس کی ایک مثال بیان کرتا ہوں جیسے ایک سڑک ہے سیدھی جس میں کہیں ٹیڑھا پن نہیں اور چوڑی بھی اس قدر ہے کہ اس میں چار پانچ موٹر برابر چل سکتے ہیں اور سڑک پر دورویہ درخت کھڑے ہیں اور یہ مسئلہ ہے علم مناظر کا اور مشاہدہ بھی ہے کہ نگاہ دُور پہنچ کر اس قدر سمٹ جاتی ہے کہ درخت باہم ملے ہوئے نظر آنے لگتے ہیں اب جو شخص حقیقت سے ناواقف ہے وہ آگے بڑھنے کی ہمت نہیں کرسکتا اُس کو وہم ہے کہ آگے سڑک بند ہے مگر جو حقیقت سے باخبر ہے واقف ہے اُس سے کہے گا کہ تو چلنا تو شروع کر ہمت نہ ہار جہاں تک کھلا ہوا نظر آرہا ہے وہاں تک تو چل آگے پھر راستہ کھلا ہوا نظر آویگا اسی کو مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ؎

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید خیرہَ یوسفؑ داری باید دوید

(اگرچہ عالم میں کوئی راستہ نظر نہیں آتا مگر یوسف علیہ السلام کی طرح بھاگنا چاہئے)

جب تک تم نے چلنا شروع نہیں کیا اسی وقت تک تم کو دین کے راستہ میں تنگی اور دشواری نظر آتی ہے ذرا چلنا تو شروع کرو خود بخود راستہ کھلتا نظر آئے گا جو چیز تمہارے لیے مشکل ہے جب راستہ میں قدم رکھو گے سب آسان نظر آوے گا ذرا تو ہمت سے کام لو اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست با کریماں کارہا دشوار نیست

(تو یہ مت کہہ کہ اُس شاہ تک ہماری رسائی نہیں ہے کیونکہ کریموں کے لیے کوئی کام دشوار نہیں ہے)

اور کسی نے خوب کہا ہے ؎

مرد باید کہ ہراساں نشود مشکلے نیست کہ آساں نشود

(مرد کو چاہئے کہ گھبراوے نہیں کوئی مشکل ایسی نہیں جو آسان نہ ہوجائے۔ (ہمت شرط ہے))

اور اسی دشواری کے توہم کے متعلق مولانا فرماتے ہیں ؎

اے خلیل اینجا شرار و دود نیست جز کہ سحر و خدعۂ نمرود نیست

(اے خلیل یہاں شعلے اور دھواں نہیں ہے یہ سب نمرود کا دھوکہ اور جادو ہے۔۱۲)

اور یہ دشواریاں اور تنگی سب خیالی ہیں حقیقی نہیں اور اگر بالفرض واقعی بھی ہوں تو خلوص اور طلب وہ چیز ہے کہ سب دشواریوں کو ھباءً منثورا کردیتی ہیں دیکھیے! جب زلیخا حضرت سیدنا یوسف علیہ

السلام کو بہانہ سے محل کے اندر لے گئی تو اس محل کے آگے پیچھے سات دروازے تھے اور ہر ایک دروازہ پر ایک ایک مضبوط قفل لگا تھا جب یہ اطمینان ہو گیا کہ ساتوں دروازے نہایت مضبوطی سے بند ہو چکے تب اپنی خواہش کا اظہار کیا اب ظاہراً سیدنا یوسف علیہ السلام اگر بھاگنا بھی چاہیں تو کہاں جاسکتے ہیں اس حالت میں اگر ان کو حق تعالےٰ پر کامل بھروسہ اور توکل نہ ہوتا اور ہماری جیسی ان کی بھی ہمت ہوتی تو وہاں سے خلاصی کی کیا صورت ہو سکتی تھی مگر شان نبوت کا اقتضاء یہ اعتقاد فرما کر کہ وہ اپنا کام کریں گے میں تو اپنا کام کروں جو کام میرا اختیاری ہے وہ تو مجھ کو کرنا چاہئے یہ خیال فرما کر سیدنا یوسف علیہ السلام دروازہ کی طرف دوڑے آپ کا دوڑنا تھا اور قفلوں کا خود بخود ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گرنا اور دروازوں کا کھلنا تھا ایک سے دوسرے تک پہنچتے نہ تھے پہنچنے سے قبل ہی قفل ٹوٹ کر دروازہ کھل جاتا تھا اسی طرح ساتوں دروازوں سے باہر ہو گئے اسی کو مولانا رومیؒ فرماتے ہیں

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید خیرہ یوسف وار می باید دوید

دراصل بات یہ ہے کہ جو تنگی ہم کو دین میں نظر آتی ہے وہ تنگی خود ہمارے اندر ہے دین کی مثال بالکل آئینہ جیسی ہے کہ ہماری ہی صورت اس کے اندر نظر آتی ہے جیسے ایک حبشی سفر کر رہا تھا راستہ پر ایک شیشہ پڑا ہوا نظر آیا اُس کو اٹھا کر اپنی صورت جو اس میں دیکھی تو کالی صورت موٹے موٹے ہونٹ بے ڈھنگی ناک نظر آئی اس نے کبھی آئینہ نہ دیکھا تھا یہ سمجھا کہ اس کے اندر کوئی دوسرا شخص ہے شیشہ کو دُور پھینک مارا اور کہا کہ اگر ایسا بدصورت نہ ہوتا تو تجھ کو یہاں کون پھینک جاتا، آپ ہی بتلائیں کہ شیشہ کے اندر کون سی بدصورتی تھی بدصورت تو جناب ہی کی صورت تھی مگر الزام شیشہ پر اسی طرح تنگی تو اپنے اندر اور الزام دین پر جیسے ایک عورت بچے کو پاخانہ پھرا کر اور کپڑے سے پونچھ کر عید کا چاند دیکھنے لگی عورتوں کو عادت ہوتی ہے اکثر ناک پر انگلی رکھ کر بات کیا کرتی ہیں چاند دیکھتے وقت ناک پر بھی اتفاق سے انگلی رکھی تھی اور اس کا پاخانہ لگا رہ گیا تھا تو کہتی ہے کہ اے ہے اب کے چاند سڑا ہوا کیوں ہے بھلا بتایئے چاند اور بدبُو وہ بدبو تو اپنے میں تھی مگر الزام چاند پر۔

طریق میں نفع کا دارومدار:

(ملفوظ ۷۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طریق میں نفع کے لیے دو چیزیں خاص طور پر

ضروری ہیں ایک اطلاع اور ایک اتباع یعنی تعلیم کا اتباع اور حالات کی اطلاع اور ایک تیسری چیز اور ہے جو سب سے پہلی شرط ہے یعنی مناسبت یہ سب سے زیادہ اس لئے اہم ہے کہ تعلیم کا اتباع اور حالات کی اطلاع تو اختیاری ہے اور مناسبت غیر اختیاری ہے اور ہونے پر بھی کبھی خفی ہوتی ہے کثرت سے مخالطت کرنے سے بھی ظہور نہ ہو تو چاہئے کہ دوسری جگہ تعلق تلاش کرے۔

حضرت حاجی صاحب کی دُعاؤں کی برکت:

(ملفوظ ۷۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں رہ کر ان چیزوں پر نظر نہ تھی کہ ہم ایسے ہو جائیں اور ویسے ہو جائیں صرف اس پر نظر تھی کہ فن مقصود حاصل ہو جاوے اور میرے پاس تو ابھی اس کا بھی افلاس ہے سوائے اپنے بزرگوں کی دُعاء کے اور جو کچھ اُلٹا سیدھا ہے یہ بھی سب حق تعالیٰ کا فضل اور حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی دُعاؤں کی برکت ہے۔

فن تربیت کے ایک مستقل محکمہ ہونیکی مثال:

(ملفوظ ۷۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فن تربیت کے لیے پورے محکمہ کی ضرورت ہے یہ ایک مستقل محکمہ ہے اس میں دارو گیر بھی ہے محاسبہ اور معاقبہ بھی ہے معافی بھی ہے سزا بھی ہے سب ہی کچھ ہے طبیب کے یہاں کیا کچھ نہیں ہوتا سب ہی کچھ ہوتا ہے اور ایک چیز طبیب کے یہاں اور ہوتی ہے وہ فیس ہے یہاں اُس کے مقابل ٹیس یعنی چیس ہے اور یہ کوئی شفقت اور محبت کے منافی نہیں اولاد سے انسان کو کتنی زیادہ محبت ہوتی ہے مگر پھر اس کو مارتا کیوں ہے کیا مارنے پر کہہ سکتے ہیں کہ اس کو اولاد سے محبت نہیں بلکہ محبت ہی سبب ہے مارنے کا اسی طرح میں نے جو یہ طرز اختیار کیا ہے آخر میرا اس میں کیا فائدہ ہے محض دوسروں کی اصلاح کی وجہ سے کیا ہے پھر اس کو کیوں منافی شفقت اور محبت سمجھا جاتا ہے اور حضرت ایک بات سن کر آپ کو تعجب ہوگا مگر چونکہ وہ خدا کی ایک نعمت ہے اس لئے ذکر کرتا ہوں وہ یہ کہ میں اپنے اوپر بھی احتساب کرتا ہوں جیسے دوسروں پر کرتا ہوں بلکہ یہ کہنا بھی سچ ہوگا کہ اوروں سے زیادہ اپنے پر احتساب کرتا ہوں یہ خدا کا بڑا فضل ہے جو مصداق ہے اس کا ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْم اور الحمد للہ اپنی کوتاہیاں خود سمجھ میں آجاتی ہیں شیخ کے بعد کسی سے پوچھنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

ملکہ یادداشت کو نسبت کہنا غلط ہے:

(ملفوظ ۸۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل ناواقفیت کی بناء پر طریق کے سمجھنے میں بکثرت غلطی کرتے ہیں کہ کثرتِ ذکر وملکہ یادداشت کو نسبت سمجھتے ہیں جو سخت غلطی ہے اور یہ نسبت ایسی ہے جیسے ایک شخص کے دریافت کرنے پر دوسرے شخص نے کہا تھا کہ میں شہزادی سے نکاح کرنے کی فکر میں ہوں اس نے دریافت کیا کہ کیا انتظام ہے کہ نصف سامان تو ہوگیا نصف باقی ہے وہ یہ کہ میں تو راضی ہوں وہ راضی نہیں، یہ شعر بالکل اس کے حسب حال ہے ۔

وقوم یدعون وصال لیلیٰ ولیلیٰ لا تقذلھم بذاک

(لوگ لیلیٰ کے وصل کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر لیلیٰ وصل کا اقرار نہیں کرتی)

نسبت ہوتی ہے دونوں طرف سے جس کی حقیقت یہ ہے کہ عبد کی طرف سے ذکر اور اطاعت ہو اور حق کی طرف سے رضاء ہو یہ ہے نسبت نہ کہ محض ذکر جو رضا کے ترتب کے لئے کافی نہیں یہ صاحب نسبت ہونے کی علامت ہے ایک بزرگ کو لذت نماز کے متعلق چالیس سال تک یہ دھوکا رہا کہ یہ نماز کا نشاط ہے چالیس سال کے بعد معلوم ہوا کہ وہ حرارتِ غریزیہ کا نشاط تھا جو بڑھاپے میں نہ رہا اسی لیے اس راہ میں ضرورت ہے کہ سر پر شیخ کامل ہو بدوں راہبر اور کامل کے سر پر ہوئے اس راہ میں قدم رکھنا خطرہ ہی خطرہ ہے مولانا رومی رحمہ اللہ اسی کو فرماتے ہیں ۔

یار باید راہ را تنہا مرو بے قلاؤز اندریں صحرا مرو

(راستہ چلنے کے لیے ساتھی کی ضرورت ہے بغیر رہبر کے اس جنگل میں مت جاؤ)

مبتدی طالب علم سمجھتا ہے کہ کتابیں ختم کرنا علامت ہے مولوی ہونے کی اور جو ختم کر چکے وہ کہتے ہیں کہ ہم کچھ بھی نہیں جانتے حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اتنے مجاہدات اور ریاضات کے بعد اگر یہ بات حاصل ہو جاوے کہ ہم کو کچھ حاصل نہ ہوا بس سب کچھ حاصل ہو گیا۔

فیض مناسبت ہی سے حاصل ہوتا ہے:

(ملفوظ ۸۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عدم مناسبت کی حالت میں فیض نہیں ہو سکتا فیض مناسبت ہی سے ہوتا ہے موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام میں جو افتراق ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام نے نعوذ باللہ کون سا گناہ کیا تھا مگر افتراق کی بناء وہی عدم مناسبت تھی اس کی نظیر

طبعی مسئلہ ہے کہ توافق انزالین سے حمل قرار پاتا ہے اگر یہ توافق نہ ہو تو اولاد نہ ہوگی اسی طرح جب تک شیخ سے توافق مزاج نہ ہوگا جس کا نام مناسبت ہے نفع نہیں ہو سکتا ایک شیخ تھے بیعت کرنے سے قبل مناسبت کا عجیب امتحان لیتے تھے وہ یہ کہ اس کے لیے کھانا بھیجتے اور اندازے سے زیادہ بھیجتے اور جب کھانے کے بعد برتن واپس آتے تو یہ دیکھتے کہ روٹی سالن تناسب سے بچا ہے یا نہیں اگر تناسب سے بچا تب تو آگے بیعت کی گفتگو کرتے ورنہ صاف انکار فرما دیتے کہ ہم میں تم میں مناسبت نہیں تم میں انتظامی مادہ نہیں اس لئے کوئی نفع نہ ہوگا اور میں تو اس قدر امتحانات بھی نہیں لیتا صرف گفتگو ہی سے معلوم کر لیتا ہوں اور اس میں اس لیے توسع نہیں کرتا کہ کوئی فوج بھر کے کہیں لام باندھنا تھوڑا ہی مقصود ہے اصل چیز اصلاح ہے سو وہ مناسبت ہی کے بعد ہو سکتی ہے اس لیے میں ایسے موقع پر یہ کرتا ہوں کہ چند مصلحوں کا نام بتلا دیتا ہوں تا کہ جہاں اور جس سے مناسبت ہو وہاں اپنی اصلاح کرا لے لوگ اس کو اپنی بدفہمی کی وجہ سے ٹالنا سمجھتے ہیں یہ ٹالنا نہیں بلکہ مقصود پر لگانا اور کامیاب بنانا ہے لیکن اگر کوئی نہ سمجھے اُس کا میرے پاس کیا علاج ہے۔

سلسلہ چشتیہ کی شان مسکنت:

(ملفوظ ۸۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ چشتیہ حضرات کے زیادہ بدنام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں دو شانیں زیادہ غالب ہیں ایک شان مسکنت اور دوسری شان عشق اور بعض خلاف ظاہر باتوں کا عاشق سے غلبہ حال میں سرزد ہو جانا بعید نہیں اور ایسے حضرات پر طعن اور تشنیع کرنا جہل سے ناشی ہے ان معترضوں نے عشاق کو دیکھا ہی نہیں خوب کہا ہے ؎

تو ندیدی گہے سُلیماں را چہ شناسی زبان مرغاں را

(تو نے کبھی حضرت سلیمان علیہ السلام کو دیکھا نہیں تو جانوروں کی زبان کو کیا سمجھ سکتا ہے۔۱۲)

جیسے خود کورے ہیں ایسا ہی دوسروں کو سمجھتے ہیں اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

(کاملین کے کاموں کو اپنے اوپر قیاس مت کرو اگرچہ لکھنے میں شیر (جو جانور ہے) اور شیر (دودھ) مشابہ ہوتے ہیں۔۱۲)

حج ہی کے ارکان کو دیکھ لیجئے کہ ان میں سب متانت اور مشیخت دھری رہ جاتی ہے۔

۷ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چار شنبہ

اجازت لے کر آنے کی حکمت:

(ملفوظ ۸۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جو شخص یہاں پر پہلی مرتبہ آوے اس کو تو ضرورت ہے کہ وہ اجازت لے کر حاضر ہو مگر کیا دوبارہ آنے کے لئے بھی اجازت کی ضرورت ہے یا نہیں فرمایا کہ جی نہیں ضرورت تو پہلی مرتبہ بھی نہیں یہ معمول محض اس لیے ہے کہ جو مقصد لے کر آتے ہیں اس میں بعض اوقات بعض شرائط ہوتے ہیں، مثلاً بعض بیعت کے لئے آتے ہیں بعض کو کوئی خاص سوال کرنا ہوتا ہے اور بعض مرتبہ اُن شرائط کے نہ پائے جانے سے وہ کام نہیں ہوتا تو آنیوالے کو اپنی ناکامیابی پر افسوس ہوتا ہے سو اس میں بھی دوسروں ہی کی مصلحت ہے، میری کوئی مصلحت نہیں اور جو محض ملاقات کے لئے آتے ہیں اُن کے لئے کچھ قید نہیں یہ قیدیں صرف ان کے لئے ہیں جو کوئی خاص مقصد لے کر آتے ہیں مثلاً ان میں بعض لکھتے ہیں کہ فیض حاصل کرنیکی غرض سے حاضری کی اجازت کی ضرورت ہے اُن سے یہ سوال کرتا ہوں کہ فیض سے کیا مراد نیز اگر فیض نہ ہوا تو کیا ہوگا اس لئے کہ بعض مرتبہ فیض مزعوم ہوتا ہے بعض مرتبہ نہیں ہوتا نیز بعض کو ہوتا ہے بعض کو نہیں ہوتا اس لئے پہلے سے معاملہ کی صفائی کر لیتا ہوں تا کہ آنے والے کو اپنا وقت اور روپیہ صرف ہونے کے بعد عدم کامیابی پر افسوس نہ ہو اور مجھ کو اس کا ذمہ دار نہ سمجھے میں کسی کو اپنی طرف سے الجھن یا دھوکہ میں ایک لمحہ کے لئے رکھنا نہیں چاہتا معاملہ صاف کر لیتا ہوں اس کے بعد وہ خود ذمہ دار ہے غرض اس میں محض آنے والوں کی مصلحت اور رعایت مقصود ہے اور اب تو تجربہ سے میں نے آنیوالوں کے لئے ایک اور قید کا اضافہ کیا ہے یہاں پر آ کر مکاتبت و مخاطبت قطعاً نہ کریں خاموش مجلس میں بیٹھے رہا کریں اور اس کے بعد وطن واپس پہنچ کر جو رائے ہو اس کے موافق عمل کریں اس میں طرفین کی مصلحت ہے طالب کی تو وہی مصلحت ہے جو اوپر معروض ہوئی اور میری یہ مصلحت ہے کہ بے اصولی قیل و قال سے نجات و راحت رہتی ہے اب اس کا جو نفع طالب کو محسوس ہوتا ہے وہ سنئے کہ بعض لوگوں نے وطن واپس پہنچ کر لکھا کہ پہلے تو ہماری سمجھ میں اسکی مصلحت نہ آئی تھی مگر دس روز خاموش رہنے سے جو نفع اب محسوس ہوا وہ دس برس کے مجاہدہ سے بھی نہ ہوتا اب بتلایئے کہ یہ قواعد اور اصول کیسے ہیں مفید ہیں یا بیکار ہیں۔

دو صدی سے ہندوستان کے بے نظیر علماء:

(ملفوظ ۸۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس دو صدی کے اندر جس شان کے علماء ہندوستان میں گذرے ہیں اُن کے زمانہ میں ان کی مثال ممالک اسلامیہ میں بھی بہت کم ہے ایک عالم تھے مکہ معظمہ میں درس فرمایا کرتے تھے کہ قرآن نازل ہوا عرب میں اور پڑھا اس کو مصریوں نے اور لکھا رومیوں نے اور سمجھا ہندیوں نے نیز سیاح لوگوں سے معلوم ہوا کہ اسلام کی جو اچھی حالت ہندوستان میں ہے وہ ممالک اسلامیہ میں بھی نہیں اس کا راز یہ سمجھ میں آیا کہ وہاں کے لوگ اسلامی سلطنت ہونے کی بناء پر بے فکر ہیں اور ہندوستان میں ہر مسلمان چاہے وہ عوام میں سے ہو یا وہ علماء ہوں اپنے کو ذمہ دار سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے خبر نہ لی تو اور کون سرپرست ہے جو خبر گیری کرے گا اسی طرح دنیوی امور میں بھی بلاد یورپ کو کوئی خاص امتیاز نہیں حضرت مولانا دیوبندی رحمہ اللہ جب مالٹا سے تشریف لائے تو ظرافت سے فرمایا کہ جب تک یورپ نہ دیکھا تھا تو خیال ہوتا تھا کہ وہاں کا آسمان کم از کم سونے کا ہوگا اور زمین چاندی کی مگر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہاں بھی ایسا ہی آسمان اور زمین ہے مالٹا کے متعلق ایک اور لطیف بات فرمائی کہ جب تک مالٹا میں رہے پاؤں تو بند تھے مگر زبان کھلی ہوئی تھی اور ہندوستان میں آکر پاؤں تو کھل گئے مگر زبان بند ہوگئی۔ حضرت مولانا کی عجیب ہی ذات تھی حضرت کو بہت ہی کم لوگوں نے پہچانا مدعیوں کا محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے کہ ہم متبع ہیں تم تو محض اپنے اعتراض کے متبع ہو تم بڑے فخر سے کہتے ہو کہ حضرت اسیر مالٹا تھے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ امیر مالٹا تھے تم کہتے ہو کہ شیخ الہند تھے ہم کہتے ہیں کہ شیخ العالم تھے اب بتلاؤ مولانا کا زیادہ معتقد کون ہے جس چیز کو ہم ذریعہ نجات سمجھتے ہیں یعنی اپنے بزرگوں سے تعلق بحمد اللہ وہ حقیقت میں ہم کو حاصل ہے تمہارے زبانی دعوے سے کیا ہوتا ہے اگر اجتہادی اختلاف سے تم ہمارے اعتقاد کا انکار بھی کرو تو ہم دلگیر نہیں ہوتے جیسے کیمیاگر کبھی دلگیر نہیں ہوتا اگرچہ ساری دنیا اس کو جھٹلائے وہ کہتا ہے کہ الحمد للہ میں کیمیاگر ہوں یہ سب جھوٹے ہیں حضرت مولانا نے مجھ سے اختلاف میں بھی اتفاق رکھا ہے یہ کتنی مسرت کی بات ہے۔

بڑوں کی بدفہمی کی شکایت:

(ملفوظ ۸۵) ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ اگر چھوٹا بچہ باپ کی ڈاڑھی بھی نوچنے لگے تو کوئی رنج نہیں ہوتا اس لئے کہ بچہ ہے اس کو کیا خبر بے عقل ہے بلکہ الٹا باپ اس کے

ہاتھ چومتا ہے رنج تو اس کا ہوتا ہے کہ سمجھدار عاقل ہو کر پھر ایسی حرکت کرے دیکھئے یہی خط جو بے ڈھنگے پن سے لکھا گیا ہے یہ ہی کیا اذیت کے لئے تھوڑا ہے خدا معلوم تہذیب کہاں رخصت ہو گئی یہ اس آزادی کی نئی تعلیم کا اثر پرانی تعلیم والوں پر بھی ہو گیا اس تعلیم میں کیسا زہریلا اثر ہے میں نے جواب بھی ایسا لکھا کہ طبیعت خوش ہو جائے گی میں ہی کیوں رعایت کروں جب ان ہی بے فکروں کو دوسرے کی اذیت کا خیال نہیں پھر مجھ کو بدنام کرتے ہیں کہ بدخلق ہے سخت گیر ہے یہ بڑے باخلق اور نرم گیر ہیں شرم نہیں آتی نالائقوں کو۔

ایک فہیم کو جلد بیعت فرمالیا:

(ملفوظ ۸۶) ایک نو وارد شخص آئے اور حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ بیعت ہو کر کیا کرو گے عرض کیا کہ جو بتلاؤ گے وہی کروں گا فرمایا کہ اگر ہم یہ کہیں کہ گھر جا کر خط لکھنا خط کے ذریعہ ہم بیعت کرلیں گے اس کو مان لو گے عرض کیا کہ مان لونگا فرمایا کہ اس پر تو ضد نہ کرو گے کہ ہاتھ ہی پر ہاتھ رکھ کر بیعت ہونگا عرض کیا کہ ضد کیوں کروں گا جو حکم ہو گا وہی کروں گا فرمایا ماشاء اللہ فہم سلیم اس کو کہتے ہیں اچھا بھائی میں تم کو بعد نماز مغرب بیعت کرلوں گا اس پر فرمایا کہ مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے اس شخص سے میں نے خشک برتاؤ کیوں نہیں کیا میرے یہاں جو تشددات کہے جاتے ہیں اُن سے طلب کا امتحان ہو جاتا ہے۔

ایک کوڑھ مغز کا خط:

(ملفوظ ۸۷) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ حضرت والا کے وسیلے سے بندہ کے سب اعمال و عادات درست ہو جائیں گے میں نے جواب لکھا ہے کہ میرے وسیلہ کو اصلاح اعمال سے کیا تعلق یہ اس لئے پوچھا تا کہ معلوم ہو کہ سمجھ کر لکھا ہے یا محض الفاظ ہی ہیں اس لئے یہ سوال کی بات تھی ایسے مطالبات کی بناء پر مجھ کو متشدد سمجھتے ہیں چنانچہ بار بار ایسے ہی سوال و جواب کرنے پر ایک شخص نے لکھا تھا کہ آپ گورنمنٹ کے بہت خیر خواہ ہیں ٹکٹ بہت بکواتے ہیں حاصل یہ کہ ڈاک کے ٹکٹ زیادہ خرچ ہوتے ہیں اب بتلایئے ایسے کوڑھ مغزوں کا کیا علاج۔

حضرت حکیم الامت نے مدتوں بعد طریق زندہ کیا:

(ملفوظ ۸۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طریق مردہ ہو چکا تھا مدتوں کے بعد دوبارہ

زندہ ہوا اور حقیقت واضح ہوئی مگر لوگ اب بھی یہی چاہتے ہیں کہ سب غتر بود ہو جائے سو یہ کیسے ہو سکتا ہے جس کو خدا نے کشادہ کر دیا اس کو بند کون کر سکتا ہے مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (اللہ جو رحمت لوگوں کے لئے کھول دے سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو بند کر دے سو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنیوالا نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔۱۲) اب بحمد اللہ طریق بے غبار ہے صدیوں تک تجدید کی ضرورت نہیں اور جب ضرورت ہوگی حق تعالیٰ اور کسی کو پیدا فرما دینگے مگر اس چودھویں صدی میں تو ایسے ہی پیر کی ضرورت تھی جیسا کہ میں ہوں لٹھ۔

۸ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

متعلم کو سہل تعلیم کی درخواست کا حق نہیں:

(ملفوظ ۸۹) فرمایا کہ ایک خط آیا تھا اس میں بعض امراض باطنی کو لکھ کر لکھا تھا کہ ان کا کوئی سہل علاج تجویز فرمایا جاوے دیکھئے جس کی درخواست کی گئی ہے کتنی بدنما بات ہے میرا ایک وعظ ہے التحصیل والتسہیل اس میں اس مسئلہ کو بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ معلم کے ذمہ کیا چیز ہے آیا طریق تحصیل کی تعلیم یا طریق تسہیل کی تعلیم اور خود اکثر طرز قرآن و حدیث کا یہی تعلیم تحصیل ہے مثلاً فرمایا گیا ہے لَا تَقْرَبُوا الزِّنَآ (اور زنا کے پاس مت پھٹکو۔۱۲) یہ نہیں فرمایا کہ اس سے بچنے کی سہل تدبیر یہ ہے دوسری جگہ اس کے مقدمات کا انسداد بتلایا گیا ہے يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔۱۲) یہ خود عمل مشقت کا ہے اس کی تسہیل کا طریق نہیں بتلایا گیا ہاں کہیں کہیں تبرعاً تسہیل کا طریقہ بھی بتلایا گیا ہے مگر اس میں اطراد اور عموم نہیں اس غلطی میں بکثرت لوگ مبتلا ہیں کوئی سہل علاج بتلا دو، سو کیا یہ معلم کے ذمہ ہے اور نہ متعلم کو اس کے مطالبہ کا حق ہے ہاں شفقت و رحمت کی بنا پر اگر کہیں مصلحت ہوتی ہے تسہیل کی تعلیم بھی کر دیتے ہیں مگر اس کی ذمہ داری نہیں دیکھئے اگر اس کی کوئی اصل ہوتی تو حضور ﷺ ہر عمل میں سہولت کی تدبیر بتلا دیتے مگر نہیں بتلائی بہر حال قرآن پاک اور حدیث میں تسہیل کی تدبیر ہر جگہ نہیں بتلائی گئی مگر پھر بھی اکثر لوگ شیوخ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس سے بچنے کا سہل طریق بتلایئے اس میں کثرت سے لوگوں کو ابتلا ہو رہا ہے یا بعضے اگر اس کا براہ راست مطالبہ نہیں کرتے مگر وہ بواسطہ اس کے

طالب ہوتے ہیں اس طرح سے کہ کیفیات وثمرات کے منتظر رہتے ہیں کہ ذوق وشوق ہوتا کہ سہولت سے عمل کا صدور ہوتا رہے مگر یہ کیفیات بھی کوئی اختیاری چیزیں نہیں بعض اشخاص سے حق تعالیٰ کو ساری عمر مجاہدہ کرانا منظور ہوتا ہے اور وہ جانتے ہیں کہ ثمرات کے بعد یہ عمل چھوڑ دیگا وہاں ثمرہ مرتب نہیں فرماتے اب ایک شبہ اس سہولت کے متعلق اور ہو جاتا ہے کہ اگر شیخ صاحب تصرف ہو تو بڑی سہولت سے کام ہو سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ کا اول تو صاحب تصرف ہونا ہی ضروری نہیں اور یہ کوئی نقص نہیں منافی کمال نہیں اور اگر شیخ صاحب تصرف بھی ہو تو یہ کیا ضروری ہے کہ وہ تمہارے لئے تصرف ہی سے کام لے اگر اس کو تم سے کسی مصلحت کے سبب چکی ہی پسوانا مقصود ہو تو تم کو کیا حق ہے اس کی تجویز میں دخل دینے کا اور اگر اس پر بھی دخل دیا جاوے تو شیخ کا اتباع کہاں ہوا اس صورت میں تو اپنا ہی اتباع ہوا ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ ان کا ایک مرید برسوں سے خانقاہ میں پڑا ہوا تھا کرتا کراتا کچھ نہ تھا دوسرے لوگ آتے کوئی مہینہ میں کوئی دو مہینہ میں کوئی چھ مہینے میں کو سال دو سال میں کام کر کیا اور صاحب اجازت ہو کر چل دیتے مگر یہ شخص اسی انتظار میں تھا کہ شیخ ہی خود کچھ تصرف کریں حتیٰ کہ اس انتظار میں اس کو یہ وسوسہ ہونے لگا کہ غالبا شیخ بیچارے تصرف سے کورے ہیں اس خطرہ کی اطلاع شیخ کو ہوگئی یہ لوگ بڑے عالی ظرف ہوتے ہیں اس کو پی گئے اتفاق سے ایک روز شیخ نے اس مرید سے فرمایا کہ آج ایک مٹکا پانی سے بھر کر خانقاہ کے دروازہ پر رکھو اور ایک پچکاری لاؤ اور ہم کو اطلاع کرو غرض یہ کہ مرید صاحب نے سب انتظام مکمل کر کے شیخ کو اطلاع کی شیخ خانقاہ کے دروازہ پر پچکاری ہاتھ میں لے کر بیٹھے خانقاہ کا دروازہ لب سڑک تھا ہندو مسلمان کفار کے سو سو دو دو سو کے غول خانقاہ کے دروازہ کے سامنے سے گذرتے تھے شیخ پچکاری بھر بھر کر کفار کے مجمع پر مارتے جس کافر پر ایک چھینٹ بھی پڑ جاتی بیساختہ وہی کلمہ شہادت پڑھنے لگتا ایک ہی تاریخ میں شیخ نے ہزاروں کفار کو مسلمان بنا دیا جب پانی ختم ہو گیا شیخ مسند پر جا بیٹھے اور اس مرید کو بلا کر فرمایا کہ دیکھا کہ تمہارا شیخ کیسا صاحب تصرف ہے دیکھا شیخ کا تصرف ایک ہی تاریخ میں ہزار ہا کفار کو مسلمان بنا دیا کفر سے نکال کر اسلام میں داخل کر دیا مگر یاد رکھو تجھے تو چکی ہی پسواؤنگا جب ہی کچھ حاصل ہوگا تو شیخ کبھی صاحب تصرف ہوتا ہے مگر کسی مصلحت سے اس کا ظہور نہیں ہوتا مگر اصل بات وہی ہے جو میں کہہ آیا ہوں کہ اگر شیخ صاحب تصرف بھی نہ ہو تو نقص کیا ہے ایسے ہی صاحب کشف ہونا بھی شیخ کا ضروری نہیں

ضرورت کی جو چیز ہے وہ فن ہے شیخ کے لئے فن سے واقفیت ضروری چیز ہے باقی یہ سب چیزیں زوائد سے ہیں بلکہ آج کل تو اگر کوئی صاحب تصرفات بھی ہو مگر سنت سے ہٹا ہوا ہو اس سے زیادہ بچنے کی ضرورت ہے۔

تہجد پڑھنے کے لئے ہمت سے کام لینا:

(ملفوظ ۹۰)　ایک خط کے جواب میں فرمایا کہ اگر تہجد پر دوام نہیں ہوتا تو ترک تہجد پر بھی دوام نہیں ہونا چاہئے اپنی طرف سے ہمت رکھے پھر ناغہ بھی عمل کے حکم میں شمار ہوگا۔

طریق اصلاح جنم روگ ہے:

(ملفوظ ۹۱)　ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو طریق اصلاح ہے جنم روگ ہے عمر بھر یہ ہی سلسلہ رہتا ہے مگر لوگ یہاں آرام چاہتے ہیں کہ دُنیا ہی میں جنت ہو جائے یہاں تو مشقت مثل لازم کے ہے اور جس قدر ہوگی اتنا ہی اجر بھی بڑھے گا وہ مشقت یہ ہے کہ ہر قدم پر نفس کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے یہ نہ ہو تو پھر انسان کا کمال ہی کیا ہوگا یعنی شر کا جو داعیہ طبعی ہوتا ہے اس کی مخالفت کرنا اور اس کو عقل سے مغلوب کرنا یہی مجاہدہ اور مشقت ہے باقی محض حدیث النفس کوئی چیز نہیں جب تک اس کے اقتضاء پر عمل نہ ہو عقل کا کام صرف منفعت کو دکھلانا ہے پھر اس کے بعد اگر اتباع کیا طبیعت کا تو یہ شخص حیوان ہے اور اگر اتباع کیا عقل کا تو انسان ہے مگر خود عقل کے اتباع کے بھی حدود ہیں ورنہ حدود سے آگے غلو کرنے سے یہ عقل خود سبب ہو جاتی ہے غلبہ حیوانیت کی اس لئے کہ جو چیز حد سے گذر جاتی ہے اس کی حقیقت اس کی خاصیت سب بدل جاتے ہیں اب ایک بات اور رہ گئی ہے وہ یہ کہ نفس کے لئے بعض اوقات لوگوں کی ملامت مانع عمل ہو جاتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ طعن و تشنیع خود موجب اجر ہیں اس کے ہوتے ہوئے تو مجاہدات اور ریاضات میں زیادہ برکت اور نورانیت پیدا ہو جاتی ہے یہ بدنی مجاہدات سے بھی زیادہ مجاہدہ ہے غرض یہ تمام موانع ہیں نفس کو بچہ کی طرح بہلانا اور سمجھانا چاہئے یہ اس وقت کام دیتا ہے اس بہلانے پر ایک بزرگ کی حکایت یاد آئی کہ وہ شب کو ایک رکابی پلاؤ کی بھر کر سامنے مصلے پر رکھ لیتے اور ہر دفعہ میں فرماتے کہ اب کی مرتبہ دو نفلیں پڑھ کر تجھ کو پلاؤ کھلاؤں گا تمام شب اسی طرح عبادت میں گذر جاتی اور صبح کو وہ رکابی پلاؤ کی بدستور موجود رہتی مگر یہ بھی اُن ہی حضرات کے نفس تھے جو روزانہ بہلانے میں آ

جاتے تھے اب تو کوئی کر کے دیکھے ایک دن تو نفس مان لے گا یا زائد سے زائد دو دن پھر تیسرے روز قبضہ میں آنا مشکل ہو گا یوں کہے گا کہ بس تمہارے وعدوں کا تجربہ کر چکا اب قابو میں نہ آؤں گا سو اب ایسا بھی کرنا نہ چاہئے کام بھی نکال لے اور حسب وعدہ اسکو کھلا بھی دے خلاصہ یہ کہ نفس کو راہ پر لانے کی مختلف تدبیریں ہیں جو تبدل حالات سے بدلتی رہتی ہیں جس طرح ہو سکے کام نکالنا چاہئے۔

اصل چیز طلب اور ہمت ہے:

(ملفوظ ۹۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہمارے ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ اگر کبھی دوام ہو کبھی نہ ہو تو اس مجموعہ ہی پر دوام کر لو یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے مگر یہ علاج حقیقت نہیں سب تدابیر ہیں اصل چیز طلب اور ہمت ہے اس سے کام کرنے کی ضرورت ہے اور یہ تدابیر جزئیہ حیلے ہیں اس سے کام لینے کے۔

طریق کامل کی صحبت سے سمجھ آ سکتا ہے:

(ملفوظ ۹۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حقیقت تو یہ ہے کہ طریق کامل کی صحبت ہی سے سمجھ میں آ سکتا ہے کتابوں کے دیکھنے سے کیا ہوتا ہے کتابوں میں تو سب ہی کچھ ہے مگر بتلانے والے کی بھی ضرورت ہے جیسے طب کی کتابوں میں سب کچھ ہے مگر بدون طبیب حاذق کے کچھ نہیں کر سکتے ایسے ہی یہاں سمجھ لیا جائے۔

عمل شروع کرتے ہی دشواری سہولت بن جاتی ہے:

(ملفوظ ۹۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عمل تو اگر دشوار بھی ہو تو شروع کر دے پھر سہولت بھی حق تعالیٰ میسر فرما دیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی لے ہمارے اکابر تو تسہیل کا بہت قصد کرتے ہیں مگر بعض چیز سہولت کی ہوتی ہی نہیں کیا کیا جاوے ایک شخص بی اے ہیں وہ یہاں پر آئے تھے ہیں سمجھدار شخص یہاں سے وطن واپس جا کر لکھا کہ میرے اندر کبر کا مرض ہے اور نفس اس لکھنے پر بھی تیار نہیں کہ کبر کو اپنی طرف منسوب کرے میں نے لکھا کہ یہ ہی مضمون مجھ کو پانچ مرتبہ لکھ کر بھیج دو پانچ مرتبہ بھی نہیں لکھنے پائے کہ مرض سے شفا ہو گئی اب اس سے زیادہ اور کیا تسہیل ہو گی اب وہ بتلائیں جو اس طریق کو بدعت کہتے ہیں کہ اس میں بدعت کی کونسی بات ہے یہ تو تدابیر ہیں جیسے طبیب جسمانی

امراض کی تدابیر اختیار کرتا ہے ایسے ہی اس طریق میں خاص تدابیر ہیں ان ہی تدابیر کا نام مستقل فن ہو جانے کی وجہ سے تصوف رکھ دیا ہے یہ تدابیر خود مقصود بالذات نہیں نہ اصل طریق ہیں اصل تو صرف اعمال واجبہ ہیں جو مامور بہ ہیں ہاں یہ تدابیر اس مقصود کے معین ہیں تو ان میں بدعت کی کونسی بات ہوئی مگر ہر حال میں یہ سب کچھ موقوف ہے ارادہ پر مگر لوگ ارادہ ہی نہیں کرتے محض تمنا کرتے ہیں اگر ارادہ کریں سخت سے سخت کام آسان ہو جائے اور بے ارادہ آسان سے آسان کام سخت ہو جاتا ہے ہمارے خاندان کی ایک عورت کی حکایت ہے کہ ان کو آنکھ کھلنے کے وقت شب کو پیاس لگی خاوند سے کہا کہ پیاس لگ رہی ہے خاوند نے کہا کہ اٹھ کر پانی پی لو مگر کم ہمتی سے نہیں اُٹھی خاوند تھے ظریف کچھ دیر کے بعد کہا کہ مجھ کو بھی پیاس لگ گئی پانی پلا دو عورتوں کو شوہر کی راحت کا خاص خیال ہوتا ہے اس لئے اٹھ کر پانی لائی خاوند نے کہا کہ مجھ کو پیاس نہیں بہانہ سے منگایا ہے تم پیلو تب سمجھی اب دیکھ لیجئے اپنے لئے پیاس لگنے پر پانی پینے کا ارادہ نہ تھا اٹھنا مشکل ہو گیا اور خاوند کیلئے ارادہ کیا تو آسان ہو گیا حق تعالیٰ ارادہ کے متعلق فرماتے ہیں من اراد الآخرة وَسَعیٰ لَهَا سَعْیَهَا فَاُولٰئِکَ وَهُوَ مُؤمِنٌ کَانَ سَعْیُهُمْ مَشْکُوْرًا اور تمنا کے متعلق فرماتے ہیں ام للانسان ماتمنی تمنا کے متعلق یہ فرمایا اور ارادہ کے متعلق یہ فرمایا جب انسان ارادہ کرتا ہے سخت سے سخت اور مشکل سے مشکل کام سہل ہو جاتا ہے اور درمیان کے تمام حائل اور موانع خود بخود دور ہوتے چلے جاتے ہیں پھر اس کام کے ہر جزو میں ارادہ کی ضرورت نہیں رہتی جیسے کوئی شخص بازار جانے کا ارادہ کرے تو اوّل مرتبہ تو پہلا قدم اٹھانے پر ارادہ کی ضرورت ہوگی پھر آخر تک ارادہ کی ضرورت نہیں رہتی وہی پہلا ارادہ ممتد ہوتا چلا جاتا ہے ورنہ اگر ہر قدم پر مستقل ارادہ کرے تو صبح سے شام تک بھی بازار کا راستہ طے نہ کر سکے خلاصہ یہ ہے کہ کام شروع کر دینا چاہئے اور یہ نہ دیکھنا چاہئے کہ کچھ حاصل بھی ہوا یا نہیں جیسے چکی پینے والی عورت اگر چکی کے ہر پھیر پر یہ دیکھے کہ کس قدر پس چکا تو بس آٹا پس چکا اس کی صورت تو یہ ہی ہے کہ غلہ ڈال لے جائے اور چکی کو گھمائے جائے جب صبح کو دیکھی گی تو چکی کا گرنڈ یعنی مخزن آٹے سے بھرا پائے گی غرض کام کرنا چاہئے اور اس پر آمادہ رہنا چاہئے کہ چاہے کچھ نفع ہو یا نہ ہو اور عمل بھی خواہ کبھی ہو اور کبھی نہ ہو اس کی طرف نظر ہی نہ کرے کام شروع کر دے اور ایک اور بات کام کی اس وقت ذہن میں آئی وہ یہ کہ ماضی کی کوتاہی کو بھلا دینا چاہئے یہ بھی ایک بہت بڑی غلطی ہے کہ ماضی پر مستقبل کو قیاس

کرتے ہیں کہ آئندہ بھی ایسی ہی کوتاہی ہوگی اس سے بھی ہمت ٹوٹ جاتی ہے نیز اگر کام کرنے کے زمانہ میں کوئی لغزش ہو جائے یا کسی نا مناسب بات یا فعل کا صدور ہو جائے اس کا بھی مراقبہ کرنے پر بیٹھ جائے بس دل سے اللھم اغفرلی کہہ کر آگے چلے ورنہ پھر یہ مراقبہ بھی اپنا ہی مطالعہ ہوگا اس طرف کا تو مشاہدہ پھر بھی نہ ہوا ایک ضروری بات اور بھی ہے کہ کام کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ خواہ قلیل ہی کی توفیق ہو اور ہمیشہ کے لیے بھی توفیق کی امید نہ ہو اس کو بھی غنیمت سمجھے مثلاً یہ خیال کرے کہ آج کی دو رکعت بھی کیوں چھوڑیں شاید یہی نجات کا سبب ہو جائیں سو اس طریق سے کام کر کے دیکھو پھر دیکھو گے کیا سے کیا ہوتا ہے۔

۸ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

اخلاق متعارفہ سے اصلاح نہیں ہوسکتی:

(ملفوظ ۹۵) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اگر میں اخلاق متعارفہ اختیار کروں اور تمہاری للو پتو میں رہوں تو تمہاری اصلاح کیسے ہو باقی اصلاح کے اس طرز خاص میں مجھ کو اپنی کسی بات اور کسی کام اور کسی حالت پر ناز نہیں اور ناز تو کس چڑیا کا نام ہے میں تو واقعی اپنے کو کلب اور خنزیر سے بدتر سمجھتا ہوں بھلا کوئی اس کا کیا یقین کر سکتا ہے اس لئے میں بتلاتا ہوں کہ خنزیر سے بدتر سمجھنا اس معنی کر ہے کہ ان میں عقوبت کا احتمال نہیں اور ہم میں عقوبت اور عذاب کا احتمال ہے اب بتلاؤ کون اچھا ہے نیز باب اصلاح میں میں بحمد اللہ امین ہوں یعنی کسی کی حالت کی اطلاع دوسرے کو نہیں کرتا اگر کسی کا مضمون نقل کراتا ہوں تو اس کا نام نہیں نقل کراتا کہ یہ کس کا مضمون ہے غرض میں ہر قسم کی رعایت کو ملحوظ رکھتا ہوں اور امراض باطنی کا سہل سے سہل علاج تجویز کرتا ہوں اور کسی مرض کو لا علاج نہیں بتلاتا ہوں کیونکہ طب جسمانی میں تو بعض امراض ایسے ہیں کہ اُن کا کوئی علاج نہیں مگر طب روحانی میں بحمد اللہ کہیں گاڑی نہیں اٹکتی پھر جب اتنی رعایتوں پر بھی مجھ کو اذیت دی جاوے تو کہاں تک تغیر نہ ہو آخر میں بھی انسان ہوں بشر ہوں تو مجھ کو اس قدر ستایا ہی کیوں جاتا ہے اس پر اگر کچھ کہتا ہوں تو مجھ کو بد خلق اور سخت گیر مشہور کرتے ہیں اور اپنی حرکت کو نہیں دیکھتے اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ چپکے سے ایک شخص کے سوئی چبھو دی اور الگ ہو گئے اب وہ چیخ رہا ہے چلا رہا ہے جھلا رہا ہے اس کے اس چیخنے اور چلانے اور جھلانے کو تو

سب دیکھ رہے ہیں مگر اس کے سوئی چبھونے کو کسی نے نہیں دیکھا پھر اس پر یہ کہا جائے کہ میاں ایک ذرا سی سوئی ہی تو چبھوئی ہے اس قدر غل کیوں مچاتے ہو جی ہاں جب تمہارے چبھوئی جائے تب پتہ چلے اگر کہو کہ ہم تو برداشت کر سکتے ہیں تو میں کہوں گا کہ تم بے حس ہو جیسے فالج زدہ پر کوئی اثر نہیں ہوتا دوسرا تو بے حس نہیں اس کو محسوس ہوتا ہے۔

حضرت حکیم الامت کا بجز حقوق مالیہ جملہ حقوق معاف فرمانا:

(ملفوظ ۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں بجز حقوق مالیہ کے اور سب حقوق بندگان خدا کو معاف کر دیتا ہوں جیسے سب دشتم وشکایت وغیبت وغیرہ اور حقوق مالیہ اس لئے معاف نہیں کرتا ممکن ہے کہ میرا کوئی قلمدان ہی اٹھا کر لے جائے کہ یہ تو حقوق مالیہ بھی معاف کر چکا۔

مصالح دنیوی کو دین پر مقدم کرنا کتنا غضب ہے:

(ملفوظ ۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل مصلحت پرستی کا بازار گرم ہے بکثرت مصالح دنیوی کو دین پر مقدم سمجھتے ہیں کتنے غضب اور ظلم کی بات ہے میں بحمد اللہ دین کو مقدم رکھنا چاہتا ہوں مصالح دنیوی پر بس یہی لوگوں سے میری لڑائی کا راز ہے اسی وجہ سے میں بدنام ہوں میں تو کہتا ہوں کہ مصالح جس قدر پسے جائیں اسی قدر سالن لذیذ ہوتا ہے جی ہمیشہ یہ چاہتا ہے کہ خواہ دنیا کی مصلحت نہ ہو مگر دین کی مصلحت محفوظ رہے کسی کام کا کسی بات کا داعی دنیا نہ ہو محض دین ہو۔

گاؤں میں جمعہ جائز نہیں:

(ملفوظ ۹۸) ایک صاحب نے گاؤں میں جمعہ کے جواز کے متعلق سوال کیا فرمایا کہ امام صاحب کے نزدیک گاؤں میں جمعہ جائز نہیں حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے ایک بار آبہہ والوں سے (یہ ایک گاؤں ہے) فرمایا تھا کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ آبہہ والے میرے ہیں اور آبہہ میرا ہے مگر تعجب ہے کہ تم لوگ وہاں جمعہ پڑھتے ہو تب ان لوگوں نے جمعہ پڑھنا ترک کیا حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ اس مسئلہ میں بہت محتاط تھے اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ اس مسئلہ میں قدرے توسع رکھتے تھے۔

سماع ڈھولک سارنگی سے کھلم کھلا حرام اور معصیت ہے:

(ملفوظ ۹۹) ایک صاحب نے سماع کے متعلق ذکر کیا فرمایا کہ آج کل سماع کہاں ہے لہو ولعب ہے،

میرا اس کے متعلق ایک مستقل رسالہ ہے حق السماع اسکا نام ہے اس کا دیکھ لینا ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہے ایک بزرگ ہیں حضرت شاہ نجات اللہ صاحب کرسی ایک مقام ہے وہاں ان کا مزار ہے کسی نے ان کے سامنے تخت پر زور سے لکڑی ماردی اس پر فرمایا کہ یہ بھی باجا ہے اس قدر احتیاط تھی اور آج کل تو ڈھولک سارنگی ستار ہارمونیم گراموفون لوگوں میں شیر وشکر کی طرح رائج ہو رہے ہیں یہ کوئی سماع ہے جو بعض اہل حال سے منقول ہے یہ تو کھلم کھلا معصیت ہے اور قطعاً حرام ہے، خواہ مخواہ بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں بلکہ خود اصل سماع ہی کے متعلق بے حد شرائط ہیں رسالہ مذکورہ دیکھنے سے اس کی حقیقت کا انکشاف ہو جائے گا اس کو دیکھ لیا جائے پھر کسی سوال کی ان شاء اللہ حاجت نہ رہے گی۔

طریقت میں حضرت گنگوہی کی عجیب البیلی شان:

(ملفوظ ۱۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کی طریقت میں بھی عجیب البیلی شان تھی حضرت کا اکثر حصہ عمر کا درس تدریس میں گذرا اور نہ بڑے حقائق کا اظہار ہوتا میرے ایک دوست نے ایک مرتبہ حضرت کو بعد وفات خواب میں دیکھا دو باتیں فرمائیں ایک یہ کہ ہم کو تو حق تعالیٰ نے مرنے کے بعد خلافت دیدی میں نے اس کی تعبیر یہ سمجھی کہ حق تعالیٰ نے افاضہ کا تصرف عطا فرمایا ہے جیسے بعض بزرگوں کو بعد وفات عطا ہوتا ہے اور دوسری بات میرے متعلق فرمائی کہ ذرا تیزی ہے مزاج میں پھر فرمایا کہ خیر کچھ ڈر نہیں۔

۹ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

واقعہ ایڈیٹر اخبار (اہل حدیث) کے تدین وامانت کا فقدان:

(ملفوظ ۱۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک اخبار ایک مقام سے نکلتا ہے یہ بعض مدعیان عمل حدیث کا پرچہ ہے اس میں میری ایک عبارت جو ایک آیت کی تفسیر کے متعلق ہے نا تمام نقل کر کے شبہ کیا گیا ہے کس قدر غضب اور ظلم کی بات ہے بعض لوگوں میں تدین اور امانت کا نام نہیں ہوتا دعویٰ ہی دعویٰ ہوتا ہے اہل حدیث ہونے کا نیز اعتراض کر کے مجھ کو یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ ابن تیمیہ ابن القیم کی کتابیں دیکھا کرو میں کہتا ہوں کہ تم دیکھ کر بہت محقق ہو گئے میری جس عبارت پر شبہ کیا تھا میں اس سے پیشتر اس کا جواب بھی دے چکا ہوں تدین اور امانت کی بات تو یہ

تھی کہ میرے اُس جواب کو نقل کر کے اس سے تعرض کرتے کچھ خدا کا خوف بھی تو چاہئے کہ میری نا
تمام عبارت نقل کر کے اعتراض کر دیا یہ نہ سوچا کہ اگر کسی نے وہ مقام پورا دیکھا تو وہ کیا کہے گا میں
ان کو تو کوئی جواب نہ دونگا مگر ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے یہاں اس مقام کو نقل کرا کر شائع کر دوں گا
ایسے بے احتیاط لوگوں سے خطاب کرنا ہی لا حاصل ہے وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا
پر عمل کا یہی موقع ہے آج کل کے اکثر غیر مقلدوں میں تقویٰ طہارت نہیں ہوتا الا ماشاء اللہ پھر ان
بزرگ صاحب اخبار کو میری غلطی ہی نکالنا تھی تو مجھ کو خاص طور پر اطلاع کر دینا کافی تھا اخبار ہی
میں چھاپنے کی کون ضرورت تھی اور وہ بھی نام کے ساتھ اور اگر میرے مضمون کے متعلق یہ خیال تھا
کہ اس کی اشاعت ہو چکی اس سے لوگ گمراہ ہونگے اس لئے اشاعت ضروری ہے تو صرف یہ لکھ
دینا کافی تھا کہ ایک ایسی تفسیر ہماری نظر سے گذری جو سلف کے خلاف ہے ہم بغرض اطلاع اس کی
اشاعت کرتے ہیں مگر یہ تو جب کرتے جبکہ اس اشاعت سے دین مقصود ہوتا مقصود تو فخر ہے کہ ہم
نے فلاں شخص کی غلطی پکڑی پھر وہ بھی غلط تحریف کر کے مضمون کی پوری عبارت بھی تو نقل نہیں کی
ایسی حرکت تو شرعاً بھی جائز نہیں میں نے ان کو یہ بھی لکھا تھا کہ سوال کے طریقہ سے سوال کرو بلا
ضرورت اعتراض کا لہجہ نہیں ہونا چاہئے تو آپ نے اس کا بھی سنت ہونا ثابت کیا ہے کہ حدیث
میں آیا ہے حضرت عائشہؓ نے حضور سے حساب یسیر کے متعلق ایسے ہی لہجہ میں سوال کیا تھا یہ ہیں
عامل بالحدیث اور ان کا دعویٰ ہے حدیث دانی کا اتنا بھی معلوم نہیں کہ اگر اس لہجہ کا تحقق علی سبیل
التنزیل تسلیم بھی کر لیا جاوے تب بھی یہ فرق ہے وہاں بے تکلفی تھی وہاں لہجہ پر نظر نہ تھی دوسرا شخص
تو اس قیاس کا یہ جواب دیتا کہ تم بھی میری بیوی بن جاؤ پھر لہجہ کا میں بھی خیال نہ کروں گا اگر میری
پوری عبارت نقل کر کے اعتراض کیا جاتا تو مجھ کو اس قدر رنج نہ ہوتا اور الحمد للہ مجھ کو اپنے زلات
لغزشوں پر کبھی اصرار نہیں ہوتا سمجھ میں آتے ہی رجوع کر لیتا ہوں پھر اس فضول بلکہ موذی طرز کی
کیا ضرورت تھی میرا تو قدیم سے معمول ہے کہ جب کوئی میری غلطی پر متنبہ کرتا ہے تو سب سے
اول مجھ کو یہی احتمال ہوتا ہے کہ ضرور مجھ سے غلطی ہوئی ہوگی اس کے بعد پھر اس میں غور کرتا ہوں
یہ خدا کا ایک بہت بڑا فضل ہے کہ میں اول ہی سے اپنی غلطی قبول کرنے کو تیار ہوتا ہوں اور دوسرے
اکثر لوگ اول اس کے جواب کی تلاش میں لگ جاتے ہیں سب بزرگوں سے زیادہ یہ بات حضرت
مولانا یعقوب صاحب رحمہ اللہ میں تھی کہ اپنی غلطی کو فوراً تسلیم فرما کر رجوع فرما لیتے تھے اور الحمد للہ

میرے یہاں تو اس کا ایک مستقل شعبہ ہے جس کا نام ترجیح الراجح ہے اس میں برابر اپنی غلطیوں کو شائع کرتا رہتا ہوں پھر تہذیب کے ساتھ سوال کرنے پر ایک واقعہ بیان کیا کہ مجھ کو ایک مرتبہ حیدر آباد دکن میں میرے ایک دوست نے مدعو کیا تھا میں نے وہاں ایک وعظ میں ایک مضمون بیان کیا وہ تھا ایک لطیفہ مگر بیان کیا گیا صورت استدلال میں وہاں ایک بڑے معزز و ممتاز شخص ہیں فخر یار جنگ انہوں نے مجھ سے مقام وعظ پر نہیں بلکہ جائے قیام پر آ کر نہایت نرم لہجہ میں اس مقام کے متعلق اس پاکیزہ عنوان سے دریافت کیا کہ یہ استدلال کس درجہ کا ہے میں نے ان کا شبہ سمجھ کر صاف کہہ دیا کہ یہ کسی درجہ کا بھی استدلال نہیں محض ایک لطیفہ ہے جس کی صورت استدلال کی ہو گئی سو ان کے اس سلیقہ سے سوال کرنے سے کوئی ناگواری نہیں ہوئی اور مزاحاً فرمایا کہ اگر بد سلیقگی سے سوال کرتے تو میں اس کے اثر سے ناگ وارد (یعنی مشابہ سانپ کے) ہو جاتا۔

تحقیقات سائنس سے نہ فائدہ دین نہ نفع دنیا:

(ملفوظ ۱۰۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ معتقدین سائنس تو محض بیہودہ ہیں اللہ کے نہیں رسول کے نہیں، ان میں دین نہیں ایمان نہیں شب و روز یہ ہی مشغلہ ہے کہ فلاں پہاڑ کے یہ آثار ہیں فلاں ستارے میں مخلوق آباد ہے آیا آسمان گردش کرتا ہے اور زمین ساکن ہے یا زمین گردش کرتی ہے اور آسمان محض منتہائے نظر ہے اگر بالفرض یہ تحقیقات صحیح بھی ہوں مگر ان کا نتیجہ ہی کیا نہ دنیا کا فائدہ نہ دین کا اس کے بعد ایک واقعہ سائنس کے اس دعوے کے اشکال میں کہ کوئی حادث بدون اسباب طبعیہ کے نہیں ہو سکتا بیان فرمایا وہ یہ کہ اس ہی قصبہ میں ابھی چند روز ہوئے ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس کو میں نے خود صاحب واقعہ کو بلا کر بلا واسطہ اس کی زبان سے سنا کہ ایک غریب آدمی کے گھر تقریب تھی اس میں مہمان آیا ہوا تھا وہ ایک کم سِن لڑکی کو کسی بہانہ سے لے کر بھاگا اور یہ لے جانے والا شخص اس لڑکی کا رشتہ میں ماموں ہوتا تھا رشتہ بھی دور کا نہ تھا اور جو بناء لے جانے کی تھی وہ بھی کوئی بڑی مالیت کی چیز نہ تھی زائد سے زائد پانچ سات روپیہ کی چیز ہوگی جس کے لالچ میں وہ اس کو لے کر بھاگا اور اس کو تھانہ بھون سے مظفر نگر اور مظفر نگر سے نہر گنگ پر لے گیا اور چیز اتار کر اس کو ہر میں پھینک دیا میں نے خود اس لڑکی کو بلا کر سب واقعہ دریافت کیا بیان کے وقت لڑکی خوف زدہ معلوم ہوتی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ منظر اب اس کے سامنے ہے عمر لڑکی کی زائد سے زائد تقریباً آٹھ نو برس ہوگی اس کا بیان ہے کہ

جس وقت اُس نے مجھ کو نہر میں پھینکا تو میرے پانی میں گرتے ہی ایک سفید کتا میرے سامنے آ گیا اور اپنی دم میری طرف کر دی میں نے اس کی دم پکڑ لی وہ مجھ کو دور پانی میں لے کر چلا اور پھر ایک گھاٹی پر نہر کے کنارے لے گیا وہاں ایک درخت تھا جس کی شاخیں نہر کی طرف جھکی تھیں میں شاخ کے سہارے وہاں سے نکل کر نہر کی پٹری پر پہنچ گئی شام کا وقت ہو گیا وہاں کچھ مویشی چرانے والے اپنے مویشی نہر کے قریب چرا رہے تھے مجھ کو بیٹھا دیکھ کر مجھ کو گاؤں میں لے گئے وہاں لوگ میرے پاس تماشا دیکھنے جمع ہو گئے ان تماشائیوں میں خود وہ ڈبونے والا بھی تھا جو ایک قریب کے گاؤں میں اس وقت ٹھہر گیا تھا اس لڑکی نے پہچان کر بتلا دیا کہ یہ شخص تھا وہ گرفتار ہو گیا اور چالان ہو گیا تفتیش پر اقرار کر لیا اب اس کا مقدمہ ہو رہا ہے میرا مقصود اس قصہ کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ کتے کا دریا سے اس طرح نکالنا ان سائنس دانوں سے کوئی پوچھے کہ اس کا کیا اقتضاء طبعی تھا جس کی بناء پر اس نے دریا سے نکالا کوئی معقول بات بتلائیں اور یوں اڑنگ بڑنگ ہانکنے کو تو جو چاہے کہے جاؤ۔

سنار کی کھٹ کھٹ لوہار کی ایک:

(ملفوظ ۱۰۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو مشائخ سلف پر اعتراض کرتا ہے اس کا جواب صرف ایک ہے جو اس مثل کا مصداق ہے کہ سنار کی کھٹ کھٹ اور لوہار کی ایک وہ جواب یہ ہے کہ وہ حضرات عشاق تھے اور عاشق پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اُن میں سے بعض حضرات میں توسع تو تھا وہ بھی دوسروں کے ساتھ مگر اپنے نفس پر اعمال میں تشدد تھا انہوں نے یہ تو نہیں کیا کہ محض ابتغاء رخصت و سہولت کی باتوں پر عمل کرنے کے لئے تین وتر کی جگہ ایک وتر پڑھ لیا بیس تراویح کی جگہ آٹھ پڑھ لیں۔

۹ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز جمعہ

حضرت حکیم الامت کو لباس اہل فنا پسند تھا:

(ملفوظ ۱۰۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل طرح طرح کے لباس ایجاد ہو رہے ہیں اپنا مذاق تو یہ ہے کہ نہ تو رندوں کا یعنی بے قیدوں کا، لباس پہننے کو جی چاہتا ہے اور نہ زندوں کا (یعنی جو اپنے کو شاندار سمجھتے ہیں یعنی مدعیان علم و مشیخت کا) اللہ کے خاص بندوں اہل فنا یعنی

مساکین گمنام لوگوں کا لباس پسند ہے۔

درویشوں کے ہاں کھانا کھلاتے وقت دوسرے مسلمانوں کو اذیت:

(ملفوظ ۱۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو رسم ہے کہ مجمع میں کھانا کھلانے کے وقت پانی پلانے کو سر پر کھڑے ہو جاتے ہیں اس سے بڑی ہی گرانی ہوتی ہے اور صاحب اپنا اپنا مذاق ہے ایک درویش یہاں پر آئے تھے میں نے خود دیکھا کہ ان کے نوکر ستونوں سے لگے کھڑے رہتے تھے ہاتھ باندھے جیسے بت ہوتے ہیں اور اُن درویش صاحب کو احساس بھی نہ تھا کہ میری وجہ سے دوسرے مسلمانوں کو تکلیف ہو رہی ہے۔

ظالم کی طرف داری کا عام مرض:

(ملفوظ ۱۰۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل یہ مرض عام پیدا ہو گیا ہے کہ ظالم کی طرف داری کی جاتی ہے اور مظلوم کا کوئی پرسان حال نہیں عوام ہوں یا خواص تقریباً سب کے اندر یہ مرض عام ہو گیا ہے اسی قسم کے خاص خاص واقعات پر عنایت فرماؤں کی جو مجھ پر عنایت ہوئی تھی اس پر میں نے ایک رسالہ لکھا تھا اس کا نام تھا حکایات الشکایات میں نے اس کے خطبہ میں شکایت اور سب و شتم کے متعلق تو یہ لکھا تھا کہ ؎

دوست کرتے ہیں شکایت غیر کرتے ہیں گلہ — کیا قیامت ہے مجھی کو سب بُرا کہنے کو ہیں

اور خود واقعات جمع کرنے کے متعلق یہ لکھا تھا ؎

خود گلہ کرتا ہوں اپنا تو نہ سن غیروں کی بات — ہیں یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں

تعجب ہے اہل انصاف کے یہاں مجھ کو اس کی بھی اجازت نہیں کہ میں اپنی تکلیف اور اذیتوں کی شکایت ہی کر سکوں اس پر اعتراض کیا جاتا ہے اور موذیوں کو کوئی کچھ نہیں کہتا کیا ٹھکانا ہے اس ظلم کا اور اعانت ظلم کا جو امور طبعی ہیں اور موٹی موٹی باتیں ہیں ان موذیوں کا وہاں تک بھی تو ذہن نہیں پہنچتا اب کہاں تک اصلاح کی جائے عوام تو اسی اصلاح سے اس عذر کی وجہ سے اس لئے مستثنیٰ سمجھ لئے گئے کہ وہ کچھ جانتے نہیں بس بے خبری عذر ہے اور خواص اس لئے مستثنیٰ ہو گئے کہ وہ قابل احترام ہیں ان کی اصلاح خلاف ادب ہے تو اس حساب سے کسی کی اصلاح کی بھی ضرورت نہیں رہی اور اصل بات میں بتلائے دیتا ہوں کہ بدوں کسی کی جوتیاں

سیدھی کیئے ہوئے انسانیت آنہیں سکتی چاہے سب کچھ بن جاؤ اور یہ سب کے نفس پر شاق ہے۔

ہر مرض پر آسیب کا شبہ کرنا درست نہیں:

(ملفوظ ۱۰۷) ایک صاحب نے کسی مرض کے لئے تعویذ کی درخواست کی اور یہ بھی عرض کیا کہ فلاں مرض ہے مگر آسیب کا بھی شبہ ہے اور حالت یہ ہے سن کر فرمایا کہ کسی طبیب سے مرض کا علاج کراؤ ایسی حالت میں کہ مرض کا غالب احتمال ہے میں تعویذ نہ دوں گا تعویذ دینے میں یہ مفسدہ ہے کہ علاج کی طرف سے بالکل بے فکری ہو جائے گی سو اگر تعویذ دیدیا تو اس کی مصلحت کو تو دیکھا مفسدہ کو نہیں دیکھا اکثر عوام خصوص دیہاتی ہر مرض کو آسیب ہی کہنے لگتے ہیں اور ان تعویذوں کا تختہ مشق مجھ کو اس لئے زیادہ بنایا جاتا ہے کہ میں کچھ لیتا نہیں اگر میں سوا روپیہ لینے لگوں تو پھر حکیم صاحب کے پاس جانے لگیں گے کیونکہ وہاں پانچ پیسے کا نسخہ ہوگا اور یہاں پانچ چونی کا تو جہاں خرچ کم ہوگا وہی کام ہوگا جیسے ایک بخیل رئیس بنئے کی حکایت ہے وہ بیمار ہوا لوگوں نے علاج کرنے کا مشورہ دیا کہنے لگا علاج کا تخمینہ کرو چنانچہ تخمینہ کرا کر اطلاع کی گئی کہنے لگا اب مرنے کے خرچ کا تخمینہ کرو اس کا بھی تخمینہ کیا گیا تو وہ اتفاق سے کم تھا کہنے لگا بس اب مرنے ہی کی رائے ہے کیونکہ اس میں خرچ کم ہے دیکھئے اُس نے کم خرچ ہونے کی وجہ سے مرنے کو زندگی پر ترجیح دی اس لئے کہ دوا میں زائد خرچ ہوتا تھا اور مرنے پر جو خرچ تھا وہ کم تھا تو اکثر لوگ کم خرچ کی طرف رجوع کر لیتے ہیں پھر تختۂ مشق بنانے کو بھی گوارا کیا جا سکتا ہے مگر آفت یہ ہے کہ تعویذ مانگنے میں ستاتے بہت ہیں بات پوری نہیں کہتے حتی کہ بار بار پوچھنے پر بھی صاف بات نہیں کہتے جس سے بڑی اذیت ہوتی ہے اسی اذیت سے بچنے کے لئے میں نے ایک مرتبہ یہ تجویز کی کہ جو آیا کرے گا اس سے کچھ نہ پوچھوں گا بس بسم اللہ شریف کا تعویذ لکھ کر دیدیا کروں گا اس تجویز کی مشق کرنے کے لئے طالب تعویذ کا منتظر ہو کر بیٹھا کہ کوئی آئے تو اس تدبیر پر عمل کرو اتفاق سے دو شخص آئے انہوں نے آ کر حسب معمول جاہلانہ صرف اتنا ہی کہا کہ تعویذ دیدو یہ نہیں کہا کہ کس چیز کا تعویذ میں نے ان کے کہتے ہی بسم اللہ شریف کا تعویذ دیدیا اس قسم کا یہ پہلا ہی تعویذ دیا تھا وہ لے کر چل دیئے میں اپنی اس تجویز پر بہت خوش ہوا اور خدا کا شکر یہ ادا کیا کہ تدبیر خوب رہی نہ کچھ کہنا نہ سننا کچھ پوچھ نہ کچھ بڑا آسان طریقہ سمجھ میں آیا میں نے مولوی شبیر علی سے کہا کہ میں نے تعویذ کے متعلق بڑی سہولت کی تجویز نکالی

ہے اور وہ تدبیر بیان کی وہ بولے کچھ خبر بھی ہے جن شخصوں کو تعویذ دیا تھا وہ کیا کہتے جا رہے تھے یہ کہتے جا رہے تھے کہ دیکھو ہم نے کچھ بھی نہیں کہا اور تعویذ مل گیا ان کو تو بے کہے ہی دل کی بات کی خبر ہو جاتی ہے تب اس تجویز سہولت کو بھی سلام کیا یہ حالت ہے عوام کے عقائد کی اگر مجھ کو یہ واقعہ معلوم نہ ہوتا تو خود یہ تجویز کتنے بڑے مفسدہ کا پیش خیمہ بن جاتی اور یہ تو اس صورت میں ہے کہ کسی کے معاملہ میں کسی کو واسطہ نہیں بناتا ورنہ واسطے بنانے کے مفاسد میں نے مشاہدہ کئے ہیں ایک بڑا مفسدہ یہ ہے کہ تھوڑے دنوں بعد لوگ ان واسطہ صاحب کی پرستش کرنے لگیں گے یہ سمجھ کر کہ یہ مقرب ہے پھر نہ معلوم کہاں تک نوبت پہنچ جائے نیز اُن واسطہ صاحب کو خود بھی تقرب کا وہم ہو جاتا ہے ایک بار ان ہی دقتوں کی وجہ سے کہ لوگ آ کر دق کرتے ہیں یہ خیال ہوا تھا کہ ایک شخص کو ایک رجسٹر دیکر خانقاہ کے دروازہ پر بٹھلا دو جو آیا کرے اس کی حالت وغیرہ لکھ کر مجھ کو دکھلا دیا کرے مگر وہی مصیبت پیش نظر ہو گئی کہ اس میں مقرب سمجھنے کا سخت اندیشہ ہے پھر وہ مقرب لوگوں کے لئے مکرب (تکلیف دینے والا) ہو جاتا تعجب نہ تھا کہ رجسٹر بھرنے کی فیس آنے والوں سے چار آنہ لینے لگتا اس لئے آنے والوں کی بیہودہ حرکات سے متاذی ہونا گوارا کرتا ہوں مگر بحمد اللہ کسی کو واسطہ و مخصوص بنا کر ایک کی روایت کو دوسرے پر حجت اور اس کے معاملہ میں مؤثر نہیں بناتا اور یہ عدل ہے اس پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور ان کا فضل سمجھتا ہوں۔

۱۰ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

ایک مسلمان کی قابل رشک ایمانداری:

(ملفوظ ۱۰۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس زمانہ میں مولوی عبد الرب صاحب دہلوی کے اہتمام سے جامع مسجد سہارنپور کی تعمیر ہو رہی تھی ایک دفعہ مولوی صاحب چندہ کے لئے بمبئی گئے تھے وہاں سے چندہ وصول کر کے سہارنپور واپس آ رہے تھے راستہ میں منگلور میں مغرب کی نماز کو اترے نماز پڑھ کر رقم کی ہمیانی جس میں غالباً اڑھائی ہزار کے روپے اور اشرفیاں تھیں مسجد ہی میں بھول گئے اور بہلی میں سوار ہو کر روانہ ہو گئے کچھ دور جا کر وہ ہمیانی یاد آئی تو بہت پریشان ہوئے اور پھر مسجد کو لوٹے یہاں یہ قصہ ہوا کہ ایک غریب چوکیدار محلّہ میں رہتا تھا وہ مسجد میں تیل بتی کر دیتا تھا اس نے اپنے لڑکے کو روشنی کرنے کے لئے مسجد میں بھیجا وہاں یہ ہمیانی نظر پڑی وہ

اٹھا کر اپنے باپ کے پاس لایا باپ نے کسی سے ذکر نہیں کیا حفاظت سے رکھ لی جب مولوی صاحب مسجد میں واپس آئے دیکھا کہ ہمیانی ندارد بہت پریشان ہوئے مسجد میں کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ وہ رقم مسجد کی تھی اگر کسی نے تصرف کیا سخت وبال میں مبتلا ہوگا اور اگر کوئی ادا کر دے اس کو ایسا ایسا ثواب ہوگا اور پانچ سو روپیہ انعام کے طور پر اس کو دوں گا لوگ جمع ہو گئے وہ شخص بھی اس مجمع میں حاضر تھا کچھ بولا نہیں مولوی صاحب سے عرض کیا میرے یہاں شب کو قیام کیجئے اطمینان سے تلاش کرینگے جب صبح ہوئی ہمیانی لا کر سامنے رکھ دی مولوی صاحب نے پانچ سو روپیہ نکال کر دینا چاہا اس نے کہا حضرت ہر مسلمان پر مسجد کی خدمت فرض ہے نہ کہ مسجد کی رقم خود لوں مولوی صاحب بے حد متاثر ہوئے اور اس کو بہت دُعائیں دیں اور سہارنپور تشریف لے گئے کانپور میں منگلور کے رہنے والے ایک صاحب منشی قادر بخش نہر میں ملازم تھے انہوں نے مجھے یہ روایت کی سبحان اللہ ایمان جس کا قوی ہوتا ہے اس کے مقابلہ میں روپیہ ہے ہی کیا چیز ایسے موقع پر کوئی قوت کافی نہیں ہو سکتی بجز ایمان کے اور یہ حوصلہ مسلمان ہی کا ہو سکتا ہے اس حوصلہ پر ایک اور قصہ یاد آیا ایک مسلمان شخص کہیں کا سفر کر رہے تھے کسی اسٹیشن ریلوے پر بڑا نوٹ دیکر ٹکٹ خریدے ٹکٹ بابو نے جلدی میں دس روپیہ حساب سے زائد دیدیئے اس وقت تو انہوں نے دیکھا نہیں ریل میں آ کر بیٹھ گئے پھر جو حساب کیا تو دس روپیہ زائد تھے انہوں نے فوراً ٹکٹ کلکٹر کو جا کر واپس کیے اس بابو نے جو کہ ہندو تھا اس کا صاف اقرار کیا کہ اگر یہ واقعہ ہندو کا ہوتا تو وہ ہرگز واپس نہ کرتا یہ مسلمان ہی کا کام ہے اور حوصلہ ہے۔

آج کل سجادہ نشینوں کو احکام دین کی خبر نہیں:

(ملفوظ ۱۰۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل بزرگوں کے مزارات اور ان کے تبرکات کے بارہ میں نہایت ہی بد احتیاطی سے کام لیا جا رہا ہے جائز ناجائز حلال حرام کی قطعاً پرواہ نہیں کی جاتی اور یہ ان لوگوں کے افعال ہیں جو سجادہ نشین ہیں اور اپنے کو شیخ المشائخ کہلاتے ہیں مگر دین اور احکام دین کی مطلق نہ خبر ہے اور نہ پرواہ ہے پھر خدا معلوم بزرگی اور ولایت کس چیز کا نام رکھ چھوڑا ہے چنانچہ ان سجادہ نشینوں کے پاس جس قدر یہ تبرکات ہیں جن پر انہوں نے قبضہ کر رکھا ہے ظاہر ہے کہ قاعدہ فقہیہ سے واقف تو ہیں نہیں یہ ابتداء میں کسی کی ملک خاص تھے پھر اس میں مناسخہ (یعنی وراثت در وراثت) جاری ہو کر بہت سے لوگ اس میں شریک ہو گئے تو اُن سب

کی ملک ہوئے پھر نہ سب کی رضا نہ ہر رضا معتبر مگر باوجود اس کے خلاف شرع ان سجادہ نشینوں نے اُن کو بدوں کسی حق کے محبوس کر رکھا ہے ان کو تو یہ گناہ ہوا اور جو لوگ ان کی زیارت کرتے ہیں یہ اس گناہ کے معین ہیں کیونکہ اگر کوئی بھی زیارت نہ کرے تو پھر یہ سلسلہ ہی بند ہو جائے غرض اس جماعت میں حقوق العباد کا مطلق خیال نہیں کیا جاتا خدا معلوم خدا تعالیٰ کا خوف دل سے نکل ہی گیا یہ ہیں آج کل کے سجادہ نشین اور شیخ المشائخ کہ خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے۔

جاہل درویشوں کی روایات:

(ملفوظ ۱۱۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں ایسے جاہل درویشوں کی روایات تو تبرک ہیں ہی ان کی تو ذلت بھی تبرک اور عجیب بات یہ ہے کہ علم تو ہوتا نہیں بیٹھے ہوئے چنڈو خانہ کی سی خبریں ہانکا کرتے ہیں ان کی ایسی روایات کا بس اللہ ہی حافظ ہے جن کے سر نہ پیر۔

نفس بڑا شریر ہے:

(ملفوظ ۱۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نفس بھی بڑا ہی شریر ہے اور جبکہ غرض بھی شامل ہو تو پھر تو سونے پر سہاگہ کا کام کرتا ہے کاندہلہ کے قریب ایک گاؤں ہے اس میں ایک سنی عورت کا انتقال ہوا بڑی مالدار عورت تھی خاوند شیعی تھا تو اس عورت کے بھائی نے یہ چاہا کہ سب ترکہ مجھ کو ملے اس کے خاوند کو کچھ نہ ملے تو اس کی یہ تدبیر سوچی کہ مجھ کو ایک استفتاء لکھ کر دیا اور حکم شرعی اس طرح پوچھا کہ سنی عورت کا شیعی مرد سے نکاح تو جائز نہیں جب نکاح نہیں ہوا تو اس عورت کی میراث بھی اس مرد کو نہ ملے گی میں نے کہا کہ کیا یہ مسئلہ آج معلوم ہوا پہلے سے کہاں سو رہے تھے جب بہن نے نکاح کیا تھا اس وقت نہ بولے اور ساری عمر بہن کے لئے حرام کو گوارا کرتے رہے شرم نہیں آتی دنیا کی غرض سے تو یہ بات نکالی اور دین کا کچھ خیال نہ کیا یہ نفس ایسا استاد ہے دوسری بات میں نے یہ کہی کہ اگر اسی واقعہ میں مرد مالدار ہوتا اور پہلے مر جاتا اور تم کو یہ امید ہوتی کہ پھر عورت کے مرنے پر میں مستحق ہوں گا تو ایمان سے کہو کیا اس وقت بھی اس نکاح کو ناجائز قرار دے کر عورت کو میراث سے محروم کرتے جس کا نتیجہ تمہارا حرماں ہوتا بس یہ ہیں وہ باتیں جن کیوجہ سے لوگ مجھ سے ناراض ہیں مگر ہوا کریں ناراض، مجھ کو ان کی ناراضی یا خوشی سے لینا ہی کیا ہے اللہ تعالیٰ راضی رہیں پھر چاہے سارا عالم ناخوش اور ناراض رہے بحمد اللہ اس کا مجھ پر کچھ اثر نہیں مجھے

کتمان حق نہیں ہوتا نہ کسی کی للو پتو ہوتی ہے میں تو ایک سیدھا سادھا مسلمان ہوں صاف اور سچی بات کہنا جانتا ہوں اپنے بزرگوں کا یہی طرز دیکھا یہی پسند ہے۔

شیعوں کے خواص ہر وقت تلبیس کی تدابیر سوچتے ہیں:

(ملفوظ ۱۱۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ شیعوں کے عوام الناس گمراہی میں اس درجہ کے نہیں جس درجہ کے ان کے خواص ہیں ہر وقت تلبیس کی تدابیر سوچتے رہتے ہیں ایک واقعہ میں لکھنؤ کا ایک مجتہد صاحب کے پاس ایک شیعی نواب صاحب ہانپتے کانپتے آئے کہا کہ جناب آج بڑا جرم صادر ہوا اسکا کیا کفارہ ہونا چاہئے وہ جرم یہ ہوا قبلہ کی خاک شفاء کی تسبیح بھولے سے ہاتھ میں رہ گئی اور بیت الخلاء میں چلی گئی اور اس کا تاگا ٹوٹ کر چند دانے پاخانہ میں گر گئے اب اس گناہ کا کیا کفارہ ہے مجتہد صاحب نے جواب دیا کہ نواب صاحب فکر نہ کیجئے وہ خاک شفاء ہی نہ تھی پاک چیز ناپاک کی طرف جا ہی نہیں سکتی تمام مجلس میں اس جواب پر بڑی تحسین ہوئی کہ سبحان اللہ کیا نکتہ فرمایا اس مجلس میں ایک سنی بھی تھے انہوں نے کہا کہ حضرت قبلہ آپ کے جواب سے تو آج مذہب کا قطعی فیصلہ ہو جاوے گا یہ جو آپ کے ہاتھ میں تسبیح ہے میں نے بارہا آپ سے سنا ہے کہ یہ اصلی خاک شفاء کی ہے سو مجھ کو اجازت دیجئے کہ اس کا تاگا توڑ کر پاخانہ کے سامنے لٹکاتا ہوں اگر تسبیح کا کوئی دانہ نہ گرا تو میں شیعی ہو جاؤں گا اور اگر گر گیا تو آگے کچھ کہہ نہیں سکتا تمام مجلس پر اس جواب سے حیرت طاری ہو گئی اور مجتہد صاحب سے کچھ بھی جواب نہ بن پڑا ایک دوسرا واقعہ بھی لکھنؤ کا ہے شیعوں کے یہاں خرگوش حرام ہے مولانا اسمٰعیل شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھنو کے آمد کے زمانہ میں ایک بار خرگوش کا شکار کر کے لائے وہ ایک گوشہ میں رکھا ہوا تھا اتفاق سے مولانا کے پاس ایک مجتہد صاحب بغرض ملاقات تشریف لائے وہ بیٹھے ہوئے تھے اتنے ایک کتا آیا وہ خرگوش کی طرف چلا مگر سونگھ کر ہٹ گیا اس پر مجتہد صاحب کو ایک موقع ملا فرماتے ہیں جناب مولانا دیکھئے آپ کے شکار کو کتے نے بھی نہیں کھایا مولانا نے جواب دیا کہ جناب قبلہ مجتہد صاحب یہ کتوں کے کھانے کا نہیں ہے آدمیوں کے کھانے کا ہے۔ تیسرا واقعہ ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ عامی سنی سے ایک شیعی کی گفتگو ہوئی سنی نے کہا کہ جب فدک پر جھگڑا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس کو کیوں نہ لے لیا شیعی نے جواب دیا کہ جو چیز غصب کر لی جاتی ہے پھر ہم لوگ اس کو نہیں لیتے، سنی نے جواب دیا کہ خلافت

بھی تو غصب کر لی گئی تھی پھر اس کو کیوں لیا اس جواب پر شیعی دم بخود رہ گیا۔ چوتھا واقعہ ایک مولوی صاحب میرے دوست ہیں کیرانہ کے رہنے والے وطن ہی میں اُن سے ایک شیعی نے کہا کہ مولوی صاحب یہ کیا بات ہے کہ آج کل جتنے نئے نئے فرقے نکلتے ہیں تہتر بہتر فرقہ جو بنے ہیں یہ سب سنیوں ہی میں سے بنتے ہیں کبھی آپ نے یہ بھی دیکھا کہ مؤمنین سے کوئی نیا فرقہ بنا ہو مولوی صاحب نہایت ذہین اور ذکی شخص ہیں بڑی ظرافت سے کہا کہ آپ نے بالکل سچ کہا مگر اس کی وجہ آپ کو معلوم نہیں میں بتلاتا ہوں وہ وجہ یہ ہے کہ یہ سب کو معلوم ہے کہ شیطان ہر شخص کو گمراہی میں اعلیٰ درجہ پر پہنچانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے تو سنی چونکہ حق پر ہیں اس لئے وہ ہر وقت ان کے پیچھے پڑا رہتا ہے اور نئی نئی گمراہیاں سکھلاتا رہتا ہے بخلاف تم لوگوں کے کہ تم کو گمراہی کے اعلیٰ درجہ پر پہنچا چکا ہے اب وہاں سے کس درجہ پر پہنچا دے اس لئے تم سے بیفکر ہے یہ سن کر شیعی صاحب نے سانس نہیں لیا۔ پانچواں واقعہ ایک خواندہ شیعی اور ایک ناخواندہ خان صاحب کا ہے سفر میں اتفاقاً ساتھ ہو گیا شیعی صاحب نے کہا کہ جناب خان صاحب جن لوگوں نے امام حسینؓ کو شہید کیا معلوم نہیں ہم تھے یا تم تھے (یہ چھیڑ تھی مطلب یہ کہ شیعی تو محب حسین ہیں وہ تو ہو نہیں سکتے بس سنی ہی ہونگے حالانکہ یہ تاریخ کے خلاف ہے مگر بیچارے ناخواندہ پٹھان تاریخ کیا جانے شیعی صاحب سمجھتے تھے کہ یہ بیچارہ اس کا جواب کیا دے گا) خان صاحب بولے جناب واقعات تو واقف لوگ جانتے ہوں گے مگر ایک بات موٹی تو ہم بھی سمجھ سکتے ہیں وہ یہ کہ ہم نے سنا ہے کہ جو اصحاب کو برا کہے اس نے اللہ و رسول کو برا کہا اور جو اللہ و رسول کو برا کہے وہ کافر ہے اور حضرت امام حسین کو قتل کرنا مسلمان کا کام تو ہے نہیں کافر ہی ایسا کام کر سکتا ہے اب دیکھ لیجئے ان کے شہید کرنے والے کون تھے، شیعی صاحب باوجود خواندہ ہونے کے دم بخود ہی تو رہ گئے۔

ثواب پہنچانے کی حقیقت:

(ملفوظ ۱۱۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدعتیوں میں دین تو ہوتا نہیں یوں ہی اڑنگ بڑنگ ہانکتے رہتے ہیں کثرت سے دو باتیں ایجاد کر رکھی ہیں کہ جن کی نہ کوئی اصل معقول ہے اور نہ کوئی دلیل منقول ایک صاحب نے جو بدعتی ہونے کے ساتھ جنٹلمین انگریزی خواں بھی تھے ایصال ثواب پر مجھ سے گفتگو کی اور فاتحہ جو کھانے پر ہوتی ہے اس کے متعلق سوال کیا میں نے دریافت کیا کہ ثواب پہنچانے کی حقیقت کیا ہے کہ ایک چیز کا ثواب ہم کو ملا ہم نے اس کو دوسرے کو

پہنچادیا میں نے کہا کہ کھانا کھلانے سے یا دینے سے قبل ظاہر ہے کوئی ثواب کا عمل صادر ہی نہیں ہوا اس لئے ثواب بھی آپ کو نہیں ملا پھر کیا چیز پہنچاتے ہو ظاہر ہے کہ دیگ میں سے نکال کر طشت میں رکھنے پر تو کوئی ثواب ملا نہیں جس کو پہنچایا گیا پس گم ہو گئے اسی طرح ایک گاؤں کا شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ اجی مولوی جی کھانے پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے میں نے کہا کہ تم نے اللہ واسطے کبھی کپڑا دیا ہو گا کیا اس پر بھی فاتحہ پڑھوائی تھی سو اس میں اور اس میں کیا فرق ہے پھر میں نے دریافت کیا کہ تمہارے یہاں کولہو ہے جس میں گنے کا رس نکلتا ہے کہا کہ ہے میں نے کہا رس نکالنے کے بعد اس کے چھلکے یعنی کھوئی مسجد میں پانی گرم کرنے کے لئے بھی دیتے ہو کیا اس پر بھی فاتحہ پڑھتے ہو یا پڑھواتے ہو سمجھ میں آ گئی بہت ہی خوش ہوا اور زور سے ہنسا کہنے لگا واقعی یہ ساری باتیں بیوقوفی ہی کی ہیں غرض بدعت کی باتیں خود صریح طور پر عقل کے بھی خلاف ہیں مگر تسویل نفسانی (نفس کے دھوکہ دینے) کی وجہ سے اس وقت سنت اور بدعت میں فرق کرنا بڑا مشکل ہو گیا جس کے سمجھنے میں اہل علم تک گڑبڑ میں پڑ جاتے ہیں چنانچہ ایک طالب علم ان رسوم کے مانع تھے دوسرے مجوز (جائز کہنے والے) ان مجوز نے کہا کہ یہ مانعین کا سوء ظن ہے کہ فاعلین کے عقیدہ کو فاسد سمجھتے ہیں ان کے عنوان کو مت دیکھو ان کی نیت بری نہیں وہ جو کہتے ہیں کہ یہ نیاز ہے فلاں بزرگ کی مراد یہ ہوتی ہے کہ نیاز اللہ کی اور ایصال ثواب ان بزرگ کو مانع کہتا تھا کہ نیت ہی بری ہوتی ہے یہ گفتگو ایک مسجد میں ہو رہی تھی کہ ایک بڑھیا کچھ مٹھائی وغیرہ لئے ہوئے آئی اور مقیم مسجد ایک طالب علم سے کہا کہ بیٹا اس پر بڑے پیر کی نیاز دے دو مانع نے امتحاناً کہا کہ بڑی بی نیاز تو اللہ کی ہو اور ثواب بخشدیں بڑے پیر صاحب کو تو بڑھیا کیا کہتی ہے کہ نہیں بیٹا اللہ میاں کے نام کی نیاز تو دلوا آئی ہوں اس پر تو بڑے پیر ہی کے نام کی نیاز دیدو اس وقت مانع نے مجوز سے کہا اب اپنی تاویل کو دیکھ لو بڑی بی اس کو کس طرح رد کر رہی ہے یہ سب خرابیاں کھانے پینے والوں کی بدولت ہو رہی ہیں وہ ان تدابیر سے حلوے خوب اڑاتے ہیں بلکہ ساتھ میں حسینوں کے جلوے بھی کیونکہ اکثر جاہل عورتیں ایسی چیزیں لے کر آتی ہیں بڑے ہی بددین ہیں ایک ملا کی حکایت سنی ہے کہ ایک گاؤں میں ایک مسجد تھی اس میں ایک ملا رہتا تھا ایک بڑھیا فاتحہ کا کھانا ملا کے لئے لائی اتفاق سے اس وقت ملا مسجد میں تھا نہیں ایک مسافر مسجد میں ٹھہرا ہوا تھا اس عورت نے اول ملا کو آواز دی جب وہ نہ بولا یہ خیال کیا کہ مقصود تو ثواب ہے لاؤ اسی مسافر کو دیدو چنانچہ وہ چیز کھانے کی مسافر کو

دے کر چلدی یہ مسجد کے دروازہ سے نکلی ہی تھی کہ ملا آ گیا اس عورت سے دریافت کیا کہاں آئی تھی کہا کہ فلاں چیز کھانے کی لائی تھی مگر تم نہ تھے اس لئے مسافر کو دے کر چلی آئی یہ سن کر ملا کے آگ لگ گئی اور خیال کیا کہ یہ تو بُری راہ نکلی اب ہماری تخصیص مٹ جائے گی مسجد میں پہنچا اور ایک ہاتھ میں لٹھ لے کر تمام مسجد کے صحن میں دیوانوں کی طرح مارتا پھرنے لگا اور اخیر میں خود دھڑام سے گر گیا گاؤں والے جمع ہو گئے سوال کرنے پر کہا کہ بس اب میرا یہاں گذر نہیں اور کہیں جا رہا ہوں لوگوں نے وجہ پوچھی کہا کہ بات یہ ہے کہ میں تو یہاں کے مردوں کو پہچانتا ہوں مسافر پہچانتا نہیں جب مردے جمع ہوئے اس مسافر نے تقسیم میں گڑبڑ کی اس کو تو ناواقف سمجھ کر کچھ بولے نہیں جب میں آیا میرے سر ہو گئے مجھ کو لپٹ گئے میں نے کتنا ہی ہٹایا لٹھ بجایا کہ جب مجھے دی ہی نہیں میں تم کو کہاں سے دوں مگر ایک نہ سنی آخر سب نے مل کر مجھ کو گرا دیا اب اگر ہمیشہ ایسا ہی ہوا میں تو مر جاؤں گا اس لئے جاتا ہوں دوسری جگہ گاؤں والے بیچاروں نے متفق ہو کر کہا کہ بس جی ملا ہی کو دیا کرینگے یہ کماؤ لوگ ایسے شریر ہوتے ہیں ملا پر ایک حکایت اور یاد آئی ایک عورت نے کھیر پکائی اتار کر رکابی میں رکھی کتا آیا منہ ڈال گیا عورت نے اپنے بچے سے کہا کہ جا یہ مسجد کے ملا کو دے آ، وہ لیکر گیا ملا کو نہ معلوم کے روز میں کھیر ملی تھی بچے کے ہاتھ سے لیتے ہی ایک طرف سے کھانا شروع کر دی بچے نے کہا ملا جی ادھر سے نہ کھائیو ادھر کتے نے منہ ڈالدیا تھا ملا جی نے یہ سن کر ہاتھ سے رکابی پھینک کر ماری وہ رکابی ٹوٹ گئی بچہ رونے لگا ملا جی نے دریافت کیا کہ تو کیوں روتا ہے کہا کہ تم نے رکابی پھوڑ دی مجھ کو میری ماں مارے گی یہ تو میرے بھیا کے پاخانہ اٹھانے کی رکابی تھی یہ حالت ان کے عوام وخواص کی ہے اسی طرح کی حالت آج کل کے کماؤ پیروں کی ہے ایک ایسے ہی گاؤں میں پیر اپنے مریدوں میں گئے ایک مریدنی گنواری کے یہاں ٹھہرے ایک دوسری گنواری مریدنی آئی کہ شام کو میرے یہاں پیر کی دعوت ہے وہاں کھاوینگے جس کے یہاں ٹھہرے تھے اس نے انکار کیا کہ میرے یہاں ٹھہرے ہیں میرا حق ہے اختلاف ہونے لگا تو دونوں کے اتفاق سے پیر صاحب حکم بنے کہا کہ بھائی جس کے یہاں ٹھہرا ہوں اسی کے یہاں کھانا مناسب ہے آنے والی بولی اچھی بات مگر میں نے مرغ کاٹا تھا یہ سن کر پیر پھسل گئے اور گھر والی سے کہا کہ خیر اسی کو اجازت دیدے وہ ان سے کیا کہتی جھلا کر آنیوالی سے کہا جا تو ہی پیر سے یوں توں کرالیجو بس یہ حالت ہے اسی لئے ان نالائقوں کی قدر ومنزلت بھی ایسی ہی ہوتی ہے ایک گاؤں میں اناج کی

تیاری پر سب کمیوں کا حق نکالا جار ہا تھا جب اناج اٹھانے لگے تو ایک چودھری نے جو اس تقسیم کو دیکھ رہا تھا یوں کہا کہ ارے سب کمیوں کا حق تو نکالا مگر اس سہرے پیر کا بھی حق نکال دو وہ آدے گا ایسے نالائقوں کی سزا یہی ہے خیر یہ تو جاہل لوگ تھے جن کے واقعات ہیں باقی زیادہ افسوس بعض علماء کی حالت پر ہے کہ اغراض کی بدولت راہ سے بھی گر گئے نظر سے بھی گر گئے عوام کو ان سے بد گمانی ہونے لگی اگر علماء اپنی آن بان کو باقی رکھتے تو ان کی بڑی قدر رہوتی اور ان پر اعتماد بھی ہوتا مگر یہ بھی پھسلنے لگے بس ان کے پھسلنے پر زیادہ رنج ہے اس لئے کہ ان کے پھسلنے سے عوام کے گمراہ ہونے کا سخت اندیشہ ہے اس ہی لئے میں ہمیشہ اس کی کوشش کرتا ہوں کہ علماء سے لوگ بدظن نہ ہوں ان کے ساتھ مربوط رہیں کہ ان کے دین کی سلامتی اسی میں منحصر ہے اس بداعتمادی پر ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک بڑی بی نے مجھ سے مسئلہ پوچھا کہ زکوٰۃ کا روپیہ مدرسہ میں دینا جائز ہے میں نے کہا کہ جائز ہے مگر مہتمم مدرسہ سے کہہ دیا جائے کہ یہ زکوٰۃ کا روپیہ ہے تا کہ وہ اس کے مصرف میں صرف کر دیں وہ خوش ہوئیں اور کہا کہ مدرسہ میں جو مولوی صاحب ہیں میں نے ان سے بھی پوچھا تھا انہوں نے بھی یہ ہی بتلایا تھا مگر مجھ کو اطمینان نہ ہوا تھا کہ شاید اپنے مدرسہ کی غرض سے بتلا دیا ہو اسلئے میں نے یہ خیال کیا کہ کسی بہرے تبو لے سے (یعنی غنی مستغنی سے) پوچھوں بتلایئے یہ بدگمانی کس درجہ کی بات ہے پھر جب اہل علم پر اعتماد نہ ہوگا تو مسائل کس سے پوچھیں گے اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ علماء کو بہت سنبھل کر رہنے کی ضرورت ہے بلکہ ان جاہل صوفیوں اور درویشوں کی حرکات سے اس قدر عوام کی گمراہی کا اندیشہ ہے جس قدر اہل علم اور علماء کے پھسل جانے سے اندیشہ گمراہی کا ہے ان کو بہت سنبھل کر چلنے کی ضرورت ہے۔

بعض اہل علم کے قلوب میں دین کی بے وقعتی:

(ملفوظ ۱۱۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ افسوس ہے آج کل بعضے حضرات دیندار اور اہل علم کہلاتے ہیں مگر اپنی اولاد کو تعلیم دنیا کی طرف بھیجتے ہیں مجھ کو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے لوگ غالباً اس پر بھی پچھتاتے ہونگے کہ ہم عالم کیوں ہو گئے ہم نے انگریزی کیوں نہ پڑھی سو یہ حالت کس قدر خطرناک ہے کہ اس سے ان کے قلب میں علم دین کی کھلی بے وقعتی معلوم ہوتی ہے حق تعالیٰ ان لوگوں کی حالت پر رحم فرمائیں اور اُن کو ہدایت فرمائیں۔

ابن حزم میں حزم نہیں :

(ملفوظ ۱۱۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ابن حزم کے ذہن میں کجی تو ہے مگر ہیں بہت تیز باتی کجی پیٹ بھر کے ہے اس لئے کہ ان میں حزم (احتیاط) نہیں اسی طرح داؤد ظاہری ہیں، ہیں تو ظاہری مگر ہیں ذہین اور یہ سب حضرات ذہانت کے ساتھ متدین متورع (متقی) بھی ہیں اس زمانہ میں ذہن کے ساتھ اس کا بھی قحط ہے ایسی ذہانت پر ایک قصہ یاد آیا کہ ایک معقولی طالب علم سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ گلہری کنوئیں میں گر گئی اس کا کیا حکم ہے طالب علم صاحب کو مسئلہ تو معلوم نہ تھا مگر جہل کا اقرار کیسے کریں آپ نے معقولی تشقیقات شروع کیں کہ وہ جو گری ہے تو دو حال خالی نہیں یا تو کسی نے گرائی ہے یا خود گری ہے، آہستہ گری ہے یا زور سے پھر یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو کسی آدمی نے گرائی ہے یا جانور نے یا ڈر کے خود گری تو ان شقوں میں سے کونسی صورت واقع ہوئی ہے بس اسی طرح سے اُن کا جہل چھپ گیا آج کل ایسی ہی ذہانت اور تیزی کمال سمجھتی جاتی ہے ایک حکایت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے ایک مفتی کی بیان کی تھی ان کو عاجز کرنے کی غرض سے کسی نے ان سے مسئلہ پوچھا کہ حاملہ عورت سے نکاح کرنا کیسا ہے یہ بڑے بکھیڑے کا اور تفصیل طلب مسئلہ ہے انہوں نے اخفاء جہل کے لئے کیسا مزہ کا جواب دیا کہ یہ ایسا ہے جیسے گھیرا دے دیا اور دریافت کیا کیسا گھیرا کہا کہ یہ ہی گھیرا جس کو گھیرا کہتے ہیں چند بار کے سوال پر بھی یہ ہی جواب دیتے رہے ایسا گھیرا دیا کہ خود بھی اس سے نہ نکلے بعضے ایسے بھی گذرے ہیں کہ قصداً تو تلبیس نہ کرتے تھے مگر علمی سرمایہ کی کمی سے بعضے امراض کے اثر سے بے اصول جواب اُن سے صادر ہو جاتے تھے ممکن ہے کہ وہ معذور ہوں مگر عوام کو ضرر تو پہنچ جاتا ہے جس سے بچانا ضروری تھا اور بچانے کی باضابطہ صورت یہی ہے کہ اُن کا ابطال کیا جاوے مگر بعض مقامات پر اس سے فتنہ ہو جاتا ہے اس لئے ایسے موقع پر تحصیل مقصود کے لیے بڑی حکمت کی ضرورت ہے حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی حکیم بنایا تھا اس حکمت کا ایک واقعہ ہے مولانا کے ابتدائی وقت میں ایک بزرگ تھے مولوی سالار بخش صاحب وہ اس علاقہ میں بہت زیادہ بااثر تھے مگر مسائل بے اصل بیان کرتے تھے مولانا کی فراست قابل ملاحظہ ہے ایک شخص مولانا سے مسئلہ پوچھنے آیا اتفاق سے اس وقت مولوی سالار بخش صاحب گنگوہ آئے ہوئے

تھے مولانا نے اسی حکمت پر نظر فرما کر اس شخص سے فرمایا کہ بڑے مولوی صاحب آئے ہوئے ہیں ان سے مسئلہ پوچھو اُن کے سامنے میں کیا چیز ہوں وہ شخص مولوی سالار بخش صاحب کے پاس پہنچا اور اُن سے مسئلہ دریافت کیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ میں مولانا رشید احمد صاحب سے مسئلہ پوچھنے گیا تھا انہوں نے یہ فرمایا کہ ہم مولوی صاحب کے سامنے کیا چیز ہیں مولوی سالار بخش صاحب بڑے خوش ہوئے اور خوشی کے جوش میں بولے کہ واقعی وہ بڑے عالم ہیں آج سے ہم نے یہ کام ان ہی کے سپرد کر دیا بس مسائل اُن ہی سے پوچھا کرو ہم سے پوچھنے کی ضرورت نہیں حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کی فراست دیکھئے کہ کتنے بڑے خلجان کو ذرا سی دیر میں رفع فرما دیا واقعی یہ حضرت مولانا ہی کا کام تھا ان حضرات کی فراست سبحان اللہ۔

ایک نیا مذہب صلح کل:

(ملفوظ ۱۱۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل ایک مذہب نکلا ہے صلح کل اور وہ لوگ یہ شعر پڑھا کرتے ہیں

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خواص و عام با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

یہ شعر حافظ کا تو ہے نہیں مگر حافظ کا نام لگ گیا کیا دنیا میں یہ ہی ایک حافظ تھے اور سب ناظرہ خواں تھے یہ مذہب جاہل ہندو صوفیوں کا ہے کہ وہ تصوف میں کفر و اسلام کی کچھ قید نہیں سمجھتے تھے چنانچہ ان کی رائے کامل بزرگوں کے متعلق بھی یہی ہے اس پر حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ یاد آ گیا مولانا سے اکثر لوگ تبرک مانگا کرتے اب کہاں تک دیں اس لئے مولانا نے ایک ہندو عطار کے یہاں کچھ گولیاں ہاضمہ کی بنوا کر رکھدی تھیں جو شخص تبرک مانگتا وہی گولیاں بتا دی جاتیں کہ وہاں سے خرید کر دم کرالو مولانا پر یشان استغراق غالب تھی کبھی کبھی گولیاں دیتے وقت اُن گولیوں پر بجائے دم کرنے کے تھوک بھی دیتے تھے مگر باوجود اس کے ان گولیوں کو ہندو تک بعض ہندوؤں نے ایسے ہندوؤں پر اعتراض کیا کہ تم مسلمان کا تھوک کھاتے ہو ان ہندوؤں نے جواب دیا کہ یہ مسلمان نہیں یہ تو اوتار ہیں ان کا کیا ہندو کیا مسلمان، عجیب بات ہے مولانا نے تو ساری عمر تکمیل اسلام کی کوشش کی اور ان کے نزدیک مولانا مسلمان ہی نہ تھے تو اس اعتقاد کا منشاء وہی جہل تھا کہ درویشی میں کفر و اسلام کی کوئی قید نہیں۔

عوام کا مصلح اور مبلغ سے خوش رہنا مشکل ہے:

(ملفوظ ۱۱۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جن بزرگوں کے ہم معتقد ہیں اللہ کا شکر ہے کہ اُن کی کوئی بات بھی ہم کو ناگوار نہیں ہوتی وجہ یہ کہ ان کی صرف ایک ہی چیز لوگوں کو ناگوار ہے وہ اظہار حق ہے جس کو وہ بدون خوف لَوْمَةَ لَائِمٍ (کسی ملامت کرنے والے کی ملامت) کے ظاہر کرتے ہیں اور حق ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے، الحق مر مشہور ہے اور یہی چیز ہم کو محبوب ہے پھر ناگواری کی کیا گنجائش رہی بقول سعدیؒ ع معشوق من ست آنکہ بنز دیک تو زشت ست

(میرا وہی محبوب ہے جو تمہارے نزدیک بُرا ہے۔۱۲)

باقی اس پر عوام کا مخالف ہونا لازمی امر ہے ان دونوں میں تو لزوم ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ کسی سے اظہار حق کریں اور وہ مخالف نہ ہو ان کے ساتھ تو بہت زیادہ مخالفت لازمی طور پر ہوگی اور ان کی مخالفت تو جاہل لوگ کریں ہی گے اس لئے کہ مصلح اور مبلغ سے خوش رہنا مشکل بات ہے۔

العون النفیس فی الصون عن التلبیس:

(ملفوظ ۱۱۸) (ما قب به العون النفيس فى الصون عن التلبيس) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا بجز اسلام کے آج کل ہر مذہب میں تلبیس سے کام لیا جارہا ہے ایک ہندو نو مسلم جو پہلے مستقل مہنت تھا کانپور میں میرے پاس آیا اور یہ کہا کہ میں دنیا میں خدا کا دیدار کرنا چاہتا ہوں اور اس کی تلاش میں میں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ صرف کر دیا مگر ناکام رہا ہندو ہونے کے زمانہ میں ایک پوجاری نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تجھ کو پرمیشور کی جوت دکھلا دوں گا مگر اس نے چالاکی یہ کی کہ شب کے وقت ایک کچھوے کی پشت پر بہت سا گارا رکھ کر جما کر اس پر ایک چراغ جلا کر مجھ کو اس سے ذرا فاصلہ پر لے گیا اور اس طرف اشارہ کیا سو وہ چل رہا تھا دور سے کہا کہ دیکھو وہ ہے پرمیشور کی جوت میں نے جو اس کو دیکھا تو اس کی حرکت سے شبہ ہوا کہ اس میں وقار کیوں نہیں جب اطمینان نہ ہوا تو میں پاس پہنچا اس پوجاری نے ہر چند مجھ کو روکا ہاتھ بھی پکڑ لیا کہ بچہ وہاں مت جا جل جائے گا مگر میں نہ رُکا پہنچ ہی گیا جا کر دیکھا تو یہ کارروائی ہے میں نے اس سے کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہا کہ بس میرے پاس تو یہی ہے باقی پوری حلوے کی کمی نہیں اگر دل چاہے رہو اور عیش کرو میں نے کہا یہ چیزیں تو میں خود چھوڑ کر آیا ہوں پھر خیال ہوا کہ مسلمان ہونا چاہئے شاید

وہاں یہ چیز نصیب ہو جائے یہ سب سن کر میں نے اس شخص سے کہا کہ تم دھوکے میں ہو اور تمہارے اسلام لانے کی یہ بناء ہے تو ہم صاف کہے دیتے ہیں کہ اسلام میں بھی دنیا میں خدا کا دیدار نہیں ہو سکتا ہاں آخرت میں وعدہ ہے پھر میں نے کہا کہ جب تم اس میں ناکام رہو گے اور تمہارے اسلام کی یہ ہی بناء ہے تو شبہ ہوتا ہے کہ تم اسلام کو بھی چھوڑ دو گے کہنے لگا کہ اسلام کو تو ہرگز نہ چھوڑوں گا میں نے کہا کہ تمہارا کچھ اعتبار نہیں آخر ہم کیسے اطمینان کریں کہنے لگا کہ اسلام میں توحید ایسی کامل ہے کہ کہیں اور کسی مذہب میں نہیں اس لئے اسلام کو نہیں چھوڑ سکتا میں نے کہا کہ اسلام میں کیا توحید کامل ہے مجھ کو یہ انتظار تھا کہ دیکھو کیا دلیل بیان کرتا ہے بس پر اس کو اطمینان ہے کہنے لگا کہ اگر کوئی مسلمان ہو جاتا ہے اس کو سب مسلمان اپنے برابر سمجھنے لگتے ہیں یہ دلیل تھی اس کے پاس اسلام میں توحید کامل ہونے کی جو ظاہرا کوئی بڑی برہانی بات نہیں مگر حق تعالیٰ کا جس پر فضل ہوتا ہے اور اس کو رحمت سے نوازتے ہیں وہاں کسی مانع کا دخل نہیں ہوتا ظاہرا تو جب وہ اسلام لا کر بھی اپنے مقصد میں ناکام ہوا تو جو اسلام کا داعی تھا وہ رخصت ہو جانا چاہئے تھا مگر یہ برکت اس کے خلوص نیت کی تھی چونکہ وہ ان کی ملاقات کا متلاشی تھا اس پر یہ فضل ہوا کہ اس کو اسلام لانے کی توفیق نصیب فرما دی ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اس قصہ میں جو اس نومسلم سے بلا تلبیس حق بات صاف کہہ دی تھی اس پر ایک دوسرا قصہ بیان کیا کہ ایک ہندو جلال آباد میں تھا معزز رئیس تھا اس نے اتفاق سے ایک وعظ میں شرکت کی تھی اس کے سننے کے بعد اس نے چاہا تھا کہ میں اس کو تصوف کی تعلیم دوں کئی بار رقعے پرچے چلے اور میں نے اس کو خاص خاص عنوانات سے حق کی دعوت دی مگر وہ سمجھا نہیں ایک رقعہ میں میں نے اس کو صاف لکھ دیا کہ اگر ہم سے تصوف لینا ہے تو ایک شرط کی ضرورت ہے ہر طریق میں کچھ شرائط ہوتے ہیں جو تصوف ہم کو پہنچا ہے اس میں اسلام شرط ہے بس مایوس ہو کر بیٹھ گیا اسی عدم تلبیس کے سلسلہ میں فرمایا کہ جیسے میرے یہاں اپنے نقائص کے اخفا کا اہتمام نہیں ایسے ہی اپنے محاسن کے اخفا کا بھی اہتمام نہیں جو بھی حالت ہے کھلی ہوئی ہے اب خواہ کوئی نقائص سے غیر معتقد ہو جائے خواہ محاسن پر معتقد مجموعہ پر نظر کر کے اعتقاد میں بھی کسی کو غلو نہ ہوگا وہ وسط رہے گا پالیسی بمعنی فریب اور پالیسی بمعنی خوشامد دونوں سے بحمد اللہ مجھ کو ہمیشہ سے نفرت ہے میں تو کہا کرتا ہوں کہ انگریزی کی پالیسی اور فارسی کی پالیسی دونوں قابل نفرت ہیں اور بناوٹ پر معتقد ہونے والے کا اعتبار ہی کیا آخر

انسان ہے کہاں تک بنے گا ہمیشہ بنتے رہنا بڑا مشکل کام ہے اور جس طرح مصلح کو ضرورت ہے طالبین کو تلبیس سے بچاوے اسی طرح طالبین کو بھی سخت ضرورت ہے کہ تعیین مصلح میں نہایت احتیاط سے کام لیں اور تلبیس سے بچیں اور یہ سب احتیاطیں حالت موجودہ کے متعلق ہوسکتی ہیں باقی انجام کے متعلق جو کہ اس وقت محض مخفی ہے کوئی انتظام نہیں ہوسکتا بجز اس کے کہ جس وقت اس کا ظہور ہو اس سے قطع تعلق کر دے کسی کو دلائل صحیحہ سے صاحب کمال سمجھا گیا مگر باوجود اس کے پھر اس کو رجعت ہوئی تو اس وقت یہی حکم کیا جائے گا کہ سمجھنے میں غلطی ہوئی وہ پہلی ظاہری حالت واقع میں ولایت ہی نہ تھی جیسے طب کا مسئلہ ہے کہ دق کا مریض اگر اچھا ہوگیا تو کہا جاتا ہے کہ وہ دق ہی نہ تھی طبیب کی تشخیص میں غلطی ہوئی ایسے ہی ایسی حالت میں کسی کو صاحب کمال سمجھنے میں غلطی ہوئی وہ پہلے ہی سے صاحب کمال نہ تھا بعض صورتیں اشتباہ کی ایسی بھی ہوتی ہے کہ غیر حقائق پر حقائق کا دھوکہ ہوجاتا ہے جیسے صبح کاذب پر صبح صادق کا دھوکہ ہوجاتا ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

اے شدہ تو صبح کاذب را رہیں صبح صادق راز کاذب ہم ببیں

(تو جو صبح کاذب کا تبع ہو رہا ہے، صبح صادق اور صبح کاذب میں امتیاز کر۔۱۲)

دیکھئے ابلیس کو اپنے متعلق ہی دھوکہ ہوا اور نہ واقع میں اس کو کبھی نسبت اور قرب میسر نہیں ہوا اور آسمان پر چلا جانا یہ کسی دلیل سے علامت مقبولیت کی نہیں البتہ مکان کو مطہر کہیں گے اس سے آگے کوئی بات اس کے کامل ہونے کی دلیل نہیں باقی یہ جو اعمال صالحہ ابلیس کے تھے وہ محض صورۃ تھے حقیقۃً نہ تھے گو فتوے کے درجہ میں حقیقت بھی تھی مگر فی علم اللہ میں نہ تھی اور جو چیز فی علم اللہ نہ ہو وہ حقیقت معتبر نہیں اس لئے کبھی کسی آدمی کو بھروسہ نہیں کرنا چاہئے کہ میری حالت اخیر تک مامون ہی رہے گی میرے ابتدائی عربی کتابوں کے استاد نے جو مکہ کے ایک ثقہ عالم تھے ایک حکایت بیان فرمائی کہ اتفاق سے مکہ میں سیلاب آیا جس سے ایک عالم کی قبر کھل گئی مگر دیکھا کہ بجائے اس میت کے ایک عورت نہایت حسین اس قبر میں ہے تعجب ہوا کہ وہ شخص جو اس قبر میں دفن ہوا تھا اس کے بجائے یہ عورت قبر میں کیسے ہے ایک آفاقی حاجی شخص نے بیان کیا کہ میں اس کو پہچانتا ہوں یہ ایک لندن کے انگریز کی بیٹی ہے جو مجھ سے تعلیم حاصل کرتی تھی اور خفیہ مسلمان ہو کر مرگئی لوگوں نے یہ انتظام کیا کہ اس شخص کو مع دو مکی لوگوں کے لندن بھیجا کہ وہاں اس کی قبر کھول کر دیکھو چنانچہ اس قبر میں اس مکی عالم کی میت کی نعش دیکھی گئی جس کو ان دو مکی ہمرائیوں نے پہچانا یہ

سب واپس آئے اور بیان کیا اور حیرت بڑھی لوگوں نے اُس کی شخص کے مکان پر پہنچ کر اس کی بیوی سے پوچھا کہ یہ شخص ایسا کیا بُرا عمل کرتا تھا جس کی یہ سزا دی گئی بیوی نے کہا کہ یہ جب مجھ سے مقاربت کرتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ جنابت کے مسئلہ میں عیسائیت کا مذہب بڑے آرام کا ہے کہ جنابت کا غسل نہیں ایسی حالت میں اپنی حالت پر کیا ناز کرے کسی کو کیا حقیر سمجھے اس لئے کہ کیا خبر ہے کسی کو کہ خدا کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے بعض فساق فجار میں بھی خود فسق و فجور کے زمانہ میں ایسی بات ہوتی ہے کہ وہ بیڑا پار کر دیتی ہے لکھنؤ میں ایک خان صاحب تھے رند مشرب بڑے آزاد دنیا بھر کے عیوب ان میں تھے عمر ڈھل چلی تھی اہل محلہ سمجھاتے کہ میاں ضعیفی کا زمانہ ہے اب تو توبہ کر لو نماز شروع کر دو وہ کہتے کہ اس سے کیا ملے گا لوگ کہتے کہ جنت ملے گی وہ کہتے کہ میاں جنت کے واسطے اس قدر محنت اور مشقت کون کرے جنت کا لینا کیا مشکل ہے ایک ہاتھ ادھر اور ایک ہاتھ اُدھر بس سامنے سے کائی سی پھٹی چلی جائے گی اور جنت میں جا کھڑے ہوں گے جس وقت مولانا امیر علی صاحب نے ہنومان گڈی پر بت پرستوں کے مقابلہ میں جہاد شروع کیا خان صاحب کو معلوم ہوا مولانا کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ مولانا کیا ہم جیسے گنہگاروں کو بھی اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں گے مولانا نے فرمایا کہ کون امر مانع ہے خان صاحب ہاتھ میں تلوار لے کر میدان میں پہنچ گئے واقعی ایک ہاتھ ادھر اور ایک ہاتھ ادھر سامنے سے کائی سی پھٹ گئی بڑی تعداد کفار کو ختم کر کے ایک کافر کے ہاتھ سے خان صاحب شہید ہو گئے اور جنت میں داخل ہو گئے تو یہ بات دین کی حمیت خان صاحب میں عین جہاد کے وقت تھوڑا ہی پیدا ہوئی تھی یہ پہلے ہی سے قلب میں تھی جس کی کسی کو خبر بھی نہ تھی اور بات یہ ہے کہ جل علیٰ شانہٗ کے ساتھ تعلق اور محبت یہ بھی ایک عمل مخفی ہے جس کی بدولت خان صاحب کو یہ دولت نصیب ہوئی، ایک شخص مارہرہ میں تھا نہایت ہی او باش لاابالی لوگ کہتے کہ میاں خدا کو بھی منہ دکھلانا ہے ان حرکات سے توبہ کر لو جواب میں کہتا کہ میاں ہم جانیں ہمارے اللہ میاں تم کون ہو دخل دینے والے ایک دن دفعۃً بیٹھے بیٹھے بیساختہ اس کے منہ سے نکلا کہ میاں میرا کیا حال ہوگا پھر اور کوئی کلمہ دنیا کا زبان سے نہیں نکلا اور رونا شروع کیا اسی حالت میں دو تین روز کے بعد اسی پر ختم ہو گیا اور جان دیدی اب یہ شخص قتیل محبت و ہیبت ہونے کی وجہ سے شہداء میں سے ہے تو کیا کسی کو حقیر اور ذلیل سمجھا جا سکتا ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

گناہ آئینہ عفو و رحمت ست اے شیخ مبیں بچشم حقارت گناہ گاران را،

(اے شیخ گناہ (جس کے بعد توبہ نصیب ہو جاوے) عفو و رحمت کا آئینہ ہے (کیونکہ اگر گناہ نہ ہوتا تو توبہ کس چیز سے ہوتی اور توبہ نہ ہوتی تو عفو و رحمت کا ظہور کیسے ہوتا) لہٰذا گناہگاروں کو (اس حیثیت سے کہ وہ مظہر نہیں رحمت و عفو الٰہی کے) چشم حقارت سے مت دیکھو۔۱۲)

غوائل نفس کا نہ سمجھنا بے فکری ہے:

(ملفوظ ۱۱۹) ایک سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت بہت سے غوائل نفس کے ایسے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتے اگر کوئی کہے کہ پھر یہ اُن کا مکلف ہی نہیں ہوگا سو یہ بالکل غلط ہے کیونکہ فکر کرنے سے یہ سمجھ سکتا ہے مگر فکر نہیں کرتا اس لئے نہیں سمجھتا اور بے سمجھی کا انسداد کر سکتا ہے مگر نہیں کرتا پس اس کا سبب بے فکری ہے اگر فکر ہو سب کچھ کر سکتا ہے، اور فکر کا مکلف ہے۔

ایک انگریزی خواں کا دن میں کئی لباس تبدیل کرنا:

(ملفوظ ۱۲۰) ایک مولوی صاحب کے جواب میں فرمایا کہ کلیہ تو نہیں مگر اکثر یہ ہے کہ یہاں جو جس کے لئے تجویز کیا جاتا ہے وہ اسی کا اہل ہوتا ہے اور یہ میں پھر کہے دیتا ہوں کہ یہ کلیہ نہیں کبھی کوئی شبہ وارد کرے ایک صاحب یہاں انگریزی کی تعلیم یافتہ آئے تھے صبح سے شام تک کئی لباس بدلتے تھے وطن پہنچ کر اپنے حالات کا خط لکھا میں نے علاوہ اُن باتوں کے جواب کے ایک حالت یہ بھی لکھی کہ آپ جس وقت تک یہاں پر مقیم رہے آپ اس غزل کے مصداق رہے کہ

گہے درکسوت لیلیٰ فرو شد، گہے در صورت مجنون برآمد

(کبھی لیلیٰ کے لباس میں چھپ گئے، کبھی مجنوں کی صورت میں نکلے۔۱۲)

اقرار کیا اور لکھا کہ میں خود محجوب ہوں آئندہ ان شاء اللہ ایسا نہ ہوگا۔

۱۱؍ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

تنخواہ دار ملازم سے غلطی پر مواخذہ:

(ملفوظ ۱۲۱) حضرت والا کے ایک تنخواہ دار ملازم نے ایک مہمان سے جو حج کر کے آئے تھے ان سے سوال کیا کہ کچھ تبرکات بھی لائے ہو اس کی اطلاع کسی ذریعہ سے حضرت والا کو ہو گئی اس پر اس ملازم سے سخت مواخذہ فرمایا کہ تم کو کیا حق تھا اس سوال کا جبکہ میں ہر قسم کا تمہارا

خیال رکھتا ہوں اور کسی قسم کی حتی الامکان تکلیف نہیں ہونے دیتا علاوہ تنخواہ کے ویسے بھی تمہاری خبر گیری کرتا رہتا ہوں پھر یہ حرص اور طمع اور مہمان سے سوال کیا معنی عرض کیا کہ محض دریافت کرنا مقصود تھا فرمایا کہ عذر گناہ بدتر از گناہ اگر مانگنا مقصود نہ تھا تو یہ فعل عبث ہوا جو مانگنے اور سوال کرنے سے بھی زیادہ بُرا ہے نیز تمہارے اس سوال سے مہمان کو تکلیف ہوئی وہ محجوب ہوا اس کے بعد تو وہ ضرور ہی دے گا چاہے جی چاہے یا نہ چاہے اور یہاں تو یہ بات ضروری قواعد میں داخل ہے کہ کوئی کسی سے سوال نہ کرے یہاں پر رہنے والوں کو تو اس کے ماتحت رہنا چاہئے

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد، کسے رابا کسے کارے نباشد

(وہی جگہ بہشت ہے جہاں کوئی تکلیف نہ ہو، اور کسی کو کسی سے کوئی حاجت نہ ہو)

اب بتلایئے باوجود اس کے کہ میں دوسروں کی اس قدر خدمت کرتا ہوں پھر بھی اس طرح میں ستایا جاتا ہوں اور اس قسم کے بار مجھ پر ڈالے جاتے ہیں انصاف فرمایئے کہ جس شخص کے قلب میں اس قدر رعایتیں رکھی ہوں کیا وہ خود ابتداء کسی سے سختی کرے گا میں فخراً بیان نہیں کرتا بلکہ اللہ کی نعمت ہے، اس کا اظہار کرتا ہوں کہ میرے کسی فعل سے کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچتی اور یہ جو کچھ قواعد اور ضوابط میرے یہاں ہیں ان سے مقصود احکام کی حفاظت اور حدود کی رعایت ہے اپنے بزرگوں کا یہی طرز دیکھا ہے اور یہی پسند بھی ہے اب اگر ان حرکات پر دارو گیر اور محاسبہ نہ کروں تو پھر اس سے آگے درجہ بڑھے گا مثلاً اب تو محض حرص و طمع ہے پھر مانگنا شروع کر دینگے اور دینے والے بھی پہلے تو اور نیت سے خدمت کرتے ہیں مگر پھر مختلف نیت ہو جاتی ہے مثلاً یہ کہ مقرب ہیں ان کے ذریعہ سے سلام و پیام پہنچے گا اور حاجت ہوگی وہ پوری ہو جائے گی اور اس کا فساد ظاہر ہے میں ایسی فساد کے انسداد کے لئے ان لوگوں کی اس قدر رعایت کرتا ہوں کہ ان سے کہہ رکھا ہے جب کہیں کھانے کا سامان نہ ہو گھر سے کھانا منگا لو پلاؤ قورمہ تو ہوگا نہیں دال روٹی ہو گی مگر وہی کھالیا کرنا۔

مخالفین کا بھی خانقاہ امدادیہ کی تعریف کرنا:

(ملفوظ ۱۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے بدعتی اپنے مجمع میں اقرار کرتے ہیں کہ یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ نفع کہاں ہوتا ہے اور کہاں نہیں مگر تسلی جس چیز کا نام ہے وہ خانقاہ امدادیہ ہی

میں ہوتی ہے اور کہیں نہیں ہوتی بعضے بہت پکے مخالف ہیں جن شخصوں نے یہ بات کہی ہے سب اللہ کا فضل ہے احسان ہے۔

تبرکات میں زیادہ کاوش کرنا خلاف محبت ہے:

(ملفوظ ۱۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عالم تم ہو تو کم از کم عاشق تو ہو شاہ عبد العزیز صاحب رحمہ اللہ نے اسی عشق سے متاثر ہو کر لکھا ہے میں نے خود لکھا ہوا دیکھا ہے اب یاد نہیں رہا کہ کہاں لکھا ہے کہ یہ جو جا بجا تبرکات ہیں ان میں زیادہ کاوش نہ کرے کہ خلاف محبت ہے۔

روپوں کو بار بار گننا لذت اور محبت مال کی علامت ہے:

(ملفوظ ۱۲۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جمع مال کی مذمت میں عَدَّدَہٗ فرمایا جو تکرار پر دال ہے عدہٗ نہیں فرمایا بار بار گننا علامت ہے لذت اور محبت مال کی۔

تفسیر عجیب از مولانا محمد یعقوب صاحب:

(ملفوظ ۱۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے بزرگ بحمد اللہ بے نظیر جامع کمالات تھے چنانچہ باوجود اس کے کہ مولانا فیض الحسن صاحب بہت بڑے ادیب ہیں جلالین پر ان کا حاشیہ بھی مشہور ہے وہ چھپا ہوا میرے پاس بہت دنوں تک رہا بھی ہے مگر اس میں کوئی خاص عجیب تحقیق نظر نہیں آئی اور مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ ایسے ادیب مشہور نہ تھے مگر مولانا کی تقریرات سے جو بہت سے مقامات مجھ کو منضبط بھی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ عربیت سے اس قدر مناسبت تھی کہ دیکھنے والا پھڑک جاتا ہے چنانچہ اس وقت ایک مقام یاد آ گیا آیت اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ اور آیت اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ کے متعلق (پہلی آیت میں) الزانیۃ کی تقدیم اور دوسری آیت میں السارق کی تقدیم کے بارہ میں مشہور سوال ہے جس کا سب سے لطیف جواب منقول ہے کہ سرقہ کی بنا جرأت ہے اور وہ مرد میں زیادہ ہے اور زناء کی بناء شہوت ہے جو عورت میں زیادہ ہے مگر اس جواب میں یہ خدشہ ہے کہ اس فرق کو بناء کہتے ہیں تو مجرم کی ایک قسم کی معذوری کا اظہار ہے اور مقام یہ ہے تقبیح کا اب مولانا کی توجیہ سنئے فرماتے تھے کہ سرقہ کا صدور مرد سے زیادہ عجیب اور قبیح ہے کہ وہ کما کر کھا سکتا ہے اور عورت میں عفت وشرم وحیا زیادہ ہوتی ہے اس سے زنا کا صدور زیادہ عجیب وقبیح ہے میں نے کسی تفسیر میں یہ بات نہیں دیکھی جو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ

سے سنی مولانا سے میں نے جلالین کے بیس پارے پڑھے ہیں اکثر مقامات میں ایک عجیب بات ارشاد ہوتی تھی گو اب سب یاد نہیں رہا مگر کچھ کچھ یاد ہے اور پھر باوجود ان کمالات کے یہ حالت تھی کہ اپنے کو بالکل مٹائے ہوئے اور فنا کئے ہوئے تھے اور آج کل اکثروں کی یہ حالت ہے کہ نہ علوم ہیں نہ عمل نہ کوئی تحقیق ہے نہ کوئی تدقیق ہے مگر ویسے ہی جامے سے باہر ہوئے جاتے ہیں دیکھئے ہمارے بزرگ جو ہر طرح پر صاحب مال تھے اُن کو جو بھی خطابات دیئے جاتے اور جن القاب سے یاد کیا جاتا تھوڑا تھا مگر ان حضرات کا انتہائی لقب مولانا تھا ورنہ اکثر مولوی صاحب کہلاتے تھے اور آج کل جن لوگوں کو اُن سے کچھ بھی نسبت نہیں وہ شیخ الحدیث شیخ التفسیر، امیر الہند امام الہند کہلانے لگے یہ سب نئی ایجاد ہے البتہ شیخ الاسلام پُرانا لقب ہے اس سے طبیعت میں انقباض نہیں ہوتا اور خیر یہ القاب تو پھر بھی علم سے تعلق رکھتے ہیں مگر آج کل تو جانوروں تک کے خطابات باعث فخر اور پسندیدہ سمجھے جاتے ہیں بہیمیت کا غلبہ اس زمانہ میں ہو گیا ہے، مثلاً طوطی ہند، بلبل ہند، شیر پنجاب معلوم ہوتا ہے اب کچھ دنوں کے بعد فیل ہند، اسپ ہند، گرگ ہند، پیدا ہونگے کیا خرافات ہے خدا بھلا کرے اس جاہ کا اس نے اندھا بنا رکھا ہے اور سنیئے کہ ان میں لکھے پڑھے بھی نہیں مگر امام التفسیر شمس العلماء یہ خطابات اور القاب یہ سب نیچریت کے ماتحت ہیں لوگوں کو ان باتوں میں کچھ مزہ آتا ہے استغفر اللہ۔

سادگی حضرت حاجی صاحب:

(ملفوظ ۱۲۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کی تو ظاہری وضع بھی سادی رہتی تھی کوئی پہچانتا بھی نہ تھا ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ دہلی تشریف رکھتے تھے دیکھا ایک جگہ مجمع ہے اور دردنامہ غمناک جو کہ حضرت کی تصنیف پڑھا جا رہا ہے حضرت بھی مستمعین (سننے والوں) میں شریک ہو گئے اور کسی نے پہچانا بھی نہیں ایک بار پانی پت تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں دیکھا کوئی عاشق یہی دردنامہ پڑھتا جا رہا ہے فرماتے تھے کہ میں نے کہا کیوں بک بک لگا رہا ہے اس نے حضرت کو سختی سے جواب دیا کہ تو کیا جانے حضرت کے پانی پت پہنچنے کے بعد شہرت ہوئی یہ شخص بھی ملاقات کو آیا حضرت کو پہچان کر بہت شرمندہ ہوا اور حضرت سے معافی چاہی حضرت نے فرمایا کہ بھائی تم نے کوئی بُری بات تو نہیں کہی تھی یہی تو کہا تھا کہ تو کیا جانے تو واقعی میں تمہاری حالت کو کیا جانوں، یہ حالت تھی سادگی کی اپنے

بزرگوں کی اور اب تو رنگ ہی بدل گیا ڈھنگ ہی نرالے ہیں مجھ کو تو دیکھ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ ایک دم کایا پلٹ ہو گئی۔

بزرگوں کے مسلک چھوڑنے کی خرابیاں:

(ملفوظ ۱۲۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ ساری خرابیاں اپنے بزرگوں کے مسلک اور طرز کو چھوڑ دینے کی ہیں عاقبت اور خیریت اسی طرز میں ہے جو ہمیشہ اپنے بزرگوں کا رہا ہے یہ نئی نئی باتیں انگریزیت اور نیچریت کی بدولت لوگوں کی گلوگیر ہو گئیں اب ان چیزوں کا قلب سے مٹنا آسان نہیں البتہ ایک چیز ہے جو ان کا انسداد کر سکتی ہے وہ صحبت ہے کسی کامل کی اور وہی مقصود ہے اور ایک اس کی ہی کیا شکایت کی جائے تمام دین ہی کی حقیقت بدل گئی اسی دین کے لباس میں ہزاروں راہ زن اور ڈاکو بنے پھرتے ہیں ان بددینوں کی بدولت لوگوں کے عقائد تک خراب ہو گئے بدعت اور شرک میں عام ابتلا ہو گیا اور ذرا قلب میں خدا کا خوف نہیں رہا زیادہ تر گمراہی کا دروازہ ان ہی کی بدولت کھلا ہے اور لوگ دوسری طرف متوجہ ہو گئے چنانچہ تحریک گذشتہ میں علماء کی شرکت سے عوام پر زیادہ اثر ہوا اور لوگ راہ سے بے راہ ہو گئے اور ایسے لوگوں کی حالت زیادہ خطرناک ہے جو دوسروں کی گمراہی کا سبب بنیں۔

۱۱ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یک شنبہ

خدمت کے شرائط میں ایک بے تکلفی بھی ہے:

(ملفوظ ۱۲۸) ایک صاحب کی غلطی پر جو کسی خدمت کے متعلق صادر ہوئی تھی مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جب تک بے تکلفی نہ ہو کسی کی خدمت نہیں کرنا چاہئے ایسی خدمت سے مخدوم کو تکلیف پہنچتی ہے کیونکہ خدمت کے شرائط میں سے ایک بے تکلفی بھی ہے لوگ خدمت میں کوئی شرط ہی نہیں سمجھتے حالانکہ نماز روزہ جو قربات مقصودہ سے ہیں اُن تک میں بھی شرائط ہیں مگر لوگ اس میں کچھ بھی شرائط نہیں سمجھتے اگر شرائط خود معلوم نہ ہوں تو آدمی کم از کم تحقیق تو کر لے کہ کیا شرائط ہیں اوّل تو فطرت سلیمہ کا مقتضا یہ ہی ہے کہ خود ایسی شرائط جو کہ موٹی باتیں ہیں سمجھ میں آ جائیں لیکن اگر کسی کی ایسی فطرت نہ ہو تو یہ موٹی بات ہے کہ کسی سے معلوم ہی کر لے لیکن یہ باتیں ہوتی ہیں فکر سے اور فکر ہے نہیں جو جی میں آیا کر لیا اس پر ان صاحب نے معافی کی

درخواست کی فرمایا کہ معاف ہے مگر آئندہ ایسی باتوں کا خیال رہے بے ڈھنگا پن بُرا ہے۔

سنی سنائی روایت پر عمل نہ فرمانا:

(ملفوظ ۱۲۹) ایک گفتگو میں فرمایا کہ الحمدللہ میری عادت ہے کہ میں سنی سنائی روایتوں پر عمل نہیں کرتا اگر مدعی علیہ اُس واقعہ کا انکار کرے تو میں اس پر عمل نہیں کرتا باقی رہا شبہ سو یہ میرے اختیار میں نہیں شبہ تو ہو ہی جاتا ہے مگر یہ حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ جو چیز اختیار میں ہے اس میں کبھی حدود سے تجاوز نہیں ہوتا۔

فناء نفس مقدم ہے مجاہدہ پر:

(ملفوظ ۱۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو شخص یہاں اصلاح کے لئے قیام کے ارادہ سے آتا ہے یا طالب علم مدرسہ میں داخل ہونے کے لئے آتا ہے اوّل اس کو دو وصیتیں کر دی جاتی ہیں ایک یہ کہ کسی سے دوستی مت کرو اور دوسری یہ کہ کسی سے دشمنی مت کرو یہاں تو وہ رہ سکتا ہے جو مردہ ہو کر رہے یہاں زندوں کا کام نہیں اور جگہ تو مجاہدہ مقدم ہے فناء نفس پر اور یہاں فناء نفس مقدم ہے مجاہدہ پر۔

اعلاء السنن اور تفسیر میں مذہب حنفی کا کام:

(ملفوظ ۱۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولوی ....صاحب ایک تصنیف کا وعدہ کر گئے ہیں جس میں آیات سے اثبات ہوگا مذہب حنفی کا کیونکہ مدرسہ دیوبند میں جیسے پہلے سے حدیث شریف کا دورہ ہوتا ہے امسال تفسیر کا دورہ بھی تجویز کیا گیا ہے اس میں مدارک بھی ہے اس کے مصنف حنفی ہیں تو اُس نئی کتاب میں اس میں زیادات ہو جاوے گی جیسے یہاں ایک کتاب مذہب حنفی میں حدیث کی ہوگئی ہے اعلاء السنن اسی طرح یہ ایک کتاب تفسیر کی ہو جائے گی جس کا وعدہ مولوی صاحب کر گئے ہیں پھر حدیث کی کتاب مذکور کی ترتیب پر فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ یہاں کسی کو امداد کے لئے نہ تحریک کی جاتی ہے اور نہ ترغیب دی جاتی ہے اور کام سب جگہ سے زائد ہو رہا ہے۔

مدارس میں منگل کو چھٹی کا سبب:

(ملفوظ ۱۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پورب کے شہروں میں مدارس میں منگل کی

بھی چھٹی ہوتی ہے اس لئے کہ وہاں کے لوگوں میں مشہور ہے کہ امام ابوحنیفہ کی وفات منگل کے روز ہوئی ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ امام صاحب کی وفات منگل کے روز ہوئی۔

خدا سے محبت پیدا کرنا تمام تصوف کی جڑ:

(ملفوظ ۱۴۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس راہ میں صرف ایک ہی طریق ہے کامیابی کا وہ یہ کہ خدا سے محبت پیدا کرو بس یہی جڑ ہے تمام تصوف کی بدوں اس کے اس راہ میں کامیابی مشکل ہے اب رہا یہ کہ محبت پیدا کرنے کا کیا طریق ہے سو وہ طریق یہ ہے کہ اہل محبت کے پاس بیٹھو ان کی صحبت اختیار کرو اس کی برکت سے یہ چیز نصیب ہو جائے گی اور یہ چیز نہ پیر کی توجہ پر موقوف ہے اور نہ کسی تعویذ گنڈوں پر یہ خود اپنی طلب پر موقوف ہے اب جس کو بھی عطا ہو جائے مگر طلب ضرور شرط ہے۔

اپنا مقصود ظاہر کئے بغیر کیسے اصلاح کی امید ہو سکتی ہے:

(ملفوظ ۱۴۴) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جب آدمی اپنے مقصود ہی کو ظاہر نہیں کر سکتا تو آگے اس سے کیا امید ہو سکتی ہے مجھ کو تو اس کا بھی قلق ہوتا ہے کہ سفر بھی کیا روپیہ بھی صرف ہوا وطن چھوڑا اور پھر محرومی رہی میں یہ کیسے مان لوں کہ گھر سے اتنی دور آ گئے اور مقصود کوئی ذہن میں نہ ہو کیا یونہی دیوانوں کی طرح دھکے کھاتے پھرتے ہیں یا کچھ دماغ میں خلل ہے ایسے ایسے کوڑ مغز اور بدفہم میرے حصہ میں آتے ہیں خدا معلوم کیا کوئی خاص مدرسہ ہے بدفہموں کا جہاں یہ لوگ تعلیم پا کر آتے ہیں اب اگر کچھ کہتا ہوں تو بدنام ہوتا ہوں اور اگر نہیں کہتا تو بت کی طرح بیٹھے ہیں نہ ہوں نہ ہاں کچھ بھی نہیں اسکے بعد فرمایا ارے بندۂ خدا کچھ تو دوسرے آدمی کو جواب دینا چاہئے اگر کوئی جواب نہیں تو یہ ہی کہہ دو کہ کوئی جواب نہیں یہ بھی ایک جواب ہے اس پر اُن صاحب نے عرض کیا کہ میں ذرا سوچ کر پھر کسی وقت جواب دوں گا فرمایا ماشاء اللہ ایک بات تو فہم کی کہی اگر یہ پہلے ہی سے کہہ دیتے تو مجھ کو اتنی پریشانی نہ ہوتی اچھا جاؤ اور تنہائی میں بیٹھ کر جواب سوچ لو اور جب سمجھ میں آ جائے تو مجھ کو خود تو یاد رہے گا نہیں تم خود اطلاع کر دینا اور اس میں بھی یہ آزادی ہے کہ اگر تمہارا جی چاہے تو اطلاع کرنا اگر نہ چاہے مت کرنا مجھ کو انتظار نہ ہوگا اگر اطلاع میں اپنا نفع سمجھو اور مجھے اصلاح کرانا مقصود ہو اطلاع کرنا ورنہ جو ارادہ ہو اس پر عمل کر لینا میری طرف سے بالکل آزادی ہے۔

فقہاء کا علم غیر فقیہ کی سمجھ سے بالا ہے:

(ملفوظ ۱۳۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فقہاء کی شان اور اُن کا علم غیر فقیہ کی سمجھ سے بالاتر ہے اور اس کی ایک غامض وجہ ہے وہ یہ کہ اُن میں صرف علم ہی نہیں تھا بلکہ اس سے بڑھ کر ایک اور چیز اُن میں تھی اور وہ خشیت حق ہے اس کو حقیقت رسی میں خاص دخل ہے ان اسباب سے وہ حضرات اجتہاد کے اہل تھے اور اس وقت کے تو اجتہاد میں بھی وہی سوجھتا ہے جو نفس میں ہوتا ہے الا ماشاء اللہ مگر اکثریت اسی اتباع ہوئی کی ہے اسی لئے آج کل کے غیر مقلدوں کے متعلق قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی فرمایا کرتے تھے کہ یہ عامل بالحدیث تو ہیں مگر کونسی حدیث اس لئے کہ حدیث کی دو قسمیں ہیں ایک حدیث رسول اللہ ﷺ اور ایک حدیث النفس سو یہ دوسری قسم کے عامل بالحدیث ہیں اور حضرت سچ تو یہ ہے کہ اگر ہم میں علمی اسباب بھی اجتہاد کے ہوتے تب بھی ہم اس قابل نہ تھے کہ ہم کو اجتہاد کی اجازت دی جائے اگر ہم علم میں ذہن میں عقل وفہم میں اُن حضرات کے برابر بھی ہوتے تب بھی ہم میں اور ان میں جو ایک بڑا فرق ہوتا وہ خشیت حق کا ہے اُن کے قلوب میں حق سبحانہٗ تعالیٰ کی جو خشیت تھی ہمارے قلوب الا ماشاء اللہ اس سے تقریباً خالی ہیں اور حقیقی اساس توفیق اجتہادی کی یہی خشیت ہے حتی کہ جس کا قلب خشیت حق سے لبریز ہوتا ہے اسکے کلام تک کی شان جدا ہوتی ہے اور یہ شان خاص ہونا ایسی بدیہی بات ہے کہ اسکا اندازہ اس زمانہ جہل میں بھی ہو سکتا ہے اہل فہم اس فرق کو معلوم کر سکتے ہیں۔

اہل اللہ اور خاصان حق کی شان:

(ملفوظ ۱۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل اللہ اور خاصان حق کی شان ہی جدا ہوتی ہے ان کی تکالیف ظاہری بھی اُن کے لئے موجب راحت باطنی ہوتی ہیں اس لئے اُن کی حالت کا دوسروں کو اپنی حالت پر قیاس کرنا بالکل ہی غلط ہے مولانا رومی رحمہ اللہ اسی کو فرماتے ہیں۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر ؎ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

چنانچہ حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہی رحمہ اللہ پر جب فقر و فاقہ ہوتا تو کبھی ان کی بیوی چونکہ ان کے پیر کی بیٹی تھیں کہتیں کہ حضرت اب تو تحمل نہیں کچھ کھانے پینے کا انتظام کرنا چاہئے تو بیوی کے جواب میں فرماتے انتظام ہو رہا ہے گھبراؤ مت وہ دریافت کرتیں کہاں ہو رہا

ہے فرماتے جنت میں ماشاء اللہ وہ بی بی بھی ایسی تھیں کہ جنت کے وعدہ پر اُن کو سکون ہو جاتا تھا اب تو یہ حالت ہے کہ ایمان رہے یا جائے آمدنی ہو روپیہ ہو، عیش وعشرت میں کوئی فرق نہ آ جائے چاہے اللہ اور رسول کے تعلقات میں کیسا ہی فرق آ جائے۔

دورِ حاضر کے تقویٰ کی مثال:

(ملفوظ ۱۳۷) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل کا تقدس اور تقویٰ طہارت اور زہد بی بی تمیزہ کا سا وضو ہے جو نہ جنابت سے ٹوٹتا تھا اور نہ بول براز سے مہینوں ایک ہی وضو سے نماز پڑھی اور درمیان میں سب کچھ ہوتا رہا ایسا ہی آج کل کا تقویٰ ہے کہ ایک بار اس کی رجسٹری ہو جائے پھر کوئی چیز اس میں مخل نہیں ہوتی پھر لطف یہ ہے کہ اگر اُس بے احتیاطی کا اثر دوسروں تک بھی پہنچے اور کوئی خیر خواہ اُن سے کہے کہ حضرت یہ لوگ آپ کے معتقد ہیں آپ کے فعل سے استدلال کرتے ہیں گمراہ ہوتے ہیں آپ کو احتیاط مناسب ہے تو اس پر جواب ملتا ہے کہ آپ ذاتیات پر حملہ کرتے ہیں حالانکہ وہ ذاتیات نہیں ہوتے اور اگر بالفرض ذاتیات بھی ہوں تب بھی حیرت ہے کہ تم تو آیات بینات اور دینیات پر حملہ کرو اور کوئی تمہاری ذاتیات پر بھی حملہ نہ کرے پہلے بھی سب لوگ متقی نہ ہوتے تھے مگر غیرت حمیت اور عظمت دین کی اُن کے قلب میں ہوتی تھی اب یہی بات نہیں رہی لوگوں میں اسی کی کمی ہوگئی۔

غفلت کی حد:

(ملفوظ ۱۳۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تعجب ہے کہ اہل باطل کو تو اجازت ہے کہ وہ اہل حق سے تعصب رکھیں اور اہل حق کو اس کی بھی اجازت نہیں کہ وہ مدافعت بھی کر سکیں کتنے بڑے ظلم اور اندھیر کی بات ہے اور یہ اہل باطل اپنے مسلک کی اشاعت کے لئے اس قدر اہتمام کرتے ہیں کہ اگر اس میں ذرا کمی ہو تو ان کا زندہ رہنا دشوار ہے اس لئے کہ حق تعالےٰ کی نصرت تو اُن کے ساتھ ہے نہیں محض قوت ظاہری اور سامان ظاہری پر اُن کی مذہبی زندگی کا مدار ہے وہ بھی نہ ہو تو بس خاتمہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ اہل باطل ہمیشہ متفق و مشغول تدابیر رہتے ہیں اور اہل حق ہمیشہ اس خیال میں رہتے ہیں کہ اللہ کا دین ہے وہ خود حفاظت کریں گے اس لئے وہ زیادہ اہتمام نہیں کرتے اور فی نفسہ تو یہ خیال نہایت صحیح اور مبارک خیال ہے مگر اس میں ایک بہت بڑی غلطی مضمر

ہے جس کو میں اس وقت ظاہر کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس خیال میں غلو ہو گیا ہے یعنی اس قدر بے پروائی ہوگئی ہے کہ وہ توکل اور استغناء کے درجہ سے بڑھ کر غفلت کی حد تک پہنچ گئی اور یہ استغنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص یہ دیکھ کر کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں ۔اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ،یعنی ہم قرآن مجید کے محافظ ہیں یہ رائے دے کہ لوگ حفظ کرنا چھوڑ دیں حالانکہ یہ حکم فرمانا کہ تم حفاظت کرو یہ بھی حق تعالیٰ ہی کی تو حفاظت ہے اور اس حالت میں حق تعالیٰ کی حفاظت کا یہ مخصوص اثر ہے کہ تدبیر میں زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں ضروری توجہ اور معتدل سعی کافی ہے۔

آجکل کے غیر مقلدین کی بے انصافی:

(ملفوظ ۱۳۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کے غیر مقلدین کی بے انصافی ملاحظہ کیجئے جو اپنے اجتہاد سے اصول قائم کئے ہیں کہ وہ بھی منصوص نہیں اُن کو تو تمام دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں اور عمل کرنے پر ترغیب دیتے ہیں اور حنفیہ نے جو اصول قائم کئے ہیں جو اجتہادی ہونے میں اُن ہی کے ہم پلہ ہیں اُن کو تسلیم نہیں کرتے آخر ان میں اور اُن میں فرق کیا ہے کہ ان کے قائم کردہ اصول تو بدعت نہ ہوں اور حنفیہ کے اصول بدعت ہوں جو دلیل ان کی سنیت کی بیان کی جائے گی وہی جواب اور دلیل ہماری طرف سے ہوگا دیکھیں کیا جواب ملتا ہے۔

مسئلہ تصور شیخ کے متعلق حضرت کی رائے:

(ملفوظ ۱۴۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تصور شیخ کا مسئلہ کبھی جی کو نہیں لگا اس سے طبیعت الجھتی ہے بلکہ اچٹتی ہے میں حرمت کا فتوی تو نہیں دیتا یہ تو مولانا شہید رحمہ اللہ ہی کا منصب تھا مگر ایسا حلال سمجھتا ہوں جیسے اوجھڑی کو حلال سمجھتا ہوں مگر کھا نہیں سکتا پس اسی درجہ میں سمجھتا ہوں تصور شیخ کو گو حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ نے اس کے نافع اور محمود ہونے پر بڑا زور دیا ہے مگر میں امر فطری کو کیا کروں۔

۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

بیعت کی غایت اطلاع حالات پر ہے:

(ملفوظ ۱۴۱) ایک مہمان بہت دور کے رہنے والے آئے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ

کابل سے بھی ایک ماہ کی مسافت پر اُن کا وطن ہے انہوں نے بیعت کی درخواست کی اس پر فرمایا کہ ہر مطلوب میں مقصود اس کی غایت ہوتی ہے اور اس کا ترتب عادۃً موقوف ہے اطلاع حالات پر اور آپ کے یہاں شاید ڈاک کا انتظام نہ ہو تو ایسی حالت میں اگر آپ اپنے حالات کی اطلاع نہ دے سکے تو نری بیعت سے کیا فائدہ اُن صاحب نے عرض کیا کہ ڈاک کا انتظام کافی ہے برابر وہاں سے ہندوستان میں خطوط کی آمد و رفت رہتی ہے میں ضرور حضرت سے اپنی اصلاح کے متعلق خط و کتابت رکھوں گا فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو مجھ کو خدمت سے کیا عذر ہو سکتا ہے میں تو اس کام کے لئے بیٹھا ہی ہوں باقی جو شبہ تھا وہ آپ سے کہہ دیا گیا اور بتلا دیا گیا کہ بیعت اصل نہیں اصل دوسری چیز ہے اور آپ کے جواب سے وہ شبہ رفع ہو گیا اب آپ کو ان شاء اللہ تعالیٰ بعد نماز مغرب بیعت کرلوں گا آپ یادداشت کے طور پر ایک پرچہ لکھ کر مجھ کو دیدیں اُس میں اپنا نام اور لفظ بیعت لکھ دیں تاکہ مجھ کو یاد رہے اُن صاحب نے ایک پرچہ لکھ کر پیش کر دیا اور بعد نماز مغرب نفلوں سے فراغ پر ان صاحب کو بیعت فرمالیا گیا۔

کانگریس محض ایک سیاسی جماعت ہے:

(ملفوظ ۱۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس کو کوئی اپنی اصطلاح میں خواہ بے غیرتی کہے یا ضعف پر محمول کرے صاف بات یہ ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کی ہر امر میں موافقت اور ہر قسم کی امداد نہیں کر سکتے اور حقیقت میں اس کو امداد ہی کہنا صحیح نہیں کہ حدود سے تجاوز کر کے کسی کی موافقت کر لے کیونکہ حدود شریعت سے گذر کر آدمی جو کام بھی کرے گا اس کا بُرا ہی حشر ہو گا پھر وہ امداد کیا ہوئی چنانچہ اسی بناء پر ہم لوگ کانگریسیوں کی امداد نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے خیال میں کانگریسی اصل میں بالشویک ہیں یہ کسی طرح بھی مذہب کی حامی جماعت نہیں ہے بلکہ محض سیاسی جماعت ہے جس میں زیادہ حصہ مذہب کے خلاف ہے اگر خدانخواستہ اس جماعت کا ہندوستان میں غلبہ ہو گیا اور خدا نہ کرے کہ وہ دن آئے تو یہ بھی ہندوستان میں وہی کریں گے جو بالشویک کر رہے ہیں۔

عورتوں میں بے حیائی کا مرض:

(ملفوظ ۱۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر اقوام میں عورتوں میں بے حیائی کا مرض عام ہو گیا ہے میں نے خود اخباروں میں پڑھا ہے کہ امریکہ میں عورتوں کے سنگار پر ڈبل فیس خرچ

ہوتی ہے اگر مکمل سنگار کرایا جائے تو فیس کے پچاس روپیہ خرچ ہوتے ہیں اور سنگار کرنے والے کے سامنے تقریباً برہنہ ہو جاتی ہیں۔

تحریکات حاضرہ کے دینی انقلاب پر اظہار افسوس:

(ملفوظ ۱۴۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تحریکات حاضرہ میں کس قدر جلد دینی انقلاب ہو گیا اور یہ تو اس حالت میں ہے کہ یہ لوگ اپنے مقصد میں ناکام رہے اگر سوراج مل جاتا اور کامیابی ہو جاتی تب دیکھتے کہ دین کا کیا حشر ہوتا اور عوام تو بیچارے کس شمار میں ہیں علماء تک اس گڑ بڑ میں پھنس گئے اور حدود سے گذر کر بے قیدی کے میدان میں آ کھڑے ہوئے اور زیادہ گمراہی ان ہی لوگوں کی وجہ سے پھیلی اس لئے کہ یہ لوگ مقتدا اور پیشوا کہلاتے ہیں تو ان کا اثر ہونا ہی چاہئے تھا بعضوں کی بے قیدی سن کر آپ کو تعجب ہوگا کہ ایک مشہور عالم نے اپنے وعظ میں سہارنپور میں بیان کیا کہ بعض لوگ خواہ مخواہ کے اوہام میں مبتلا ہیں کہتے ہیں کہ اگر سوراج مل گیا تو ہندو مسجدوں میں اذان نہ ہونے دیں گے تو صاحبو کیا بلا اذان کے نماز نہیں ہو سکتی اور کہتے ہیں کہ مساجد میں نماز نہ پڑھنے دیں گے تو صاحبو کیا گھر میں نماز نہیں ہو سکتی اور کہتے ہیں کہ گائے کی قربانی نہ ہونے دیں گے تو کیا بکرے کی قربانی نہیں کر سکتے کیا گائے کی قربانی فرض و واجب ہے، یہ واعظ ہیں اور عالم کہلاتے ہیں اتنی بات کہنے کی اور رہ گئی کہ اگر وہ اسلام پر نہ رہنے دیں گے تو کیا غیر اسلام پر رہ کر زندہ نہیں رہ سکتے ذرا ذہنیت تو دیکھئے کہ جو ہندو چاہیں گے اس کو گوارا کر لیں گے اس درجہ تک نوبت پہنچ چکی ہے۔ **اللھم احفظنا**۔

عوام کے اکثر شبہات کا منشاء جہل بسیط ہے:

(ملفوظ ۱۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شبہات جو عوام میں پیدا ہوتے ہیں ان کا منشا اکثر جہل بسیط ہوتا ہے اسی لئے وضوح حق کے بعد بہت صاف الفاظ میں غلطی کا اقرار کر لیتے ہیں بخلاف مدعیان عقل کے کہ جہل مرکب میں مبتلا ہوتے ہیں اس لئے انکار رجوع کرنا بھی پیچدار عنوان سے ہوتا ہے ہمارے قصبہ میں ایک بڑی بی تھیں انہوں نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ کیا اللہ میاں زندہ ہیں میں نے جواب میں مقدمات فطریہ سے کام لیا میں نے کہا کہ یہ بتلاؤ مینہ کون برساتا ہے کہنے لگی اللہ میاں میں نے کہا کہ یہ بچے وغیرہ کون دیتا ہے کہنے لگی اللہ میاں میں نے کہا

کہ اب یہ بتاؤ کہ اگر وہ زندہ نہ ہوتے تو یہ کام کون کرتا بڑی بی مان گئیں جنٹلمین نہ تھیں ورنہ یوں کہتیں کہ میں پہلے سوال کو واپس لیتی ہوں کیا بیہودہ متکبرانہ کلمہ ہے جس میں ندامت کا نام تک نہیں مگر مہذب لوگ اس کے اس قدر دلدادہ ہو گئے ہیں کہ تمام تر تہذیب کو اسی پر ختم سمجھتے ہیں۔

جانوروں میں عقل:

(ملفوظ ۱۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو وثوق کے ساتھ کہا کرتا ہوں کہ جانوروں میں بھی عقل ہے مگر اتنی نہیں کہ جس سے وہ احکام کے مکلف ہوں میرے اس دعوے کے موید اس کثرت سے واقعات ہیں کہ مضطر ہو کر ماننا پڑتا ہے کہ جانوروں میں بھی ضرور عقل ہے۔

آج کل جمہوریت کا زور ہے:

(ملفوظ ۱۴۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل جمہوریت کا زور ہے اس کی ترجیح میں کہتے ہیں کہ شخصیت اس لئے مضر ہے کہ ایک شخص کا کچھ اعتبار نہیں دین فروشی کر دے ملت فروشی کر دے قوم فروشی کر دے اسی خیال سے جمہوریت قائم کرنے کی چیز ہے لیکن غور کرنے سے اس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ تمہارے تمدن میں نالائق بھی حاکم ہو سکتا ہے جس میں یہ احتمال ہو سکتے ہیں اور ہمارا مسلک یہ ہے کہ بادشاہ لائق ہو ایسے شخص کا انتخاب کرو جس پر یہ احتمالات ہی نہ ہوں اور جیسے شبہات تم نے شخصیت میں نکالے ہیں ایسے شبہات جمہوریت میں بھی ہو سکتے ہیں جن کے انسداد کے لئے تم نے جماعت کا انتخاب کیا ہے چنانچہ ایسے واقعات بھی کثرت سے ہیں اب اس کے بعد دیکھ لو کہ کونسی بات عقل کے موافق ہے اور کون نہیں دوسری بات یہ ہے کہ رعایا پر جو ہیبت ہوتی ہے وہ شخصیت ہی سے ہوتی ہے جمہوریت اور جماعت کی ایسی ہیبت نہیں ہوتی اور نہ اس درجہ کی ترغیب کام کی ہو سکتی ہے اس لئے کہ طبعاً اس کا بھی خاص اثر ہوتا ہے کام کرنے والوں پر کہ ہمارے اس کام سے امیر یا سردار خوش ہوا اس سے اُن کا دل بڑھتا ہے اور جمہوریت میں کوئی خوش ہونے والا معین نہیں اس لئے کسی کی خوشی کا اثر ہی کیا ہوگا آج ایک جماعت انتخاب میں ہیں کل دوسری ہے بس اور شخصیت میں رعایا اور حاکم میں خاص تعلقات ہوتے ہیں جس کو اہل ذوق اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔

آج کل دہریت اور نیچریت کا غلبہ:

(ملفوظ ۱۴۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل تو دہریت اور

نیچریت کا پورا غلبہ ہے قلوب پر ایسا زہریلا اثر ہوا ہے کہ کسی امتی پر تو کیا اطمینان ہوگا اور اس کا کیا احترام ہوگا خود حضور ﷺ کی عظمت بھی قلوب سے نکلتی جا رہی ہے اور مقصود تمام تر موقوف ہے اسی عظمت و محبت پر صحابۂ کرام کے کام کا راز یہی ہے کہ حضور ﷺ کے عاشق تھے ان کے قلوب اللہ اور رسول کی محبت و عظمت و خشیت سے پُر تھے اب بھی جہاں کام ہوتا ہے اہل اللہ کی محبت سے ہوتا ہے جس کی بدولت ان حضرات کی حکومت قلوب پر ہوتی ہے بخلاف ظاہری سلاطین کے ان کی حکومت محض جسم پر ہوتی ہے اُن کے محکومین محض آلات حرب کے محکوم ہوتے ہیں بخلاف اہل اللہ کے خدام اور محکومین کے کہ ان کی شان ہی جُدا ہوتی ہے اُن سے جو کہہ دیا جاتا ہے وہ دل سے کرتے ہیں کسی کام سے کسی بات سے انکار نہیں ایسی اطاعت رسم پرست کبھی قیامت تک بھی نہیں کر سکتے۔

علماء کے اخلاق مروجہ نے عوام کے دماغ خراب کر دیئے:

(ملفوظ ۱۴۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علماء کے مروجہ اخلاق نے عوام کے دماغ خراب کر دیئے اب میں تنہا کہاں اصلاح کروں اور کسی جگہ تو روک ٹوک بھی نہیں کی جاتی نہ غلطیوں اور بدتمیزیوں پر متنبہ کیا جاتا ہے لوگ یہاں پر آ کر دنیا سے نرالا طرز دیکھتے ہیں یہ ہی وجہ یہاں سے اُن کی وحشت کی ہے اگر سب یہ ہی اصول اختیار کریں تو بہت جلد لوگوں کی اصلاح ہو جائے مگر وہ کریں ہی کیوں اور اُن کو ضرورت ہی کیا پڑی اُن کی مصالح وہمیہ میں خلل پڑتا ہے نہایت ہی گڑبڑ ہو رہی ہے مقتداؤں اور پیشواؤں کے ڈھیلے پن نے عوام کا تو ناس ہی کر دیا۔

عوام کو راحت پہنچانا اہل اقتدار کا فرض ہے:

(ملفوظ ۱۵۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بہت سے انتظامی کام حکومت ہی کر سکتی ہے ایسے کام اُسی ہی کے کرنے کے ہیں مثلاً باجے گاجے اگر حکومت چاہے بند کر سکتی ہے رہا کتوں کے متعلق اول تو پالنے کی ممانعت ہو سکتی ہے اور اگر ضرورت کے موقع کا استثناء بھی ہو تو قیود کے ساتھ ہو سکتا ہے مثلاً یہ کہ باندھ کر رکھوا لئے کہ اندھیرے میں ستاتے ہیں کسی کا دامن پکڑ لیا پیر پکڑ لیا، ایک ضروری انتظام یہ کرنے کے بل ہے کہ جانوروں کے بڑے بڑے گھنٹے بندھوا دینے چاہئیں، ایک مرتبہ میں بعد نماز مغرب کچھ سے مکان کی طرف جا رہا تھا ایک سانڈ سامنے سے آ گیا اندھیرا تھا نیز میں نیچی نظر کئے ہوئے جا رہا تھا بالکل تصادم ہونے کو تھا

مگر خدا تعالیٰ کی قدرت کہ وہ خود ایک طرف کو بچ گیا تو ایسے یہ سب انتظامات حکومت کر سکتی ہے اور عامہ خلائق کو راحت پہنچا سکتی ہے مگر یہ بھی جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ راحت پہنچانا مقصود بھی ہو لیکن اس وقت اہل اقتدار کو راحت ہی پہنچانا مقصود نہیں محض پیسہ کمانا مقصود ہے مگر پھر بھی اور گورنمنٹوں سے غنیمت ہے خود غرض سہی مگر ساتھ ہی ہماری بعضی غرض بھی پوری ہو جاتی ہے ایک شخص نے خوب کہا ہے کہ بعضی گورنمنٹ کی مثال تو دق کی سی ہے جس میں گھل گھل کر مر جاتا ہے اور بعضی گورنمنٹ کی مثال ہیضہ کی سی ہے کہ چٹ پٹ کام تمام ہو جاتا ہے اور دق میں چار برس دس برس تک الجھار ہتا ہے۔

سائلوں کو چار آنے دینا:

(ملفوظ ۱۵۱) دو سائلوں نے آ کر حضرت والا سے سوال کیا فرمایا کہ اگر دو چار پیسہ لیکر تم خوش ہو جاؤ تو پیش کر دوں اس پر وہ خاموش رہے فرمایا کہ جیسے میں نے صاف کہہ دیا تم بھی کہہ دو کہ ہمیں منظور ہے یا نہیں عرض کیا کہ جو مرضی ہو فرمایا کہ یہ جملہ تمہارا مہمل ہے صاف نہیں ہے اس پر اُس سائل نے کہا کہ منظور ہے فرمایا کہ اب بات صاف ہوئی اور چار آنہ دے کر فرمایا کہ کبھی کسی کو دق مت کیا کرو صاف بات کہا کرو وہ سائل لے کر نہایت مسرت کے لہجے میں دُعائیں دیتا ہوا چلا گیا حضرت والا نے اہل مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر میں پیشتر ہی دو چار آنہ کہتا تو ان چار آنوں پر ان کو یہ مسرت نہ ہوتی جواب ہوئی میں اُن کی نبضیں پہچانتا ہوں اب خوش بخوش چلے گئے۔

تعویذ گنڈوں سے متعلق عوام کے اعتقاد خراب ہیں:

(ملفوظ ۱۵۲) ایک دیہاتی شخص نے آ کر آسیب کا تعویذ مانگا فرمایا کہ تم لوگ جب آتے ہو آسیب ہی کا تعویذ مانگتے ہو کیا دنیا میں اور کوئی مرض ہی نہیں رہا ان دیہاتیوں میں یہ عجیب بات ہے کہ جہاں کوئی بیماری آئی کہتے ہیں اوپر اثر ہے مراد یہ ہے کہ جن کا اثر ہے ایک شخص دیہاتی آیا اور آ کر کہا کہ تعویذ دیدو میں نے کہا میں سمجھا نہیں تو زور سے کہتا ہے کہ تعویذ دیدو میں نے کہا میں بہرا نہیں ہوں سن تو لیا مگر سمجھا نہیں تب خاموش ہوا میں نے کہا کہ جاؤ یہاں سے اٹھ کر باہر اور کسی سے پوچھو کہ میں نے اتنی بات کہی ہے یہ ادھوری ہے یا پوری اور اگر پوری کہنا ہو تو کس طرح کہوں تھوڑی دیر بعد آیا اجی ولوی جی اوپرے اثر کا تعویذ دیدو میں نے پوچھا کہ تیری پہلی بات ادھوری تھی یا پوری کہا کہ جی میں ہی ادھوری بات کہہ رہا تھا میں نے اس سے کہا کہ مریض کو تو وہاں جن ستا

رہا ہے اس کے لئے تو تعویذ لے جا رہا ہے اور ایک تعویذ مجھے اپنے لئے لکھنا پڑے گا اس لئے کہ تو مجھے ستا رہا ہے تا کہ میں تیرے ستاؤں سے بچوں علاوہ نا تمام تعبیرات کے نقص کے ان تعویذ گنڈوں کے متعلق عوام کے عقائد بھی نہایت ہی خراب ہیں۔

سوال کرنے کا پیشہ بنالینا برا ہے:

(ملفوظ ۱۵۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کچھ سوال کی عادت ہی ہو جاتی ہے ضرورت اور مجبوری و معذوری پر تو سوال کا مضائقہ نہیں مگر پیشہ بنالینا تو نہایت ہی بے غیرتی کی بات ہے غیرت میں تو دینے والے کی درخواست پر بھی کہنے کی ہمت نہیں پڑتی میں جس وقت رنگون گیا تھا تو حاجی محمد یوسف صاحب نے یہ کہہ دیا تھا کہ اگر کوئی موقع خیر کا ہوا کرے تو اطلاع کر دی جایا کرے ہم بھی اس میں شریک ہو جایا کریں مگر چونکہ عادت نہیں کبھی زبان نہیں اٹھی قلم نہیں چلا چنانچہ آج تک بھی کبھی نہیں لکھا حالانکہ ان کی حالت پر مجھ کو ہر طرح کا اطمینان ہے مالدار بھی ہیں مخلص بھی ہیں مگر اپنے نفس پر اطمینان نہیں نفس کو گنجائش مل جانے کا اندیشہ ہے اسی وجہ سے اور بھی ایسی باتوں سے اجتناب رکھتا ہوں۔

برکات التوکل:

(ملفوظ ۱۵۴) (ملقب بہ برکات التوکل) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس کام کو حق تعالیٰ کرانا چاہتے ہیں اس کے اسباب ویسے ہی مہیا فرما دیتے ہیں اور اس میں کسی کی ذات کو خاص دخل نہیں ہوتا کہ فلاں ہی شخص کریگا تو یہ کام ہوگا وہ جس سے چاہیں کام لے سکتے ہیں اور کرا سکتے ہیں بڑے بڑے مظنہ خیر بیٹھے منہ دیکھا کرتے ہیں اور بے گمان وہ کام لے لیتے ہیں ایک صاحب ہمارے بزرگ کی اولاد میں سے ہیں دو ہزار یا ڈھائی ہزار کے قرض دار تھے مجھ سے سفارش چاہی میں نے صاف کہہ دیا کہ خطاب خاص سے تو میں سفارش نہ کروں گا اور نہ تجربہ سے اس کا کوئی نفع خاص ہے ہاں خطاب عام سے سفارش سے عذر نہیں صورت خاص میں سفارش کا کرنا دو حال سے خالی نہیں ایک تو خواہ اس کا جی چاہے یا نہ چاہے مگر اس کو پورا ہی کرے اس میں تو دوسرے پر بار ہوتا ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ فلاں شخص نے لکھا ہے اگر کام نہ کیا تو اس پر ناگواری کا اثر ہوگا تو اس صورت میں دینے والے کا تو دنیا کا نقصان ہوا اس لئے کہ اس میں خلوص

نہ رہا صرف فلوس ہی رہا تو ثواب سے محرومی رہی اس لئے دین کا نفع نہ ہوا اور مال الگ تلف ہوا اس لئے دنیا کا نقصان ہوا اور چونکہ طیب خاطر سے نہیں دیا گیا اس لئے لینے والے کے دین کا نقصان ہوا کیونکہ بدون طیب خاطر کے کسی کا مال لینا شرعاً جائز نہیں اور ایک ضرر مخاطب کا اور ہے وہ یہ کہ اگر اس نے نہ دیا سفارش کرنے والے سے اس کو حجاب ہوگا خصوصی جبکہ اس سے تعلق اصلاح دین کا ہو تو یہ اس کے لئے دین کی مضرت ہوگی کیونکہ اس کو اس مصلح سے دین کی خدمت لیتے ہوئے حجاب ہوگا کہ اس نے ایک بات کو لکھا تھا یا کہا تھا مگر ہم نے نہیں کیا اب ہمارا کیا منہ ہے کہ اس سے کسی قسم کی خدمت لی جاوے تو اس میں اس طرح اس کے دین کا نقصان ہوا غرض خطاب خاص میں یہ خرابیاں ہیں اس لئے میں نے صورت عام میں سفارش لکھ دی اور دُعاء کر دی اُن کی کامیابی کی بہت ہی زیادہ بیچارے پریشان تھے وہ یہاں سے میرٹھ پہنچے اور اپنے بزرگوں سے محبت اور عقیدت رکھنے والے ایک سوداگر صاحب سے ملے اور واقعہ بیان کر کے میری تحریر سفارشی جو عنوان عام میں لکھدی تھی دکھلائی اُن سوداگر صاحب نے دیکھ کر یہ کہا کہ میاں اتنی بڑی رقم کہیں چندوں سے ادا ہوا کرتی ہے اور بھی بعض جملے تلخ کہے ان صاحب کو جوش آ گیا اور یہ قسم کھا لی کہ یہ ڈھائی ہزار کی رقم اگر ایک ہی شخص دے گا تو لوں گا اور اگر ایک پیسہ بھی کم دینا چاہے گا تو نہ لوں گا یہ کہہ کر وہاں سے اٹھ کر چل دیئے اس کے بعد اُن سوداگر نے کوشش کی کہ میں کچھ خدمت کروں انہوں نے قبولکرنے سے انکار کر دیا اور یہ میرٹھ سے سیدھے دہلی پہنچے وہاں پر ایک حکیم صاحب ہیں (جن کا اب انتقال ہو گیا) اُن سے ملاقات کی اور یہ کہا کہ میں اتنا قرضدار ہوں اور ساتھ ہی یہ عہد بھی ہے کہ اگر یہ رقم ایک شخص دے گا تو لوں گا ورنہ نہیں حکیم صاحب نے کہا کہ بھائی یہ تو بڑی کڑی شرط ہے بعض میرے ملنے والے سوداگر ہیں اُن سے سفارش کر سکتا ہوں لکھ سکتا ہوں گو اُن میں بعض ایسے بھی ہیں کہ تنہا ایک شخص اگر چاہے تو یہ رقم کیا اس سے زائد دے سکتے ہیں مگر بظاہر ایسا مشکل معلوم ہوتا ہے انہوں نے کہا کہ آپ سفارش لکھ دیں اور مجھ کو تحریر دیدیں میں جاتا ہوں اللہ مالک ہے غرض کہ حکیم صاحب نے اپنے ایک دوست کو سفارش لکھ دی یہ اُس کے پاس پہنچے پہلے حکیم صاحب کا پرچہ دیا اُس کے بعد میری سفارشی تحریر دکھلائی وہ سوداگر اُن سے کچھ زبانی باتیں دریافت کرنے لگے اس میں اتفاق سے میرا نام بھی آیا اُن سوداگر کی دکان پر اس وقت ایک بمبئی کے سیٹھ بیٹھے ہوئے کچھ اپنے لین دین کی بات چیت کر رہے تھے اُن کے کانوں میں اس

واقعہ کی کچھ بھنک پڑی تو اُن مقامی سوداگر سے سوال کیا کہ کیا بات ہے انہوں نے مفصل قصہ بیان کیا کہ یہ صاحب اتنی رقم کے قرضدار ہیں ایک بزرگ کی اولاد سے ہیں مگر اُن کی شرط یہ ہے کہ اگر ایک ہی شخص یہ رقم دے گا تو لوں گا ورنہ نہیں اور میرا نام بھی لیا کہ ان کے پاس اس کی سفارش اور تصدیق بھی ہے ان سیٹھ نے بدون کسی کنج وکاؤ کے ڈھائی ہزار کے نوٹ جیب سے نکال کر ان کے حوالے کئے اور یہ الفاظ کہے جب ایسے شخص کی سفارش اور تصدیق ہے آگے کسی بات کے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں اب سنئے یہ معلوم ہوا کہ یہ سیٹھ عقائد اور مسلک میں اپنے بزرگوں کے خلاف بھی تھے بدعتی خیالات کے شخص تھے اور یہ بھی کہا کہ میں جب بمبئی سے چلا تھا یہ ڈھائی ہزار کے نوٹ اسی نیت سے لے کر چلا تھا کہ کسی کار خیر میں صرف کروں گا سو اللہ نے وہ موقع عطا فرما دیا یہ صاحب کئی روز بعد میرے پاس آئے میں نے دور سے دیکھا میں سمجھا کہ بیچارے ناکام ہی آئے ہوں گے ڈھائی ہزار کا معاملہ تھا اتنی جلدی کس نے اتنی بڑی رقم دیدی ہوگی مگر چہرہ کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ کامیاب ہیں غرض کہ جب وہ میرے پاس آکر بیٹھے تب میں نے سوال کیا کہ کہئے کیا کر آئے کہا اللہ کا شکر ہے کامیاب آیا اس پر بھی مجھ کو شفا نہیں ہوئی میں نے تفصیل دریافت کی کہ کیا کسی نے سعی اور کوشش کا وعدہ کرلیا ہے کہا کہ جی نہیں ڈھائی ہزار روپیہ قرض داروں کا ادا کر کے آیا ہوں اور مفصل واقعات بیان کئے مجھ کو حق تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ ہو رہا تھا اور وہ اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کر رہے تھے واقعی ایسی ہی وہ ذات ہے جو اُن پر بھروسہ کرے وہ کبھی ناکام نہیں رہتا اور یہ دنیا تو بیچاری بہت ہی کم وقعت چیز ہے اُن پر تو اگر بھروسہ ہو آخرت اور دین بھی اسی طرح عطاء فرما دیتے ہیں جب قادر مطلق وہ ہیں اس حالت میں کسی کو ناز نہیں کرنا چاہئے کہ ہم ہی اگر کریں گے تو فلاں کام ہوسکتا ہے ورنہ نہیں ہوسکتا وہ جس سے چاہیں اپنا کام لے لیں اُن کا ملک ہے ان کی مخلوق ہے مگر بھروسہ شرط ہے، البتہ دین میں بھروسہ کے ساتھ طلب بھی شرط ہے پھر اس کے ساتھ اگر صدق اور خلوص ہو تو پھر بیچارہ فلوس کیا چیز ہے وہ تو جوتیوں سے لگا پھرے گا۔ ایک اور صاحب کا واقعہ ہے جو میرے دوست میرے ہم سبق بھی تھے وہ پانچ سو روپیہ کے قرض دار تھے مجھ سے سفارش چاہی کہ کسی کو لکھ دو میں نے کہا کہ مجھ کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ کون دے سکتا ہے اور کون نہیں دے سکتا تم خود انتخاب کرلو اور مجھ کو بتلاؤ میں لکھ دوں گا انہوں نے میرے تین دوستوں کا نام لیا کہ ان کو لکھ دو میں نے تینوں کو یہ مضمون لکھا میرے ایک ہم سبق دوست

قرضدار ہیں پانچ سو روپیہ کی ضرورت ہے وہ مجھ سے اس کے متعلق سفارش چاہتے ہیں کہ میں تم کو لکھ دوں اب میں تم سے مشورہ کرتا ہوں کہ اگر میں اُن کے بارے میں تم کو لکھ دوں تو کیا اس سفارش سے گرانی تو نہ ہوگی اس کے جواب آنے کے بعد پھر میں تم کو سفارش لکھوں گا اُن میں ایک نے پچاس روپیہ دوسرے نے دوسو روپیہ اور تیسرے نے اڑھائی سو روپیہ غرض اس طرح کر کے تینوں نے پانچ سو روپیہ بھیج دیئے ایک اور صاحب نے اسی طرح سفارش چاہی اور پریشانی کا اظہار کیا اور ایک معین (شخص) کا نام بھی بتلایا کہ فلاں سوداگر کو لکھ دو میں نے اُن کو اس طرح لکھا کہ ایک حاجت مند کو یہ ضرورت ہے اگر آپ کے پاس پہلے سے ایسی رقم موجود ہو جس کو آپ سوچ رہے ہوں کہ کہاں خرچ کروں اور کسی دوسرے سے وعدہ بھی نہ کر لیا ہو اور آپ کے علم میں کسی اور کو توقع بھی نہ ہو اس حالت میں یہ ایک شخص حاجت مند ہیں ان کی اعانت کر دیجئے ورنہ آزادی میں خلل نہ ڈالئے ان بیچاروں نے وہ رقم بھیج دی مجھ کو کام کرنے سے انکار نہیں مگر جی ضرور چاہتا ہے کہ کسی پر بار نہ ہو اور طریقہ سے کام ہو اور صاحب حقیقت تو یہ ہے کہ محض نام ہو جاتا ہے کسی کا ورنہ دینے والے تو وہ خود ہی ہیں اسی کو فرماتے ہیں۔

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں مصلحت را تہمتے برآہوئے چین بستہ اند

ایک بزرگ سے لفٹنٹ گورنر ملنے گئے چلتے وقت ان بزرگ سے دریافت کیا کہ آپ کی گذر کی کیا صورت ہے بزرگ نے جواب دیا کہ کل اس کا جواب دینگے اگلے روز لفٹنٹ گورنر بزرگ کی خدمت میں ایک ہزار روپیہ کی تھیلی لے کر پہنچے اور پیش کی کہ حضور اپنے صرفہ میں لے آئیں اور پھر وہی سوال کیا بزرگ نے فرمایا کہ کل کی بات کا یہی جواب ہے دیکھئے ہمارے آپ کے مذہب میں اشتراک نہیں اور کسی قسم کا آپ کو مجھ سے تعلق نہیں آپ کو کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا باوجود اس کے پھر یہ روپیہ آپ نے مجھ کو دیا معلوم ہوا کہ کوئی اور ہی قوت ہے جو دلواتی ہے بس یہی صورت ہمارے گذر کی ہے اور وہی جواب ہے آپ کے سوال کا پھر اس میں بھی باوجود نفس توکل میں اشتراک کے اس کے سوال میں بزرگوں کی شانیں مختلف ہوتی ہیں جس سے مختلف رنگ مختلف مذاق ہو جاتا ہے جیسے باغ میں مختلف رنگ کے پھول اور درخت ہوتے ہیں کسی میں انتظامی شان ہوتی ہے جن کی نسبت حدیث میں ملوک علی الاسرۃ (بادشاہ ہیں تخت نشین ہیں) آیا ہے جو حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمہ اللہ کی شان تھی کسی میں ترک کی شان ہوتی ہے جیسے ذیل کے

واقعات سے ظاہر ہے سلطان سنجر شاہ نیمروز نے حضرت غوث پاک رحمہ اللہ کو لکھا تھا کہ اگر اجازت ہو تو جی چاہتا ہے کہ ملک سنجر کا کچھ حصہ خانقاہ کے اخراجات کے لئے پیش کر دوں تاک اہل خانقاہ کی راحت اور آرام کا سامان ہو جائے حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا۔

چوں چتر سنجری رُخ بختم سیاہ باد　　　　دردل اگر بود ہوس ملک سنجرم

زانگہ کہ یافتم خبراز ملک نیم شب　　　　من ملک روز بیک جو نمی خرم

(ملک سنجر کے چھتر کی طرح میرہ نصیبہ بھی سیاہ ہو اگر میرے دل میں ملک سنجر کیہوس ہو (اور اصل بات یہ ہے کہ) جب سے ملک نیم شب کی خبر مجھ کو ملی ہے میں ملک نیم روز کو ایک کوڑی کے بدلہ میں خریدنے کو تیار نہیں ہوں۔۱۲)

حضرت بختیار کاکی رحمہ اللہ کو سلطان شمس الدین نے چند مواضع کا فرمان لکھ کر بھیج دیا کہ آپ کی خانقاہ اور اہل کے لئے پیش کرتا ہوں اس پر حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ ہم کو تم سے محبت ہے اور اس لئے ہم سمجھتے تھے کہ تم کو بھی ہم سے محبت ہوگی مگر آج معلوم ہوا کہ تم کو ہم سے محبت نہیں کیونکہ اگر تم کو ہم سے محبت ہوتی تو کیا محبت کا یہ ہی حق تھا کہ جو چیز خدا تعالیٰ کی نظر میں مبغوض ہے یعنی دنیا اس کو ہمارے سامنے پیش کرتے اور یہ نہیں تھا کہ اُن کے پاس سامان تھا اس لئے استغناء تھا اُن حضرات پر فاقے گذرتے تھے مگر پھر بھی وہی شان تھی اور فاقہ بیچارا تو جس کی حقیقت نان کا فقدان ہے کیا چیز ہے وہ تو ہر وقت جان پیش کرنے کو تیار بیٹھے رہتے ہیں اسی کو مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ؎

ناخوش تو خوش بود برجان من　　　　دل فدائے یار دل رنجان من

(تیری طرف سے (ظاہراً) ناگوار بات بھی مجھے دل و جان سے گوارا ہے اور تیری جفاؤں پر بھی دل قربان ہے۔۱۲)

حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کی بیوی اُن کے پیر کی بیٹھی تھیں کبھی دراز فقر و فاقہ پر کہتیں کہ اب برداشت نہیں ہوتی کچھ کھانے کا انتظام کرنا چاہئے تو فرماتے گھبراؤ مت انتظام ہو رہا ہے دریافت کرتیں کہاں ہو رہا ہے فرماتے جنت میں ہو رہا ہے بی بی بھی ایسی تھیں کہ جنت کے وعدہ پر مطمئن ہو جاتیں سبحان اللہ کیا ایمان تھا ان ہی بی بی کا یہ واقعہ بھی ہے کہ ان کے پاس ان کے تمام زیورات میں سے صرف چاندی کا ایک ہار رہ گیا تھا جب حضرت گھر میں

تشریف لاتے فرماتے گھر میں سے دنیا کو بوآتی ہے ایک مرتبہ ایک بزرگ مہمان تشریف لائے بیوی صاحبہ نے ان بزرگ صاحب سے شکایت کی کہ میرے پاس ایک ہار ہے جو اس مصلحت سے رکھا ہے کہ شاید رکن الدین (صاحبزادہ) کی شادی میں مہمانوں کے لئے ضرورت ہو جائے مگر ان کو اُس میں دنیا کی بوآتی ہے اور ہر وقت میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ اس کو جدا کر دوں اُن بزرگ صاحب نے شاہ صاحب کو منع کیا کہ سب کی دنیا کی بوتم کو کیوں آتی ہے تم ان سے تعرض مت کرو اس کے بعد پھر کبھی بیوی سے اُس ہار کا ذکر نہیں فرمایا (ظرافت کے عنوان سے فرمایا کہ) مطلب حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب رحمہ اللہ کا یہ تھا کہ ہمارے گھر میں ہار کیوں ہو ہماری تو ہر وقت جیت ہونی چاہئے ان ہی شیوں (شانوں) کی وجہ سے میں نے ان حضرات کا بجائے صوفیہ کے عشاق لقب تجویز کیا ہے اور سچ یہ ہے کہ نری بزرگی سے کیا ہوتا ہے جب تک محبت نہ ہو اور اسی محبت کی شدت کا نام عشق ہے اور عشق کی خاصیت یہ ہے کہ سوائے محبوب کے سب کو فنا کر دیتا ہے اسی کو مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند، درنگر آخر کہ بعد لا چہ ماند،
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت، مرحبا اے عشق شرکت سوز زفت

اور گلزار ابراہیم میں مولانا ابوالحسن صاحب نے اسی کا ترجمہ کیا ہے

عشق کی آتش ہے ایسی بدبلا دے سوا معشوق کے سب کو جلا

(انتہی ملفوظ برکات التوکل)

۱۳؍ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

ہدیہ دینے سے قبل مشورہ کرنا مناسب ہے:

(ملفوظ ۱۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے ایک بوتل شربت کی محبت سے بطور ہدیہ بھیجی تھی رات میں نے اس کو پانی کے ساتھ استعمال کیا تو اس کا استعمال مناسب ثابت نہ ہوا اس لئے کہ موسم مناسب نہیں تھا پھر دودھ کے ساتھ استعمال کیا تو گلے میں خراش ہو گیا کیا عرض کروں میں دوستوں کو مشورہ دیا کرتا ہوں کہ جو چیز دینا چاہیں پہلے مشورہ کر لیں مگر کچھ ایسی

عادت ہوگئی ہے اور عادت بھی نہیں بلکہ رسم کا درجہ ہوگیا ہے کہ اپنی جی چاہتی چیز دیتے ہیں حالانکہ عقل کی بات یہ ہے کہ جس کو چیز دیجائے اس کی جی چاہتی ہونی چاہئے اب بعضی چیزیں جو آتی ہیں میں ان کو استعمال نہیں کرسکتا وہ بے کار رکھی رہتی ہیں اور مجھ کو بلا ضرورت زیادہ چیزیں ملک میں رہنے سے بھی قلب پر بار ہوتا ہے جب کوئی چیز مصرف سے زائد آجاتی ہے جب تک وہ ایک طرف نہ ہوجائے اس وقت تک قلب کو یکسوئی نہیں ہوتی اور بعض لوگوں کا مذاق یہ ہے کہ ان کی ملک میں جس قدر چیزیں زائد ہوں اُن کے قلب کو اطمینان اور سکون زائد ہوتا ہے مجھ کو وحشت ہوتی ہے غرض سب سے اسلم اور سیدھی سادی بات یہ ہے کہ جو کچھ دین پہلے مجھ سے پوچھ لیں اس میں بڑی سہولت ہے الحمدللہ میرے یہاں رسم پرستی نہیں حقیقت پر نظر ہے جس کا خلاصہ راحت رسانی ہے مگر آج کل اس کا قطعاً خیال نہیں بریلی سے ایک صاحب نے پوچھا تھا کہ میں تین روپیہ کی مٹھائی لانا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو میں نے لکھ دیا کہ اس کو تو کون کھاوے گا ایک چاقو قلم تراش کی ضرورت ہے میرے پاس ہے نہیں وہ لیتے آؤ لیکن اگر تین روپیہ سے زائد ہوگا زائد قیمت میں دوں گا وہ تین روپیہ چار آنہ کا چاقو لائے میں نے لے لیا اور چار آنہ بہت خفیف رقم تھی اس لئے میں نے مع اس زیادت کے لے لیا۔

اوسط درجہ کے کپڑے پہننے کے معمول کی حکمت:

(ملفوظ ۱۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک دوست حکیم صاحب نے لکھا تھا کہ میں نے تمہارے لئے چالیس روپیہ گز کا کپڑا منگایا ہے میں نے ایک لطیف عذر کے ساتھ نامنظور کردیا وہ عذر یہ لکھا کہ میرا جو فرض منصبی ہے یعنی تعلیم دین اس کا تعلق زیادہ تر مساکین سے ہے سو مجھ کو ایسی وضع سے رہنا چاہئے جس سے مساکین مرعوب نہ ہوں تاکہ بے تکلف استفادہ کرسکیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ معمولی حالت میں رہوں اور آپ حکیم ہیں جن کے لئے ظاہری شان و شوکت مناسب ہے کیونکہ ان کا تعلق اکثر امراء سے ہے اس لئے چالیس روپیہ گز کا کپڑا پہننا آپ کے لئے مناسب ہے اس کے بعد فرمایا کہ خواہ مخواہ لوگوں کو بیٹھے بٹھائے ایسی تکلف کی باتیں سوجھتی ہیں ہمارے بزرگوں کا طرز یہ رہا ہے کہ صاف تو رہے مگر زیب و زینت اور تکلف نہ ہو بس میلا نہ ہو پسینے کی بو نہ ہو اور یہ اعتدال بدوں صحبت کے میسر ہونا مشکل ہے باقی امتیاز کا قصد اگر

آدمی نہ چاہے تو فاخرہ لباس میں بھی امتیاز نہیں ہوسکتا اور اگر نفس امتیاز چاہے تو اضع کے لباس میں بھی امتیاز ہوسکتا ہے کہ بڑے ہی بے نفس ہیں میں تو اس ہی لئے اوسط درجہ کا کپڑا پہنتا ہوں کہ کسی قسم کا امتیاز نہ ہو۔

قلب کو فارغ رکھنے کا معمول مبارک:

(ملفوظ ۱۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا میں جو سب کاموں سے تقاضے کے ساتھ فارغ ہو جاتا ہوں وجہ اس کی یہ ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ قلب غیر اللہ کے ساتھ مشغول نہ ہوتا کہ اگر کبھی خدا کی یاد کی توفیق ہو جائے تو موانع تو مرتفع رہیں۔

تعلقات اور مشاغل غیر ضروری کو ترک فرمانا:

(ملفوظ ۱۵۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تعلقات اور مشاغل غیر ضروری کو سب کو قطع کر دیا البتہ جو ضروری ہیں وہ مستثنیٰ ہیں اب میں اس کا لوگوں کو کس طرح یقین دلاؤں یہ وجدانی اور ذوقی بات ہے کہ ان حضرات کو کسی چیز سے دنیوی محبت نہیں البتہ ضرورت کا اور شفقت کا تعلق ہے میں نے ایک تذکرہ میں دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت امام حسینؓ کو گود میں لئے بیٹھے تھے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا آپ کو مجھ سے محبت ہے فرمایا ہاں کہا کہ اور بھائی سے بھی فرمایا ہاں پوچھا اور اماں سے بھی فرمایا کہ ہاں، کہا کہ دل کیا ہے سرائے ہے ایک کوٹھری میں ایک مسافر پھر پوچھا کہ اگر آپ کو اختیار دیا جائے کہ یا تو خدا اور رسول سے تعلق رکھا جائے یا گھر والوں سے اس وقت آپ کیا کریں گے فرمایا کہ گھر والوں کو چھوڑ دوں گا کہا کہ بس تو یوں فرمایئے کہ گھر والوں پر صرف شفقت ہے باقی محبت اللہ ورسول ہی سے ہے اور اس محبت کے لئے جتنے غیر ضروری تعلقات کم ہوں یہ معین ہوتے ہیں حضرت حق کی محبت میں ان تحریکات میں میرے شریک نہ ہونے کے اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ اس میں غیر ضروری تعلقات کو خاص دخل ہے مثلاً بلاضرورت دوسروں کو آمادہ کرنا رغبت دلانا ارے بھائی فلاں کام کرلو سو اس سے مجھ کو بڑی کلفت ہوتی ہے کیونکہ اس میں ہر وقت یہ ہی خیال رہے گا کہ فلاں شخص اس کام کے کرنے پر راضی ہے یا نہیں اور اگر راضی ہو کر الگ ہو گیا تو کام کیسے چلے گا سو اس ضیق میں کون پڑے حق سبحانہٗ تعالیٰ ایسی ہی مشغولی اور تصدی (پیچھے پڑنے) کے متعلق فرماتے ہیں، اما

مَنِ اسْتَغْنٰى فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى وَهُوَ يَخْشٰى فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ اور ایک مقام پر فرماتے ہیں۔ (تو جو شخص بے پرواہی کرتا ہے آپ اس کی تو فکر میں پڑتے ہیں حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور ڈرتا ہے آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں ہرگز ایسا نہ کیجئے، قرآن نصیحت کی چیز ہے سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کرے ۱۲۔) وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ (اور اگر آپ کو ان کا اعراض گراں گذرتا ہے تو اگر آپ کو یہ قدرت ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی ڈھونڈلو، پھر کوئی معجزہ لے آؤ تو کرو۔) اور ایک جگہ فرماتے ہیں۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ (اور واقعی ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں اس سے آپ تنگ دل ہوتے ہیں) غرض جا بجا قرآن میں مصرح ہے کہ اس کا شدید اہتمام نہ کیجئے کہ ہدایت ہو ہی جائے اور اس تعلیم خداوندی میں ایک راز ہے وہ یہ کہ آزادی اور اعتدال سے کام کرتا رہے ورنہ جو کام کر رہا ہے غلو کرنے سے کہیں تنگ ہو کر اس کو چھوڑ نہ بیٹھے اور اعتدال کی صورت میں ہمیشہ کر سکتا ہے اسی بناء پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس ثمرہ کے منتظر نہ رہنا چاہئے جس کو اہل ظاہرہ ثمرہ کہتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے، اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے) سبحان اللہ کیا پاکیزہ اور پُر مغز تعلیم ہے چنانچہ یہ فرمایا کر کہ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ اس سے بچا دیا کہ ضیق صدر میں کیوں مبتلا ہوا جائے چھوڑ یئے اس کو جیسے لڑکا پڑھنا نہ چاہے اور استاد پڑھانا چاہے تو سخت کوفت ہوتی ہے بس اس کا علاج یہی ہے کہ ایک دوبار تقریر کر دے اور کہہ دے کہ جاؤ بھاگو بلا ضرورت دوسروں کی فکر میں پڑنا اس کی نسبت ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ دوسروں کی جوتیوں کی حفاظت کی بدولت کہیں اپنی گٹھڑی نہ اٹھوا دینا ہندوؤں کا ایک میلہ تھا وہاں کچھ عورتیں نہانے گئیں اور اپنا زیور اُتار کر ایک شخص کو دیدیا کہ اس کو طشت کے نیچے رکھ کر اس طشت پر بیٹھے رہنا کسی نے دیکھ لیا اور پاس کو اس طرح گذرا کہ دو چار اشرفیاں ٹپکا کر آگے بڑھ گیا یہ محافظ اُن کو لینے کو اٹھا اس چور کا ساتھی پیچھے تھا بس طشت کو اٹھا کر سب زیور اوڑا لے گیا بس یہی حالت ہو جاتی ہے اس شخص کی بھی دوسروں کی اصلاح کی فکر میں خود

کو بھی خراب کر لیتے ہیں جیسے لڑکے پڑھانے کی مثال میں لڑکے پر بلا ضرورت محنت ہوئی اور خود اپنا دماغ خراب کر لیا اور لڑکے کو کچھ نفع نہ ہوا۔

تعلقات بڑھانے کی خرابیاں:

(ملفوظ ۱۵۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اکثر خرابیاں تعلقات بڑھانے کی ہیں ان کو کم کرنا چاہئے میں نے تو صرف ایک تعلق کو مستثنیٰ کیا ہے یعنی تصنیف کے کام کو کہ اس سے خود کو بھی نفع ہے اور دوسروں کو بھی نفع پہنچتا ہے اسی لئے علماء کا قول ہے کہ طول امل (لمبی لمبی اُمیدیں باندھنا) ہر چیز میں بُرا ہے الا فی العلم (مگر علم میں) یہ استثناء اس لئے ہے کہ یہ آلہ ہے دین کا اور طول امل کی ممانعت ہے آلات فی الغفلت میں نیز یہ علم معین ہے ذکر اللہ میں جو کہ مقصود طریق ہے اور اپنے قویٰ کو دیکھ کر کچھ روز سے یہ بھی چاہ رہا ہوں کہ تصنیف بھی بند کر دوں مگر میں اس سے بھی ڈرتا ہوں کہ کہیں ذکر کے لئے بھی قلب خالی نہ ہو اور تصنیف بھی نہ رہے اگر ایسا ہوا تو اور کچھ اعمال تو ہیں نہیں شاید یہی عمل قبول ہو جائے کہ تصنیف سے کوئی نیک بندہ منتفع ہو اور وہی ذریعہ نجات ہو جائے اس لئے میں اس عارض کی وجہ سے اس کو ذکر سے افضل سمجھتا ہوں گو فی نفسہٖ افضل تو وہی ذکر ہے اب رہا یہ کہ تصنیف اعمال متعدیہ میں سے ہے اور اس میں مشغول ہونا افضل ہے یا اعمال لازمہ میں سو عقل تو اعمال متعدیہ ہی کو ترجیح دیتی ہے مگر طبیعت کا مذاق اعمال لازمہ کو ترجیح دیتا ہے۔

اکبر بادشاہ کو ساتھی بد دین ملے:

(ملفوظ ۱۶۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکبر شاہ کو جیسے عاقل لوگ ملے اگر ایسے لوگ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کو ملتے تو نہ معلوم اُن کا ملک کہاں تک پہنچتا اب تو عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی کیا جو کچھ کیا باقی اکبر کو بھی بد دین ملے نیک نہ ملے اس لئے کوئی نفع نہیں ہوا۔

ادائیگی قرض کے لئے وظیفہ:

(ملفوظ ۱۶۱) ایک صاحب نے سوال کیا کہ میں قرض دار ہوں دُعاء فرما دیجئے اور کچھ پڑھنے کو بتلا دیجئے فرمایا کہ یا مغنی بعد نماز عشاء گیارہ سو بار پڑھا کرو اوّل و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف یہ عمل حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

مواعظ وتصانیف پر حق تعالیٰ کا شکر:

(ملفوظ ۱۶۲) حضرت والا کے رسائل اور مواعظ کا ذکر تھا فرمایا کہ مجموعہ مواعظ اور رسائل کی تعداد اس وقت بفضلہ تعالی پانچ سو اکیاون (۵۵۱) ہے پھر فرمایا کہ بہشتی زیور کے گیارہ حصہ ہیں یہ سب مل کر ایک ہی رسالہ ہے اسی طرح تفسیر بیان القرآن کی بارہ جلدیں مل کر ایک ہی کتاب ہیں اس طرح پر اس قدر مجموعی تعداد ہے اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس قدر کام لے لیا ورنہ مجھ میں اتنی قابلیت کہاں تھی اس کے بعد ۱۳۵۷ھ کے وسط تک پوری ساڑھے سات سو تصانیف ہو گئیں والحمدللہ)

دیہاتیوں کی ذہانت:

(ملفوظ ۱۶۳) ایک صاحب نے موروثی کے متعلق کچھ ذکر کیا حضرت والا نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میرے اساتذہ میں ایک بزرگ تھے ملا محمود صاحب ان کے ایک بھائی تحصیلدار تھے اور تھے مرتشی (رشوت لینے والے) مگر اُن کی بدلی نہیں ہوتی تھی، ایک گنوار دیہاتی بیڑا اٹھا کر چلا میں بدلی کرا کر آؤں گا کلکٹر یورپین تھا اس کے پاس یہ گنوار بنگلے پر پہنچا وہ ٹہل رہا تھا جا کر سلام کیا کلکٹر نے دریافت کیا کہ چودھری کیسے آئے کہا کہ تجھ سے ایک بات پوچھوں ہوں یہ بتلا کہ موروثی کسے کہیں ہیں کلکٹر نے جواب دیا کہ بارہ سال زمین جس کے قبضہ میں رہے اس میں حق موروثی ہو جاتا ہے پھر اس کے قبضہ سے کوئی نہیں نکلوا سکتا کہا کہ میں بھی تیرے پاس اسی واسطے آیا ہوں یہ جو تحصیلدار ہے اس کو تحصیل میں گیارہ سال تو ہو گئے اگر ایک سال اور تحصیل میں رہ گیا تو پھر نہ تیرے باپو سے جا اور نہ میرے باپو سے جا کلکٹر سمجھ گیا اور بعد تحقیق واقعات فوراً حکم تبادلہ کا بھیج دیا ان دیہاتیوں کی ذہانت بڑے غضب کی ہوتی ہے ان کے دماغ نہایت صحیح ہوتے ہیں ان کے پاس الفاظ تو ہوتے نہیں اس لئے کہ علم نہیں ہوتا مگر ترجمانی غضب کی کرتے ہیں۔

تشبہ بالنصاریٰ پر افسوس:

(ملفوظ ۱۶۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تشبہ النصاریٰ لوگوں کو گھٹی میں پڑ گیا ہے ان کی سی صورت اُن کا سا لباس ان کی سی وضع قطع پھر قصد میں فرق کیا رہ گیا لیکن قدرتی فرق کہاں جاتا ہے گو ظاہر میں تشبہ کے کتنے ہی انتظام کر لو مگر قدرتی چیزوں میں برابری کیسے ہو سکتی ہے۔

۱۳ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

سمجھانے اور لٹھ مارنے میں فرق:

(ملفوظ ۱۶۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض لوگ ختم میں ایسے بھی دُعاء کرانے آتے ہیں جو واقع میں ظالم ہوتے ہیں مثلاً ابتداء میں خود مار پیٹ کی اور پھر دُعاء چاہتے ہیں ایسے لوگوں کی رقم مدِ ختم میں داخل کرانا چاہئے یا نہیں اور اُن کے لئے دُعاء کرنا جائز ہے یا نہیں ایسی حالت میں طالبانِ دُعاء سے کیا کہہ دیا کروں فرمایا کہ تم صرف یہ جواب دیدیا کرو کہ بھائی اول واقعہ بیان کر کے کسی عالم سے حکم شرعی پوچھ لو کہ اس کے لئے دُعاء جائز ہے یا نہیں اگر وہ کہہ دیں اور ہم کو بھی اُن کی زبان سے سنوا دو تو ہم دُعاء کر دیں گے عرض کیا کہ میں تو عذر کر دیتا ہوں فرمایا کہ ایک تو لٹھ سا مارنا ہوتا ہے اور ایک سمجھانا ہوتا ہے تو عذر کی تفصیل بیان کر دینے کی ضرورت ہے تاکہ وہ بھی تو سمجھ جائے۔

آداب التربیت:

(ملفوظ ۱۶۶) (ملقب به آداب التربیة) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ تربیت اور اصلاح کا باب نہایت ہی نازک ہے اس میں بڑے تجربے اور فن کی ضرورت ہے شیخ کا ولی ہونا قطب ہونا بزرگ ہونا ضروری نہیں مگر فن سے واقف ہونا ضروری ہے ہاں فن جاننے کے ساتھ اگر ولایت اور بزرگی بھی ہو تو اس کی تعلیم میں خاص برکت ہوگی آج کل فن نہ جاننے کی وجہ سے لوگ بڑی گڑ بڑ کرتے ہیں اور منزل مقصود سے تو بہت ہی دور رہتے ہیں مقصود کی ہوا تک بھی نہیں لگی ایک صاحب نے بذریعہ خط اپنے نفس کی اصلاح کی درخواست کی تھی اس پر میں نے لکھا کہ ہر مرض کو ایک ایک کر کے لکھ کر اس کا علاج پوچھو اس پر یہ مہمل جواب آیا میں حقیقت سے تو واقف ہوں مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھ میں مرض کیا کیا ہیں اس پر میں نے لکھا کہ میری سمجھ میں یہی نہیں آیا کہ حقیقت کی تو خبر ہو اور مرض کی خبر نہ ہو اس پر جواب آیا اور بہت طویل تحریر لکھ کر بھیجی جس میں اپنی تمام سوانح عمری درج کی تھی آخر میں لکھا تھا کہ یہ میری حالت ہے اب آپ سمجھ لیں کہ کون کون مرض میرے اندر ہیں جو قابل علاج ہیں اس پر میں نے لکھا کہ یہ طریقہ معالجہ کا نہیں ہے کہ ایک کتاب تصنیف کر کے بھیج دی تم نے میری پہلی بات کا اب تک جواب نہیں دیا اور اتنی بحر طویل لکھ کر ایذا دی جب تم مرض کا ہونا نہ ہونا نہیں بتلا سکتے جو کہ خاص تمہاری حالت ہے تو اتنے دور سے

بے بتلائے ہوئے سمجھ لینا ضروری ہے اور میں اس سے قاصر ہوں تو تم کو یہ حق حاصل ہے کہ مجھے
لکھو کہ جب تجھ کو اتنا بھی سلیقہ نہیں تو تجھ سے تعلق رکھنا ہی فضول ہے تو پھر میری طرف سے
اجازت ہے کہ کسی اور سے تعلق کر و پھر فرمایا کہ یہ تو امور طبیعہ اور فطری ہیں کہ اپنی حالت کو آدمی اس
طرح لکھے کہ جس کو دوسرا سمجھ بھی تو لے یہ گول مول باتیں لکھنا یا کرنا کون سی عقلمندی کی بات ہے
ایک ضروری بات یہ ہے کہ آدمی جس کے پاس جاوے اور جس کام کو جاوے اس سے صاف کہہ
دے اس میں کسی کی تعلیم کی کونسی ضرورت ہے مثلاً بازار جاتے تو یہ نہیں کہتے کہ سودا دیدو بلکہ اُس
چیز کا نام لیتے ہیں کہ نمک دیدو مرچ دیدو گرم مصالحہ دیدو ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ اس چیز کا نام نہ لیں یا
اسٹیشن جا کر یہ نہیں کہتے کہ ٹکٹ دیدو اور اس مقام کا نام نہ لیتے ہوں جہاں کا ٹکٹ لینا ہے بلکہ یوں
کہتے ہیں کہ نانوتہ کا ٹکٹ دیدو سہارنپور رامپور کا ٹکٹ دیدو وہاں ناقص کلام کو کافی نہیں سمجھتے مگر ان
ناتمام باتوں کی مشق کے لئے بیچارے ملا ہی رہ گئے ہیں یہاں پر آ کر کہتے ہیں کہ تعویذ دیدو اب یہ
کچھ نہیں کہ کس چیز کا تعویذ کیا ملا نے ان کے باوا کے نوکر ہیں کہ بیٹھے ہوئے پوچھا کریں مگر میرے
یہاں آ کر ان کا دماغ درست کر دیا جاتا ہے کہ ایسی بیہودگیوں پر روک ٹوک ہوتی ہے گو باہر جا کر بد
نام کرتے ہیں کہ بد خلق ہے سخت گیر ہے مگر اس کے ساتھ اپنے اخلاق حمیدہ اور نرم خوئی کا کوئی ذکر
نہیں کرتے کہ ہم نے بھی کسی کو ستایا ہے اور اذیت پہنچائی ہے یا نہیں ان لوگوں کے صاف نہ کہنے
پر صرف ایک یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ میں ان سے پوچھ لیا کروں کہ کیا کہتے ہو اور میں یوں اس
پر قادر بھی ہوں اور پوچھ بھی سکتا ہوں مگر پوچھتے ہوئے غیرت آتی ہے اس لئے کہ جب ان
نالائقوں کی یہ حالت ہے کہ ان کے قلوب میں اہل علم اور اہل دین کی وقعت نہیں تو ہمیں ہی کون سی
ضرورت ہے کہ ان سے چاپلوسی کریں یہ پوچھنا اس حالت میں میرے لئے موت کے برابر ہے
بلکہ ایک حیثیت سے موت محبوب ہے اور پر تلخ ہے آخر یہ کس قاعدہ سے میرے ذمہ ہے کہ کام تو
اس کا پوچھوں میں مجھ کو ضرورت اور غرض ہی کیا ہے بہت سے بہت غیر معتقد ہو جائیں گے سو میری
جوتی سے ایسے بدفہموں کا تو غیر معتقد ہی ہونا بہتر ہے اور زیادہ سے زیادہ تکبر کا الزام ہوگا مگر تملق کا
تو الزام نہ ہوگا باقی مجھ کو تو اس سے بھی مسرت ہوتی ہے کہ ایک بدفہم اپنی بدفہمی پر مطلع تو ہوا دوسرے
رسمی پیروں کے یہاں تو ایسے بدفہموں اور بدعقلوں کی بڑی آؤ بھگت اور چاپلوسی ہوتی ہے
خوشامدیں کی جاتی ہیں اور محض غرض کی بناء پر اور وہ غرض دنیا ہے جو اہل علم اور درویشوں کی شان

سے نہایت بعید ہے۔ استغفر اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ جو یہاں کا طرز ہے اپنے بزرگوں کا یہی طرز دیکھا اور یہی پسند بھی ہے میں تو اس طرز کے خلاصہ میں یہ کہا کرتا ہوں کہ اور جگہ برکت ہے میرے یہاں حرکت ہے۔ اور مصلحین شیخ ہیں اور میں مبخ ہوں یہاں پر تو گھن کی چوٹ پڑتی ہے اگر لاکھ دفعہ خوشی پڑے آؤ ورنہ گھر بیٹھو اور جگہ دلجوئی ہوتی ہے میرے یہاں دلشوئی ہوتی ہے اور جگہ ولایت قطبیت غوثیت ابدالیت تقسیم ہوتی ہے میرے یہاں انسانیت آدمیت سکھائی جاتی ہے اگر ولی بننا بزرگ بننا قطب بننا غوث بننا ہو تو اور جگہ جاؤ انسان بننا ہو یہاں پر آؤ ایک شاعر نے خوب لکھا ہے ؎

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند ۔۔۔ ایں جملہ شدی و لے مسلمان نہ شدی

میں نے اس کو اس طرح بدل دیا ہے اس لئے کہ یہ جملہ سخت ہے کہ مسلمان نہ شدی ؎

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند ۔۔۔ ایں جملہ شدی ولیکن انسان نہ شدی

تو ولی بن سکتا ہے بزرگ بن سکتا ہے مگر انسان بننا بہت مشکل ہے مولوی ظفر احمد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ حضرت دُعاء فرما دیجئے کہ میں صاحب نسبت ہو جاؤں حضرت نے جواب میں فرمایا کہ صاحب نسبت تو تم ہو مگر اصلاح کراؤ اور اپنے ماموں سے کراؤ تب انہوں نے اس طرف رجوع کیا غرض بزرگی اور ولایت اور چیز ہے اور انسانیت اور آدمیت اور چیز ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہاں پر انسان بنایا جاتا ہے اگر یہ طرز کسی کو ناپسند ہو یہاں نہ آئے اور کہیں جائے اور میں اس موقع پر یہ پڑھا کرتا ہوں۔ ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ بے وفا سہی ۔۔۔ جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

اور میں یہ بھی بتلائے دیتا ہوں کہ انسانیت اور آدمیت بدون کسی کی جوتیاں کھائے ہوئے پیدا نہیں ہو سکتی الا ماشاء اللہ اگر کسی کو خداداد فہم سلیم عطا فرمایا گیا ہو تو یہ دوسری بات ہے مگر اکثر یہی ہے کہ جوتیاں کھانے کی ضرورت ہے اور ایسا نہ ہونا مصداق ہے اَلنَّادِرُ کَالْمَعْدُوْمِ کا اور میں اس موقع پر ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ مربا جبھی بنتا ہے کہ پہلے سیب کو خرید کرلاتے ہیں پھر اسکو چاقو سے چھیل کر اس کا چھلکا الگ کرتے ہیں اور جو کہیں داغ ہوتا ہے اس کو چاقو کی نوک سے جدا کرتے ہیں پھر ایک دیگچی میں پانی بھر کر چولہے پر رکھ کر اور آگ جلا کر اور اس میں ان صاف شدہ

سیب کو جوش دیتے ہیں مابعد اس کو اتار کر ٹھنڈا ہو جانے کے بعد اس کو پھر چاقو کی نوک سے کوچتے ہیں تاکہ قوام اس کے اندر اثر کر سکے پھر قوام تیار کر کے اس میں اس کو ڈالتے ہیں اور پھر کئی روز ایک مرتبان میں بند رکھتے ہیں تب جا کر یہ مربا اس قابل ہوتا ہے کہ جس غرض سے طبیب نے اس کو بتلایا ہے اس کے لئے مفید ہو سکے تو اس طرح مربا بن کر پھر کہیں طبیعت کا مربی بننے کے قابل ہو سکتا ہے اگر ہر کوچنے پر وہ سیب ہاتھ سے نکال کر بھاگنے لگے اور اس کی برداشت نہ کر سکے تو بس بن چکا مربا اسی طرح اگر شیخ کی ہر ڈانٹ اور ڈپٹ پر طالب کے دِل میں کدورت پیدا ہو اور برداشت نہ کر سکے تو بن چکے مربی ایک حکایت حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں بیان فرمائی ہے اس میں ایک شخص کا اپنی کمر پر شیر کی تصویر گودوانے کے لئے جانا اور ہر سوئی کے کوچنے پر یہ کہنا کہ یہ کیا بناتا ہے اور اس کا بتلانا کہ یہ کان بناتا ہوں سر بناتا ہوں پیٹ بناتا ہوں دم بناتا ہوں اور اس کا یہ کہنا کہ یہ شیر کا نقش کوئی سے کا تھوڑا ہی یا بے دُم کا شیر نہیں ہوتا اور اس پر اس گودنے والے کا سوئی ہاتھ سے پھینک کر یہ کہنا مفصلا مذکور ہے

شیر بے گوش و سرواشکم کہ دید　　ایں چنیں شیرے خدا ہم نافرید

گر بہر زخمے تو پر کینہ شوی،　　پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

چوں نہ داری طاقت سوزن زون　　پس تواز شیر ژیاں ہم دم مزن

تو صاحب اصلاح تو اصلاح ہی کے طریق سے ہو سکتی ہے بدون طریقہ تو کوئی ادنی سے ادنی کام بھی انجام کو نہیں پہنچ سکتا اور دوسرے پیروں کے یہاں جوان لوگوں کی آؤ بھگت ہے ان میں بعض کی نیت تو صالح ہوتی ہے مزاحاً فرمایا کہ اور بعض کی خسر ہوتی ہے جن کی صالح ہوتی ہے وہ یہ ہوتی ہے کہ یہ لوگ ہم سے لگے بندھے رہیں کہیں کسی بدعتی وغیرہ کے ہاتھ میں جا کر نہ پھنس جائیں خیر اپنا اپنا مذاق ہے مجھ کو تو اس سے غیرت آتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ دین ان کا محتاج ہے دین ان کا طالب ہے اور یہ اس کے مطلوب ہیں اور میں سب کو مشورہ نہیں دیتا کہ سب اپنے اخلاق ایسے بنالیں مگر مجھے بھی معاف رکھیں اور جن کی نیت خسر ہوتی ہے اسی کا منشا نہایت ہی مذموم ہے بلکہ نہایت ہی مردود وہ یہ کہ اگر ہم نے ان کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کیا تو یہ غیر معتقد ہو جائیں گے اور جو خدمت کرتے ہیں وہ نہ کریں گے پس یہ لوگ تو ہر وقت اینٹھنے میں رہتے ہیں اور پیروں کی طرف سے ان کا تملق ہوتا ہے سو یہ درجہ تو نہایت بُرا ہے ہمارے حیدر آبادی

ماموں صاحب تھے تو ہمارے مسلک کے خلاف غالی صوفی تھے مگر دکاندار نہ تھے اور اکثر ان کی باتیں بڑی حکیمانہ ہوتی تھیں وہ فرمایا کرتے تھے کہ حیدر آباد دکن کے امراء تو جنتی ہیں اور مشائخ وہاں کے دوزخی اس لئے کہ امراء جو تعلق رکھتے ہیں مشائخ سے وہ محض اللہ کے واسطے ہے اور مشائخ جو تعلق کرتے ہیں امراء سے یہ دنیا کے واسطے ہے واقعی بڑے کام کی بات فرمائی ایسا ہی ہو رہا ہے ایک ایسے ہی مرید نے اپنے ایسے ہی پیر سے خواب بیان کیا کہ حضرت رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ گویا میری انگلیاں تو پاخانہ میں بھری ہیں اور آپ کی شہد میں پیر صاحب سن کر آپے سے باہر ہو گئے کہ ٹھیک تو ہے تو دنیا کا کتا ہے تیری حالت کی ایسی ہی مثال ہے جیسے پاخانہ اور ہم اللہ والے بزرگ ہیں ہماری حالت کی مثال شہد کی سی ہے مرید کوئی بڑا ہی مسخرہ اور ظریف تھا کہنے لگا کہ حضرت نے تعبیر میں جلدی فرمائی ابھی خواب پورا نہیں ہونے پایا فرمایا کہ بیان کرو آگے کیا باقی ہے اس نے کہا کہ یہ بھی دیکھا کہ تمہاری انگلیاں تو میں چاٹ رہا ہوں اور میری انگلیاں تم چاٹ رہے ہو بس پیر صاحب گم ہو گئے تعبیر وغیرہ سب ختم ہو گئی اب یہ خواب واقعی ہو یا نہ ہو مگر واقعہ یہ ہے کہ اس نے اس حکایت میں معاملہ کی حقیقت کو ظاہر کر دیا کہ ہم تم سے دین کی وجہ سے تعلق رکھتے ہیں جو مثل شہد کے ہے اور تم مجھ سے دنیا کی وجہ سے تعلق رکھتے ہو جو مثل پاخانہ کے ہے اور ان عوام بیچاروں کی اتنی خطا نہیں ان کے اخلاق تو خوشامد کر کر کے خراب کئے گئے ہیں ورنہ وہ پھر بھی ان پیروں سے زیادہ محل کو سمجھتے ہیں نواب عمر خان کے پاس جب وہ حج کو جا رہے تھے جہاز میں ایک بہت بڑا افسر انگریز مزاج پرسی کو آیا نواب صاحب نے نہایت بے رخی کے ساتھ ملاقات کی لیٹے ہوئے تھے بیٹھے تک نہیں وہ کھڑا رہا اور جو سوال اس نے کیا نہایت روکھا جواب دیا جب وہ چلا گیا تو سہارنپور کے ایک رئیس نے نواب صاحب سے عرض کیا کہ خان صاحب یہ آپ کا مہمان تھا گو کافر تھا مگر جناب رسول اللہ ﷺ نے خود کفار کی بھی جب کہ وہ مہمان ہوئے مدارت فرمائی ہے اس لئے آپ کو بھی مہمان ہونے کی حیثیت سے مدارت اور احترام کرنا مناسب تھا نواب صاحب نے پٹھانوں والا جواب دیا کہ الفاظ تو دیہاتی تھے مگر مقصود صحیح تھا جواب یہ دیا کہ حضور ﷺ کو تو پیغمبری کرنا تھی مجھ کو پیغمبری کرنا تھوڑا ہی ہے یہ جواب بظاہر بڑا بے ادبی کا ہے مگر حاصل اور مدلول اُس کا صحیح ہے کہ اس وقت تالیف قلوب کی ضرورت تھی اور اب ضرورت نہیں رہی البتہ ایک اس سے مستثنےٰ ہے وہ یہ کہ جہاں تبلیغ نہ ہوئی ہو وہاں اب بھی تالیف قلب مناسب ہے باقی

جہاں تبلیغ ہو چکی ہو وہاں ان عرفی اخلاق کی ضرورت نہیں سو دیکھئے اس دیہاتی پٹھان نے ان رعایات کا محل سمجھا مگر یہ پیر نہیں سمجھتے۔

آداب الفقیر :

(ملفوظ ۱۶۷) (ملقب به آداب الفقیر) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر انسان میں عبدیت پیدا ہو جائے تو وہ انسان ہے ورنہ حیوان سے بھی بدتر ہے، بل ھم اضل (بلکہ وہ زیادہ گمراہ ہیں) میں اس کی تصریح ہے اسی کے متعلق مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گر بصورت آدمی انسان بُدے ۔۔۔ احمد و بو جہل ہم یکساں بدے

(اگر ظاہری صورت سے آدمی انسان بن جاتا تو حضور اقدس ﷺ اور ابوجہل یکساں ہوتے ۱۲)

انسانیت حقیقی یہی ہے کہ عبدیت ہو فنا ہو افتقار ہو انکسار ہو عجز ہو کیونکہ یہ سب علامت ہیں عبد کامل کی اگر اس راہ میں چل کر بھی یہ باتیں نہ پیدا ہوئیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ بالکل محروم اور ناکام ہے کیونکہ محض ظاہری صورت اور لحم و پوست کو آدمیت سے کیا تعلق اس کے متعلق بھی مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

آدمیت لحم و شحم و پوست نیست ۔۔۔ آدمیت جز رضائے دوست نیست

(انسانیت گوشت اور چربی کا نام نہیں ہے، انسانیت کی حقیقت یہ ہے اس کو حق تعالیٰ کی رضا حاصل ہو ۱۲)

غرض عبدیت بڑی چیز ہے جس میں بعض آثار یہ ہیں کہ بعض مرتبہ جس وقت عبدیت کا غلبہ ہوتا ہے اس وقت کسی چیز کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے بھی غیرت معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ اس نسبت میں ظاہرا دعوے کی سی شان معلوم ہوتی ہے اسی عبدیت کی بدولت فنا و افتقار و انکسار و عجز پیدا ہوتا ہے اور ہر وقت اس کے اندر ایک احتیاج کی سی کیفیت غالب رہتی ہے جو عین مقصود اور مطلوب ہے شیخ اسی کیفیت کے پیدا کرنے کی طالب کے اندر کوشش کرتا ہے تاکہ اس کے اندر سے دعوے کی سی شان جاتی رہے کیونکہ تجربہ ہے کہ بدوں مؤثر کے اثر میں استحکام نہیں ہوتا جس کی ایک نظیر یاد آئی کہ ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ نے سوال کیا کہ حضرت میرا ارادہ ہے کہ میں نوکری چھوڑ دوں اگر اجازت ہو حاصل

یہ تھا کہ توکل اختیار کروں اس وقت حضرت مولانا مطبع مجتبائی میرٹھ میں دس روپیہ کے ملازم تھے اب دیکھئے حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کیا جواب فرماتے ہیں کہ مولانا یہ پوچھنا خود دلیل ہے تردد کیا اور تردد دلیل ہے خامی کی اور خامی کی حالت میں ترک اسباب کرنا موجب تشویش ہوگا اور جب پختگی کی حالت پیدا ہو جائیگی تو اس وقت پوچھنا تو درکنار اگر کوئی تم کو روکے گا بھی تب بھی رسے توڑا کر بھاگو گے اسی طرح یہاں سمجھ لیجئے کہ شیخ اسی استحکام آثار کے لئے عبدیت کے راسخ کرنے کی کوشش کرتا ہے تا کہ اس سے آثار میں استحکام ہو ورنہ بدوں کیفیت کے رسوخ کے گاڑی چلنا مشکل ہوتا ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک صورت تو یہ ہے کہ انجن کے ذریعہ سے گاڑی چلتی ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ کبھی اسٹیشن پر دیکھا ہو کہ مال وغیرہ کے ڈبوں کو مزدور لائن پر دھکیلتے ہیں تو فقدان کیفیت کی مثال مزدوروں جیسی اور کیفیت پیدا ہو جانے کی مثال انجن جیسی ہے بس شیخ اسی کی کوشش کرتا ہے اور شیخ کی خدمات میں سب سے صعب (سخت) خدمت یہی ہے کیونکہ اس کی تکمیل کے لئے شرط ہے شیخ و طالب میں مناسبت کی اور مناسبت کی عقلا دو صورتیں ہو سکتی ہے۔ ایک شیخ کو طالب کے مقام پر تنزل کرنا دوسرے طالب کو اپنے مقام پر لے جانا اول میں شیخ کو مشقت ہوتی ہے اور طالب کو سہولت اور ثانی میں بالعکس مگر شیخ کی شفقت و کمال کا مقتضا پہلی صورت ہے اس لئے وہ اس کو اختیار کرتا ہے پس شیخ کے لئے وہ وقت جبکہ وہ طالب کے مقام کی طرف نزول کرتا ہے بہت سخت ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کا نزول اس سے بھی سخت ہوتا ہے کیونکہ بوجہ بون بعید (بہت زیادہ فرق ہونے) کے ان کو زیادہ تنزل کرنا پڑتا ہے خصوص حضور ﷺ کا نزول) پھر جبکہ مخاطب اس نزول کی قدر بھی نہ کرے تو وہ اس عارض کی وجہ سے اور بھی سخت ہو جاتا ہے اسی لئے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھ کو سب انبیاء سے زائد اذیت ہوئی ہے اور یہ مشقت اس پر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا فطری امر تھا تسہیل الصعاب (دشواریوں کو آسان کردینا) ورنہ دشواری کی کوئی حد ہی نہ رہتی، تو شیخ کا بڑا ہی کمال ہے کہ طالب کے مقام پر نزول کر کے آتا ہے طالب کو اپنے درجہ پر نہیں لے جاتا جیسے ایک طالبعلم میزان پڑھتا ہے اور ایک بہت بڑا علامہ اس کو پڑھاتا ہے تو وہ علامہ اس کے مقام کی طرف نزول کرے گا تب اس کو نفع ہوگا طالب علم کو اپنے مقام کی طرف نہ لیجائے گا اس کے مناسب ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ مجلس میں یہ فرمارہے تھے کہ بلاء بھی نعمت ہے اور لوگ اُس تقریر سے متاثر ہو

رہے تھے مین اس وقت میں ایک شخص آیا جس کے ہاتھ میں کسی دوسرے شخص نے لڑائی کے وقت کاٹ لیا تھا اور اس کی وجہ سے تمام ہاتھ ورم کر آیا تھا اور اس کو سخت تکلیف تھی اس نے آ کر حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ حضرت دُعاء فرما دیجئے کہ میری تکلیف جاتی رہے میں بھی اس مجلس میں موجود تھا اب مجھ کو طالب علمانہ شبہ ہوا کہ حضرت ابھی ثابت فرما چکے ہیں کہ ہر مصیبت اور بلاء و تکلیف خدا کی نعمت ہیں اب اس درخواست کے بعد دو ہی صورتیں ہیں اگر اس کی صحت کے لئے دُعاء کی تو وہ نعمت کے دفع ہونے کی دُعاء ہوگی اور اگر دُعاء نہ کی تو یہ منصب شیخ کے خلاف ہوگا کہ حضرت اس کو مقام تلذذ بالنعمت پر لے گئے جس سے اس کو ذرا بھی مناسبت نہیں تو اس صورت میں حضرت عام مخلوق کے کام نہ آئے حضرت نے معمول کے خلاف اعلان کے ساتھ فرمایا کہ سب اس شخص کے لئے دُعاء کریں اور باآواز بلند دُعاء فرمانا شروع کی اے اللہ یہ ہم جانتے ہیں کہ یہ بلاء بھی نعمت ہے مگر ہم لوگ اپنے ضعف تحمل کے سبب اس نعمت کی برداشت نہیں کر سکتے اس لئے آپ اپنی رحمت سے اس نعمت بلا کو نعمت صحت سے مبدل فرما دیجئے مجھ کو اس وقت نہایت حیرت ہوئی۔

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی شان تحقیق ہر امر میں عجیب و غریب تھی ایک مرتبہ مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی نے واپسی قسطنطنیہ کے بعد حضرت سے کہا کہ سلطان عبد الحمید خان صاحب میں ایسی ایسی خوبیاں ہیں اگر آپ کہیں تو سلطان سے آپ کا بھی تذکرہ کروں حضرت نے فرمایا کہ غایت مافی الباب اس تذکرہ سے وہ میرے معتقد ہو جائیں گے پھر اس اعتقاد کا کیا نتیجہ ہوگا صرف یہ ہوگا کہ وہ مجھ کو آپ کی طرح بلائیں گے جس کا حاصل یہ ہوگا کہ بیت اللہ سے بُعد ہوگا اور بیت السلطان سے قرب مگر اس ارشاد میں بظاہر ایک دعویٰ اپنے بڑے اور سلطان کے چھوٹے ہونے کا معلوم ہوتا تھا ساتھ ہی اچھا تدارک فرمایا کہ آپ سلطان کو عادل بتلاتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ سلطان عادل کی دُعاء مستجاب ہوتی ہے سو اگر ممکن ہو میرے لئے ان سے دُعاء کرا دیجئے مگر اس کا یہ طریق تو عرفاً مناسب نہیں کہ ایک فقیر کے لئے سلطان سے دُعاء کو کہا جائے سو مناسب صورت یہ ہے کہ اُن سے میرا اسلام کہہ دینا وہ اس کا جواب دینگے پس وہی جواب دُعاء ہو جائے گی۔

انسان کے انتہائی کمال کی علامت:

(ملفوظ ۱۶۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آدمی میں جتنا کمال ہوتا جاتا ہے اتنی ہی اس کے معاملات

میں مقالات میں سلاست آتی جاتی ہے جب انتہائی کمال حاصل ہوتا ہے تو اس وقت یہی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ عالم بھی ہے یا نہیں اس کی تائید میں مولوی عبیداللہ ناظم مؤتمر الانصار کا ایک مقولہ بیان فرمایا کہ وہ جب یہاں آئے تو مجھ سے کلید مثنوی کی تکمیل کی فرمائش کی میں نے عذر کیا کہ لیاقت علمی تو کبھی مجھ کو حاصل ہی نہیں ہوئی مگر اب تو اصطلاحیں وغیرہ بھی سب بھول بھال گئے وہ لفظی علم بھی غالب ہو گیا انہوں نے کہا کہ علم کا تو وہی وقت ہے جب یہ اصطلاحیں بھی دی جائیں۔

بغیر مہارت و واقفیت فن اس میں دخل دینا غلطی ہے:

(ملفوظ ۱۶۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدوں واقفیت فن کے آدمی ہمیشہ غلطیوں میں مبتلا رہتا ہے اور حقیقت کا پتہ نہیں چلتا مجھ کو پچھلے دنوں کچھ بدخوابی کی شکایت ہو گئی تھی ایک حکیم صاحب سے حالت عرض کرتا وہ کچھ تجویز کر دیتے مگر کچھ نفع نہ ہوتا تو میں نے سمجھا یہ توجہ سے نہیں بتلاتے سرسری یاد سے کچھ کہہ دیتے ہیں لاؤ ہم ہی کتاب میں دیکھ لیں یہ سوچ کر میں نے ایک روز حکیم صاحب سے کہا کہ مجھ کو شرح اسباب دیجئے میں خود اپنے حالات پر اس بحث کو منطبق کرلوں گا انہوں نے کتاب دیدی میں لیکر گھر آیا اور دیکھنا شروع کیا تو اس مرض کے جتنے اسباب اس میں لکھے تھے میں نے دیکھا کہ سب میرے اندر موجود ہیں اب کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کون سے سبب کا علاج تجویز کروں میں نے کتاب لے جا کر حکیم صاحب کو حوالے کی اور کہا کہ یہ کتاب آپ ہی کے کام کی ہے ہمارے کام کی نہیں اور راز یہ معلوم ہوا کہ کچھ کچھ اسباب تو سب ہی ہوتے مگر متعدد بہ درجہ میں جو سبب ہوتا ہے وہی مرض میں موثر ہوتا ہے اس کو اہل فن ہی سمجھتے ہیں ہم نہیں سمجھ سکتے اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ فن سے واقف ہیں ہم فن سے واقف نہیں غرض بدون فن کی مہارت اور واقفیت کے کسی فن میں دخل دینا دخل در معقولات کا مصداق ہے۔

حضرات چشتیہ کی شان فنا:

(ملفوظ ۱۷۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرات چشتیہ کے حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کو سب غیر اللہ سے ذہول ہو گیا تھا ایک کے سوا سب کو فنا کر دیا تھا اس فنا کے غلبہ میں بعض اوقات بعض اہل ظاہر کو ان حضرات پر شبہ ہو گیا ہے خلاف شریعت عمل کرنے کا حالانکہ واقعی شان ان کی بالکل اس کی مصداق ہے واصطنعتک لنفسی یعنی اللہ نے تم کو اپنا بنا

لیا اس شبہ کی ایک مثال ہے کہ شدت شوق میں تمام شب جاگے اس کو اہل ظاہر نے خلاف سنت میں داخل کیا اور بدعت کہا حالانکہ حقیقی عشاق پر اعتراض کرنا ہی بدعت ہے گو بعض اہل ظاہر نے کثرت عبادت کو بدعت کہا ہے اور اس سے استدلال کرتے ہیں، **لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ** مگر وہ حضرات بھی اس ہی آیت سے استدلال کرتے ہیں اُن کے لئے اس کا مدلول اس کا عکس ہے آیت وہی ہے وہ استدلال میں یوں کہتے ہیں کہ اگر ہم کثرت سے عبادت نہ کریں تو ہلاک ہو جائیں تو تقلیل عبادت تہلکہ ہے کیسا عجیب اور لطیف استدلال کیا ہے جس کا معترض کے پاس کوئی معقول جواب نہیں یہ استدلال حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کا ہے سبحان اللہ۔

کم سونے کا نتیجہ بڑھاپے میں مضر ہوگا:

(ملفوظ ۱۷۱) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض لوگ ذکر کے لئے نیند کا علاج کرتے ہیں تا کہ نیند میں کمی اور ذکر میں بیشی ہو یہ جائز ہے یا نہیں فرمایا کہ اگر نیند حد اعتدال سے بڑھی ہوئی ہو تو مرض ہے علاج ضروری ہے اور اگر اعتدال پر ہو تو اس کی کمی کی سعی کرنا اپنے کو ہلاکت اور مرض میں ڈالنا ہے عرض کیا کہ بعض کہتے ہیں کہ ہم کو کم سونے سے تکلیف ہی نہیں ہوتی فرمایا کہ گو حال میں نہ ہو مگر مآل میں مثلاً بڑھاپے میں اس کا نتیجہ بُرا ہوگا اور مضر ہوگا۔

مقربین اور مکربین:

(ملفوظ ۱۷۲) ایک سلسلہ گفتگو میں کہ یہ بیچ کے معتقدین بڑے غضب کے ہوتے ہیں حاجی محمد عابد صاحب رات دن ہمارے اکابر کے مجمع میں رہنے والے تھے مگر ان مصاحبین اور مقربین کی بدولت ایک زمانہ میں تفریق ہوگئی تھی میں تو کہا کرتا ہوں کہ مقربین مکربین (تکلیف دینے والے) بن جاتے ہیں انہوں نے ہماری جماعت پر یہ الزام لگایا کہ یہ تو حضور ﷺ کی تنقیص کرتے ہیں نفس ذکر رسول کو حرام کہتے ہیں بس اس روایت کی تصدیق کرنے سے فتنہ بڑھ گیا اور یہ روایت کا سلسلہ ایسا زہر ہے کہ اسی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں لوگوں نے جنگ کرا دی بیچارے حاجی محمد عابد صاحب کیا چیز تھے البتہ اپنے بزرگوں میں خصوصیت کے ساتھ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ اور مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ کے یہاں یہ سلسلہ روایت کے بالکل نہ چلتا تھا پھر اس میں بھی ایک فرق تھا حضرت حاجی صاحب

رحمۃ اللہ تو سب کچھ سن لیتے پھر فرما دیتے کہ وہ شخص ایسا نہیں میں خوب جانتا ہوں تم جھوٹ بولتے ہو اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ شروع ہی سے نہ سنتے تھے میرے یہاں بھی بحمد للہ ایسی روایات کا سلسلہ نہیں۔

محبت اور عشق میں علم اور عدم علم کی قید نہیں:

(ملفوظ ۱۷۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محبت اور عشق کی شان ہی جداگانہ ہے اس میں رسمی علم اور عدم علم کی قید نہیں مدینہ طیبہ میں ایک ترکی صاحب طریقت تھا ذاکر تھا کسی باطنی مقام پر اُلجھ گیا اس لئے مزار مبارک پر کھڑا ہوا عرض معروض کیا کرتا تھا مگر کوئی خاص بات محسوس نہیں ہوئی اسی دوران میں ایک بدوی مزار مبارک پر حاضر ہوا اور نہایت بیباکانہ عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ نبی ہیں اور اُمت پر شفیق ہیں اگر یہ صحیح ہے تو ہمارے یہاں خشک سالی ہے اس کی وجہ سے پریشانی کی حالت ہے بالکل بارش نہیں آپ دُعاء فرمائیں اگر بارش ہوگئی تو ایک مشکیزہ گھی کا آپ کی نذر کروں گا یہ گستاخانہ معروض مسجد شریف کے محافظ لوگ سن کر چھڑیاں لے کر مارنے کو دوڑے وہ بھاگ گیا جب مسجد سے باہر گیا تو وہ گاؤں قریب تھا اس نے دیکھا کہ بدلی کا ایک ٹکڑا اس بستی کی طرف چھایا ہوا ہے وہ بارش ہو رہی ہے تو کہتا ہے کہ واقعی حضور نبی ہیں اور سچے نبی ہیں اور امت پر شفیق ہیں خود نادار تھا مگر کسی سے قرض لے کر گھی کا ایک مشکیزہ خرید کر پھر مزار شریف پر اور ادھر اُدھر نظر بچا کر مشکیزہ مزار مبارک پر لگا کر گھی بہا کر بھاگ گیا کیا چیز تھی اس کے قلب کے اندر اللہ اکبر یہ تو اس عامی بیعلم کا حال تھا اب اس ترکی کی سنئے جو صاحب طریقت تھا کہ یہ رنگ دیکھ کر شکایت اور ناخوشی ظاہر کر کے یہ کہہ کر چل دیا کہ آپ میں بھی حمیت قومی تھی عربی کا کام ہو گیا اور ترکی کا نہ ہوا۔

نری عقل طریقت میں راہزن ہے:

(ملفوظ ۱۷۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عشاق سے عرفی عقل کوسوں دور بھاگتی ہے نری عقل اس راہ میں راہزن ہے جب تک محبت نہ ہو نری عقل سے کیا کام چلتا ہے یہاں تو دیوانہ ہو کر چلنے کی ضرورت ہے اور اُس دیوانہ کی یہ شان ہوتی ہے فرماتے ہیں ؎

باز دیوانہ شدم من اے طبیب   باز سودائی شدم من اے حبیب

(سب کچھ دیکھنے کے بعد اے طبیب میں پھر دیوانہ ہو گیا ہوں، اور اے محبوب میں پھر

تیرا ہی سودائی ہو گیا ہوں)

اس عقل کو تو شریعت کے تابع رکھنا چاہئے جب تک شریعت کے تابع ہے خیر ہے ورنہ یہی وبال جان ہے ایسی ہی عقل کے متعلق فرماتے ہیں

از مودم عقل دور اندیش را،　　بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

(میں عقل دوراندیش کو آزمانے کے بعد دیوانہ بنا ہوں ۔۱۲)

۱۴ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

مدرسہ کی مادی ترقی کی مثال:

(ملفوظ ۱۷۵) ایک سلسلہ گفتگو میں ایک مدرسہ کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ جب کوئی مریض اس درجہ تک پہنچ جائے کہ اس کی صحت اور حیات سے مایوسی ہو جائے تو اس کو خدا کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور پرہیز توڑ وا دیا جاتا ہے تو یہ مدرسہ اسی درجہ تک پہنچ گیا ہے اُس کی روح ختم ہو چکی ہے گو مادی ترقی باقی بھی ہو اسی مضمون کے متعلق میں نے فلاں بزرگ مہتمم مرحوم سے کہا تھا کہ اگر مدرسہ ان مفاسد کے ساتھ باقی بھی رہا اور مادی ترقی بھی کی اور روح باقی نہ رہی تو اس کی ترقی اس حالت میں ایسی ترقی ہوگی جیسے مرنے کے بعد لاش پھول جاتی ہے مگر تھوڑے ہی دنوں میں پھٹ بھی جاتی ہے اس وقت تماشا ہوگا کہ محلّہ بھر کو کیا بلکہ بستی تک کو اور بستی سے بھی آگے بڑھ کر قرب و جوار کو بدبو سے خراب کرنے گی ہاں اگر روح باقی ہو اور ساتھ ہی مریض کا جسم کمزور اور لاغر ہو گیا ہو تو اس کا علاج ہونا بھی ممکن فربہ ہونا بھی ممکن اور ایسا فربہ اور موٹا ہونا محمود ہے نہ کہ آماس کی فربہی۔

آنکھ بند کر کے نماز پڑھنا خلاف سنت ہے:

(ملفوظ ۱۷۶) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نماز آنکھیں بند کر کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں فرمایا کہ اگر تحصیل خشوع کے لئے ہو جائز ہے فقہا نے جائز لکھا ہے مگر سنت یہی ہے کہ آنکھ کھول کر پڑھے گو اجتماع خواطر میں کمی ہو جو کہ غیر اختیاری ہے غرض آنکھ بند کر کے نماز پڑھنا خلاف اولیٰ ہوگا عرض کیا کہ ذکر میں تو آنکھ بند کرنا خلاف اولیٰ نہ ہوگا فرمایا نہیں نماز میں آنکھ بند کرنے کے متعلق ایک عجیب حکایت یاد آئی ہمارے حضرتؒ کے مخصوصین میں سے ایک صاحب کشف نے تکمیل خشوع کے لئے آنکھ بند کر کے نماز پڑھی پھر بعد فراغ نظر کشفی سے اس طرف توجہ

کی تو نماز مکشوف ہوئی نہایت حسین صورت میں مگر دیکھا کہ اندھی ہے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجمالاً عرض کیا کہ میں نے نہایت خشوع کے ساتھ پڑھی تھی مگر یہ صورت نظر آئی حضرت نے فوراً فرمایا کہ آنکھ بند کر کے نماز پڑھی ہوگی عرض کیا جی فرمایا کہ یہ فعل سنت کے خلاف کیا یہ اس کے سبب سے ہوا انہوں نے دفع خطرات کی مصلحت بیان کی اس پر فرمایا کہ اگر آنکھ کھول کے نماز پڑھتے اور اس میں خطرات آتے وہ نماز افضل واکمل ہوتی اس آنکھ بند کر کے پڑھنے سے جس میں نہ خطرات آئے اور نہ انتشار ہوا شیخ ایسا مبصرہ ہوا چاہئے اس مبصرہ ہونے پر ایک دوسرا واقعہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ ذکر پورا نہیں ہوتا شروع کرتے ہی قلب پر بے حد ثقل ہوتا ہے زبان بند ہو جاتی ہے فرمایا کہ یہ ثقل وہ ثقل ہے جو حضور ﷺ کو وحی کے وقت ہوتا تھا آپ پر علوم نبوت فائض ہوتے ہیں کیا عجیب اور غامض تحقیق ہے۔

حضرت حکیم الامت کا بزرگوں کا بے حد احترام فرمانا:

(ملفوظ ۱۷۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تھانہ بھون ہے چھوٹی جگہ مگر اس میں بڑے بڑے صاحب کمال گذرے ہیں دین کے اعتبار سے بھی اور دنیاوی فنون کے اعتبار سے بھی وہ لوگ جنہوں نے یہاں کی تعمیرات بنوائیں یہ سب مقربان شاہی میں سے تھے اس لئے تعمیرات بھی شاہی نمونہ کی بنوائی گو جگہ تو یہ ہمیشہ چھوٹی ہی رہی مگر طرز وہی رہا جو شاہی تعمیرات کا تھا چنانچہ شہر پناہ کی فصیل بھی تھی دروازے بھی تھے ان دروازوں کے الگ الگ نام تھے بعض بزرگوں نے بیان کیا کہ ایک زمانہ میں آبادی اس کی اڑتالیس ہزار تھی مگر غدر سے قبل بھی چھتیس ہزار رہ گئی تھی اور گھٹتے گھٹتے اب قریب سات ہزار کے ہے آبادی کا طرز بھی عجیب طریق پر ہے ہندو الگ مسلمان الگ پھر ہندوؤں میں بھی قانون گو الگ بنئے الگ برہمن الگ اسی طرح چھوٹی قوموں میں بھی الگ الگ اور اسی طرح کی مسلمانوں کی آبادی ہے کہ شیوخ الگ سادات الگ راجپوت الگ البتہ اب کچھ گڑ بڑ ہوگئی ہے یہاں پر ایسے ایسے اہل کمال لوگ تھے ایک شخص تھے عبدالرحمٰن چابک سواری کا کام کرتے تھے ایک بنئے سے اس کا گھوڑا سدھانے پر پانچ سو روپیہ ٹھہرے مگر اس نے براہ بدعہدی صرف تین سو روپیہ دینا چاہا انہوں نے مجبور ہو کر تین سو ہی روپیہ لے کر دعاء دی اور کہا کہ لالہ جی

آپ نے بڑی قدر دانی کی گو وعدہ خلافی بھی کی مگر خیر اچھا لاؤ کیا یاد رکھو گے گھوڑے میں ایک ہنر رہ گیا ہے لاؤ وہ بھی سکھلا دوں لالہ جی بہت خوش ہوئے کہ بڑا سستا کام ہو گیا اور مکمل ہو گیا اور گھوڑا سپرد کر دیا یہ لے کر چلے آئے اور وہ ہنر سکھا کر سپرد کر آئے وہ ہنر کیا تھا جو سکھایا کہ جس وقت لالہ سوار ہو کر کہیں کو جائیں تو گھوڑا سیدھا گاؤ قصاب کی دکان پر پہنچا تا اور جب تک لالہ گوشت نہ خرید لیں دکان سے نہ ہٹتا آخر مجبور ہو کر لالہ جی نے کہا کہ میاں صاحب وہ دو سو بھی لے لو اور چاہے دس بیس اوپر لے لو مہربانی کرو بڑا عجیب ہنر سکھایا ہے اس ہنر کو نکالو کہا کہ لاؤ بقیہ دو سو روپیہ گن دو لالہ جی نے ادا کر دیئے انہوں نے ایک ہی دن میں یہ عادت گھوڑے کی چھوڑا دی ایک اور حکایت ہے کہ ایک شہسوار کہیں باہر سے آیا اپنے فن میں بڑا کمال رکھتا تھا ان عبدالرحمٰن سے اظہار کمال میں اس کا مقابلہ ٹھہرا جس کی صورت یہ قرار پائی کہ موضع غوث گڑھ متصل تھانہ بھون کے کنوئیں پر جس کا محیط ۲۲ ہاتھ کا ہے ایک شہتیر بچھوا کر اس پر سے علی التعاقب گھوڑوں کو گذارا جائے چنانچہ اول اس مسافر شہسوار نے اس پر اپنا گھوڑا چڑھا دیا ابھی وہ اس کو عبور کرنے نہ پایا تھا کہ اس طرف سے میاں عبدالرحمٰن نے اپنا گھوڑا چڑھا دیا اب بیچ کنویں پر دونوں گھوڑے منہ ملائے اس شہتیر پر کھڑے ہیں میاں عبدالرحمٰن نے اس شہسوار سے کہا کہ اب دونوں کے عبور کی تو کوئی صورت نہیں یہی ہو سکتا ہے کہ دونوں گھوڑوں کو لوٹاؤ مسافر نے کہا کہ میں تو اتنا کمال نہیں رکھتا کہ میں گھوڑے کو یہاں سے الٹا واپس کر سکوں عبدالرحمٰن نے اپنے گھوڑے کے لگام کو اشارہ کیا گھوڑے نے فوراً اپنے دونوں اگلے پیر اٹھا کر اور پچھلے دونوں پیروں پر گھوم کر پشت کی طرف منہ کر اور شہتیر سے گذر کر کنوئیں سے الگ جا کھڑا ہوا اس کمال پر لوگوں کو حیرت ہو گئی واقعی تھی بھی بڑے کمال کی بات۔

تھانہ بھون میں بہت سے صاحب کمال پیدا ہوئے:

(ملفوظ ۱۷۸) ایک سلسلہ گفتگو میں حضرت والا نے چند مہمانوں کو جو پورب کی طرف کے رہنے والے تھے اپنی طرف متوجہ کر کے فرمایا کہ دیکھئے یہ تو ہماری حالت ہے کہ ہم الحمدللہ اپنے بزرگوں کا نہایت درجہ کا ادب احترام کرتے ہیں مگر پھر بھی کانپور میں مخالفین نے یہ مشہور کیا ہے کہ میں نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ کا پاخانہ بنوایا میں نے سن کر کہا کہ یہ تو صغری ہے اور کبریٰ کیا ہوا وہ یہ کہ جو حجرہ کا پاخانہ بنوائے وہ عاصی ہے سو اس کبری کی کیا دلیل ہے شریعت

میں اس میں کیا قباحت ہے محبت اور ادب تو اور چیز ہے میں تو یہ پوچھتا ہوں کہ شریعت کا کیا حکم ہے یہ بتلاؤ فتویٰ دو اور واقعہ یہ ہے کہ میں نے پاخانہ کا حجرہ بنوایا ہے حجرہ کا پاخانہ نہیں بنوایا پہلے آدمی تحقیق کر لے یہ فرمایا کہ حضرت والا ان مہمانوں کو ہمراہ لے کر اس مقام پر تشریف لے گئے اور اُس مقام کا نقشہ سمجھایا کہ یہ ہے وہ مقام یہ جگہ پاخانہ کی حد میں تھی مگر اس جگہ کو نجاست سے کوئی تعلق نہ تھا اس لئے کہ قدمچوں کی جگہ پرانی کرسی دیدی گئی کہ وہ جگہ دفن ہوگئی اب اس کو داخل حجرہ کر لیا گیا ہے جس کو آپ لوگ دیکھ رہے ہیں یہ حقیقت ہے اس واقعہ کی جس کو اس طرح مسخ کیا ہے اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ بدعتیوں میں دین نہیں ہوتا اور دین کی باتوں کو وہابیت کہتے ہیں اسی بناء پر مولانا فیض الحسن صاحب مرحوم نے وہابی بدعتی کی عجیب تفسیر کی تھی کہ وہابی کے معنی ہیں بے ادب با ایمان اور بدعتی کے معنی ہیں باادب بے ایمان۔

زمانہ تحریکات میں حضرت کو قتل کی دھمکیاں:

(ملفوظ ۱۷۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زمانہ تحریک میں لوگوں نے ستانے میں کون سی کسر اٹھا رکھی تھی جو کچھ نہ کہنا تھا کہا جو کچھ نہ کرنا تھا کیا میں تو خدا کے سپرد کر کے بالکل مطمئن ہو چکا تھا ایک روز مسلمانوں کی موجودہ حالت کا مجھ پر اس قدر اثر ہوا کہ کھانا تک تلخ معلوم ہونے لگا اُسی روز اپنی ایک حالت کا غلبہ ہوا کہ تمام دنیا ایک طرف جا رہی ہے اور اس میں علماء بھی بکثرت شریک ہیں کہیں میں ہی تو غلطی پر نہیں اس حالت کا اس قدر غلبہ تھا کہ اس روز کھانا بھی نہیں کھایا گیا عشاء کی نماز پڑھ کر مکان پر پہنچا چارپائی پر بیٹھ کر لیٹنے کا ارادہ تھا کہ دفعۃً زبان پر یہ جاری ہو گیا اب چاہے اس کو وارد سے تعبیر کر لیا جائے۔ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ (ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر، اور اس کی سب کتابوں پر، اور اس کے سب رسولوں پر، اور قیامت پر تقدیر کی ہر بھلائی اور برائی پر، کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور بعد موت کے اٹھائے جانے پر۔۱۲) پر قلب میں ڈالا گیا کہ تم تو بعد الموت کے لئے تیاری کر رہے ہو ان دنیا کے ذرا سے فتنوں سے کیوں ڈرتے ہو اور مشوش ہوتے ہو بعد الموت جو واقعات پیش آنے والے ہیں ان کے سامنے ان کی حقیقت ہی کیا ہے مثلاً جان کندنی ہے قبر ہے، میدان حشر ہے، میزان عدل ہے، پل

صراط ہے بس اسی وقت قلب کو سکون ہو گیا پھر تو چین سے کھاتا تھا چین سے سوتا تھا یہاں تک لوگوں نے ستانے اور ایذا پہنچانے کی کوشش کی کہ بھنگن تک سے کہا گیا کہ تو اس گھر کمانا چھوڑ دے اس نے جواب دیا کہ چاہے تمام قصبہ چھوڑ جائے مگر یہ گھر نہیں چھوٹ سکتا یہ سب خدا کی طرف سے فضل تھا ورنہ عنایت فرماؤں کی عنایتوں کا کوئی حد و حساب ہی نہ تھا اب کیا کہا جائے وہ قصہ ہی ختم ہو چکا غالب نے خوب کہا ہے ۔

سفینہ جبکہ کنارے پہ آلگا غالب خدا سے کیا ستم وجور ناخدا کہئے

میں تو سب کو دل سے معاف کر چکا ہوں ہاں جن لوگوں نے ستایا سب وشتم کیا بہتان باندھے ان سے خصوصیت کے تعلقات نہیں رکھ سکتا عام مسلمانوں کا سا تعلق رہے گا دل ملنا مشکل ہے ایک بات ہو تو عرض کی جائے قتل کی دھمکیاں الگ تھی خانقاہ خالی کرانے پر زور دینے کے الگ منصوبے ہو رہے تھے نماز پیچھے نہ پڑھنے کا اعلان الگ تھا سی آئی ڈی سے تنخواہ پانے کی شہرت الگ دی جا رہی تھی اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مجھ کو کسی کے دروازہ پر جانے کی ضرورت پیش نہیں آئی ان ہی لوگوں کو یہاں پر بھیج دیا اور قریب قریب سب نے معافی کی درخواستیں کیں میں نے اس نیت سے سب کو معاف کر دیا کہ میں بھی اللہ کا قصوروار ہوں شاید وہ بھی مجھ کو معاف کر دیں ۔

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں مخالفین کے متعلق فرمایا کہ بکنے بھی دو جس وقت آنکھیں کھلیں گی اس وقت سب پتہ چل جائے گا اور مجھ کو جو جی چاہے کہیں مجھ پر بحمد للہ کوئی اثر نہیں نہ ان کے جواب کی فکر کہ عبث ہے اور یہ حق تعالیٰ کی رحمت اور فضل ہے کہ مجھ کو عبث سے طبعاً نفرت ہے بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فکر میں پڑنا اچھی خاصی مخلوق پرستی ہے کہ ان بیہودوں کی للو پتو کیا کریں کوئی خوش رہے یا ناراض کوئی معتقد ہو یا غیر معتقد کوئی آئے یا نہ آئے سب برابر ہے حافظ خوب کہتے ہیں ؂

ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو، دارو گیر و حاجب و دربان دریں درگاہ نیست

(جس کا جی چاہے آئے اور جس کا جی چاہے چلا جاوے اس درگاہ میں نہ کوئی دربان ہے نہ دارو گیر ۔۱۲)

اہل حق کا کوئی کام مخلوق کے راضی کرنے یا ناراض کرنے کی بناء پر نہیں ہوتا بلکہ ہر کام کی بناء رضا حق ہوتی ہے نہ اُن کو مخلوق سے طمع ہوتی ہے نہ اُن پر مخلوق کا خوف ہوتا ہے کہ جس کی

وجہ سے وہ کتمان حق کریں بلکہ اس بارہ میں خود ان کی یہ شان ہوتی ہے جس کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہیبت حق است ایں از خلق نیست ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

(یہ ہیبت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے مخلوق کی نہیں۔ نہ اس گدڑی والے کی ہے۔۱۲)

ان کی نظروں میں مخلوق کی وقعت اس سے زیادہ نہیں ہوتی کہ جیسے مسجد کے لوٹے اور صفیں ہوتی ہیں اب آپ ہی بتلائیے کہ جن کی نظروں میں مخلوق کی یہ وقعت ہو ان کے دل میں ان کے خوف کیا ہو سکتا ہے اور ان کے دکھلانے یا راضی کرنے کے واسطے ان کا کیا کام ہو سکتا ہے وہ بدون کسی خوف کے لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے، پر عمل کرتے ہوئے صاف اظہار حق کرتے ہیں اور وہ خدا سے کام رکھتے ہیں مخلوق کے جھاڑو مارتے ہیں اور ان کی یہ شان ہوتی ہے ؎

خلق میگوید کہ خسرو بت پرستی میکند آرے آرے میکند با خلق وعالم کار نیست

(مخلوق کہتی ہے کہ خسرو بت پرستی کرتا ہے، ہاں ہاں کرتے ہیں کرے کوئی کیا کرے ہمارا معاملہ اللہ تعالیٰ سے ہے، مخلوق وغیرہ سے نہیں کوئی کام نہیں ہے۔۱۲)

معصیت کی ظلمت:

(ملفوظ ۱۸۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہتا ہوں کہ معصیت وہ چیز ہے کہ اگر اس کو کوئی چھپ کر بھی کرے تو اس کا ضمیر خود اس پر لعنت کرتا ہے اور اس سے اس کو جس قدر تکلیف ہوتی ہے وہ اس کے لئے سوہانے روح ہوتی ہے البتہ اگر کثرت کی وجہ سے کسی کے اندر بے حسی پیدا ہو گئی ہو تو اس کا کوئی ذکر نہیں ورنہ نور اور ظلمت میں ایک آنکھوں والے کے لئے امتیاز کرنا کوئی مشکل بات نہیں۔

زمانہ تحریکات میں رحمت خداوندی کا مشاہدہ:

(ملفوظ ۱۸۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زمانہ تحریک خلافت میں نے تو کھلی آنکھوں حق تعالیٰ کی رحمت اور فضل کا مشاہدہ کیا ہے مجھ کو تو کنکریوں کے بدلے جواہرات عطاء فرمائے گئے ہیں نماز کوئی پڑھے روزہ کوئی رکھے تہجد کوئی پڑھے تلاوت قرآن کوئی کرے اور ثواب سب کا ملے اشرف علی کو اس لئے کہ بلا وجہ مجھ کو سب و شتم کیا گیا بہتان باندھے گئے اس کے عوض میں ان

کی نیکیاں حق تعالیٰ نے مجھ کو عطاء فرمائیں یہی وجہ ہے کہ میں نے سب کو معاف کر دیا کیونکہ یہ تو سب میرے محسن ہیں اپنی عبادات کا ثواب مجھ کو دیدیتے ہیں ان لوگوں نے تو میرا کچھ نقصان نہیں کیا نفع ہی پہنچایا اس کے مناسب ایک بزرگ کی حکایت یاد آئی کہ ان کو ایک شخص گالیاں دیا کرتا تھا یہ بزرگ اس کی مالی اعانت کیا کرتے تھے ایک روز اس نے یہ سمجھ کر کہ یہ تو میرے محسن ہیں بُری بات ہے کہ میں ان کو گالیاں دوں گالیاں دینی بند کر دیں اسی روز سے اُن بزرگ نے اس کو جو روپیہ پیسہ دیا کرتے تھے بند کر دیا اس نے سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ بھائی یہ تو تجارت ہے لینا دینا ہے تم ہم کو دیتے تھے ہم تم کو دیتے تھے یعنی تم گالیاں دیتے تھے جس سے تمہاری عبادت کا ثواب مجھ کو ملتا تھا تم نے میرے دین کا نفع بند کر لیا میں نے تمہاری دنیا کا نفع تم سے روک لیا اسی نکتہ کی وجہ سے مجھ پر ان برا کہنے والوں کی کسی بات کا اثر نہیں ہوتا بلکہ ان کو محسن سمجھتا ہوں صاحب ویسے تو کوئی عمل میرے پاس ہے نہیں یوں ہی دوسروں کے چندہ سے کچھ ذخیرہ آخرت جمع ہو جائے گا دنیوی زندگی بھی اسی طرح پوری ہوئی یعنی مفت خوری میں پہلے تو والد صاحب کی حیات میں ان کی کفالت کی وجہ سے کما کر نہ کھایا پھر معتقدین پیدا ہو گئے اب یہ کھلا رہے ہیں میرے پاس کرنا دہرنا کچھ بھی نہیں ایسے ہی آخرت کے لئے نہ کچھ کرا نہ دہرا وہاں بھی مفت ہی کام بن جائے گا۔

زمانہ تحریکات بوجہ اہمال احکام فتنہ کا زمانہ:

(ملفوظ ۱۸۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ زمانہ تحریک بوجہ اہمال احکام کے بڑے فتنہ کا زمانہ تھا میں نے تو صاف بذریعہ اشتہار اعلان کر دیا تھا کہ یہ تحریک فتنہ ہے اس اعلان ہی کی وجہ سے زیادہ دشمنی لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو گئی تھی اس لئے کہ وہ اس کو دین سمجھ رہے تھے میں نے فتنہ کہہ دیا بعض لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ یہ معترضین یوں کہتے ہیں کہ اس کی وجہ سے لاکھوں مخلوق بیٹھی ہوئی ہے میں نے سن کر کہا کہ بالکل غلط ہے میں ہی لاکھوں مخلوق کی مصلحت کی وجہ سے بیٹھا ہوا ہوں اور اس کی شرح یہ ہے کہ اگر بروز قیامت حق تعالیٰ نے مجھ سے سوال فرمایا کہ جس مسئلہ کو تو سمجھا نہ تھا اس میں کیوں شرکت کی جس کی وجہ سے ہماری لاکھوں مخلوق تباہ اور پریشان ہوئی تو میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں باقی ان عوام شرکاء میں زیادہ وہ لوگ

ہیں جن کو نہ عاقبت کی فکر نہ خدا کا دل میں خوف نہ اللہ رسول سے محبت بس ایک ہی چیز دل میں بسی ہوئی ہے یعنی دنیا اور اس کی ترقی ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ ترقی کے کچھ حدود بھی ہیں یا نہیں کیونکہ ایسی ترقی کہ جس میں نہ حدود کے تحفظ کا خیال ہو نہ احکام پر عمل کرنے کی کوئی پرواہ ہو ایسی ترقی کیا ترقی ہے میں نے ایک مرتبہ لکھنؤ ایک وعظ میں جس میں نئے تعلیم یافتہ اور بیرسٹر اور وکلاء کا زیادہ مجمع تھا بیان کیا تھا کہ ترقی ترقی گاتے پھرتے ہو آخر اس کے کچھ حدود بھی ہیں اور اس کا کوئی معیار بھی ہے یا نہیں کیا ہر ترقی کو گو اس کے نہ اصول ہوں نہ قواعد سب ہی کو محمود سمجھتے ہو اگر یہ بات ہے تو پھر مرض کی وجہ سے جو مریض کے جسم پر ورم ہو جاتا ہے جس سے وہ فربہ نظر آنے لگتا ہے ڈاکٹروں اور طبیبوں سے اسکا علاج کیوں کراتے ہو اور اس کو کیوں مذموم سمجھتے ہو وہ بھی تو ایک ترقی کی قسم ہے اس بیان کا ان لوگوں پر بڑا اثر ہوا۔

زمانہ تحریکات وفود تھانہ بھون سے سکوت لے کر گئے:

(ملفوظ ۱۸۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بہت لوگوں نے اس زمانہ تحریک میں تبادلہ خیالات کے لئے یہاں پر آنا چاہا اور بعضے آئے بھی مگر بحمد للہ کچھ دے کر تو گئے نہیں (یعنی تحقیق) لے کر ہی گئے (یعنی سکوت) بعض وفود بھی آنے کیلئے تیار ہوئے چنانچہ میرٹھ سے ایک وفد آنے والا تھا بیرسٹر وغیرہ اس کے ارکان تھے کسی نے ان سے کہہ دیا کہ جاتو رہے ہو دوسرے کو جذب کرنے کے لئے مگر ذرا اپنی خیر منانا کہیں وہاں جا کر تم ہی ویسے نہ ہو جاؤ نہ معلوم اس مشورہ کا کیا اثر ہوا پھر نہیں آئے ایک سندھی مولوی صاحب بہت جو شیلے اس تحریک میں کام کرنے والے اور حامی آنا چاہتے تھے ایک اور مولوی صاحب نے جو ان سے مرید تھے ان سے کہا کہ حضرت کبھی آپ ہی ویسے نہ ہو جائیں وہ بھی نہ آئے ایک اور مولوی صاحب نے ایک مجمع کی طرف سے آئے آنے کے قبل بواسطہ ان سے یہ گفتگو ہو چکی تھی کہ پنے کی تین غرضیں ہو سکتی ہیں ایک افادہ ایک استفادہ ایک مناظرہ۔ اگر افادہ مقصود ہے تو میرے ذمہ اس کا جواب نہ ہوگا وہ تبلیغ ہوگی اپنا فرض ادا کر کے تشریف لے جایئے عمل کرنا نہ کرنا میری توفیق پر ہے اور اگر استفادہ مقصود ہے تو اس کے لئے پہلے سے تردد لازم ہے اور تردد آپ کو ہے نہیں اس لئے کہ شرکت کر چکے شرکت کا اعلان کر چکے یہ شق قابل کو تسلیم نہیں رہا مناظرہ اس میں بے تکلفی شرط ہے سو مجھ میں اور آپ

میں پہلے سے بے تکلفی نہیں وہاں سے جواب آیا جو چاہو سمجھو آنے کی اجازت دیدو میں نے اجازت دیدی وہ آئے اور درخواست کی کہ مجھ کو تنہائی میں کچھ کہنا ہے میں نے کہا کہ جلوت میں گفتگو کرنے میں تو آپ کے لئے خطرہ ہے کہ آپ کے اسرار ظاہر ہوں گے مگر آپ اس خطرہ کیلئے تیار ہیں اور خلوت میں میرے لئے خطرہ ہے کہ مجھ پر اشتباہ ہوگا مگر میں اس کے لئے تیار نہیں پس آپ کے لئے خلوت اور جلوت دونوں برابر ہے کیونکہ آپ اعلان کر چکے ہیں توپوں فوجوں بندقوں مشین گنوں اور جیل خانوں کیلئے تیار ہو چکے ہیں مگر میرے لئے خطرہ ہے وہ یہ کہ یہ سمجھا جائے گا کہ گورنمنٹ کے خلاف کوئی سازش کرنے کا ارادہ ہے اس لئے جو کہنا ہو مجمع میں کہئے بس بیچارہ رہ گئے آگے طویل قصہ ہے میں نے اس کا خلاصہ عرض کیا ہے اللہ کا شکر ہے کہ اپنے فضل سے عین وقت پر دل میں ضرورت کی چیز ڈال دیتے ہیں اس میں میرا کوئی کمال نہیں جس سے چاہے اپنا کام لے لیں اس ہی زمانہ تحریک میں ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ اگر مسٹر محمد علی صاحب یہاں پر آئیں تو کیا ان کو اجازت ہو سکتی ہے میں نے کہا سر آنکھوں پر آئیں مگر چند شرائط ہیں پہلے سے اس لئے ظاہر کئے دیتا ہوں کبھی آنے کے بعد ان کو خیال ہو کہ کس دیہاتی سے پالا پڑا اس لئے جو باتیں ضروری ہیں صاف صاف کہے دیتا ہوں اول شرط یہ ہے کہ آنے سے پہلے مجھ کو یہ بتلا دیں کہ کس غرض سے آرہے ہیں آیا مطلق ملاقات مقصود ہے یا کہ اور کچھ اگر مطلق ملاقات مقصود ہے تو شرائط میں کمی ہوگی ورنہ شرائط زائد ہونگی اور میں اسی وقت وہ بھی بیان کئے دیتا ہوں تا کہ وہ غور کر سکیں پھر جیسے رائے ہو عمل کریں سو اول شرط ہے کہ آنے سے قبل آنے کی غرض بتلا دیں، دوئم یہ کہ جس وقت وہ یہاں پر آئیں گے میں ان کے لئے بجز اول بار کے بار بار کھڑا نہ ہونگا اس لئے کہ اس طرح سے کھڑا ہونا اعتقاد تقدس کی بناء پر ہوتا ہے اور میں اس میں ان کا معتقد نہیں سوئم یہ کہ زمانہ قیام خانقاہ میں ان کو اور کسی سے گفتگو کی اجازت نہ ہوگی جو کچھ بھی تعلق ہوگا وہ مجھ سے ہوگا یہ ہیں شرائط اگر یہ منظور ہوں بسم اللہ ان کا گھر ہے تشریف لے آویں اس کے بعد پھر کوئی بات نہیں معلوم ہوئی۔

قنوت نازلہ ایک ماہ تک پڑھنے کا جواز:

(ملفوظ ۱۸۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں مدت سے خود اس مسئلہ کی تلاش میں تھا کہ قنوت نازلہ اگر پڑھے تو کب تک پڑھا کرے بہت سے علماء سے

دریافت کیا کسی نے شافی جواب نہیں دیا اب بحمد اللہ حدیث سے سمجھ میں آ گیا کہ حضور ﷺ سے ایک ماہ سے زائد منقول نہیں حالانکہ حوادث بعد میں بھی باقی رہتے تھے اس سے زیادت زیادت علی المنقول ہے رہا یہ شبہ کہ جب حوادث رفع نہ ہوں تو دُعاء کیسے منقطع کر دی جاوے اس کا جواب یہ ہے کہ ایک ہی مہینہ تک پڑھنے کی برکت سے ان شاء اللہ رحمت ہو جائے گی نیز عقلا اس کو اس طرح سمجھ لیجئے کہ اگر کسی پر کوئی حادثہ آ جائے تو کیا جب تک وہ حادثہ رہے برابر ہاتھ پھیلائے بیٹھا رہے یہ تکلیف مالا یطاق کیسے ہو سکتی ہے آخر انقطاع گو اوقات خاصہ کے لئے یہاں بھی پایا گیا تو نفس انقطاع کی مشروعیہ ثابت ہو گئی باقی ویسے مثل دوسری دعاؤں کے دعاء کرتے رہنا مسنون ہے کلام دعا بضمن قنوت میں ہے۔

۱۴ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چارشنبہ

لوگوں کی بے پرواہی کا سبب:

(ملفوظ ۱۸۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس پر قدرت تو ہے کہ میں نئے آنے والوں سے خود اہتمام کر کے پوچھ لیا کروں کہ کس کام کو آئے ہیں مگر بعض اوقات غیرت آتی ہے کہ صاحب حاجت تو نواب بنا بیٹھا رہے اور میں محتاجوں کی طرح ان سے التجا کروں اور لوگوں کی اس بے پرواہی کا سبب اُن کے دلوں میں ملانوں کی بے وقعتی ہے بات تو بظاہر چھوٹی سی ہے مگر منشاء اس کا بُرا ہے اور منکر بات کے چھوٹی ہونے کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص چھوٹا سا پرانی جوتی کا ٹکڑا اٹھا کر کسی دوسرے شخص کے سر پر رکھ دے اور وہ اس پر بگڑے تو اس کو کوئی کہے کہ یہ تو چھوٹی سی چیز ہے اس قدر کیوں بگڑتے ہو جو وہ شخص جواب دے گا وہی ہماری طرف سے سمجھ لیا جائے اور میں پوچھتا ہوں کہ اچھا چھوٹی ہی بات سہی مگر آخر پیدا ہی کیوں ہوئی اور حق ہی کیا ہے ان بیہودوں کو مسکینوں غریبوں ملانوں کو حقیر سمجھنے کا۔

یورپ کی تقلید اور تہذیب اختیار کرنے پر اظہار افسوس:

(ملفوظ ۱۸۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زیادہ زیب وزینت کا صدور مرد سے بُرا ہے یہ تو عورتوں ہی کے لئے اچھی معلوم ہے اور اب تو وہ زمانہ ہے کہ عورتوں نے یورپ کی تقلید میں زیور اور لباس میں مردانہ طرز اختیار کر لیا اور مردوں نے زینت میں عورتوں کا طرز اختیار کر لیا عورت اگر آدھ گھنٹہ

میں سنگار سے فراغ حاصل کر سکتی ہے تو مرد صاحب فیشن کی درستی سے ایک گھنٹہ میں فراغ حاصل کر سکیں گے پھر کہتے ہیں کہ ہم آزاد ہیں ہزاروں زنجیروں میں تو جکڑے ہوئے فیشن کے دلدادہ اور آزادی کا دعوی شرم آنا چاہئے اتنی بڑی تو قید کہ سر سے پیر تک قیود ہی قیود اور دعویٰ یہ کہ آزاد ہیں ہاں اللہ رسول کے احکام سے آزادی کا اگر دعوی کریں تو بالکل صحیح ہے دوسرے خوش لباسی میں غلو کا ادنی اثر یہ ہے کہ عالی مرتبہ لوگوں کی نظر میں موجب تحقیر ہو جاتی ہے ایسی فضولیات اور عبث میں وہی شخص مبتلا ہو سکتا ہے جو کمالات سے کورا ہو بس اسی سے تحقیر ہوتی ہے میں جس وقت کسی کو ایسے تکلفات میں منہمک دیکھتا ہوں سمجھ جاتا ہوں کہ یہ عالی خیالات سے خالی ہے جب ہی تو ان ادنی باتوں کی طرف اس کا میلان ہوا مگر آج کل یہ مرض اچھے لوگوں تک میں ہو گیا۔

چشتیہ کا پہلا قدم فنا ہے:

(ملفوظ ۱۸۷) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ سفر کے وقت عمدہ کپڑے بدل کر چلتے ہیں اور بعض گھر پہنچ کر بدلتے ہیں فرمایا کہ جس طرح جی چاہے کرلے مگر دونوں صورتوں میں منشا تفاخر و کبر نہ ہو اور بھائی ہم تو چشتی ہیں ہمارا تو پہلا قدم فناء ہے اوروں کے یہاں تو پہلے اور چیزیں ہیں بعد میں فنا ہے اور ہمارے یہاں پہلے فنا ہے بعد میں اور چیزیں ہیں۔

مشورہ لینے والوں کی دو قسمیں:

(ملفوظ ۱۸۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل بزرگوں سے مشورہ لینے والے اکثر دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جن کے عقیدہ میں غلو ہے وہ اُن کے مشورہ کو قضاء مبرم سمجھتے ہیں کہ جو بزرگ کی زبان سے نکلے گا وہی ہوگا گو اس کو برکت کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں مگر عقیدہ برکت سے بہت آگے بڑھا ہوا ہے اور ایک وہ ہیں کہ پہلے سے اُس بات کو طے کر چکتے ہیں اور مشورہ محض اس وجہ سے لیتے ہیں کہ یہ بھی ہماری تائید کر دیں اور اگر اُن کی طرف سے تائید نہ ہو تو باتیں بنا کر اُن کو اس پر راضی کر لیتے ہیں تا کہ رائے تو اپنی رہے مگر کسی مصلحت سے ان کی طرف منسوب ہو اس لئے میں نے مشورہ دینا ہی چھوڑ دیا۔

خواب کے بارے میں لوگوں کا غلو:

(ملفوظ ۱۸۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل لوگوں کو بڑا مرض ہے اُن میں سے

ایک خواب ہی کا سلسلہ ہے اس میں اکثر لوگوں کو غلو ہے میں تو اکثر جواب میں لکھ دیتا ہوں کہ مجھ کو اس فن سے مناسبت نہیں اس لئے تعبیر سمجھ میں نہیں آئی خواب کی باتیں پوچھتے ہیں بیداری کی کوئی بات ہی نہیں رہی جو اصل چیز ہے کیا خبط ہے۔

مشورہ دینے سے معذوری کا سبب:

(ملفوظ ۱۹۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مشورہ دینے کے متعلق میرا یہ معمول ہے کہ اکثر لوگوں کے سوال کے جواب میں لکھ دیتا ہوں کہ مصالح کا استیعاب (احاطہ) نہیں جو مدار ہوتے ہیں مشورہ کے اس لئے مشورہ دینے سے معذور ہوں۔

تعویذ منگوانے والے کی بدفہمی:

(ملفوظ ۱۹۱) فرمایا کہ آج ایک خط آیا تھا دوپہر ہی جواب لکھ کر روانہ کر چکا ہوں اس میں لکھا تھا کہ ایک آسیب کا تعویذ چاہئے لیکن لفافہ پر نہ خود پتہ لکھا نہ اس پر ٹکٹ چسپاں کیا اس بدفہمی کو ملاحظہ فرمایئے اب کہاں تک بیٹھا ہوا ان کی کوتاہیوں کی تاویلیں کیا کروں کوئی حد بھی ہے پتہ لکھنا اور ٹکٹ چسپاں کرنا یہ میرے ذمہ رکھا میں نے یہ لکھ دیا ہے کہ تم پر خود آسیب ہے جس نے تمہارے دماغ کو مخبوط کر رکھا ہے پہلے اپنا علاج کرو تمہیں اتنی تمیز نہ ہوئی کہ جب تم لفافہ پر پتہ لکھ سکتے تھے ٹکٹ چسپاں کر سکتے تھے تو ایسا کیوں نہیں کیا جب تم نے اپنے کرنے کا کام نہیں کیا تو مجھ سے کسی کام کی امید کرنا یہ کم عقلی اور بدفہمی نہیں تو اور کیا ہے اس کے بعد فرمایا کہ گالیاں تو بہت دیں گے خیر دیا کریں آخر ایسی حماقت کرتے کیوں ان بیفکروں کو ذرا حقیقت کا پتہ تو چلے اور یہ تو معلوم ہو کہ جس سے خدمت لیا کرتے ہیں اس کی بھی کچھ رعایت کیا کرتے ہیں اور اُس کے بھی کچھ حقوق ہوتے ہیں۔

ظاہر رونق سے طبعی نفرت:

(ملفوظ ۱۹۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس بدفہمی اور بدعقلی کا میرے پاس کیا علاج ہے کہ ہر شخص کو اس کے کام سے میرے جلد فارغ کر دینے پر بھی یہ سمجھتے ہیں کہ یہ روکھا پن ہے کیونکہ زیادہ باتیں کیوں نہیں کیں جس کی وجہ یہ ہے کہ میں کسی سے فضول تعلق رکھنا نہیں چاہتا جلد کام کر دیا الگ کیا فضول تعلقات بڑھانا محض مجلس کی زیب و زینت ہے سو یہ کام کون کیا کرے

بعض طالبان جاہ آنے والوں کے کام میں اس وجہ سے بھی دیر کیا کرتے ہیں کہ تھوڑی دیر مجلس آرائی تو ہوگی رونق بڑھیگی مگر مجھ کو ان باتوں سے طبعی نفرت ہے۔ ظاہری رونق نہ ہونے کی حالت میں جو باطنی رونق ہوتی ہے اُس سے ان لوگوں کا قلب خالی ہے جب ہی تو ایسی باتیں سوجھتی ہیں میں تو بڑی رونق یہ جانتا ہوں اور یہی چاہتا ہوں کہ ایک سے دوسرے کو کوئی تکلیف نہ ہو اور یہ مذہب ہو۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

(وہی جگہ بہشت ہے جہاں کسی کو کسی سے کوئی تکلیف نہ ہو اور کسی کو کسی کی احتیاج نہ ہو)

گناہوں کی بدولت نئی نئی بیماریاں:

(ملفوظ ۱۹۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج کل ایسے ایسے امراض پیدا ہو رہے ہیں کہ جن کے سمجھنے سے طبیب بھی قاصر ہیں فرمایا کہ حدیث شریف میں بھی تو آیا ہے کہ گناہوں کی بدولت تمہارے اندر ایسے ایسے امراض پیدا ہوں گے جو کبھی تمہارے باپ دادا نے بھی نہ سنے ہوں گے۔

پیٹ کے درد کا دم:

(ملفوظ ۱۹۴) ایک صاحب نے پیٹ کے درد کے لئے تعویذ کی درخواست کی فرمایا تفسیر حسینی میں نقل کیا ہے کہ ایک بزرگ تھے محمد واسع اُن کے کہیں درد ہوا خادم کو حکم دیا کہ طبیب کو بلا لاؤ، طبیب نصرانی تھا خادم اس کو بلانے جا رہا تھا راستہ میں حضرت خضر علیہ السلام ملے دریافت فرمایا کہ کہاں جا رہے ہو عرض کیا کہ فلاں بزرگ کے درد ہے طبیب کو بلانے جا رہا ہوں فرمایا جاؤ اُن بزرگ سے میرا سلام کہو اور کہہ دو کہ تم کو مناسب نہیں نصرانی طبیب سے رجوع کرنا اور یہ آیت دم کر دیں۔ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا (اور ہم نے اس قرآن کو راستی ہی کے ساتھ تو نازل کیا اور وہ راستی ہی کے ساتھ نازل ہو گیا اور ہم نے آپ کو صرف خوشی سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔۱۲) پھر فرمایا کہ میں ایسے مواقع کیلئے اکثر یہی آیت اور کبھی کوئی دُعاء حدیث شریف کی لکھ کر دیتا ہوں میں اس فن سے واقف نہیں یہ ایک مستقل فن ہے نیز ان تعویذ گنڈوں سے مجھ کو بڑی ہی وحشت ہوتی ہے مگر حضرت حاجی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کی وجہ سے کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ جو کوئی اس حاجت کے لئے آیا کرے جو بھی جی میں آئے اللہ کا نام لکھ کر دیدیا کرنا کچھ دیدیتا ہوں ورنہ طبعاً ان چیزوں سے مجھ کو مناسبت نہیں۔

ظاہر اور باطن دونوں کی ضرورت:

(ملفوظ ۱۹۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اور فنون تو سب مشکل ہیں اور حاصل بھی دیر میں ہوتے ہیں مگر یہ آج کل کی بزرگی اور صوفیت اور درویشی تو اس قدر سہل ہیں کہ ہلدی لگے نہ پھٹکری کچھ کرنا پڑے نہ دھرنا درویش ہو جاتے ہیں، جہاں گردن جھکائی اور آنکھیں بند کیں اور کپڑے رنگے لٹیں بڑھائیں یا کفنی پہنی تسبیح ہاتھ میں لی بس درویش ہو گئے شاہ صاحب گائے جانے لگے۔ غالباً حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ درویشی دو پیسہ میں ملتی ہے ایک پیسہ کا گیرو اور ایک پیسہ کی تسبیح لیکر درویش ہو گیا آنکھ بند کرنے اور گردن جھکانے پر ایک لطیفہ یاد آیا کہ ایک مرتبہ مولانا رفیع الدین صاحب حضرت مجدد صاحب کے مزار پر گئے اسی سفر میں ایک مقام ہے براس مشہور ہے کہ وہاں بعض قبور انبیاء علیہم السلام کی ہیں وہاں بھی تشریف لے گئے چند طلباء بھی ہمراہ تھے منجملہ اوروں کے میں بھی تھا مولانا اُن مزاروں پر پہنچ کر مراقب ہو کر بیٹھ گئے بعضے طالب علم بھی حضرت مولانا کے پیچھے گردن جھکا کر آنکھ بند کر کے بیٹھ گئے میں نے اُن سے کہا کہ باطن کی تو پہلے ہی سے آنکھیں چھوٹی ہوئی تھیں مگر تمام ظاہر کی بھی پھوڑ بیٹھے بس آج کل یہی ہو رہا ہے یہی چیزیں معراج ترقی ہیں میں باطن کا منکر نہیں لیکن باطن کے ساتھ ظاہر شریعت بھی تو ہو جس کو آج کل کی درویشی میں بیکار قرار دے لیا گیا ہے نہ نرے ظاہر ہی سے کچھ بنتا ہے نہ نرے باطن سے دونوں کی ضرورت ہے۔

حسن معاشرت کی تعلیم:

(ملفوظ ۱۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل بدفہمی اور بدعقلی کا ایسا بازار گرم ہے کہ اچھے خاصے لکھے پڑھے لوگ ان علتوں میں مبتلا ہو رہے ہیں ایک صاحب جو یہاں دو تین روز سے مقیم تھے اور یہاں سے ابھی گئے ہیں دوپہر مجھ سے کہتے ہیں کہ فلاں فلاں کام کے لئے ایک تعویذ کی ضرورت ہے اور میں آج ہی چلا جاؤں گا مجھ کو بہت ہی ناگوار ہوا میں نے کہا کہ یہ کیا

نامعقول حرکت ہے آخر کئی روز سے تمہارا قیام تھا عین چلنے کے وقت اور وہ بھی بے وقت تعویذ کی فرمائش مگر خیر چونکہ نووارد تھے اتنی رعایت میں نے ان کی اب بھی کی کہ یہ کہہ دیا کہ بذریعہ خط تعویذ منگا لینا اور ان بیچاروں کی کیا شکایت کی جاوے بعض لوگ یہاں پر دس دس پندرہ پندرہ روز رہتے ہیں اور عین چلنے کے وقت دو تعویذ دیدو چار تعویذ دیدو میں کہتا ہوں کہ پہلے سے کیا مر گئے تھے جو چلتے وقت فرمائش کی آخر دوسرے کو بھی کچھ وقت دینا چاہئے اس کے مصالح اور وقت کی بھی تو رعایت کرنی چاہئے اس لئے کہ بعض وقت کسل ہوتا ہے یا زیادہ مشغولی ہوتی ہے افسوس ہے میں تو ہر بات میں سب کے مصالح کی رعایت کروں اور یہ ایسے نواب صاحب ہیں کہ اُن کے حکم ہی کے ساتھ تعمیل ہو جاوے ایسی تعمیل تو جہاں ہوتی ہوگی وہاں ہوگی یہاں پر تو بجائے تعمیل کے بحمد اللہ تعلیم ہوتی ہے دماغوں میں سے خناس نکالا جاتا ہے بالخصوص یہاں پر متکبروں کی اچھی طرح خبر لی جاتی ہے میں تو اسی حسن معاشرت کی تعلیم پر کہا کرتا ہوں کہ یہاں پر آکر دین تو سیکھتے ہی ہو یہاں سے دنیا بھی سیکھ جاؤ۔

تنخواہ دار ملازمین سے برتاؤ:

(ملفوظ ۱۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں کیا عرض کروں دوسروں سے تو میں کیا خدمت لے سکتا ہوں اور کسی کو کیا ستا سکتا ہوں میں نے تو اپنے تنخواہ دار ملازموں تک سے کہہ رکھا ہے کہ جو کام نہ کر سکو صاف کہہ دو کہ ہم نہیں کر سکتے مجھ کو اس پر کوئی ناگواری نہ ہوگی چنانچہ بعضے کام سے وہ بے تکلف انکار کر دیتے ہیں جس سے مجھ کو بحمد اللہ کوئی ناگواری نہیں ہوتی تو جس شخص کا اپنے تنخواہ دار ملازموں کے ساتھ یہ برتاؤ ہو وہ دوسروں سے تو کیا کام اور خدمت لے سکتا ہے اسی لئے میں قریب قریب سب کام اپنے ہاتھ سے کرتا ہوں مجھ کو اس کا بے حد خیال رہتا ہے کہ کسی کو میری وجہ سے تکلیف نہ ہو۔

تحریک کی بدولت ایک صاحب کی بربادی:

(ملفوظ ۱۹۸) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے جن صاحب کا یہ خط ہے پہلے سرکاری ملازم تھے اس تحریک کی بدولت ملازمت سے مستعفی ہو گئے اب ملازمت تلاش کرتے ہیں مگر نہیں ملتی پریشان ہیں دین اور دنیا دونوں برباد ہوئے اور اس کانگریس کی وجہ سے تو ہر شخص پریشان ہے یہ کانگریس کی

نحوست کا اثر ہے اور دور تک اس کی نحوست پھیل رہی ہے میں تو کہا کرتا ہوں کہ انگریزوں کو تو خواہ نقصان پہنچا ہو یا نہیں مگر ملک تو تباہ و برباد ہو گیا جا بجا خونریزی ہو رہی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ سوراج مل جائے گا سب امن ہو جائے گا میں کہتا ہوں کہ خونریزی اور فساد بڑھے گا امن کو لوگ ترس جائیں گے آثار یہی کہہ رہے ہیں۔

صفائی معاملات میں بڑی راحت ہے:

(ملفوظ ۱۹۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ معاملہ کی صفائی بڑی راحت کی چیز ہے مگر لوگ اس سے بُرا مانتے ہیں یہ سب رسم کی خرابی ہے اور بدمعاملگی سے تکلیف سب کو ہوتی ہے مگر بے حسی ہو گئی ہے ان ہی باتوں کو میں مٹانا چاہتا ہوں اسی پر بدخلق مشہور کیا جاتا ہوں اب میں اکیلا کہاں تک اصلاح کروں۔ یک انار وصد بیمار کا مصداق ہو رہا ہے مگر پھر بھی بحمد اللہ بہت کام ہو گیا اور گو عمل عام نہ ہوا ہو مگر علم تو بہت عام ہو گیا اور اس اصلاح میں میں سب مصلحین کا جوسا کت ہیں وقایہ بن گیا ورنہ سب ہی بدنام ہوتے اب اور حضرات تو اپنے اخلاق متعارفہ کی وجہ سے لوگوں کو کچھ کہتے نہیں اور میرے اندر یہ اخلاق متعارفہ بحمد اللہ ہیں نہیں اس لئے میں ہی روک ٹوک کرتا ہوں اس لئے مجھ کو ہی بدنام کرتے ہیں مگر مجھ کو اس کی پرواہ نہیں کیا کریں بدنام ہوتا کیا ہے اُن کے بدنام کرنے کی وجہ سے میں اپنا مسلک اور اپنا طرز تھوڑا ہی بدل سکتا ہوں جس کو یہ طرز پسند نہ ہو وہ یہاں نہ آئے بلانے کون جاتا ہے بقول غالب ؎

جس کو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں
ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی

بدعتی لوگ ہمیشہ دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں:

(ملفوظ ۲۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدعتی لوگ ہمیشہ دوسروں ہی پر اعتراض کرنے میں مشغول رہتے ہیں مگر کوئی مفید بات یا کام کبھی نہیں کرتے اُن کے یہاں چند چیزیں ہیں جن کو مایۂ ناز سمجھتے ہیں مگر دین اُن میں بھی نہیں ہوتا نہ فہم سے کام لیتے ہیں ایک مرتبہ کانپور میں میں نے وعظ میں گیارھویں کے متعلق بیان کیا اس میں ایک انسپکٹر پولیس بھی شریک تھے بعد وعظ کے مجھ سے کہا کہ ہماری بڑی مشکل ہے فلاں فلاں عالم تو اس کو جائز کہتے ہیں اور تم اس کو بدعت کہتے ہو ہم کیا کریں میں نے کہا کہ اس کا جواب بعد میں دوں گا پہلے یہ بتلایئے کہ آپ کو تردد رفع

کرنا ہے یا اعتراض کرنا مقصود ہے کہا کہ تردد رفع کرنا مقصود ہے میں نے دریافت کیا کہ تردد تو دونوں ہی جانب ہونا چاہئے سو جیسے مجھ سے اس وقت کہا گیا ہے کبھی ان مجوزین (جائز کہنے والوں) سے بھی اس طرح کہا ہے کہ فلاں فلاں منع کرتے ہیں اور آپ اجازت دیتے ہیں ہم کیا کریں، بس داروغہ جی ختم ہو گئے۔

احکام و مسائل میں اپنی رائے دینے کا مرض:

(ملفوظ ۲۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ مرض آج کل بہت عام ہو گیا ہے کہ احکام اور مسائل میں رائے لگاتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ شریعت مقدسہ کو اپنے تابع بنانا چاہتے ہیں کہتے ہیں ہمارے خیال میں یوں ہونا چاہئے اس بدفہمی کا کیا علاج کہ خالق کے مقرر کردہ احکام میں رائے زنی کرتے ہیں۔ ارے تم ہو کیا چیز اور تمہارا خیال ہی کیا چیز ہے یہ تو ایسا ہے جیسے ایک دانشمند انسان کی رائے پر چند بھنگے مل کر رائے دیں یا پانی کے اندر جو خردبین سے کیڑے نظر آتے ہیں وہ کسی دانشمند انسان کی رائے کے مقابلہ میں اپنی رائے پیش کریں اور اپنے خیال کا اظہار کریں سو جو نسبت ان کیڑوں کو انسان سے ہوگی بندوں کو حق تعالیٰ سے اتنی نسبت بھی نہیں اُن کی ذات وراء الوراء ہے چہ نسبت خاک را بعالم پاک ایسے ہی لوگوں کی نسبت کہا گیا ہے۔

گر بہ میر و سگ وزیر و موش را دیواں کنند ایں چنیں ارکان دولت ملک را ویراں کنند

(بلی کو صدر سلطنت اور کتے کو وزیر اعظم اور چوہے کو وزیر مملکت بنا دیں تو ایسے ارکان دولت ملک کو ویران کر دیں گے)

واقعی بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ خود اپنے دین کے محافظ ہیں ورنہ نہ معلوم اگر ان اہل الرائے کے قبضہ میں اسلام اور احکام ہوتے تو اُن کی کیا گت بناتے وہ تو غنیمت ہے ان کے قبضہ میں کچھ ہے نہیں چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْن. (ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں ۔۱۲)

سو جب دین کے وہ خود محافظ ہیں بھلا اس کو کون مٹا سکتا ہے گو ان بدفہموں نے تو مٹانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اس لئے کہ ان کا مکر اور دام کچھ کم نہیں اسی کو فرماتے ہیں ۔

چراغ را کہ ایزد برفرو زد، ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

(جس چراغ کو حق تعالیٰ روشن فرما دیں اس کے بجھانے کی جو کوشش کرے گا اُسی کی داڑھی جل جاوے گی۔۱۲)

اور فرماتے ہیں

اگر گیتی سراسر باد گیرد چراغ مقبلاں ہرگز نہ میرد

(اگر تمام روئے زمین میں آندھیاں آجاویں تب بھی خاصان خدا کا چراغ گل نہ ہوگا)

۱۵/ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

احکام التبرکات:

(ملفوظ ۲۰۲) (ملقب به احکام التبرکات) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس جبہ کے متعلق جو کہ جلال آباد میں ہے اصل چیز جو قابل تحقیق اور قابل غور ہے دو امر ہیں ایک تو یہ کہ اس کے ثبوت کا درجہ کیا ہے اور ایک یہ کہ اس کے ساتھ معاملہ کیا کرنا چاہئے سو اس کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے جیسے ایک سید ہو اور اس کے سید ہونے میں اختلاف ہو تو اس کا درجہ ثبوت تو محض احتمال ہے اور اس کے ساتھ معاملہ ہر شق میں احتیاط کا کیا جاوے گا مثلاً اس کا احترام بھی کیا جاوے گا اور اس کو زکوٰۃ بھی نہ دی جاوے گی اور جو شخص یہ احتیاط نہ کرے اس سے نزاع بھی نہ کیا جاوے گا۔ دیکھئے سعد بن وقاص کے بھائی عتبہ نے حضرت سعد کو زمعہ کی لونڈی سے جوان کا لڑکا پیدا ہوا تھا وصیت کی تھی کہ اس پر قبضہ کر لینا وہ میرے نطفہ سے ہے مگر حضور ﷺ نے الولد للفراش کے قاعدہ سے وہ لڑکا ان کو نہیں دیا لیکن اشتباہ کے سبب حضرت سودہ کو اس لڑکے سے پردہ کرنے کا حکم دیا سو اس واقعہ میں حضور اقدس ﷺ نے اس قدر ضعیف احتمال پر احتجاب کا وہ معاملہ کیا جیسا کہ اصل کے ساتھ یعنی عتبہ سے اس لڑکے کا نسب ثابت ہوتا معاملہ کیا جاتا آج سمجھ میں آیا یہ دونوں باتیں آج ہی سمجھ میں آئیں آپ نے سوسمار نہیں کھایا اس احتمال پر کہ یہ کوئی امت ممسوخہ نہ ہو مگر چونکہ اس وقت تک یہ محض احتمال کے درجہ میں تھا اس لئے دوسروں کو منع بھی نہیں کیا دیکھئے آپ نے اپنی ذات کے لئے احتمال کے ساتھ وہ معاملہ کیا جو حقیقت کے ساتھ کیا جاتا مگر دوسروں کو مجبور نہیں کیا اسی طرح یہاں پر بھی دوسروں کو اُس جبہ سے برکت حاصل کرنے پر مجبور نہ کیا جاوے اور خود اگر چاہے برکت حاصل کرے اور میں نے ایک اور صاحب

کے سوال کے جواب میں یہ بھی لکھا ہے کہ تعزیوں کو اس پر قیاس نہ کیا جاوے کیونکہ وہاں مانع شرعی موجود ہے کہ یہ آلہ ہے شرک اور کفر کا ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس طرح خواب میں دیکھا کہ حضرت جلال آباد کا یہی جبہ پہنے ہوئے ہیں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعبیر فرمائی کہ حضرت سنت کے متبع ہیں تو حضرت کے ارشاد سے اس کو صحیح سمجھنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے خط کے جواب میں اس کے متعلق تحریر فرمایا تھا کہ اگر منکرات سے خالی موقع مل جائے تو زیارت سے ہرگز ہرگز دریغ نہ کریں میں نے اس میں ایک مقدمہ اور ملایا ہے کہ شرعی مخذور بھی نہ ہو زیارت کرنے میں اس مقدمہ کو ملانے کے بعد مطلق زیارت کرنے میں جبکہ منکرات سے پاک ہو کوئی قباحت نہیں رہتی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی چیزوں کے متعلق کسی تحریر میں جس کی تعیین یاد نہیں فرمایا ہے کہ جب حضور ﷺ کا نام آ گیا تو ہمیں احترام ہی کرنا چاہئے اور اس جُبہ کے متعلق بعض اوقات اس کے خدام میں مشہور ہیں مثلاً کوئی شخص زیارت کو آیا اور مخلص نہ ہو تو قفل نہیں کھلتا دوسرے وقت کھلجاتا ہے اور ایک برکت تو خاص معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ اس کے جو خدام ہیں وہ لالچی نہیں اگر کوئی کچھ بھی نہ دے تو غریب زیارت کرا کر چلے جاتے ہیں جو کھانے کو دیا کھا لیتے ہیں خود وہ بھی طلب نہیں کرتے۔ ایک شخص تھے حاجی عبدالرحیم میرے بھائی کے کارندہ وہ بیان کرتے تھے کہ ایک شخص غریب آدمی تھا اس کو کچھ ضرورت ہوئی کہیں سے اُدھار نہیں ملا تو اس نے قرآن شریف لے جا کر ایک ہندو سے کہا کہ اس کو رکھ لو اور دو روپیہ دیدو اس نے بڑے ادب و اہتمام سے لے لیا اور دو روپیہ دے دیئے جب اس شخص میں وسعت ہوئی تو یہ اُس ہندو کے پاس گیا اور کہا کہ یہ روپیہ لیلو اور قرآن شریف دیدو اس ہندو نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ اگر لیجاؤ تو تمہارا قرآن ہے لیکن اگر چھوڑ دو تو بڑا احسان ہوگا جس روز سے یہ قرآن دکان میں آیا ہے بڑی برکت معلوم ہوتی ہے اور اس جبہ میں اور تعزیوں میں فرق بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ یہ تو تعزیوں کا حکم اصلی ہے باقی بعض عوارض کی وجہ سے یہ بدل بھی جاتا ہے اس کے متعلق ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک گاؤں ہے کانپور کے ضلع میں گجنیر پورب میں وہاں کے لوگوں کے متعلق شدھی ہونے کی خبر سنی تھی میں اس گاؤں میں ایک مجمع کے ساتھ گیا اور اس باب میں ان لوگوں سے گفتگو کی ان میں ایک شخص تھا جو ذرا چودھری سمجھا جاتا تھا میں نے اس کو بلا کر دریافت کیا کہ سنا ہے کہ تم شدھی

ہونے کو تیار ہو تو اگر تم کو اسلام میں کچھ شک ہو ہم سے تحقیق کر لو اس نے کہا کہ میرے یہاں تعزیہ بنت ہے (بنتا ہے) پھر ہم ہندو کا ہے کو ہونے لگے میں نے اس کو تعزیہ کی اجازت دیدی کیونکہ یہاں عارض کے سبب یہ بدعت وقایہ تھی کفر کی اور میری اس اجازت کا ماخذ ایک دوسرا واقعہ تھا کہ اجمیر میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اہل تعزیہ کی نصرت کا فتویٰ دیدیا تھا قصہ یہ تھا کہ مولانا ایک زمانہ میں اجمیر تشریف رکھتے تھے عشرہ محرم کا زمانہ آیا اور غالبًا ایک درخت کے نیچے سے تعزیہ کے گذرنے پر شیعی صاحبان اور ہندوؤں میں جھگڑا ہوا اب صورت یہ تھی کہ اگر تنہا شیعی صاحبان مقابلہ کریں تو غلبہ کی امید نہ تھی اس لئے کہ اُن کی جماعت قلیل تھی اور ہندوؤں کی کثیر اس بناء پر شہر اجمیر کے عمائد مسلمان سنیوں نے مقامی علماء سے استفتا کیا کہ یہ صورت ہے ہم کو کیا کرنا چاہئے وہاں کے علماء نے جواب دیا کہ بدعت اور کفر کی باہم لڑائی ہے تم کو الگ رہنا چاہئے پھر اہل شہر جمع ہو کر مولانا کے پاس آئے اور کل واقعہ عرض کیا اور علماء کا قول بھی نقل کیا، حضرت مولانا نے سن کر فرمایا کہ جواب تو ٹھیک ہے کہ بدعت اور کفر کی لڑائی ہے مگر یہ بھی تو دیکھنا ہے کہ کیا ہندو اس کو بدعت سمجھ کر مقابلہ کر رہے ہیں یا اسلام سمجھ کر مقابلہ کر رہے ہیں سو یہ بدعت اور کفر کی لڑائی نہیں بلکہ اسلام اور کفر کی لڑائی ہے یہ شیعی صاحبان کی شکست نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی شکست ہے لہٰذا اہل تعزیہ کی نصرت کرنا چاہئے اسی طرح تعزیہ بدعت ضرور ہے لیکن وہاں میں نے اس کو وقایہ کفر سمجھ کر اجازت دیدی ہمارے بزرگ بحمد اللہ جامع بین الاضداد تھے جو محقق کی شان ہوتی ہے۔

ایک جوگی کے حضرت سلطان نظام الدین دہلوی کے مرض سلب کرنے کی حکایت:

(ملفوظ ۲۰۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ پہلے مرتاض لوگ بڑے بڑے طویل زمانہ تک حبس دم کرتے تھے اور اب بوجہ ضعف قوی کرنے سے بھی ایسا نہیں ہوتا، ایک فقیر نے حبس دم کا انتظام کیا تھا نا کامیاب رہا دماغ خراب ہو گیا اب قوی بوجہ کمزوری کے ایسی مشقتوں کی برداشت نہیں کر سکتے پہلے زمانہ میں تو ہندو بھی بڑی بڑی محنتیں کرتے تھے اب اُن میں بھی صاحب اثر نہیں گو ایسا اثر مطلوب نہیں حضرت سلطان نظام الدین قدس سرہٗ کے زمانہ میں ایک جوگی تھا اس نے یہ مشق کی تھی کہ مریض پر نظر ڈال کر مرض کو سلب کر لیتا تھا ایک مرتبہ حضرت

سلطان نظام الدین صاحب قدس سرہ پر ایک دورہ پڑا جس میں بے ہوشی ہو جاتی تھی ہوش آ جانے پر خدام نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو فلاں جوگی کے یہاں جو مرض کو سلب کر لیتا ہے حضرت کا پلنگ لے چلیں فرمایا کہ خبردار ایسا مت کرنا اندیشہ ہے کہ لوگوں کے عقائد میں خرابی پیدا ہو جائے اتفاق سے پھر دورہ ہو گیا اور بیہوشی طاری ہو گئی مریدین کو پیر سے عشق کا درجہ ہوتا ہی ہے خلوص ہوتا ہے پیر کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے آپس میں مشورہ کر کے اور پلنگ اٹھا کر اس جوگی کے مکان پر جا رکھا اور خلاف کرنے کا تدارک معافی چاہنے سے سوچ لیا اس نے دیکھا کہ اتنا بڑا شخص میرے مکان پر آیا پھولا نہیں سمایا فوراً سب کام چھوڑ ا اس طرف متوجہ ہوا اور فوراً مرض کو سلب کر لیا حضرت ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی مرض ہوا ہی نہ تھا دیکھا کہ جوگی کا مکان ہے سمجھ گئے کہ یہ لوگ محبت کی وجہ سے میری تکلیف کو برداشت نہیں کر سکے اس لئے کسی کو کچھ نہیں کہا بلکہ اس جوگی کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت فرمایا کہ یہ بتلاؤ کہ یہ تاثیر جو تمہارے اندر ہے یہ کیا ہے اور کس عمل کی بدولت ہے اس نے عرض کیا کہ میرے پاس صرف ایک چیز ہے جو میرے گرو نے مجھ کو تعلیم کی تھی اور وہ یہ کہ یہ کہا تھا کہ ہمیشہ نفس کے خلاف کرنا مطلب یہ کہ نفس کا چاہا نہ کرنا بس میرے پاس صرف یہی ایک عمل ہے اس کی بدولت یہ تصرف کرتا ہوں اور مرض کو سلب کر لیتا ہوں یہ سن کر حضرت سلطان جی نے دریافت فرمایا اچھا یہ بتلاؤ کہ تمہارا نفس مسلمان ہونے کو چاہتا ہے عرض کیا کہ نہیں فرمایا پھر گرو کی تعلیم پر کہاں عمل رہا ادھر تو یہ فرمایا اور ادھر توجہ کی نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے ایک دم کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گیا آپ نے درحقیقت اس پر بھی عمل کیا **ھل جزاء الاحسان الا الاحسان** اس نے آپ کی مرض جسمانی کو سلب کیا تھا آپ نے اس کے مرض باطنی کو یعنی کفر کو سلب فرمایا احسان کا بدلہ احسان ہو گیا۔

شرائط سماع از فوائد الفواد:

(ملفوظ ۲۰۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرات صوفیہ کو بدنام کیا جاتا ہے کتنے غضب اور ظلم کی بات ہے کہتے ہیں کہ اُن کے اعمال سنت کے خلاف تھے یہ بدعتی تھے خود حضرت سلطان جی سے سماع کے لئے بہت شرائط منقول ہیں باقی اگر کسی سے کسی شرط کے کم ہوتے ہوئے صدور ہو گیا ہو تو اس کی وجہ دوسری طرف کا غلبہ ہے جس کو عشاق ہی سمجھ سکتے ہیں پھر کیفیت خاص ان

حضرات کی سماع ہی پر موقوف نہ تھی ایک مرتبہ حضرت سلطان جی نے فرمایا کہ کسی قوال کو بلاؤ تلاش کیا اس وقت نہ ملا فرمایا اچھا دیکھو قاضی حمید الدین ناگوری کا خط آیا ہوا ہے وہ لاؤ لایا گیا فرمایا پڑھ کر سناؤ ایک خادم نے پڑھنا شروع کیا اس کے اول میں یہ عبارت تھی از خاک پائے درویشاں و گرد راہ ایشان بس اسکو سنتے ہی حضرت پر وجد طاری ہو گیا تین دن رات یہ ہی کیفیت رہی نماز کے وقت ہوش ہو جاتا اور جہاں نماز سے فراغ ہوا پھر اسی کیفیت کا غلبہ ہو جاتا تھا غرض ان کے مغلوب ہونے کی یہ حالت تھی اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ وہ حضرات معذور تھے ان کو برا کہہ کر کیوں اپنی عاقبت خراب کرتے ہو ایک شخص تھے فضل الرحمٰن مولانا فیض الحسن کے داماد وہ ایک پنجاب کے بزرگ کی حالت بیان کرتے تھے کہ پنکھے کی آواز پر کواڑ کی آواز پر ان کو وجد ہو جاتا تھا اور ان کے وجد کو آج کل کے جہلاء کے سماع و وجد پر قیاس نہیں کرنا چاہئے اب تو سماع شہوت اور لذت کے واسطے سنتے ہیں مولانا نصیر الدین چراغ دہلوی حضرت سلطان جی کے خلیفہ ہیں یہ سماع کے خلاف تھے انہوں نے ایک شخص کے اس سوال پر کہ آپ کے شیخ تو صاحب سماع ہیں جواب فرمایا تھا کہ شیخ کا فعل سنت نہیں ہوتا یہ حضرت کو پہنچایا گیا کہ نصیر الدین آپ کے متعلق ایسا فرماتے ہیں فرمایا کہ نصیر الدین راست می گویند، یہ حالت ہے ان حضرات کی اب اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ غلبہ حال میں ایسا ہوتا تھا اس لئے وہ حضرات معذور تھے حضرت سلطان نظام الدین صاحب قدس سرہٗ فوائد الفواد میں سماع کے متعلق چار شرائط فرماتے ہیں سامع مسمع، مسموع، آلہ سماع اور اس کی اس طرح تفصیل فرماتے ہیں۔ سامع از اہل دل باشد از اہل ہوا و شہوت نباشد، مسمع مرد تمام باشد کودک و زن نباشد۔ مسموع مضمون ہزل نباشد، آلہ سماع چنگ و رباب درمیان نباشد. اسی طرح ایک بزرگ سے اُن کے کسی مرید نے اپنے لئے سماع کی اجازت چاہی اور خود ان کے فعل کو سند میں پیش کیا ان بزرگ نے مجلس سماع قائم کرا کر اور اس شخص کے ہاتھ میں پانی کا کٹورا بھروا کر رکھ دیا اور جلاد سے ظاہر میں کہا کہ اگر ایک قطرہ بھی پانی کا زمین پر گرے فوراً اس شخص کی گردن اوڑا دینا اور خفیہ منع فرما دیا وہ کٹورا لئے اسی فکر میں بیٹھا رہا کہ کہیں پانی نہ گر پڑے اور سماع ہوتا رہا آخر جب مجلس ختم ہو گئی بزرگ نے پوچھا کہو کچھ لطف آیا عرض کیا کہ خاک لطف آیا میں تو اسی مراقبہ میں رہا کہ اگر ایک قطرہ پانی کا گرا تو وہ میرے خون کا قطرہ ہوگا فرمایا بس تم کو ذرا سی مشغولی میں کچھ لطف محسوس نہ ہوا اور یہاں تو چوبیس گھنٹے آرے چلتے ہیں تو ہم کو نفسانی لطف کہاں پھر اپنے کو ہمارے اوپر قیاس چہ معنی تو یہ لوگ حقیقت میں معذور ہیں۔

امام صاحب کے نزدیک گاؤں میں جمعہ جائز نہیں:

(ملفوظ ۲۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل دیہات میں جمعہ کرنے اور کرانے کا لوگوں میں بڑا زور وشور ہے حالانکہ امام صاحب کے نزدیک گاؤں میں جمعہ جائز نہیں گاؤں میں جمعہ پڑھ کر ظہر ذمہ میں باقی رہتا ہے مگر کچھ پرواہ نہیں احکام کا اتباع تھوڑا ہی مقصود ہے اپنے جی چاہے کا اتباع کرتے ہیں دین تھوڑا ہی مقصود ہے نظر تو اس پر ہے کہ کوئی یہ کہے گا کہ اتنے زمانہ سے جمعہ ہوتا آ رہا تھا چھوڑ بیٹھے تو اس پر تو نظر کر لی مگر یہ نہ دیکھا کہ اگر کوئی ان سے یہ سوال کرے کہ آج کی نماز ظہر کی تم نے نہیں پڑھی تو اس کا کیا جواب، جمعہ پڑھنے سے جہاں پر جمعہ صحیح نہ ہو ظہر سر سے تھوڑا ہی اتر سکتا ہے ایک شخص مجھ سے کہنے لگے کہ گاؤں میں جمعہ کیوں نہیں ہوتا اس کی کیا وجہ میں نے کہا کہ بمبئی میں حج کیوں نہیں ہوتا اس کی کیا وجہ بس گم ہو گئے پھر کچھ نہیں بولے اپنے ہی اعتراض کا جواب لینا آتا ہے دوسرے کا بھی تو جواب دینا چاہئے۔

متکبرین کا علاج خانقاہ امدادیہ میں:

(ملفوظ ۲۰۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان متکبروں کا علاج بحمد اللہ یہاں پر آ کر بہت اچھی طرح ہوتا ہے ان کے دماغوں کا خناس خوب نکالا جاتا ہے حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی ایسے لوگوں سے فرمادیا کرتے تھے کہ ایسے متکبروں کو تو تھانہ بھون بھیجنا چاہئے وہیں درست ہوتے ہیں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس کا پیر ٹرانہ ہو اس مرید کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔

مقصود اصلاح نفس ہے:

(ملفوظ ۲۰۷) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مقصود تو اصلاح نفس ہے اب اسکی تعبیر چاہے جن الفاظ میں کر لی جاوے طریق کا مقصود اور حاصل صرف یہی ہے اور اسی اصلاح کے طرق اور تدابیر کو اصطلاح میں سلوک کہتے ہیں اور یہ طرق بالتخصیص واجب اور فرض نہیں اصلاح فرض ہے خواہ دوسری تدابیر سے ہو اصل مقصود اصلاح نفس ہے اس پر بھی اگر معترض اعتراض کرے تو اس بدفہمی کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں آخر طبیب جسمانی بھی تو تدابیر کو اختیار کرتا ہے اس کو کوئی بدعت نہیں کہتا تو اس میں اور اس میں کیا فرق ہے البتہ اگر خاص تدابیر کو کوئی قربت مقصودہ سمجھ جائے تو وہ ضرور قابل نکیر ہے لیکن کسی محقق کا یہ مسلک نہیں۔

۱۵/ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

ایک سب جج کی بدسلیقگی:

(ملفوظ ۲۰۸) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے یہ ایک مقام پر سب جج ہیں انہوں نے بہشتی زیور کی بہت تعریف لکھی ہے اور لکھا ہے کہ ایک مکمل جلد جلد سے جلد روانہ کرا دی جائے۔ میں نے لکھا ہے کہ یہ فرمائش میری گرانی کا سبب ہوئی اوّل میں تاجر کو تلاش کروں پھر اس سے فرمائش کروں اس کے بعد تکمیل فرمائش کی معلوم کروں اگر آپ کو کسی تاجر کا پتہ نہ معلوم ہو تو اس کا پتہ مجھ سے پوچھ سکتے ہیں اس پر فرمایا کہ اتنا بھی سلیقہ نہیں یہ سب ججی کیا خاک کرتے ہوں گے فیصلے بھی بدون تحقیق کرتے ہوں گے۔

وساوس کا علاج:

(ملفوظ ۲۰۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے وساوس کی شکایت لکھی تھی میں نے لکھا تھا کہ اس طرف التفات مت کرو اور کثرت سے میرے مواعظ دیکھا کرو آج خط آیا ہے لکھا ہے کہ وہ شیطانی وساوس آنے بند ہو گئے ایک آدھ کبھی آتا بھی ہے تو اس طرح جیسے بجلی کوند کر نکل جاتی ہے اس پر فرمایا کہ جب آدمی خلوص سے کام کرتا ہے اور طلب صادق ہوتی ہے ضرور نفع ہوتا ہے مگر یہ بات لوگوں میں رہی ہی نہیں۔

حق تعالیٰ کا اپنے کام میں لگانا بڑی نعمت ہے:

(ملفوظ ۲۱۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حق تعالیٰ جس کو بھی اپنے کام میں لگا لیں اور توفیق عطاء فرما دیں بڑی ہی دولت ہے بڑی ہی نعمت ہے ایسا شخص دنیا کی طرف متوجہ ہو نہیں سکتا اور ایک وقت میں دو طرف توجہ ہو بھی کب سکتی ہے یہ ہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اور کاموں کے نہیں رہتے اسی وجہ سے ان کو لوگ دیوانہ سمجھتے ہیں دیوانہ تو ضرور ہیں مگر یہ بھی معلوم ہے کہ کس کے دیوانہ ہیں اس دیوانگی کو فرماتے ہیں

ما اگر قلاش و گر دیوانہ ایم مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم

(ہم اگرچہ مفلس اور دیوانے ہیں، مگر اس ساقی اور پیمانے کے مست ہیں)

یہ خداوند جل جلالہ کے دیوانہ ہیں ان کے عاشق ہیں جب مخلوق کے عشق میں آدمی کسی اور کام کا نہیں رہتا تو خالق کے عشق کا کیا پوچھنا اسی کو فرماتے ہیں

عشق مولیٰ کے کم از لیلےٰ بود گوئے گشتن بہراو اولےٰ بود

(حق تعالیٰ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کب کم ہوتا ہے، حق تعالیٰ کے لئے گیند بن جانا زیادہ اولیٰ ہے۔۱۲)

اور معترض کا منہ نہیں کہ وہ اس مذاق پر اعتراض کر سکے اس لئے کہ وہ خود ہی دیکھ لے کہ ایک فانی چیز کی یعنی دنیا کی طلب میں کیسا کھپا ہوا ہے کہ اپنے خالق اور پیدا کنندہ کو بھی بھول گیا اپنے اپنے محبوب پر سب ہی مٹا کرتے ہیں باوجود اس کے جب طالب دنیا کو کوئی دیوانہ نہیں کہتا تو پھر ایسوں کو جو لوگ دیوانہ اور پاگل کہیں وہ خود پاگل ہیں۔

آج کل کی بڑی بزرگی:

(ملفوظ ۲۱۱) ایک صاحب کی ایک متکبرانہ غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ آج کل تو بڑی بزرگی اور ولایت یہ ہے کہ ہاتھ میں تسبیح لیلیٰ اور آہستہ آہستہ جھک کر چل لئے کوئی سمجھے بڑے کوئی شیخ المشائخ آرہے ہیں یا خضر علیہ السلام دریا سے نکل کر آگئے ہیں اس کا بالکل ہی اہتمام نہیں کہ ہماری بدتمیزی اور بدتہذیبی کی بھی اصلاح ہوئی یا نہیں تمہاری اس غلطی کا سبب محض تکبر ہے شرم نہ آئی کہ اور مسلمانوں کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ گئے گویا یہ ہی سب کے بڑے ہیں آخر ان میں اور مسلمانوں سے کون سی زائد چیز ہے مجھ کو سب میں زیادہ تکبر سے نفرت ہے تکبر میں اور اس طریق میں تو بعد المشر قین ہے اول قدم اس طریق میں اپنے کو فنا کرنا اور ذلیل سمجھنا ہے ہر شخص سے اپنے کو ذلیل وخوار سمجھے اگر یہ بات نہ پیدا ہوئی تو وہ محروم رہا اس نے کچھ حاصل نہ کیا اور یہ تو امور طبعی ہیں میرے نزدیک تو یہ سکھلانے کی باتیں نہیں مگر بے حسی کا کسی کے پاس کیا علاج بعض لوگوں کو اپنے کو بزرگ سمجھنے کا مرض ہو جاتا ہے مگر جس کو یہ معلوم نہ ہو کہ میں کس طرح اور کس حال میں مروں گا اس کو تقدس پر کیسا ناز اللہ بچائے جہل سے اور صاحب ناز کس بات پر ہو شاید ساری عمر میں ایک رکعت بھی ایسی یاد نہ آوے گی کہ خدا کے حکم کے موافق ادا کی ہو پھر یہ ناقص بھی جیسی کچھ ہے ان کا فضل ہے انعام ہے احسان ہے ورنہ ہم تو اس کی توفیق کے بھی مستحق نہ تھے۔

کم فہموں کو دو چیزوں سے ناز ہوتا ہے:

(ملفوظ ۲۱۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں جن کی طبیعتوں میں سلامتی ہوتی ہے ان کو تو ذکر و شغل سے نفع ہوتا ہے عجز وانکساری کی شان پیدا ہوتی ہے ورنہ اسی سے ناز پیدا ہو جاتا ہے کہ اپنے کو ذاکر سمجھنے لگتے ہیں میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ دو چیزیں ایسی ہیں جن سے کج طبعوں کو ناز پیدا ہو جاتا ہے ایک ذکر و شغل سے اور ایک بڑھاپے سے اس لئے کہ لوگ بوجہ بڑا ہونے کے رعایت کرنے لگتے ہیں یہ اس کو اپنی بڑائی اور بزرگی پر محمول کرنے لگتا ہے یہ نہیں سمجھتا کہ میں بڑا آدمی ہو گیا ہوں اس لئے لوگ رعایت کرتے ہیں اور حضرت بڑائی اور بزرگی تو بڑی دور کی چیز ہے اگر ایمان ہی دنیا سے سلامت چلا جائے یہ ہی غنیمت ہے اسی کو بڑی دولت سمجھنا چاہئے اور یہ مرنے سے پہلے معلوم ہو نہیں سکتا پھر ناز کیسا۔

موضع نجاست کا حکم:

(ملفوظ ۲۱۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو موقع موضوع ہو، نجاست کے واسطے گو اس وقت وہاں نجاست نہ ہو وہاں قرآن مجید نہ پڑھنا چاہئے جب تک اس کا وہ استعمال نہ چھوڑ دیا گیا ہو فلاں صاحب نے نجاست نہ ہونے کے وقت علی الاطلاق جائز کہہ دیا ہے مگر یہ جواب جی کو نہیں لگتا آخر قواعد بھی تو کوئی چیز ہیں مگر اُن کے جواب میں کوئی قید ہی نہیں غالباً عبارت ناتمام معلوم ہوتی ہے شاید ذہن سے ذہول ہو گیا ہو بہر حال ایسے موقع پر جہاں اہل فتویٰ کے اقوال میں احتیاط ہو وہاں تو اُن کا اتباع کرنا چاہئے اور جہاں اُن کے یہاں احتیاط نہ ہو وہاں اپنی رائے پر جس میں احتیاط ہو عمل کرے میں تو یہی کرتا ہوں زیادہ تلاش وغیرہ بھی نہیں کرتا ایسے موقع پر احتیاط کا پہلو اختیار کر لیتا ہوں۔

کیا انسان کے بال ناخن کسی کے ملک بن سکتے ہیں:

(ملفوظ ۲۱۵) ایک مولوی صاحب کے جواب میں فرمایا کہ اس مسئلہ کے ملنے کی امید نہیں کہ انسان کے بال ناخن کسی کے ملک بن سکتے ہیں یا نہیں اور حُر کے متعلق تو شبہ ہی نہیں وہ تو ملک ہو ہی نہیں سکتے مگر غلام کے متعلق تردد ہے کہ اس کے ناخن بھی کسی کے ملک ہوں گے یا نہیں مگر غالباً یہ جزئیہ بھی نہ ملے گا البتہ قواعد سے یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ ملک نہ ہوگا جدا ہو جانے کے بعد مولیٰ کی ملک سے نکل جاتا ہے۔

تکرار فرائض کو فقہاء نے منع کیا ہے:

(ملفوظ ۲۱۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اہل طریق پر اعتراض کرنے والے بدفہم ہیں ورنہ یہ حضرات ہرگز قابل ملامت نہیں مگر مدامت کرنے والوں کو ان کے عذر کی خبر نہیں دیکھئے تکرار فرض کو فقہاء منع کرتے ہیں مگر بوقت وفات حضرت سلطان جی کی یہ حالت تھی کہ بار بار غشی سے اٹھتے اور پوچھتے کہ میں نے نماز پڑھی یا نہیں عرض کیا جاتا کہ پڑھ چکے شدت شوق عبادت میں فرماتے لاؤ پھر پڑھ لو نہ معلوم پھر کیا موقع ہے ایسے عاشق لوگوں پر کیا ملامت فقہا بھی اصل سے اس کے مانع نہیں منع کی علت یہ فرماتے ہیں کہ تکرار فرض منسوخ ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ پہلے مشروع تھا سو یہ منسوخ ہونا خود مجتہدین میں مختلف فیہ ہوسکتا ہے تو ممکن ہے کہ سلطان جی کے نزدیک منسوخ نہ ہوا ہو اور کسی ایسے عالم محقق کا مجتہد ہونا غیر مجتہد فیہ ہوسکتا ہے علماء اور مشائخ کے ایسے اختلاف میں ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فیصلہ تھا کہ اگر اعمال ظاہرہ میں اختلاف ہو تو فقہاء کے مسئلہ پر عمل کرتا ہوں اور اگر اعمال باطنہ میں اختلاف ہو تو صوفیہ کے قول پر عمل کرتا ہوں سبحان اللہ کیسا عجیب اور حکیمانہ فیصلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم الامت سے طریق زندہ کرنے کی خدمت لی:

(ملفوظ ۲۱۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مدت سے بہت بڑا حصہ تصوف کا مُردہ ہو چکا تھا کام کرنے والوں کو بھی خبر نہ تھی کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور اس کا کیا انجام ہے بس اندھیری کوٹھڑی میں الادھند چلے جا رہے تھے کچھ خبر نہ تھی خواہ سر پھوٹے یا ٹانگ ٹوٹے اب بحمد اللہ طریق کافی طور پر واضح ہو گیا مدتوں کے بعد یہ طریق زندہ ہوا ہے گو اب بھی بدفہم لوگ اس فکر میں ہیں اور چاہتے ہیں کہ اصلاح کا باب بند ہو جائے مگر چاہا ہوا تو حق سبحانہ تعالیٰ ہی کا ہوتا ہے اور کسی کے چاہنے سے ہوتا ہی کیا ہے فرماتے ہیں۔ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اب ان شاءاللہ تعالیٰ صدیوں تک کے لئے طریق بے غبار ہو گیا اور اگر پھر بھی کچھ گڑ بڑ ہوئی تو حق تعالیٰ اور کسی کو پیدا فرما دیں گے یہ ان کی رحمت ہے جس سے چاہے اپنا کام لے لیں کسی خاص شخص پر موقوف نہیں۔

ابن الوقت بننے کی ضرورت ہے:

(ملفوظ ۲۱۸) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اس کا پتہ نہیں چلتا کہ مجھ کو مخلوق سے

وحشت کیوں ہے فرمایا کہ اس کی تحقیق اور معلوم کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے ابن الوقت ہونا چاہئے اگر معلوم ہوجاوے اس پر راضی رہے اگر معلوم نہ ہو اُس پر راضی رہے۔

چونکہ بر میخت بہ بندوبستہ باش ۔۔۔ چوں کشاید چابک و برجستہ باش

(جب تجھ کو باندھ دیں تو بندھے رہو، اور جب کھول دیں تو (تعمیل حکم کیلئے) چست و چالاک رہو غرض راضی برضا رہو۔)

مبتدی کو ان تحقیقات اور فضول میں پڑنا ہی نہیں چاہئے اس سے تشویش ہوتی ہے اور تشویش سے مبتدی کو سخت نقصان پہنچتا ہے اس کو ضرورت ہے یکسوئی کی پھر مزاحاً فرمایا پھر چاہے پاس ایک سوئی نہ ہو البتہ منتہی کو ان چیزوں سے نقصان نہیں پہنچتا منتہی ان چیزوں پر خود غالب ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ابوالوقت ہوتا ہے۔

صاحب مقام راسخ ہوتا ہے:

(ملفوظ ۲۱۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کوئی قاعدہ کلیہ اس طریق کا نہیں کیونکہ یہ طریق عشق ہے اور عشق کا انضباط ہی کیا مردہ کا کیا انضباط وہ تو زندہ کے ہاتھ میں ہے مردہ بدست زندہ مشہور ہے اسی کو مولانا نے کہا ہے

خفتہ از احوال دنیا روز و شب ۔۔۔ چوں قلم در پنجۂ تقلیب رب

(حق تعالیٰ کا عاشق دنیا کے رات دن کے احوال سے بے خبر ہوتا ہے جیسے کہ قلم (دوسرے کے ہاتھ میں ہوتا ہے اسی طرح عاشق) احکام خداوندی کا تابع ہوتا ہے۔۱۲)

البتہ صاحب مقام راسخ ہوتا ہے اس میں انقلاب کم ہوتا ہے بخلاف صاحب حال کے کہ اس کی کیفیات میں بکثرت انقلاب ہوتا ہے اور ناواقف لوگ صاحب کیفیات ہی کو زیادہ کامل سمجھتے ہیں حالانکہ کوئی چیز نہیں اصل چیز مقام ہے گو مقام بھی ایک اصطلاح میں حال ہی ہے مگر ہے راسخ اور اس درجہ کے شخص کے واردات بھی قابل اتباع ہوتے ہیں گو دوسروں کیلئے نہ سہی مگر خود اس کے لئے قابل اتباع ہوتے ہیں حتیٰ کہ اگر وہ ان واردات کا اتباع نہ کرے تو اس کو کچھ نہ کچھ ضرر ہوتا ہے مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ وہ ضرر آخرت کا نہیں ہوتا محض دنیا کا ضرر ہوتا ہے ایک بستی میں ایک بزرگ رہتے تھے ایک اور مسافر بزرگ اس بستی میں آئے انہوں نے اُن سے ملنے کا ارادہ کیا

مگر اُن کے قلب پر وارد ہوا کہ مت جاؤ یہ نہیں گئے تھوڑی دیر بعد پھر ارادہ کیا کہ ملنا چاہئے پھر وارد ہوا کہ مت جاؤ اس پر خیال ہوا کہ وجہ کیا ایک بزرگ اور نیک شخص ہیں معلوم ہوتا ہے کہ خیال بے بنیاد ہے ضرور ملنا چاہئے اٹھ کر چل دیئے تھوڑی ہی دور چلے تھے ٹھوکر لگی اور گر کر ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی الہام ہوا کہ تمہیں ملنے سے منع کیا گیا تھا اس منع کی کیوں مخالفت کی بعد میں وجہ ممانعت کی معلوم ہوئی کہ وہ بزرگ بدعتی تھے جن کی ملاقات سے منع کیا گیا تھا تو وارد کی عدم اتباع پر اس قسم کی تکوینی سزا ہو جاتی ہے مگر اخروی سزا نہیں ہوتی بس یہ ضرر ہوتا ہے اور وجہ اس کی غور سے کام نہ لینا ہے ملامت اس پر ہوتی ہے کہ واقعہ میں تحقیق اور احتیاط کیوں نہیں کی اس طریق میں بہت ہی دقیق باتیں پیش آتی ہیں اس واقعہ میں احتیاط یہی تھی کہ نہ ملتے کیونکہ اگر وہ شخص واقع میں بزرگ ہی تھے تب بھی ان سے ملنا کوئی واجب تو نہ تھا پھر اصول صحیحہ سے تحقیق کر سکتے ہیں ایسے امور میں خاص سمجھ کی ضرورت ہوتی ہے۔

اہل عشق کی شان جدا ہوتی ہے:

(ملفوظ ۲۲۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل عشق کی شان ہی جدا ہوتی ہے یہ حضرات بظاہر اس عالم میں نظر آتے ہیں مگر معنیً اس عالم میں نہیں ہوتے ہر وقت محبت میں غرق رہتے ہیں نہ ہنسنے کا خیال نہ رونے کا نہ کسی سے ملنے کا شوق نہ کھانے کمانے کی فکر عشق ایسی ہی چیز ہے اور یہ حالت بدون عشق نہیں ہو سکتی یہ عشق ہی کا خاصہ ہے کہ سوائے محبوب کے سب کو فنا کر دیتا ہے اسی کو مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت	ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت ،
تیغ لا در قتل غیر حق براند	درنگر آخر کہ بعد لاچہ ماند،
ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت	مرحبا اے عشق شرکت سو زرفت

گویا اسی کا ترجمہ گلزار ابراہیم میں کیا گیا ہے ؎

عشق کی آتش ہے ایسی بد بلا	دے سوا معشوق کے سب کو جلا

اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ یہ حضرات مغلوب ہونے کی وجہ سے معذور ہیں ان کو اپنی ہی خبر نہ تھی ان پر ملامت کر کے اپنی عاقبت خراب کرنا ہے کسی کو کیا خبر کہ ان پر کیا گذرتی ہے۔

طالب اصلاح اپنی آؤ بھگت چاہتے ہیں:

(ملفوظ ۲۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل جو طالب کہلاتے ہیں اُن کی بھی یہ حالت ہے کہ آتے ہیں اصلاح کی غرض سے اور چاہتے یہ ہیں کہ ہماری آؤ بھگت ہو خاطر تواضع ہو کھانا پینا بھی نفس کے موافق ہو مگر میرے یہاں بحمد اللہ کوئی سامان اس قسم کی دلجوئی کا نہیں سب دلشوئی کے سامان ہیں پہلے بزرگوں نے تو اصلاح کے متعلق طالبوں پر بڑی بڑی سختیاں کی ہیں میں تو اس قدر سختی کرتا بھی نہیں حضرت شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مخدوم علاؤ الدین رحمہ اللہ کی خدمت میں مدت دراز تک رہے اور ان کے ساتھ برتاؤ کی یہ حالت رہی کہ آنے میں ذرا دیر ہوگئی تو اس طرح خطاب ہوتا تھا کہ ارے آیا نہیں کیا ٹانگیں ٹوٹ گئیں مشہور یہ ہے کہ سچ مچ ٹانگوں سے معذور ہو جانے پر فرماتے جلدی چلو تو ٹانگیں ٹھیک ہو جاتیں اور اس سے بھی سخت سخت الفاظ سے پکارا جاتا ہے بڑے دھکے مکے کھا کر آدمی بنتا ہے اب تو بدون پل صراط کو طے کئے ہوئے جنت میں جانا چاہتے ہیں خادمیت سے گھبراتے ہیں اتباع سے عار ہے بس ان کو مخدوم بنا دو اس زمانہ میں کچھ ایسا زہریلا اثر پھیلا ہے کہ ہر شخص کے اندر الا ماشاء اللہ کبر بھرا ہوا ہے دماغوں میں گوبر ہے پھر جب طالب ہو کر تمہارا یہ حال ہے تو دوسرا ہی تمہاری کون غلامی کرنے لگا وہ بھی آزاد ہے خصوص یہاں تو نرالا ہی رنگ ہے یہ للو پتو اور جگہ ہے یہاں پر تو قدم قدم پر روک ٹوک محاسبہ معاقبہ دارو گیر ہوتی ہے بعد میں کہیں جا کر دوسری چیزیں ہیں پہلے میزان عدل ہے پھر پل صراط اس کو طے کرنے کے بعد جنت ہے۔

۱۶ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

مشغولی میں تکلیف کا احساس نہیں ہوتا:

(ملفوظ ۲۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا آج جمع ہوئے استفتوں کا جواب پورا ہو گیا مگر سر میں بھی درد ہو گیا یہ اکثر دیکھا ہے کہ جس روز کوئی بڑا کام ختم ہوتا ہے ختم کے بعد تکلیف محسوس ہوتی ہے جیسے منزل پر پہنچ کر تکان ہوتا ہے اور درمیان میں مشغولی کی وجہ سے پتہ بھی نہیں چلتا۔

کرایہ کے دو ضروری مسئلے:

(ملفوظ ۲۲۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اکثر کرایہ کے مکان میں درخت ہوتے ہیں

امرود کے یا بیری وغیرہ کے اُن کا پھل کرایہ دار کو کھانا جائز ہے یا نہیں فرمایا کہ بلا اذن جائز نہیں ایک دوسرے سوال کے جواب میں فرمایا کہ گائے کو کوئی دودھ پینے کے لئے کرایہ پر لے لے یہ جائز نہیں اس پر فرمایا کہ فقہ کا باب بھی نہایت ہی اہم ہے مجھ کو تو فتویٰ دیتے ہوئے بڑا ہی خوف معلوم ہوتا ہے اور بعض لوگوں کو اس میں بڑی جرأت ہے ذرا خوف نہیں کرتے ۔

مسلمان ظلم کے سبب تباہ ہوئے:

(ملفوظ ۲۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمان ظلم کے سبب تباہ ہوئے اب ہندوؤں نے ظلم شروع کیا ہے ان شاء اللہ یہ بھی تباہ ہوں گے ہنود کے پاس روپیہ ہے قانون دان ہیں مسلمانوں کے پاس کوئی سامان نہیں ہے مگر ان کو کسی مادی سامان کی ضرورت بھی نہ تھی اگر یہ حق تعالیٰ کو راضی رکھتے تمام پریشانیوں کی جڑ خدا تعالیٰ سے صحیح تعلق کا نہ رکھنا ہے اور یہ مسلمانوں کی انتہائی بدفہمی ہے غیر قوموں کی بغلوں میں جا کر گھستے ہیں ان کو اپنا دوست سمجھتے ہیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں انما ولیکم اللّٰہ ورسولہ والذین امنوا حصر کے ساتھ فرماتے ہیں کہ تمہارا کوئی بھی دوست نہیں سوائے اللہ اور رسول اور مؤمنین کے ۔

ذہانت بھی خدا تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے:

(ملفوظ ۲۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ذہانت بھی خدا کی ایک بہت بڑی نعمت ہے مولوی غوث علی صاحب پانی پتی سیاحت میں ایک مقام پر پہنچے وہاں معلوم ہوا کہ ایک شیعی وصیت کر مرا ہے کہ میری دونوں بیٹیوں کی شادی حضرت امام مہدی علیہ السلام سے کی جائے اب وہ لڑکیاں بالکل جوان ہیں مگر حضرت امام کے انتظار میں ان کی شادی نہیں کی جاتی مولوی صاحب بڑے ہی دانشمند اور ذہین تھے کہا کہ ظاہر ہے کہ حضرت امام تو متبع شریعت ہوں گے وہ دونوں بہنوں کو کیسے جمع کر لیں گے سو ایک کا تو نکاح کر دینا چاہئے چنانچہ ایسا کر دیا گیا پھر فرمایا کہ یہ بے انصافی ہے کہ ایک کی شادی ہو دوسری کی نہ ہو دوسری کی بھی کر دو اور وصیت پر اس طرح عمل کیا جاوے کہ ایک یاداشت لکھ کر خاندان میں محفوظ کر دو کہ حضرت امام کے وقت میں ان لڑکیوں کی نسل میں جو لڑکی ہو اس کو حضرت کے نکاح میں دیدیں چنانچہ سب نے پسند کر کے ایسا ہی کیا۔

قوت حافظہ میں کمی کے باوجود کام:

(ملفوظ ۲۲۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اجی حضرت میرے اندر کمال تو کیا

ہوتا جس زمانہ میں مدرسہ میں پڑھا کرتا تھا اسوقت بھی استعداد وغیرہ کبھی نہیں ہوئی اس لئے کہ میں نے توجہ سے پڑھا ہی نہیں اور نہ کبھی ذہن ایسا ہوا البتہ حافظہ میرا مدرسہ میں مشہور تھا اساتذہ میں بھی اور طلبہ میں بھی اور اب تو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ مناجات مقبول کی منزل بھی پڑھی ہے یا نہیں باوجود اس نقص کے پھر جو کچھ کام ہوا یہ سب فضل خداوندی ہے اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے وہ جس سے چاہیں اپنا کام لے لیں ہاں تحدیث بالنعمۃ کی صورت میں مسرت ضرور ہے۔

طریق سے اجنبیت کا عجیب حال:

(ملفوظ ۲۲۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طریق سے لوگوں کو اس قدر اجنبیت ہو چکی ہے کہ عوام تو عوام خواص اور شیوخ تک اس کا مضحکہ اڑاتے ہیں یہ طریق سے عدم مناسبت کا پتہ دیتی ہے اور عدم واقفیت پر دال ہے اپنی ہی جماعت کے بہت سے لوگوں کی یہ حالت ہے دوسروں کی کیا شکایت۔

شیون اہل حق:

(ملفوظ ۲۲۸) (ملقب بہ شیون اہل الحق) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فلاں مدرسہ کی سرپرستی میرے سر زبردستی تھوپی گئی کرتے کراتے سب کچھ خود ہیں میرا تو محض نام ہی نام ہے کیا فائدہ ایسی سرپرستی سے مجھے خدمت سے انکار نہیں علماء کو میں اپنا بھائی سمجھتا ہوں اور طلبہ کو مثل فرزند کے سمجھتا ہوں مگر ضرورت اس کی ہے کہ خدمت طریقہ کے ساتھ لی جائے یہ تو محض بے ڈھنگا پن ہے کہ نہ اصول ہیں نہ قواعد مجھے آج تک یہی معلوم نہیں کہ میرے فرائض ہیں کیا اور یہ فساد کرنے والے اور مدرسہ سے مخالفت کرنیوالے تو خود اغراض میں مبتلا ہیں الا ماشاءاللہ شکایت تو خود مجھ کو بھی کارکنان مدرسہ سے ہے مگر شکایت کا یہ طریقہ نہیں، جو ان مخالف لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے انہوں نے تو مدرسہ ہی کو بیخ بنیاد سے اکھاڑ دینے کا انتظام کر دیا مجھ کو مدرسہ والوں کے ساتھ تو صرف طریقہ کار سے اختلاف ہے اور مخالفین کے ساتھ اُن باتوں سے اختلاف ہے جو بدون تحقیق کارکنان مدرسہ کے سر تھوپی گئیں آخر دین بھی کوئی چیز ہے دشمنی میں بھی حدود سے تجاوز نہ ہونا چاہئے دوسرے یہ کہ اگر ان کو دشمنی بھی ہے تو کارکنان مدرسہ سے نہ مدرسہ سے تو ایسی حرکت کرنا یا وہ طریقہ اختیار کرنا جس سے مدرسہ کو نقصان پہنچے یہ کس درجہ تک عقل کی بات ہے اور خاص اغراض پورا کرنے کی وجہ سے چالاکیاں اور پالیسی اختیار کرنا کون سی کمال کی بات ہے

ایسی پالیسی تو ہم بھی جانتے ہیں مگر استعمال سے نفرت ہے میں نے اس کی مثال میں ایک صاحب سے کہا تھا کہ گوہ کھانا کون نہیں جانتا سب جانتے ہیں ہاتھ میں لے کر منہ میں رکھ کر نگل جاوے مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس کا کھانا کیسا ہے کوئی شریف آدمی سلیم الطبع کبھی ایسی باتوں کو گوارا نہیں کر سکتا اور نہ اختیار کر سکتا ہے طالب علموں میں جیسے غربت مسکنت انکسار وغیرہ کی شان ہونا اوروں سے زیادہ احسن ہے ویسی ہی ان میں اس کے مقابل دوسری شان جیسے غرض پرستی پالیسی وغیرہ کا ہونا اوروں سے زیادہ اقبح ہے اللہ ان رذائل سے بچائے میں تو اس کی ایک مثال بیان کیا کرتا ہوں کہ خشک روٹی اگر بُس بھی جائے آدمی کھا سکتا ہے لیکن زردہ پلاؤ بریانی قورمہ متنجن اگر خراب ہوگا تو گھر والوں کو تو کیا پڑوسیوں تک کو بھی محلہ میں نہ ٹھہرنے دے گا اس میں اس قدر بدبو تعفن ہوگا اسی طرح عوام کے عیوب سے علماء کے عیوب نہایت اقبح واشنع ہیں مگر افسوس ہے کہ آج کل اہل علم نے دنیا کے جھگڑوں قصوں میں پڑ کر درس تدریس سب ہی کچھ برباد کیا ورنہ اگر یہ اطاعت واخلاص اختیار کرتے تو بدون ان وسائط کے اللہ تعالیٰ ان کو ہر طرح کی کامیابی عطا فرماتا موسیٰ علیہ السلام کے پاس کون سا سامان تھا حتی کہ جب ان کو تبلیغ کا حکم دیا گیا تو انہوں نے بے سامانی کو دیکھ کر یہ دُعاء کی تھی۔(رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ) (اے میرے رب میں نے ان میں سے ایک آدمی کا خون کر دیا تھا، سو مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھ کو قتل کر دیں۔)اور جواب میں بجائے سامان عطا ہونے کے یہ ارشاد ہوا تھا یَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْكُمَا (اور ہم تم دونوں کو ایک خاص شوکت عطا کرتے ہیں جس سے ان لوگوں کو تم پر دسترس نہ ہوگی۔۱۲) یہی صفت اللہ والوں کو عطاء فرماتے ہیں یعنی ہیبت اور شوکت پس ان کا خداداد رعب ہوتا ہے اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہیبت حق ست این از خلق نیست　　　ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

مجدد صاحب کو جہانگیر بادشاہ نے بلایا تھا اور تخت کے سامنے ایک عارضی کھڑکی لگوائی جس میں داخل ہونے والا بدون سر جھکائے داخل نہ ہو سکے اور اس کھڑکی میں سے آپ کو آنے کا حکم ہوا مقصود یہ تھا کہ داخل ہونے کے وقت تخت کے سامنے آپ کا سر جھکے گا آپ نے یہ لطیفہ کیا کہ اس کھڑکی میں پہلے پیر داخل کئے تو اس صورت میں بادشاہ کی طرف پیر ہوئے اس پر بادشاہ برہم ہوا اور مجدد صاحب کے قتل کا حکم دیا مگر دربار میں ایک مولوی صاحب تھے ولایتی انہوں نے

سفارش کی تب قتل کا حکم قید سے مبدل ہوا اور گوالیار کے قلعہ میں قید کئے گئے ان حضرات پر کسی کا اثر نہیں ہوتا سوائے ایک ذات کے اور وہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی ذات ہے میں نے بڑے بڑے اہل جاہ کو کہتے سنا ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کے سامنے بولا نہ جاتا تھا اور حالانکہ حضرت کی حالت یہ تھی کہ آواز بھی کبھی بلند نہ ہوتی تھی ملا محمود صاحب نہایت سادہ بزرگ تھے ایک مرتبہ سبق میں ایک طالب علم کے گھونسہ مارا وہ ہٹ گیا تو گھونسہ زمین پر لگا اور غصہ بھڑک گیا جوتہ پھینک کر مارا وہ اس کی زد سے بھی بچ گیا اور بھی غصہ بھڑک گیا بڑا شوروغل مچا میں ان کی درسگاہ سے ایک طرف کو جارہا تھا اس طرف حضرت مولانا قاسم صاحب رحمہ اللہ تشریف رکھتے تھے مجھ کو بلایا اور واقعہ پوچھا باوجود یہ کہ نہایت شفقت فرماتے تھے مگر جواب دینے کی اہمت نہ ہوئی بات نہ کی جاتی تھی حتیٰ کہ گھونسہ کا لغت بھول گیا یہ ہیبت ان حضرات کو خداداد عطاء ہوتی ہے۔ انتہے رسالۃ شیون اہل الحق۔

انگریزوں نے ہم سے تہذیب سیکھی ہے:

(ملفوظ ۲۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ انگریزوں نے ہم سے تہذیب سیکھی ہے یا ہم نے اُن سے بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ تمہارے مزاج میں تو انگریزوں کا سا انتظام ہے یوں مت کہو کہ ہم میں ان کا سا انتظام ہے کیونکہ وہ چیزیں کہاں سے لائے یہ چیزیں تو ہمارے گھر کی ہیں جن کو مسلمانوں نے چھوڑ دیا اور دوسری قوموں نے اختیار کر لیا اس غفلت اور بے خبری کی کوئی حد ہے کہ اپنی چیزوں کو دوسروں کی سمجھتے ہیں۔

کسی مدرسہ کے مہتمم کے اختیارات محدود کرنا مضرتوں کا پیش خیمہ ہے:

(ملفوظ ۲۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فلاں مدرسہ کے مہتمم کے اختیارات کو محدود کرنا بڑا ہی زبردست مضرتوں کا پیش خیمہ ہے جس کا نتیجہ آگے چل کر معلوم ہوگا میں نے ایک صاحب سے مدرسہ کے انتظام کے متعلق کہا تھا کہ اگر مجھ کو کامل اختیارات ہوتے تو میں اول کیا کرتا مہتمم صاحب کے ذریعہ سے واقعات معلوم کرتا اور بعد تحقیق جو انتظام خود اپنی سمجھ میں آتا وہ کرتا اور اگر تردد رہتا تو سارے ہندوستان میں اشتہار دیکر علماء وعقلاء سے مشورہ لیتا اس صورت میں تمام لوگوں کو مدرسہ سے عشق ہو جاتا اور یہ سمجھتے کہ یہ جمہوریت صحابہ جیسی ہے کہ رائے سب کی

اور حکومت ایک کی حضرت تدابیر تو سب ذہن میں ہیں مگر کوئی کرنے بھی دے اور اب تو کچھ ایسا انقلاب ہوا ہے کہ پُرانے لوگوں میں بھی جدید باتوں کا زہریلا اثر پیدا ہوگیا ہے نیچریت کا غلبہ ہے اس لئے کوئی مفید تحریک نہیں چلتی۔

اعتدال مطلوب ہے:

(ملفوظ ۲۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جی یوں چاہتا ہے کہ کوئی چیز اپنی حد سے نہ بڑھے اہل تحریکات کی طرح اپنی غرض پورا کرنے کے لئے احکام کو خدانخواستہ بدلنا تھوڑا ہی گوارا ہو سکتا ہے مجھ کو تو دوسروں کی ایسی حرکتیں سن کر غیرت آتی ہے خود تو کیا ایسی باتیں کرتا جیسے بعضے فرمائش کرتے ہیں۔

۱۶ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز جمعہ

عدم مناسبت سے اصلاح نہیں ہوسکتی:

(ملفوظ ۲۳۲) ایک نووارد صاحب سے حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کچھ کہنا ہے عرض کیا کہ اس وقت تو کچھ کہنا نہیں کوئی تنہائی کا وقت مل جائے تو اس وقت عرض کروں گا فرمایا کہ تنہائی کا وقت میرے پاس نہیں نہ اتنی فرصت اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ مجھ کو ایک پرچہ لکھ کر دیدو اس کو میں ہی پڑھوں گا یہ بھی تنہائی ہی ہے عرض کیا کہ لکھ کر بکس میں ڈال دوں فرمایا تم کو اختیار ہے میں نے ایک صورت سہل تم کو بتلا دی ہے یہ فرما کر دریافت فرمایا کہ میں نے تم کو پہچانا نہیں اور نہ تم نے خود کوئی تعارف کرایا عرض کیا کہ میں سہارنپور کے قریب ایک گاؤں ہے وہاں کا رہنے والا ہوں۔ دریافت فرمایا کہ اس کا کچھ نام نہیں یہ گول مول اور ادھوری باتیں کیوں کرتے ہو کیا اس سے اذیت نہیں ہوتی کیا بدفہمی کا کوئی خاص مدرسہ ہے کہ تم لوگ وہاں تعلیم پا کر آتے ہو اور یہ بتلاؤ کہ اس آنے سے قبل کبھی خط و کتابت بھی تم نے مجھ سے کی یا نہیں۔ عرض کیا کہ ایک خط بھیجا تھا اس کا جواب مجھ کو ملا وہ مکان پر بھول آیا۔ فرمایا کہ تمہاری طلب کا حال تو اسی سے معلوم ہو گیا معلوم ہوتا ہے کہ تم میں بے فکری کا بھی مرض ہے عرض کیا کہ راستے میں آ کر یاد آیا فرمایا کہ اگر فکر ہوتی تو لوٹ کر جاتے اور لیکر آتے عرض کیا کہ اس خیال سے نہیں لوٹا کہ نہ معلوم پھر کب جانا ہو، فرمایا کہ اب یہ سوال ہے کہ گھر سے لے کر کیوں نہیں چلتے تھے کیا اچھا عذر ہے کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ غسل

خانہ میں نہانے گئے ہو اور پاجامہ بھول آئے ہو اور ننگے آ کھڑے ہوئے ہو ہم تو جب جانیں کہ کوئی ملازمت کو جائے اور سرٹیفکیٹ گھر بھول آئے اس تمام بے فکری کی مشق دین ہی پر ہوتی ہے پھر دریافت فرمایا کہ اور آئے کب تھے عرض کیا گیارہ بجے والی گاڑی فرمایا کہ اس وقت ملے تھے عرض کیا کہ نہیں دریافت فرمایا کہ کیوں عرض کیا کہ یہ خیال ہوا کہ شاید سونے کا وقت ہو فرمایا کہ ملنے میں کتنی دیر لگتی ہے عرض کیا کہ تھوڑی سی، فرمایا کہ اس سے تمہاری آدمیت کا پتہ چلتا ہے تم کو مجھ سے بالکل مناسبت نہیں اب میں کہتا ہوں کہ تم پرچہ بھی نہ ڈالنا جواب نہ ملے گا عرض کیا کہ غلطی ہوئی فرمایا کہ غلطی ہی کا درجہ بتلا رہا ہوں خدانخواستہ انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں میں تم کو کسی مصلح کا پتہ بتلا دوں گا اگر تم پوچھو گے یہ اس وجہ سے کہ اصلاح فرض ہے اور مجھ سے تمہاری اصلاح ہو نہیں سکتی جس کی وجہ سے عدم مناسبت ہے چنانچہ اسی تھوڑی سی دیر میں تین باتیں ثابت ہوئیں۔ طلب کی حقیقت بے فکری۔ آدمیت اس لئے تم کو دوسری طرف رجوع کرنا چاہئے جس سے مناسبت ہو پھر فرمایا کہ میں جو دوسرے کے سپرد کرنے کو کہتا ہو تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ عتاب اور اس کا اثر ہے حالانکہ نہ عتاب ہے، نہ اس کا اثر ہے اس کا اثر تو صرف یہ ہے کہ زبان سے شکایت کر لیتا ہوں اور باقی سپرد کر دینا یہ مصلحت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس طریق میں معلم کا انقباض سد عظیم (بڑی رکاوٹ) ہے انقباض کی حالت میں کوئی نفع نہیں ہو سکتا اور اس کا سبب عدم مناسبت ہے جب تناسب نہیں خاک نفع نہیں ہو سکتا جب نفع نہیں تو کیوں میں اس کو محبوس کروں اور کیوں خود پریشانی اور کلفتیں اٹھاؤں اگر کوئی نفع ہو تو ان چیزوں کو بھی برداشت کروں اس لئے دوسروں کے سپرد کر دیتا ہوں جہاں انقباض نہ ہو۔

انسان حیوان عاشق ہے:

(ملفوظ ۲۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طالب علمی کے زمانہ میں میں نے انسان کی (مراد مؤمن ہے) بجائے حیوان ناطق کے دوسری تعریف کی تھی جو مؤمن کے ساتھ خاص ہے حیوان عاشق یہ عشق ہی ہے کہ ملائکہ تک پر اس کو شرف حاصل ہے۔

دورِ حاضر میں عملیات میں غلو:

(ملفوظ ۲۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل لوگوں کو عملیات کے باب میں اس

قدر غلو ہے کہ مجموع العزائم بنے ہوئے ہیں ان چیزوں میں پڑ کر مقصود سے بہت دور جا پڑے اس لئے کہ اصل مقصود اصلاح نفس وانسداد رذائل ہے مگر اس کی بالکل پرواہ نہیں محمد غوث گوالیری نے موکل تابع کر رکھے تھے ایک بار ان کو حکم دیا کہ شاہ عبدالقدوس صاحب رحمہ اللہ کو جس حالت میں ہوں لے آؤ ہم زیارت کریں گے شاہ عبدالقدوس صاحب رحمہ اللہ تہجد سے فارغ ہو کر مراقب بیٹھے تھے افاق جو ہوا دیکھا کہ موکل سامنے کھڑے ہیں دریافت کیا کہ تم کون ہو عرض کیا کہ ہم موکل ہیں اور محمد غوث صاحب گوالیری کے بھیجے ہوئے وہ مشتاق زیارت ہیں اگر اجازت ہو ہم حضرت کو بہت آرام سے وہاں پر لے چلیں فرمایا کہ انہی کو یہاں پر لے آؤ، وہ موکل لوٹ گئے اور محمد غوث صاحب کو پکڑ کر لے آئے ان کو تعجب ہوا کہ قاعدہ سے تابع تو میرے اور اطاعت کی شیخ کی حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو نصیحت کی کہ کس خرافات میں مبتلا ہو انہوں نے توبہ کی اور حضرت شیخ سے باطنی تعلق پیدا کیا بس یہ حقیقت ہے ان عملیات کی ایک مرتبہ میں نے طالب علمی کے زمانہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ حضرت کوئی ایسا بھی عمل ہے کہ جس سے موکل تابع ہو جائیں فرمایا ہے تو مگر یہ بتلاؤ کہ تم بندہ بننے کے لئے پیدا ہوئے ہو یا خدائی کرنے کے لئے بس مولانا کا اتنا کہنا تھا کہ مجھ کو بجائے اشتیاق کے ان عملیات سے نفرت ہو گئی حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کے ایک مرید کو یہ وسوسہ تھا کہ حضرت عمل پڑھتے ہوں گے جس کی وجہ سے اس قدر معتقدین کا ہجوم ہے آپ کو اس خطرہ پر اطلاع ہو گئی فرمایا کہ ارے معلوم بھی ہے کہ ان عملیات سے نسبت باطنی سلب ہو جاتی ہے قربان جائیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ان سب فضولیات سے بچا کر ہم کو ضروری چیزوں کی طرف لائے میں نے ان چیزوں کے عاملوں کو دیکھا ہے کہ ان میں کوئی باطنی کمال نہیں ہوتا بلکہ اور ظلمت بڑھتی ہے الحمدللہ مجھے مولانا کے ارشاد کے بعد عملیات سے کبھی مناسبت نہیں ہوئی۔

غیر محقق مشائخ کا حال:

(ملفوظ ۲۳۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل کے غیر محقق مشائخ وہی مرغے کی ایک ٹانگ متقدمین کے زمانہ کی تعلیم اور دو مجاہدات کے متعلق طالبوں کو دئے چلے جاتے ہیں کچھ خبر نہیں کہ طالب کو فرصت کتنی ہے جسمانی قوت کا کیا حال ہے اور نہ یہ خبر کہ یہ کام کر بھی سکتا ہے اور نہ یہ معلوم کہ اس کو مناسبت کس چیز سے ہے یعنی اس کے لئے ذکر و شغل کی

کثرت مناسب ہے یا تلاوت قرآن کی کثرت حالانکہ شیخ کو مبصر ہونا چاہئے اس کی تشخیص اور تجویز طبیب حاذق کی طرح ہونا چاہئے مثلاً آج کل قوی کمزور ہیں اس لئے کم کھانا کم سونا کسی طرح مناسب نہیں اس سے اندیشہ ہے تندرستی خراب ہو جانے کا میرے یہاں بحمد اللہ ہر شخص کی حالت کے موافق تعلیم ہوتی ہے شاق تعلیمات پہلے لوگوں کے واسطے ہوتی تھیں وہ قوی تھے اُن کے قوئی اس قسم کے مجاہدات برداشت کر سکتے تھے اب برداشت نہیں کر سکتے تو ایسی حالت میں آدمی کیوں اس قدر مشقت میں پڑے حق تعالیٰ فرماتے ہیں لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اور فرماتے ہیں کلوا من طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ خوف کھاؤ پیو اور نیک کام کرو۔

فضول تحقیقات کی مثال:

(ملفوظ ۲۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فضول تحقیقات میں کیا رکھا ہے آدمی کو کام کرنا چاہئے کام کرنے والے کبھی عبث اور فضول چیزوں کو پسند نہیں کر سکتے اور فضول تحقیق کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص کسی کے یہاں مہمان بن کر جائے اور وہ اس کی تحقیق شروع کرے کہ کھانا کہاں پکتا ہے۔ پکانے والا کون ہے۔ نمک مرچ گرم مصالحہ گھی آٹا کہاں سے آیا اور کون لایا اور کتنا کتنا آیا۔ چولہے میں اُپلے جلتے ہیں یا لکڑی اور جلتے ہیں تو کیسے دھواں کہاں کو جاتا ہے ارے بندہ خدا تجھے ان بکھیڑوں سے کیا غرض ہے کھانا پک کر سامنے آجاوے گا کھا لینا کیوں وقت بیکار کھویا اگر کچھ بھی نہ معلوم ہو مگر کھانا ہو اور برف کا پانی ہو ہوا کے پنکھے ہوں فرش ہو اور ایک کمرے میں بٹھلا کر سب چیزیں سامنے رکھدی جائیں بس کھا کر الگ ہو یا مثلاً کسی نے آم کھانے کو دیا اب اس کی تحقیق کرنا کہ اس آم کا کس قدر وزن ہے کتنا موٹا ہے کتنی لمبائی ہے اس سے مطلب ہی کیا کہا کیوں نہیں لیتا مثل مشہور ہے کہ آم کھانے سے غرض پیڑ گننے سے کیا کام، مثلاً یہ خبط نہیں تو اور کیا ہے کہ مریخ ستارے کی تحقیق میں سرگرداں ہیں اور جن کے بنائے ہوئے ہیں ان کی کچھ بھی تلاش اور فکر نہیں یہ سب غفلت آخرت کے دن کو جھٹلانے کی بدولت ہے جس کی نسبت حق تعالےٰ فرماتے ہیں۔ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ الایۃ (اور صور میں پھونک ماری جاویگی سو تمام آسمان اور زمین والوں کے ہوش اڑ جاویں گے)اور فرماتے ہیں يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ كَلَّا لَا وَزَرَ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمُسْتَقَرُّ (اس روز انسان کہے گا کہ اب کدھر بھاگوں ہرگز نہیں کہیں پناہ کی جگہ نہیں اُس دن صرف آپ ہی کے رب کے پاس

ٹھکانا ہے ۔۱۲) تو فکر اور تحقیق کی چیز تو یہ ہے کہ یہ واقعات ہوں گے پھر ان واقعات ہی کے متعلق کوئی فضول سوالات کرنے لگے مثلاً کوئی موت کی تحقیق کرے کہ کس طرح آئے گی جان کس طرح نکلے گی تو اس سے بھی کوئی فائدہ نہیں ارے بھائی ایک دن مرو ہی گے جب موت آوے گی مر جائیو جب تک زندہ ہو زندہ رہو کس قدر غضب اور ظلم کی بات ہے کہ مریخ کے سفر میں مر جانے کو ترقی اور ہمت سے تعبیر کرتے ہیں اور جو خدا کے نام پر جان دے اس کو وحشیانہ حرکت بتلاتے ہیں سمجھنے کی بات ہے کہ ثمرہ اور غایت بھی ہے اس پر جان دینا وحشیانہ حرکت ہے یا مریخ ستارے کی تحقیق پر جان دینا جس کا ثمرہ نہ غایت یہ وحشیانہ حرکت ہے جو چیز کام کی تھی یعنی روحانیات اور علوم ان سے تو یہ لوگ بالکل کورے ہیں صرف مادیات میں ایک درجہ تک کامیاب ہیں کمال اس میں بھی نہیں اور نہ کمال حاصل کر سکیں گے کہ موت آدبا ئیگی اور بالکل بے سروسامان آخرت میں جا پہنچیں گے یہاں ہی نرلیں جو کچھ کرنا ہے ایسے ہی لوگوں کے حق میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں: رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ (کافر لوگ بار بار تمنا کریں گے کہ کیا خوب ہوتا اگر وہ مسلمان ہوتے آپ اُن کو ان کے حال پر رہنے دیجئے کہ وہ کھالیں اور چین اڑالیں اور خیالی منصوبے اُن کو غفلت میں ڈالے رکھیں ان کو ابھی حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے ۔۱۲) اور بفضلہ تعالیٰ ان کی یہ تحقیقات اسلام کے لئے کسی حال میں بھی مضر نہیں بلکہ اکثر میں اسلام کی تائید ہوگئی مثلاً جس روز یہ لوگ مریخ ستارے میں پہنچ جائیں گے ہم کہیں گے کہ حدیث میں جو سات زمینیں آئی ہیں ممکن ہے کہ اُن میں سے ایک زمین یہ بھی ہو غرض ہماری نصوص کی گاڑی کہیں نہیں اٹکتی اور مثلاً اگر وہاں آبادی کا مشاہدہ ہو جائے تو ہم اس آیت کی وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِنْ دَابَّةٍ (اور منجملہ اسکی نشانیوں کے پیدا کرنا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان جانداروں کا جو اس نے زمین و آسمان میں پھیلا رکھے ہیں ۔۱۲) کی سہل تفسیر کر دیں گے جس میں فِيهِمَا اپنے متبادر معنی پر رہے گا فی مجموعہما کی ساتھ تفسیر کی ضرورت نہ رہے گی۔

تعویذ گنڈوں میں عوام کا غلو:

(ملفوظ ۲۳۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل تعویذ گنڈوں کے باب میں عوام کے

عقائد میں بہت غلو ہو گیا ہے خصوص دیہاتی لوگ تو ہر مرض کو آسیب ہی سمجھتے ہیں اگر یہی تعویذوں کی رفتار رہی تو شاید آگے چل کر نکاح بھی نہ کیا کریں گے تعویذ ہی سے اولاد حاصل کرنیکی کوشش کریں گے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ میرے اولاد نہیں ہوتی تو تعویذ دیدو میں نے کہا کہ اگر تعویذ سے اولاد ہوا کرتی تو کم از کم میرے ایک درجن تو اولاد ہوتی حالانکہ ایک بھی نہیں ہیں میں ان تعویذ گنڈوں سے بڑا گھبراتا ہوں ان سے قطعاً مناسبت نہیں۔

عملیات میں عامل کی قوت خیال کو بڑا دخل ہے:

(ملفوظ ۲۳۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں عملیات میں تھوڑا تھوڑا دونوں کا اثر ہوتا ہے یعنی خود الفاظ کا بھی اور عامل کے خیال کا بھی مگر یہ ممکن ہے کہ ایک کا زیادہ اور ایک کا کم ہوتا ہو باقی تجربہ یہ ہے کہ عامل اگر بددلی یا بے توجہی سے تعویذ لکھے تو اثر نہیں ہوتا عامل کی قوت خیالیہ کو اس میں بڑا دخل ہے اور کبھی بدون ان اسباب کے بھی کام چل جاتا ہے چنانچہ میرے ایک دوست ہیں ان کی لڑکی پر آسیب کا اثر ہوا میں نے اطلاع ہونے پر بجائے تعویذ لکھ کر دینے کے ایک مضمون پرچہ پر لکھ دیا کہ اس جن کو یہ مضمون دکھلا دینا اس پرچہ کا مضمون یہ تھا کہ اگر تم مسلمان ہو تو میں تم کو قرآن و حدیث کی وہ وعیدیں جو کسی مسلمان کے ستانے پر وارد ہیں یاد دلاتا ہوں اور اگر تم کافر ہو تو ہم اول صلح کی درخواست کرتے ہیں اور اگر صلح منظور نہیں تو جنگ کی صورت میں گو میرے پاس کوئی سامان مقابلہ کا نہیں مگر بحمد اللہ مسلمانوں میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ جو تمہاری کافی طرح پر خدمت کریں گے پرچہ پہنچنے پر معلوم ہوا کہ اُس پرچہ کے مضمون کو پڑھ کر یہ کہا کہ اب ہم جاتے ہیں اس لئے کہ یہ ایسے شخص کا رقعہ نہیں ہے کہ جس پر خیال نہ کیا جاوے خاموشی سے سلام کر کے رخصت ہوا تو ان میں بھی ہر قسم کی طبائع کے ہوتے ہیں شریف بھی اور شریر بھی یہ بیچارے کوئی شریف ہوں گے۔

آدابِ معاشرت کو عوام نے دین نہیں سمجھا:

(ملفوظ ۲۳۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ معاشرت تو آج کل لوگوں کی نہایت ہی گندی اور خراب ہے شریعت مقدسہ نے ہمارے ہر معاملے اور ہر قسم کے فعل و قول کی تعرض کیا ہے آزاد نہیں چھوڑا ہر چیز کے متعلق تعلیم ہے اور اس کا مکمل قانون ہے مگر آدابِ معاشرت کو لوگوں نے

دین کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے سمجھتے ہیں کہ نماز روزہ حج زکوٰۃ ذکر و شغل تلاوت قرآن نفلیں ان چیزوں کے متعلق احکام ہیں آگے جو کچھ چاہیں کرتے پھریں جس کے معنی آج کل آزادی ہیں سو خوب یاد رکھو کہ تم کو ہرگز ہرگز آزاد نہیں چھوڑا گیا مثل بھینسے اور سانڈ کے جس کے گیہوں چاہیں کھالیں اور جس کے چنے چاہیں کھالیں سو ہم کو ایسا نہیں چھوڑ دیا گیا بلکہ شریعت نے ہماری رفتار گفتار نشست و برخاست لین دین کھانے پینے وغیرہ ہر چیز سے تعرض کیا ہے اور اس کے متعلق شریعت میں مکمل قانون ہے مگر اب تو یہ.......... ہو گیا ہے کہ ہاتھ میں تسبیح لے لی ٹخنوں سے اونچا پاجامہ اور گھٹنوں سے نیچا کرتا پہن لیا اور اشراق و چاشت اور تہجد کی نفلیں پڑھ لیں بس ہو گئے کامل مکمل مگر کم بل نہ ہوئے (یعنی بل کم نہ ہوئے) بلکہ زیادہ ہی بل رہے انکسار نہیں عجز نہیں افتقار نہیں خلاصہ یہ ہے کہ عبدیت نہ پیدا ہوئی وہی تیلی کے بیل کی طرح تمام دن چلا مگر رہا وہیں بارہ برس دہلی میں رہا مگر بھاڑ ہی جھونکا ایسوں ہی نے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کیا القاب بڑے بڑے کوئی مولانا ہیں کوئی مقتدانا ہیں کوئی شیخ المشائخ ہیں کوئی صوفی ہیں ایسی مثال ہے کہ جیسے لفافہ پر پتہ تو بڑے جلی قلم سے خوشخط عربی میں لکھا ہوا ہے مگر اندر کام کا مضمون ندارد اسی کو ایک بزرگ فرماتے ہیں

از بروں چوں گور کافر پر حلل — واندروں قہر خدائے عزوجل

از بروں طعنہ زنی بر بایزید — وزد رونت ننگ می دارد یزید

(ظاہر میں کافر کی قبر کی طرح چادروں اور غلاف سے ڈھکے ہوئے اور باطن میں خدا تعالیٰ کا قہر اور عذاب ہے۔۱۲)

(ظاہری حالت تو ایسی ہے کہ حضرت بایزید پر بھی طعن کرتے ہو اور باطنی حالت ایسی گندی کہ یزید بھی تم سے شرماوے۔۱۲)

۱۷ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

سرکار دو عالم ﷺ کی انوکھی شان:

(ملفوظ ۲۴۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جناب محمد الرسول اللہ ﷺ چونکہ ہمارے ہیں اس لئے ہم کو حضور کی شان انوکھی نہیں معلوم ہوتی مگر جب دوسرے مذاہب کے آدمی غور کر

کے دیکھتے ہیں تو اُن کو حضور کے حالات پر بڑا تعجب ہوتا ہے اور واقعی ہیں بھی عجیب حالات اور کیسے نہ ہوں آخر مامور من اللہ ہیں اور خاتم نبوت ہیں عالم کی آفرینش کے سبب آپ ہی ہیں سب کچھ آپ ہی کی ذات مبارک کیلئے پیدا کیا گیا اور آپ ہی کی شان یہ ہے ؎

لا یمکن الثناء کما کان حقہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(جو ثناء آپ کی شان کے لائق ہے وہ تو ہم سے ممکن ہی نہیں، بس مختصر طور پر کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ہی کا درجہ ہے۔۱۲)

طریق الاصلاح:

(ملفوظ ۲۴۱) (ملقب به طریق الاصلاح) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میرے کاموں میں نظم نہیں ہے (یعنی انتظام نہیں) میں نے لکھ دیا کہ نثر یعنی پراگندی کی وجہ سے مشقت زیادہ ہوتی ہے جس پر زیادہ ثواب کی امید ہے پھر فرمایا کہ نظم اور نثر میں کیا رکھا ہے آدمی کو کام کرنا چاہئے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ سے ایک شخص نے شکایت کی کہ مجھ سے دوام نہیں ہوتا عجیب جواب فرمایا کہ یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے کہ کبھی ہو گیا اور کبھی نہیں اس مجموعہ پر تو دوام ہے مگر اس پر ایک طالبعلمانہ شبہ ہوتا ہے وہ یہ کہ جو دوام مطلوب ہے، وہ یہ تو نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جواب تحقیقی نہیں معالجہ کبھی غیر حقیقت سے بھی ہوتا ہے اور اس کو طبیب ہی سمجھ سکتا ہے کہ مریض کے لئے کونسی تدبیر نافع ہوگی اور ہر شخص کے لئے جدا تدبیر ہوتی ہے معالج مریض کی خصوصیت طبیعت سے سمجھ گئے کہ اس کا علاج اس عنوان سے ہو جاوے گا اور اس مجموعہ کو دوام کہہ دینے سے دوام مطلوب بھی میسر ہو جائے گا یہ ایک طریق ہے طالب کو لے کر چلنے کا تاکہ ہمت نہ ہار جائے اور یہ سب باتیں مصلح ہی سمجھ سکتا ہے اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اس فن کی مثال بالکل طب جسمانی کی سی ہے جس کا حاصل تدابیر کا تجویز کرنا ہے پس بعض دفعہ مریض کو عنوان سے نفع ہو جاتا ہے گو اس کا مضمون محقق نہ ہو۔ یہ مسئلہ حدیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے بھی بہت جگہ عنوان سے کام لیا ہے معنون سے قطع نظر کر کے چنانچہ عبداللہ بن ابی کے جنازہ پر نماز پڑھنے کے وقت حضرت عمرؓ نے یہ آیت پیش کر کے شبہ کیا ہے، اِسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِيۡنَ مَرَّةً فَلَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ (آپ خواہ ان کے لئے استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں اگر آپ ان کے لئے ستر بار بھی استغفار کریں گے

تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشے گا۔۱۲) آپ نے ارشاد فرمایا خیر نی فاخترت اور فرمایا سازید علی السبعین (مجھ کو اختیار دیا گیا ہے لہٰذا ایک شق کو میں نے اختیار کرلیا) حضور نے یہاں پر محض الفاظ سے تمسک کیا اور معنی کی طرف التفات نہیں فرمایا بلکہ فرط رحمت کی وجہ سے صرف الفاظ سے تمسک کیا اس سے معلوم ہوا کہ بعض دفعہ مصلحت دینیہ سے محض عنوانات سے کام لینا بھی سنت سے ثابت ہے خلاصہ یہ ہے کہ عنوان کو بعض آثار میں بڑا دخل ہوتا ہے اس کی تائید میں ایک قصہ بیان کرتا ہوں میں ایک مرتبہ سخت بیمار ہوگیا ایک طبیب کے پاس قارورہ بھیجا قارورہ دیکھ قارورہ لے جانے والا سے کہا کہ یہ شخص زندہ کیسے ہے اس کی حرارت عزیزیہ تو بالکل ختم ہوگئی ہے اس نے آ کر مجھ سے کہا مجھ پر بہت بڑا اثر ہوا میں نے اس سے کا یہ کیا بیہودگی ہے تم نے مجھ سے کیوں کہا اس نے کہا غلطی ہوگئی میں نے کا اس کا تدارک بتاؤ اس نے تدارک پوچھا میں نے کہا واپس جاؤ اور آ کر مجھ سے یوں کہو کہ حکیم صاحب نے کہا ہے کہ اس وقت میں نے غور نہیں کیا تھا اچھا خاصہ قارورہ ہے وہ واپس گیا اور آ کر میرا سکھایا ہوا مضمون مجھ سے نقل کیا مجھ کو یاد ہے کہ یہ سن کر میری وہ حالت جو پہلے پیدا ہوئی تھی جاتی رہی باوجود اس علم کے کہ یہ مضمون میں نے ہی سکھا کر بھیجا ہے اور میرا ہی مضمون مجھ سے نقل کیا ہے تو یہ عنوان ہی کا اثر تھا جو معنون سے بالکل خالی تھا اور ایک واقعہ اس کی تائید میں یاد آیا۔ ریاست رام پور میں ایک درویش تھے اُن پر ایک قبض کا حال طاری ہوا اس سے وہ اپنے کو یوں سمجھنے لگے کہ تو شیطان ہے اور تو مردود ہو چکا اس حالت میں وہ درویش ایک مولوی صاحب کے پاس آئے یہ مولوی صاحب شیخ بھی تھے مولوی صاحب اس وقت درس میں مشغول تھے دریافت کیا کون کہا کہ شیطان مولوی صاحب نے بلا کسی خیال کے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھ دیا یہ سن کر وہ درویش چل دیئے اور اپنے حجرہ پر پہنچ کر مرید سے کہا کہ میں مردود ہوں شیطان ہوں میں اپنے کو دنیا سے مٹانا چاہتا ہوں اور صورت یہ ہے کہ میں اپنی گردن الگ کرتا ہوں اگر کچھ کھال ابھی رہ جائے اس کو تو الگ دینا اور اس کے بعد درویش خودکشی کر کے ختم ہو گئے، ایک مولوی مظہر تھے جو موجز میں میرے ہم سبق تھے انہوں نے یہ واقعہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں بیان کیا حضرت مولانا نے سن کر فرمایا کہ ہم تو اُن مولوی صاحب کو شیخ سمجھتے تھے مگر معلوم ہوا کہ کچھ بھی نہیں تھے اگر میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آتا تو میں کہا کہ پھر گھبرانے کی کیا بات ہے شیطان ہی ہو تو کیا ہے شیطان بھی تو انہیں کا ہے تو نسبت تو

اب بھی قطع نہیں ہوئی تو اس سے قبض ختم ہو جاتا اس میں یہ سوال ہوتا ہے کہ یہ نسبت جو شیطان کو حاصل ہے کیسی ہے ظاہر ہے کہ تکوینی ہے جو کہ مطلوب نہیں اور وہ نسبت رضا کی نہیں جو کہ مطلوب ہے تو اس سے قبض کیسے رفع ہو جاتا ہے تو اس کا حل بھی یہی ہے کہ یہاں مولانا کو بصیرت سے معلوم ہو گیا کہ اس عنوان ہی سے علاج ہو جاتا اس ہی لئے اس طریق میں شیخ کامل کی ضرورت ہے یہ شان ہمارے حضرات کی تھی بڑے بڑے مایوس العلاج کامیاب ہو کر نکلتے تھے یہ حضرات حکیم تھے اس عنوان پر ایک حکایت یاد آئی ایک بادشاہ نے خواب دیکھا کہ میرے سب دانت ٹوٹ گئے کسی معبر کو بلا کر تعبیر دریافت کی اس نے تعبیر دی کہ آپ کا سب خاندان آپ کے سامنے مر جائے گا بادشاہ یہ سن کر برہم ہوا اور معبر کو نکلوا دیا اسکے بعد ایک دوسرے معبر کو بلوایا اور خواب بیان کیا تعبیر چاہی انہوں نے یہ تعبیر دی کہ آپ کی عمر آپ کے سب خاندان سے بڑی ہوگی اس پر بادشاہ خوش ہوا اور یہ کہا کہ بات وہی ہے صرف عنوان کا فرق ہے مگر اس سے طبیعت پر کوئی گرانی نہیں ہوئی اور اس کو خلعت دے کر نہایت عزت و احترام سے رخصت کیا اسی پر ایک تفریح کرتا ہوں اگر کسی لڑکے کو کہئے او مرغی کے بچے آگ ہو جائے گا برہمی پیدا ہو جائے گی اور اگر یوں کہا جائے کہ او چوزہ خوش ہو جائے گا حالانکہ مرغی کے بچے ہی کو چوزہ کہتے ہیں ایک اور مثال لیجئے ایک عورت کوئیں پر پانی بھر رہی ہے تین مسافر آ پہنچے اُن میں سے ایک شخص پہنچتا ہے اور کہتا ہے کہ اماں پانی پلا دو پانی پلا ئیگی دعائیں دیگی دوسرا شخص آتا ہے میرے باپ کی جورو پانی پلا دے تو گالیاں سنائے گی تیسرے نے کہا اے وہ عورت جو میرے باپ سے ایسا ویسا کراتی ہے پانی پلا دے یہ سن کر اتنا غصہ آوے گا کہ اگر قدرت ہو تو قتل کر دے حالانکہ اماں اور باپ کی جورو اور میرے باپ سے ایسا ویسا کرانے والی سب کے ایک ہی معنی ہیں صرف عنوان کا فرق ہے پس جو لوگ نرے الفاظ پرست ہیں اور حقائق کو نہیں جانتے اُن کو ان چیزوں کی کیا خبر وہ بجز بزرگوں پر اعتراض کرنے کے کیا سمجھ سکتے ہیں ان باتوں کے سمجھنے کے لئے بڑے فہم کی ضرورت ہے اور یہ نصیب ہوتا ہے کسی کی صحبت میں رہنے سے اور اسی کا آج کل قحط ہے حق تعالیٰ فہم سلیم عطاء فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کی تھوڑی محبت بھی بڑی نعمت ہے:

(ملفوظ ۲۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے لکھا تھا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ سے محبت تو ہے مگر اس درجہ کی نہیں جس درجہ آپ سے تعلق رکھنے والوں میں دیکھتا ہوں میں نے لکھا کہ نہ سہی

اس درجہ کی مگر ہے تو سہی بلا بود ے اگر ایں ہم نہ بود ے۔ انسان موجود کا شکر نہیں کرتا مفقود پر نظر کر کے ناشکری کرتا ہے اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص کہے کہ میرے پاس غلہ تو ہے مگر اتنا نہیں جتنا پڑوسی کے یہاں ہے اس میں تو موجود پر شکر نہ ہوا۔

دیہات میں جمعہ کا جواز پوچھنے والے سے عجیب سوال:

(ملفوظ ۲۴۳) فرمایا کہ ایک شخص نے بذریعہ خط دریافت کیا ہے کہ دیہات میں جمعہ جائز ہے یا نہیں میں نے آج عجیب جواب لکھا ہے یہ لکھ دیا ہے کہ کون سے امام کے نزدیک اب بڑا گھبرا وے گا اگر میں لکھتا کہ جائز نہیں تو چونکہ وہ میرا فتویٰ ہوتا سائل بڑی گڑ بڑ کرتا اب ایک امام کا قول نقل کر دوں گا اور اب چونکہ اس نے کسی امام کا قول دریافت نہیں کیا اس لئے نہیں لکھا اسی جواب کی نظیر ایک دوسرا جواب یاد آیا ایک شخص نے لکھا تھا کہ یہ چھوٹی قومیں کیوں ذلیل ہیں میں نے لکھا کہ دنیا میں یا آخرت میں پھر خط آیا جس میں لکھا کہ شافی جواب نہ ملا اور کچھ اعتراضا بھی لکھا میں نے لکھ دیا کہ جہاں سے شافی جواب ملے وہاں سے منگا لو لوگ اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں ہم سے خدمت لینے کا تو حق ہے مگر حکومت کرنے کا حق نہیں۔

انگریزی تعلیم کی خرابیاں:

(ملفوظ ۲۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو عورتیں آج کل انگریزی پڑھتی ہیں یہ مردوں سے بھی زیادہ آزاد ہو جاتی ہیں وجہ یہ کہ کم عقل ہوتی ہیں اس لئے زیادہ برباد ہوتی ہیں اور مرد بھی کافی پیمانہ پر انگریزی پڑھ کر خراب ہو جاتے ہیں اسی لئے میں تو کہا کرتا ہوں بلکہ فتویٰ دیتا ہوں کہ جہاں داماد کا حسب نسب دیکھا جاوے وہاں ایمان بھی دیکھا جاوے اب تو وہ زمانہ ہے کہ ایمان ہی کے لالے پڑ گئے یہاں پر قصبہ میں ایک لڑکی ہے اس کا نکاح ایک شخص سے دوسرے قریب کے قصبہ میں ہوا ہے اس شخص کا عقیدہ سنیے کہتا ہے کہ حضور ﷺ کو پیغمبر کہنا یہ ایک مذہبی خیال ہے البتہ یہ میں بھی مانتا ہوں کہ وہ بہت بڑے ریفارمر تھے اور جو باتیں اس وقت کے مناسب تھیں حضور نے تعلیم فرمائیں مگر بعض لوگ نادان اب تک بھی اُن ہی باتوں کے لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں اور اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں حضور کی توہین کرتا ہوں نہیں نہیں میں آپ کی بڑی قدر کرتا ہوں مگر نبوت کا خیال یہ محض ایک مذہبی خیال ہے یہ تو خیالات، اور لڑکی نکاح میں سمجھی جاتی ہے

دھڑادھڑ اولاد ہو رہی ہے حالانکہ نکاح رخصت ہو چکا یہ ہے اس انگریزی پڑھنے والوں کا رنگ۔

ٹین کے سائبان میں نماز کا حکم:

(ملفوظ ۲۴۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ٹین کے سائبان میں امام کھڑا ہو تو نماز ہو سکتی ہے نماز میں کوئی نقص تو نہیں فرمایا کیوں اس میں شبہ کیوں ہوا شبہ کی وجہ بیان کیجئے عرض کیا کہ چوبی ستون کھڑے کر کے اُن میں دروازے محراب کی صورت میں بنائے گئے ہیں، فرمایا کہ کیا ستون اس قدر موٹے ہیں کہ امام مقتدیوں کو نظر نہ آئے گا عرض کیا کہ ستون تو پتلے ہیں فرمایا کہ پاؤں اگر امام کے باہر ہوں محراب سے تو جائز ہے ہاں موٹے موٹے ستون جو ساتر د چھپانیوالے ہوں امام کے لئے وہاں کھڑا ہونا نہیں چاہئے۔

حضرت امام ابوحنیفہ کی ذہانت (حکایت)

(ملفوظ ۲۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ امام صاحب کی ذہانت مشہور ہے ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو مجھ سے صبح تک نہ بولی تو تجھ پر طلاق ہے عورت مرد سے الگ ہونا چاہتی تھی دل میں بڑی خوش ہوئی اس شخص کو بھی فکر ہوئی امام صاحب کے پاس جا کر واقعہ عرض کیا آپ نے فرمایا کہ گھبراؤ مت جاؤ ہم کوئی صورت نکال دیں گے یہ شخص بہت ہی پریشان تھا کہ امام صاحب نے نہ کوئی مسئلہ بتلایا اور نہ کوئی تدبیر صبح ہونے پر معاملہ ہی ختم ہو جائے گا آخر شب میں امام صاحب نے اس ہی محلہ میں آ کر تہجد کے وقت اذان دی یہ عورت سمجھی کہ صبح ہو گئی خوش ہو کر مرد سے بولی پڑی کر لیجئے صبح ہو گئی خدا تعالیٰ نے مجھ کو نجات دی۔ مرد بیچارے کی بُری حالت ہو گئی صبح کو امام صاحب کے پاس آیا اور واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا کہ یہ تہجد کی اذان تھی صبح نہیں ہوئی تھی چنانچہ اس میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ نہیں کہا گیا تب مرد کی جان میں جان آئی اور عورت اپنا سا منہ لے کر رہ گئی ایک دوسرا واقعہ ہے ایک مرد نے اپنی بیوی سے قسم کھائی کہ اگر میں تجھ سے پہلے بولوں تو تجھ پر طلاق۔ عورت نے قسم کھائی کہا اگر میں پہلے بولوں تو میرا فلاں غلام آزاد اس پر تمام علماء سے رجوع کیا گیا سب نے بالاتفاق یہ ہی کہا کہ دو صورتوں میں سے ایک صورت ضرور ہو گی یا طلاق یا غلام آزاد امام صاحب سے رجوع کیا فرمایا کہ جاؤ تم بولو کچھ نہ ہو گا اس کو سن کر تمام علماء چڑھ آئے اور سب کو بڑا تعجب ہوا کہ امام صاحب نے یہ فتویٰ کیسے دیا اور آ کر پوچھا امام صاحب

نے فرمایا کہ مرد کے حلف کے بعد تو عورت نے کلام میں تقدیم کی (یعنی جب مرد نے قسم کھائی کہ اگر میں پہلے بولوں تو تجھ کو طلاق اس پر عورت نے مرد سے کہا کہ اگر میں پہلے بولوں تو غلام آزاد تو مرد کی قسم کے بعد پہلے عورت اُس سے یہ بات کہہ کر بول چکی لہٰذا اب جو مرد بولے گا وہ عورت سے پہلے نہ ہوا لہٰذا طلاق نہ پڑی اور جب مرد نے بول لیا تب عورت بولے گی تو غلام بھی آزاد نہ ہوا) ۱۲۔اب جو مرد بولے گا تو حلف کے بعد تو تقدیم نہ ہوگی سب کو حیرت ہوگئی ایک اور حکایت ایک طالب علم کی ذہانت کی لکھی ہے کہ ایک حسین جاریہ فروخت ہو رہی تھی ایک طالب علم شخص اس کو دیکھ کر عاشق ہو گیا مگر بیچارہ مفلس تھا اتنی وسعت اور قوت نہ تھی کہ زر دے کر خرید سکے غضب کی تدبیر کی ایک امیر دوست کے پاس پہنچ کر ایک جوڑا ایک گھوڑا عاریت لے کر اور چند دوستوں کے جلوس لے کر بازار کی طرف سوار ہو کر چلا جس سے معلوم ہوا کہ کوئی بہت بڑا رئیس اعظم ہے اُس سوداگر کی دکان پر پہنچا اور اس سے اس جاریہ کا سودا کیا جب بیع تام ہوگئی تو اس نے اس کو اُسی مجلس میں آزاد کر کے نکاح کر لیا اور لے کر چل دیا اب سوداگر صرف زر کا مطالبہ کر سکتا ہے اُس کی واپسی کی کوئی صورت ہی نہ رہی ذہانت بھی عجیب چیز ہے میں تو کہا کرتا ہوں کہ ذہانت تو خدا کی نعمت ہے بشرطیکہ اس کا استعمال محل پر ہو۔

پیری مریدی کی اچھی خاصی دکانداری:

(ملفوظ ۲۴۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل پیری مریدی کا سلسلہ بھی اچھی خاصی دُکانداری ہوگئی ہے میں تو اسی وجہ سے بہت کم بیعت کرتا ہوں اگر دیکھتا ہوں طلب صادق ہے خلوص سے بیعت کر لیتا ہوں ورنہ صاف انکار کر دیتا ہوں ان دکاندار نااہل جاہلوں کی بدولت طریق بدنام ہو گیا اب تو خود مرید بھی ایسے پیروں کو ذلیل سمجھنے لگے میں نے ایک حیدرآباد دکن کے رئیس کے متعلق قصہ سنا ہے کہ اُن کے پیر آئے نقیب نے اطلاع دی سنتے ہی اُس رئیس نے کہا کہ آیا ہے ڈاکو لوٹتا پھرتا ہے مگر اٹھ کر چلے اور لب فرش تک استقبال کیا آداب بجالائے اور لا کر مسند پر بٹھلایا خود مؤدب بیٹھے اور بڑی رقم خدمت میں پیش کی ظاہر میں تو یہ ٹیپ ٹلو اور ادب احترام، اور باطن میں یہ خیالات مگر ایسے بددینوں اور جاہلوں کی یہ ہی گت بنی بھی چاہئے یہ ہی وجہ ہے کہ امراء کی نظر میں اہل دین اور اہل علم کی بالکل تحقیر ہوگئی مگر الحمدللہ یہاں پر آ کر سب کے دماغ

درست ہو جاتے ہیں میں جو بعض امراء کے ساتھ خشکی کا برتاؤ کرتا ہوں اس کی یہی وجہ ہے کہ یہ دوسری جگہ کے خراب کئے ہوئے آتے ہیں سب کو ایک سا سمجھتے ہیں میں ان خر دماغوں کو یہ دکھلاتا ہوں کہ اہل علم اور اہل دین میں بھی اسپ دماغ ہیں ان کی نبضیں میں اچھی طرح پہچانتا ہوں اسی وجہ سے بدنام ہوں مگر وہ الزام تکبر کا ہے تملق کا نہیں سو اس میں مجھ کو ایک حظ اور لذت ہے۔

علماء کا اصلاح باطن کے لئے قلیل مدت تجویز کرنا:

(ملفوظ ۲۴۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل علم سے تعجب ہے کہ وہ بھی اس طریق سے ناواقف ہیں اہل علم اور طلباء کو سخت ضرورت ہے اس فن کے جاننے کی اور ان کی واقفیت کی وجہ سے جاہلوں اور نااہلوں کو موقع مل گیا مخلوق کے گمراہ کرنے کا اور دوسروں کی فکر اور اصلاح تو بعد میں رہی مگر ان اہل علم کو اپنی خیر تو منانی چاہئے نہ جاننے کی وجہ سے خود انسان بہت سی غلطیوں میں مبتلا رہتا ہے درسی کتابوں کے پڑھنے میں تو دس برس صرف کر دیں گے مگر (اصلاحِ باطن کیلئے) چھ ماہ بھی صرف کرنا مشکل ہے اور بعض تو نحو صرف ہی میں تمام عمر صرف کر دیتے ہیں مگر محو کے واسطے ایک منٹ اور ایک سیکنڈ بھی صرف کرنا موت ہے معلوم بھی ہے کہ اس طریق کی حقیقت ہے کیا اسی حقیقت کے حاصل کو فرماتے ہیں ۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

(ایک پل کے لئے بھی اوس شاہ سے غافل مت ہو شاید کسی وقت نظر عنایت کرے اور بوجہ غفلت کے تم کو خبر بھی نہ ہو۔)

اور اگر اعتقاد سے نہیں کر سکتے تو بطور امتحان دیکھو اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

سالہا تو سنگ بودی دلخراش آزموں رایک زمانے خاک باش

(برسوں تک پتھر رہ چکا، آزمائش ہی کے طور پر چند روز خاکساری اختیار کر کے بھی دیکھ لو۔۱۲)

مگر شرط اس کی رفع موانع ہے اسی کو فرماتے ہیں ۔

جملہ اوراق و کتب درنار کن (یعنی کتب مانعہ) سینہ را از نور حق گلزار کن،

(جو علوم طریق حق میں مانع ہیں ان کو آگ لگا دو، اور سینہ کو نور حق سے گلزار بنالو۔۱۲)

اور اسی کو فرماتے ہیں ۔

چند خوانی حکمت یونانیاں حکمت ایمانیاں راہم بخواں

(یونانیوں کی حکمت کب تک پڑھو گے ایمان والوں کی حکمت بھی پڑھ دیکھو۔۱۲)

مگر یہ بدون کسی کامل کی صحبت کے پیدا ہونا مشکل ہے کسی کی جوتیاں سیدھی کرو اسی کو فرماتے ہیں ؂

بے عنایات حق و خاصان حق گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

(حق تعالیٰ اور اُن کے خاص بندوں کی عنایتوں کے بغیر اگر فرشتہ بھی ہے تو اس کا بھی نامۂ اعمال سیاہ ہے۔۱۲)

جس کسی اہل محبت کی صحبت اختیار کرو اور اپنا کچا چٹھا اس کے سامنے رکھ دو وہ تم کو منزل مقصود پر لے جائے گا اور دشوار گھاٹیوں سے نہایت آسانی اور سہولت سے نکال لے جائے گا اسی صحبت کو مولانا فرماتے ہیں ؂

قال را بگذار مرد حال شو پیش مردے کاملے پامال شو

(قال کو چھوڑ کر مرد حال بن جاؤ، اور کسی مرد کامل کے آگے پامال ہو جاؤ۔۱۲)

باقی بدون راہبر کے اس طریق میں قدم رکھنا سخت خطرہ ہے بڑی ہی نازک راہ ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؂

یار باید راہ راتنہا مرد بے قلاؤ زاندریں صحرا مرو

(راہ سلوک کے لئے رہبر کی ضرورت ہے، بغیر رہبر کے اس جنگل میں تنہا مت جاؤ۔۱۲)

مگر یہ نہ سمجھا جائے کہ سب کچھ وہی کرے گا یہ بھی آج کل عام غلطی ہو رہی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ تم کو تدابیر بتلائے گا اس لئے کہ وہ اس راہ کا واقف ہے وہ اس کو طے کر چکا ہے باقی کام تم کو ہی کرنا پڑے گا اور وہ کام اگر نفس کو شاق معلوم ہو تو اس کا سبب محبت کی کمی ہے ورنہ محبت وہ چیز ہے کہ بڑے سے بڑے مشکل کام کو آسان کر دیتی ہے اور یہ سب دشواریاں ہم کو نظر آ رہی ہیں ورنہ اُن کے نزدیک کون مشکل ہے پس اپنی قوت کو مت دیکھو اُن کے کرم پر نظر کرو پھر خود ہمت قوی ہو جائے گی اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؂

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست با کریماں کارہا دشوار نیست

(تم یہ مت کہو کہ اس شاہ تک ہماری رسائی نہیں ہو سکتی (وہ کریم ہیں اور) کریموں

کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ (وہ خود اپنی طرف کھینچ لیں گے)۔۱۲)

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے کرنے کا جو کام ہے وہ ہم کریں اور جوان کے کرنے کا ہے وہ کریں گے اور وہ تو کریم ہیں وہ کیوں نہ کریں گے مگر طلب بھی شرط عادی ہے ورنہ سب وہی بنادیں گے خود کرنے پر یاد آیا کہ ایک بزرگ سے کسی نے اولاد نہ ہونیکی شکایت کی اور گنڈا مانگا بزرگ نے کہا کہ گنڈا میں دیتا ہوں مگر پیر جی کے گنڈے ہی پر مت رہنا کچھ کمر کا زور بھی لگانا تو صاحب کم از کم طلب صادق اور خلوص تو ہو بدون اس کے کام بننا مشکل ہے۔

۱۸/ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

تعلیم اور تبلیغ کے حدود اور اصول:

(ملفوظ ۲۴۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تبلیغ کرنے کے بھی حدود اور اصول ہیں ہم کو ہر چیز کی تعلیم دی گئی ہے اور تعلیم بھی وہ جو نہایت پاکیزہ بڑے بڑے فلاسفہ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتے دیکھئے حضور علیہ ﷺ کو قرآن پاک میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ آپ اس فکر میں نہ پڑیئے کہ یہ ایمان ہی لے آئیں آپ تو حکم پہنچا دیجئے اگر نہ مانیں تو چھوڑ دیجئے چاہے سارے دوزخ میں جائیں کس قدر پُر مغز اور پاکیزہ تعلیم ہے اس میں راز یہ ہے کہ کہیں ثمرہ مرتب ہونے کو مقصود نہ سمجھا جائے اس صورت میں کام کرنے والے کو کبھی الجھن نہیں ہو سکتی اور نہ ہمت ٹوٹ سکتی ہے اس کے خلاف میں یہ ہوتا ہے کہ اگر ثمرات کو مرتب ہوتے دیکھا جائے تو کام کرتے رہیں اور اگر ثمرات کو مرتب ہوتے نہ دیکھا جائے تو ہمت توڑ کے بیٹھ جائیں تبلیغ کرنا خود مقصود مستقل ہے یہی ہمیشہ اپنے بزرگوں کا مسلک رہا اس باب میں ان کی نظر میں ایک ہی ثمرہ تھا یعنی خدا کو راضی کرنا اور یہ ہر وقت حاصل ہو سکتا ہے خواہ تبلیغ مؤثر ہو یا نہ ہو اور اصل بات یہ ہے کہ جو کام اختیاری ہے اُس کی تو انسان تکمیل کر سکتا ہے اور غیر اختیاری کی فکر میں پڑ کر اصل مقصود سے دور جا پڑتا ہے سو تبلیغ کرنا اختیاری ہے اور ثمرہ مرتب ہونا اختیاری کو کرے غیر اختیاری کے درپے نہ ہو ورنہ وہ اختیاری بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔

کام کرنے والے طلب رضائے حق کی نیت کریں:

(ملفوظ ۲۵۰) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کیا کثرت جماعت

ہی سیکام ہوتا ہے کام تو قلیل جماعت سے بھی ہو سکتا ہے بشرطیکہ کام کرنے والے رضائے حق نہیں اور جب تک مسلمانوں میں یہ بات رہی یہ غالب رہے طلیحہ بن خویلد نے اپنے وزیر سے پوچھا تھا کہ ہمارے پاس سب سامان ہے تلواریں ہیں جمعیت زیادہ ہے پھر بھی یہ مسلمان ہم پر غالب آتے ہیں ان میں ایسی کون چیز ہے جس کا یہ اثر ہے وزیر سمجھدار تھا عجیب جواب دیا کہ ہم میں ان میں ایک فرق ہے وہ یہ کہ ان میں کا تو ہر شخص اپنے رفیق سے پہلے مرنا چاہتا ہے اور دوسرے کو زندہ رکھنا چاہتا ہے اور ہمارے یہاں ہر شخص خود تو زندہ رہنا چاہتا ہے اور دوسرے کو مردہ بنانا چاہتا ہے اُن کے نزدیک مقدم موت ہے اور ان کے نزدیک مقدم حیات ہے بس یہ چیز اُن لوگوں میں زیادہ ہے جو ہم میں نہیں یہی وجہ ہے کہ ان پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور یہ بات طلب رضا ہی سے ہو سکتی ہے اسی باب کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک بادشاہ نے چند صوفیہ کو کسی کی نمائی (چغلی) پر قتل کرنا چاہا اور جلاد کو حکم دیا جلاد نے ایک کی گردن مارنا چاہا دوسرا بولا کہ پہلے مجھ کو قتل کیا جائے اس کو قتل کرنا چاہا تو تیسرے نے کہا مجھ کو پہلے قتل کر دو علیٰ ہذا جلاد چکر میں آ گیا اور بادشاہ کو اطلاع دی اس پر اثر ہوا اور سب کو چھوڑ دیا کہ ایسے لوگ بد دین نہیں ہو سکتے یہ تو طلب رضا کے متعلق استطراداً حکایتیں تھیں اب اصل مضمون کی طرف عود کرتا ہوں میں یہ کہہ رہا تھا کہ مدار اعظم کامیابی کا طلب رضا ہے اب میں کہتا ہوں کہ اوّل تو تدابیر ہیں کیا چیز مشیت کے سامنے اور اگر ہوں بھی تو یہ بھی تو تدابیر ہی میں سے ہے کہ خدا کو راضی کیا جائے اس تدبیر سے کیوں جان چرائی جاتی ہے اور یہ وہ تدبیر ہے کہ اس پر تمام تدابیر قربان ہیں میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ اگر مسلمان اللہ کو راضی کر لیں تو انہیں کو تمام عالم پر عزت اور غلبہ حاصل ہو اور تمام دنیا کے مالک ہوں میرا مقصود اس بیان کرنے سے یہ نہیں کہ تدابیر اختیار نہ کرو ضرور کرو مگر اس کے ساتھ ہی حق تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے بھی سعی کرو اس سے بھی ایک منٹ کے لئے غفلت نہ ہو اور اُن تدابیر کے اختیار کرنے کے بعد بھی حق سبحانہٗ تعالیٰ ہی کی طرف نظر رکھو اسی کو فرماتے ہیں۔

عقل در اسباب می دارد نظر، عشق می گوید مسبب راںگر

(عقل اسباب پر نظر رکھتی ہے اور عشق کہتا ہے کہ اسباب کے پیدا کرنے والے کو دیکھو۔۱۲)

نفس کے حقوق:

(ملفوظ ۲۵۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نفس کے بھی کچھ حقوق ہیں ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ تم بہت ہی اپنے نفس کی رعایت کرتے ہو میں نے کہا کہ یہ تو صغریٰ ہے اور کبریٰ کیا ہے کہ نفس کی رعایت جائز نہیں اگر قویٰ کی رعایت وحفاظت نہ کی جاتی تو اتنا کام تھوڑا ہی ہو سکتا تھا۔

عمدہ غذائیں کھانے کی نیت:

(ملفوظ ۲۵۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اچھی عمدہ اور مقوی غذائیں کھانا چاہئے اور خوب کام کرنا چاہئے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ چار انگشت حریر کو جو جائز فرمایا گیا ہے اس میں بھی فقہاء نے یہی حکمت لکھی ہے جیسا ہدایہ میں مذکور ہے لیکون انمرذجا من حریر الجنة یعنی اس کو دیکھ کر نعمائے جنت کے نمونہ کا مشاہدہ اور اس سے رغبت ہو پھر اس رغبت سے اعمال صالحہ کی توفیق ہوگی حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کا یہ ارشاد کیسا علم عظیم ہے حضرت کی اور بھی بڑی حکیمانہ باتیں ہوئی تھیں چنانچہ ایک بات فرمایا کرتے تھے کہ جو چیز کسی کے پاس حب فی اللہ کے تعلق سے آئی ہو اس میں سے ضرور کھانا چاہئے اس میں نور ہوتا ہے یہ ہیں علوم حقیقی جو ان حضرات کو عطاء ہوتے ہیں اس لئے کہ ارشاد خلق ان کے سپرد ہوتا ہے اس کے لئے ان علوم کی ضرورت ہے اور یہ بات حضرت میں خاص درجہ میں ممتاز تھی دوسرے مشائخ معاصرین سے جس پر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ جیسے شخص یہ کہا کرتے تھے کہ میں حضرت حاجی صاحب کا معتقد علم کی وجہ سے ہوں واقعی حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی شان ہی جدا تھی۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

(تمام جہان چھان ڈالے بہت محبوبوں سے محبت کر کے آزمایا ہزاروں حسینوں کو دیکھا لیکن تم تو کچھ چیز ہی اور ہو۔ (جس کا بیان میں لانا ہی مشکل ہے) ۔۱۲)

اور اب تو مشائخ میں علوم اور حقائق کا پتہ بھی نہیں صرف لذائذ کے ترک کی ترغیب دی جاتی ہے اور حضرت کے یہاں اُن کے اختیار کرنے میں ان کے ترک سے زیادہ نفع ہے جیسے ابھی مفصل بیان ہوا۔

اہل علم میں احتیاط کی کمی کی شکایت:

(ملفوظ ۲۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل تو اہل علم میں بھی احتیاط کی شان بہت کم رہ گئی ہے ایسے واقعات سن کر سخت رنج ہوتا ہے اور بالخصوص ان تحریکات کی بدولت تو یہ بے احتیاطی بہت ہی زیادہ ہوگئی حلال وحرام کی بالکل پرواہی نہیں رہی اپنی ہوائے نفسانی کے لئے قسم قسم کے حیلے حوالے کرتے ہیں اوراب تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حیلے کرنے لگے ہیں اس قدر دلیری بڑھ گئی ہے بالکل وہ حالت ہوگئی ہے

زنہارازاں قوم نباشی کہ فریبند حق رابسجودے و نبی رابدرودے

(ان لوگوں میں سے ہرگز نہ ہونا جو ایک سجدہ کر کے حق تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہیں اور ایک درود پڑھ کر حضور ﷺ کو دھوکہ میں لانا چاہیں (کہ ہم اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے محب اور شیدائی ہیں) ۱۲۔)

باقی نفس حیلہ کا جائز یا ناجائز ہونا اسمیں تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر وہ حیلہ شریعت کی مصلحت سے ہے نفس کی مصلحت سے نہیں تب تو جائز ہے اور اگر نفس کی مصلحت سے ہے تو ناجائز ہے اور تحصیل شریعت کیلئے اس میں شریعت کا ابطال ہے مثلاً اغنیاء کو حکم ہے مساکین کیلئے زکوٰۃ دینے کا جس کی غرض اغناء مساکین (مساکین کو غنی کرنا) ہے اب بعض لوگ یہ حیلہ کرتے ہیں کہ سال گذرنے کے قریب دوسرے کے نام ہبہ کر دیا پھر اُس نے واپس کر دیا سو یہ صورت اور حیلہ جس میں اغناء مساکین ہی کا ابطال ہے کہاں تک جائز ہو سکتا ہے حاصل یہ کہ جہاں حیلہ سے غرض شرعی کی تحصیل ہو وہاں حیلہ جائز ہے اور جہاں غرض شرعی کا ابطال ہو وہاں ناجائز ہے۔

اصلاح الرسوم کتاب کا الٹ استعمال:

(ملفوظ ۲۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل بدفہموں سے دنیا بھری ہوئی ہے ایک شخص مجھ سے کہتے تھے کہ ان سے ایک بدعتی نے کہا کہ ہم کو اصلاح الرسوم سے بڑا فائدہ ہوا اور وہ یہ کہ ہم بہت سی رسمیں بھول گئے تھے عورتوں سے پوچھنی پڑتی تھیں اب کتاب سامنے ہے دیکھ دیکھ کر سب رسمیں کر لیتے ہیں اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے قرآن مجید میں کفار کے کلمات ہیں۔ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ اَلْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَة (حضرت عزیز اللہ کے بیٹے تھے، حضرت

مسیح اللہ کے بیٹے تھے، اللہ تین معبودوں میں سے ایک ہے۔۱۲) ان کو دیکھ کر کوئی کافر کہے کہ اس سے ہم کو بڑا نفع ہوا قرآن میں دیکھ دیکھ کر سب کفریات کا دعویٰ کر لیتے ہیں بھلا اس بدفہمی کا۔

حضرت حکیم الامت بطور سرپرست دار العلوم:

(ملفوظ ۲۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بار مدرسہ دیوبند کے متعلق بعض امور ضروریہ میں مشورہ کے لئے یہاں پر مجلس شوریٰ آئی تھی اس وقت میں مدرسہ کا سرپرست تھا میں نے سب سے اول یہ سوال کیا کہ اختلاف آراء کے وقت کیا سرپرست کی رائے پر اخیر فیصلہ ہوگا یا کثرت رائے کا اعتبار ہوگا اور سرپرست کے اختیار کیا کیا ہیں وجہ اس سوال کی یہ تھی کہ پہلی صورت میں تو سرپرست کو مجلس ہی میں رائے ظاہر کرنیکی ضرورت ہوگی اور دوسری صورت میں وہ اپنی رائے کو محفوظ بھی رکھ سکتا ہے اس کا کوئی متفق علیہ جواب نہ ملا میں خاموش ہوگیا اس کے بعد میں یہ سمجھے ہوئے تھا کہ تنخواہ دار کا ممبر ہونا اصول کے خلاف ہے، اس لئے میں نے مولوی حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم اور مولانا انور شاہ صاحب صدر مدرس سے کہا کہ آپ حضرات تھوڑی دیر کو اس جگہ سے الگ ہو جائیں کیونکہ یہ دونوں حضرات تنخواہ دار تھے مگر جب ممبروں کی فہرست دکھلائی گئی تھی جس میں ان دونوں حضرات کا نام بھی تھا میں نے ان کو پھر بلا کر مجلس میں شریک کر لیا اس پر شاہ صاحب کی جماعت نے مجھ کو بے حد بدنام کیا اور ایسے الفاظ استعمال کئے کہ جس میں خود شاہ صاحب کی بھی اہانت تھی مثلاً یہ کہ مجلس سے اٹھا دیا نکال دیا مگر مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کی جماعت ایک کلمہ بھی زبان پر نہیں لائی البتہ خود شاہ صاحب کے متعلق کبھی کوئی بات نہیں سنی مگر اپنی جماعت پر بھی کوئی روک ٹوک نہیں کی جس کی وجہ سے ان کا بھولا پن تھا ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا عالم بھی بھولے ہوتے ہیں فرمایا بہت، یہ تو فطری امر ہے علماء بھی بھولے ہوتے ہیں بزرگ بھی بھولے ہوتے ہیں البتہ انبیاء علیہم السلام بھولے نہیں ہوتے اعلیٰ درجہ کے عاقل ہوتے ہیں جن کا بڑے بڑے فلاسفہ کفار لوہا مانتے تھے ورنہ وہ تو تمسخر ہی میں اڑا دیتے اور علماء میں بھی بعضے اس شان کے ہوتے ہیں چنانچہ ہماری جماعت میں مولوی حبیب الرحمٰن صاحب ایسے تھے کہ جس قدر یہ لیڈر پیڈر ہیں سب ان سے گھبراتے تھے حافظ احمد صاحب بھولے تھے مگر جرنیل تھے مولوی حبیب الرحمٰن صاحب میں صرف ایک کمی تھی وہ یہ کہ نرم تھے اور نرم آدمی سے انتظام میں گڑبڑ ہو جاتی

ہے یہ تازہ فساد مدرسہ میں اُن کے نرم ہونے کی وجہ سے ہوا مگر دونوں صاحب مخلص بہت تھے مدرسہ کے فساد کے زمانہ میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم کو کسی کی مخالفت کی پرواہ نہیں بس اس شخص سے تعلق رہے (یعنی احقر اشرف علی سے) پھر چاہے ساری دنیا ہم سے چھوٹ جائے ہمیں پرواہ نہیں۔

۱۸ / ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

اسراف کی بدولت مسلمان تباہ ہو گئے:

(ملفوظ ۲۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان فضول خرچیوں اور اسراف کی بدولت مسلمان تباہ و برباد ہو گئے مگر اس پر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں ایک کو ایک دیکھ کر عبرت حاصل کر سکتا ہے مگر نہیں کرتے یہ مولوی صاحب کے دادا کا گاؤں تھا فضول خرچیوں کی بدولت جاتا آتا رہا بیٹے کی شادی میں اس قدر روپیہ صرف کیا جس کی کوئی انتہاء نہ تھی بعد شادی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ اُن کے پاس تشریف لائے اور جا کر کہا کہ بھائی صاحب روپیہ سے کوئی جائیداد خریدتا ہے کوئی زیور خریدتا ہے اس میں یہ فائدہ ہوتا کہ اگر وقت پر کل قیمت نہ ملے تو آدھی تہائی کچھ تو قیمت اُٹھ آئے مگر آپ نے جو چیز خریدی ہے یعنی نام اس کی قیمت پھوٹی کوڑی بھی نہیں مل سکتی ان کی یہ حالت تھی کہ پہلوانوں کو دعوت دیدی دُور دُور سے پہلوان آرہے ہیں دنگل ہو رہے ہیں ان کو کھلایا پلایا جا رہا ہے غرض تباہ ہو گئے اور نتیجہ کچھ بھی نہیں۔

چھوٹوں کی صحبت کی ضرورت:

(ملفوظ ۲۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب میں سفر کیا کرتا تھا باہر جا کر یہاں کی قدر معلوم ہوتی تھی اب تو سفر ہی نہیں کرتا ایک کونہ میں پڑا ہوا ہوں اور وہ قدر کی بات یہ ہے کہ یہاں کے رہنے والے لوگ اپنے کو چھوٹا سمجھتے ہیں لیکن اگر واقع میں چھوٹے ہی ہوں تب بھی چھوٹوں کی صحبت کی بھی تو ضرورت ہے اور امت محمدیہ میں تو من کل الوجوہ نہ کوئی چھوٹا نہ کوئی بڑا اللہ کا شکر ہے کہ میں بھی اپنے کو اپنے دوستوں سے مستغنی نہیں سمجھتا بلکہ محتاج سمجھتا ہوں اور کچھ نہ سہی دُعاء و برکت صحبت ہی میں سہی ہر شخص کو اپنے بھائی مسلمان سے اپنے کو مستغنی نہیں سمجھنا چاہئے اسی میں عافیت ہے کونوا مع الصدقین ارشاد ہے صادقین کی معیت حق تعالے نصیب فرمائیں اور اللہ شرور سے اپنی حفاظت میں رکھیں۔

طریق سے اجنبیت پر ظہار افسوس:

(ملفوظ ۲۵۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل طریق سے اس قدر اجنبیت ہو چکی ہے اور یہاں تک حالت پہنچ چکی ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ اصلاح کا جو طریق ہے فساد دماغ کا اثر ہے اب تو اپنی ہی جماعت ان باتوں پر ہنستی ہے اور بعضے اپنے بزرگوں کی نسبت بیہودہ کلمات استعمال کرتے ہیں کم از کم ایسے کلمات تو اب بھی اکثر نکل جاتے ہیں کہ انہیں ضروریات کی خبر نہ تھی بھولے بھالے بزرگ تھے یہ بد دماغ بیدار مغز اور روشن دماغ پیدا ہوئے ہیں جن کو اَبدست لینے کی بھی تمیز نہیں معلوم بھی ہے کہ وہ ایسے بھولے اور بے خبر بھی نہ تھے اگر ان کو خبر نہ ہوتی تو تلوار لے کر ظالموں کا مقابلہ نہ کرتے اور تم نے تو ابھی تک اتنا کر کے بھی نہ دکھایا جتنا وہ کر گئے تمہارے تو کاغذی ہی گھوڑے دوڑ رہے ہیں شرم نہیں آتی بزرگوں پر طعن تشنیع کرتے ہوئے چھوٹا منہ اور بڑی بات جس چیز کی تم کو خبر ہے اُن حضرات کو اس کی بھی خبر تھی اور ایک بات کی اور بھی خبر تھی جس کی طرف سے تم بے خبر ہو وہ یہ کہ اگر حکم ہوا قم تو کھڑے ہو گئے حکم ہوا قعد بیٹھ گئے تمہاری طرح تھوڑا ہی تھے کہ احکام اسلام اور اسلام کو بدنام کرنے کے لئے کھڑے ہوئے اور اس پر کہتے ہیں کہ میدان میں آنا چاہئے لعنت ہو ایسے میدان پر کہ جس میں اللہ اور رسول کی مخالفت ہو یاد رکھو میدان ہی میں رہو گے اب تو یہ ہی سبق رہ گیا ہے کہ میدان کی تعریفیں کی جاتی ہیں اور حجروں کی مذمت حالانکہ یہ میدان کی رونق و شوکت حجرہ ہی سے ہے میدان کا جو انجن ہے وہ حجروں ہی میں ہے اور تم اُن کو ہی توڑ پھوڑ کرنے لگے اور اُن کی تعمیر کو گرانے لگے تو میدان میں رہ ہی کیا جاوے گا اور یہ قوت جو ہوئی ہے حرکت اور بیداری یہ انہیں بزرگوں کی بدولت ہوئی ہے جن کو تم بھولے اور بے خبر بتلاتے ہو۔

غامض بدعتیں:

(ملفوظ ۲۵۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شب برأت کا حلوہ اگر آپ نہ کھاویں تو پکانے والے پکاویں بھی نہیں یہ بدعتیں، ڈھیلے پن سے جاری ہوئیں مزاحاً فرمایا کہ اگر ڈھیلے (یعنی سخت) بن جائیں تو سب بدعتیں ختم ہو جائیں پھر فرمایا بعض بدعتیں ایسی غامض ہوتی ہیں کہ بعض دفعہ اکابر کو تنبہ نہیں ہوتا چنانچہ مولانا شیخ محمد صاحب نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ دل چاہتا ہے کہ ترک حیوانات کے ساتھ ایک چلہ کھینچوں،

حضرت نے فرمایا کہ یہ تو بدعت ہے تب تنبہ ہوا قصبہ رامپور میں ایک تقریب تھی ختنوں کی وہاں پر مجھ کو بلایا گیا اور اپنے اور حضرات بھی تھے وہاں پر پہنچ کر مجھ کو معلوم ہوا کہ بڑا تفاخر کا سامان کیا گیا ہے میں شریک نہیں ہوا اور خفیہ گھر چلا آیا اس پر ایک صاحب یہاں پر بزرگوں کی نصرت کے لئے مناظرہ کی نیت سے تشریف لائے وہ اب بھی زندہ ہیں اور مجھ سے کہا کہ مجھے ان رسوم کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے میں نے کہا کہ ضرور شوق سے مگر کچھ شرائط ہیں ایک تو یہ کہ یہ دیکھ لیا جاوے کہ آپ کو واقعی شبہ ہے دوسرے یہ کہ اُس شبہ کا آپ کے ذہن میں کوئی جواب نہیں تیسرے یہ کہ اپنے کسی معتقد فیہ کی نصرت مقصود نہیں یہ حلف سے بیان فرما کر جو شبہ ہو فرمایئے بس سب اعتراضات ختم ہو گئے اسی سلسلہ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ سے ایک صاحب نے دریافت کیا اسی تقریب کی شرکت اور عدم شرکت کے متعلق کہ اگر یہ بات جائز تھی تو وہ کیوں نہیں شریک ہوا (مراد میں ہوں) اور اگر ناجائز تھی تو آپ کیوں شریک ہوئے اس پر مجھ کو تو مولانا نے خفیہ خط لکھا کہ اصلاح الرسوم پر نظر ثانی کی ضرورت ہے اور مجمع میں یہ جواب دیا جو میں نقل کر رہا ہوں کہ وہ تقوے پر عمل کرتا ہے اور ہم فتوے پر عمل کرتے ہیں اس لئے بعض دفعہ ہمارا اس کا اختلاف ہو جاتا ہے میں نے مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ کو خط کا جواب لکھا کہ میں نظر اول نظر ثانی ثالث رابع سب کچھ کر چکا ہر نظر کا وہی نتیجہ ہے جو نظر اول کا تھا ہاں اس کی اور صورت ہے وہ یہ کہ آپ نظر فرما کر اس میں غلطی نکالیں میں اس کا رد نہ کروں گا بلکہ اس کو شائع کر دوں گا ناظرین دونوں کو دیکھ لیں گے اب چاہے کوئی ادھر جائے یا اُدھر جائے مگر جو رسمیں مٹ چکی ہیں اگر آپ کی تحریر پر انہوں نے پھر دوبارہ عود کیا تو اس کو آپ خود دیکھ لیں اس کے بعد حضرت مولانا نے کبھی کچھ اس کے متعلق نہیں فرمایا حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ سے بھی لوگوں نے پوچھا آپ نے جو واقعی بات تھی وہ فرمائی مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ کا جواب تو تواضع پر مبنی تھا جس کو سننے والا معلوم کر سکتا ہے کہ میری رعایت کی گئی مگر مولانا دیوبندی رحمہ اللہ نے حقیقت بیان فرما دی اور یہ جواب دیا کہ سچ یہ ہے کہ جس قدر عوام کی حالت اُسے (یعنی مجھ کو) معلوم ہے ہمیں معلوم نہیں اس لئے وہ ایسی چیزوں کو روکتا ہے اور کوئی شبہ نہ کرے کہ نعوذ باللہ کیا مجھ کو اپنے اکابر سے زیادہ علم ہے اس کا جواب یہ ہے کہ عوام کی حالت کا علم یہ ایک محسوسات کا علم ہے اور محسوسات کا علم کوئی کمال نہیں بلکہ احکام کا علم کمال ہے اسی معاملہ میں ایک بزرگ نے مجھ سے کہا کہ تم نے اپنی جان تو بچالی اور اگر کوئی

اعتراض کرے کہ تمہارے اکابر کی شرکت کیوں ہوئی اس کا کیا جواب دو گے میں نے کہا کہ مجھ کو کسی نئے جواب کی ضرورت نہیں میں وہ جواب دوں گا جو ہمارے اکابر نے حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے مولود میں شریک ہونے کے متعلق سکھلا رکھا ہے وہ جواب یہ سکھلایا ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کو عوام کی حالت کی زیادہ خبر نہیں ہم کو خوب خبر ہے بس میں بھی یہ ہی جواب دوں گا، اب اصلاح الرسوم بحمد اللہ اپنی حالت پر ہے اور یہ حضرات تو اپنے بڑے ہیں مجھ کو تو ان بڑوں کے بڑوں کے ساتھ اختلاف رہا اور وہ سب خوش تھے۔

وسعت اور سہولت:

(ملفوظ ۲۶۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں فخر یہ نہیں کہتا اللہ کا شکر ہے کہ کہیں بھی اس قدر وسعت اور سہولت نہیں جس قدر میرے یہاں ہے اس قدر تو توسع اور پھر لوگ کہتے ہیں کہ تنگی ہے سختی ہے میں تو کہا کرتا ہوں کہ سختی اور چیز ہے اور مضبوطی اور چیز ہے ریشم کا رسا مضبوط تو اس قدر ہوتا ہے کہ اگر ہاتھی کو اس میں باندھ دیا جائے تو وہ بھی نہیں توڑ سکتا مگر نرم اس قدر کہ جس طرح چاہو اس کو موڑ توڑ لو اور جہاں چاہے گرہ لگا لو تو میں سخت نہیں اور نہ میرے یہاں سختی ہے ہاں الحمد للہ مضبوط ہوں میرے یہاں مضبوطی ہے۔

دین کی خدمت سب کے ذمہ ہے:

(ملفوظ ۲۶۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ تو دین ہے اس کی خدمت سب کے ذمہ ہے بڑی خوشی کی بات ہے کہ دین کی خدمت کرنے والے پیدا ہوں اور موجود بھی ہیں بحمد اللہ یہ کام ایک پر موقوف نہیں بہت سے دین کی خدمت کے لئے کھڑے ہونے والے ہوتے رہتے ہیں۔ واللہ ثم واللہ جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں بھی دین کی خدمت کرنے والے ہوں گے تو مسرت اور خوشی کی انتہاء نہیں رہتی۔

قصبہ والوں کی عقیدت اور محبت:

(ملفوظ ۲۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے قصبہ والوں کو میرے ساتھ عقیدت زیادہ ہے نہیں مگر محبت ہے اور عقیدت سے تو مجھ پر بوجھ ہوتا ہے ہاں محبت سے حظ ہوتا ہے اور اگر دونوں چیزیں جمع ہو جاویں تو عقیدت پر محبت کو غالب کرنا چاہئے ایک صاحب نے عرض کیا کہ عقیدت ہی

سے تو محبت ہوتی ہے فرمایا کہ اول تو یہ غلط ہے بدون عقیدت بھی محبت ہوتی ہے دیکھئے اہل وعیال سے محبت ہوتی ہے عقیدت نہیں ہوتی پھر اگر شروع میں ایسا ہوا بھی ہو مگر ترتب آثار کے وقت بناء عقیدت کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا صرف محبت ہی مؤثر ہوتی ہے دیکھئے صحابہ کو حضور علیہ ﷺ سے جو محبت ہوئی گو وہ رسالت ہی کی وجہ سے ہوئی مگر جب خدمت کرتے تھے اس وقت رسالت کا خیال بھی نہ آتا تھا مثلا ہدیہ وغیرہ جو دیتے تھے رسالت کی بناء پر تھوڑا ہی دیتے تھے تو ابتداء میں محبت رسالت ہی کی وجہ سے ہوئی مگر اس کے بعد جو کرتے تھے وہ صرف محبت کی وجہ سے۔

اصلاح کرنے کا کام بہت ٹیڑھا ہے:

(ملفوظ ۲۶۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصلاح کا کام بہت ٹیڑھا ہے خود کوفت اٹھاؤ اوپر سے بدنام ہو میں اب ارادہ کر چکا ہوں کہ اس کام کو اس طور پر کہ خود احتساب کروں انشاءاللہ تعالیٰ چھوڑ دوں گا سو دفعہ کسی کی خوشی پڑے خوشامد کرے کوئی بات بتلا دی ورنہ خود محاسبہ یا مواخذہ نہ کروں گا میرا جو مقصود تھا کہ طریق کا اظہار ہو جائے وہ بحمد اللہ پورا ہو گیا سب کو طریق کی حقیقت معلوم ہو گئی اس کی جو گول مول حالت تھی وہ ظاہر ہو گئی اب بے غبار ہے عوام تک کو معلوم ہو گیا اور جہاں کچھ تھا بھی بس صرف یہ تھا کہ اوراد کو اور کیفیات کو طریق سمجھا جاتا تھا اس کا ثمرہ اعمال تو بالکل حذف ہی کر دئے گئے تھے صاف کہتے ہیں کہ اعمال کا کیا ہے یہ تو کتابوں میں ہیں میں نے کہا کہ اوراد بھی تو کتابوں میں ہیں تو ان ہی میں کیا رکھا ہے۔

ضوابط اپنی راحت کیلئے ہیں:

(ملفوظ ۲۶۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے یہاں جو ضوابط ہیں اُن سے دوسروں کو تکلیف دینا نہیں چاہتا ہاں اپنی راحت کا انتظام کرتا ہوں تو یہ کوئی جرم نہیں یہ صاحب جن کا یہ خط ہے بیس برس سے مجھ کو ستا رہے تھے آج ایک قاعدہ کے ماتحت اس کا انسداد ہوا۔

تعویذ سے اصلاح نہیں ہوتی:

(ملفوظ ۲۶۵) فرمایا کہ ایک بی بی کا خط آیا ہے کچھ شکایتیں خاوند کی لکھ کر لکھا ہے اگر میں بُرے اطوار سے منع کرتی ہوں تو نہایت زجر و توبیخ سے پیش آتا ہے کوئی ایسا تعویذ یا وظیفہ بتلا دو جس سے اس کی اصلاح ہو جائے میں نے لکھ دیا ہے کہ اگر کہنے میں کوئی مضرت کا اندیشہ نہ ہو تو نہایت

نرمی اور خوشامد سے کہہ دیا کرو ورنہ مجبوری ہے کہو ہی مت پھر فرمایا کہ کہیں وظیفوں اور تعویذوں سے اصلاح ہوتی ہے جو شخص اپنی اصلاح خود نہ چاہے اس کی اصلاح مشکل ہے۔

عورتوں کو بھی السلام علیکم کہنا چاہیئے:

(ملفوظ ۲۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عورتوں میں رسم ہے کہ جب آپس میں ملنے کے وقت سلام کا موقع ہوتا ہے تو فقط لفظ سلام کہتی ہیں مگر کاندہلہ میں تو پہلے سے اور یہاں تھوڑے روز سے جو لڑکیاں ہیں آپس میں پورا سلام کرتی ہیں السلام علیکم اب الحمدللہ اس کی رسم ہو گئی ہے جو نہایت مبارک بات ہے۔

زبان عربی کی شوکت:

(ملفوظ ۲۶۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عربی زبان میں سب زبانوں سے زیادہ شوکت ہے دیکھئے عائش اور عائشہ جیون اور جیونی کا ترجمہ ہے مگر عربی میں کیسی شوکت معلوم ہوتی ہے اور اُردو میں آکر کیسا رکیک معلوم ہوتا ہے اسی طرح فارسی کی ایک خاص خاصیت ہے یعنی جس طرح وہ آتش پرستوں کی زبان ہے اسی طرح اس میں ایک آگ ہے شورش ہے۔

مفتی کو مسئلہ میں تشقیق نہ کرنا چاہیئے:

(ملفوظ ۲۶۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ مفتی کو مسئلہ میں تشقیق نہ کرنا چاہیئے بلکہ سائل سے ایک شق کی تعیین کرا کر صرف اُس کا جواب دیدینا چاہیئے تجربہ سے معلوم ہوا بڑے کام کی وصیت ہے مفتیوں کے کام کی بات ہے کیونکہ تشقیق میں بعض اوقات اپنے مفید شق کا دعویٰ کرنے لگتا ہے۔

شب و روز مسلمانوں پر ظلم:

(ملفوظ ۲۶۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ رات دن مسلمانوں پر مظالم کئے جائیں قتل و غارت کیا جائے کچھ نہیں لیکن اگر مسلمان انتقام میں بھی ایسا کریں تو گنوار پن ہے وحشت ہے بربریت ہے خود وحشی اور گنوار اور دوسروں کو وحشی سمجھتے ہیں۔

۱۹ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

اپنی تصانیف پر تقاریظ نہ لکھوانے کا اہتمام:

(ملفوظ ۲۷۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے کتابوں پر تقریظ لکھوانے کو ایک زائد چیز سمجھا بلکہ نفرت رہی چنانچہ میری کسی کتاب پر تقریظ نہیں اور یہ اس لئے کہ اگر نافع ہے تو لوگ بلا تقریظ بھی دیکھیں گے اور اگر نافع نہیں تو تقریظ کے بعد بھی نہ دیکھیں گے تقریظ کا مضمون کتاب پر کوئی اثر نہیں ہوتا ایک زائد سی چیز معلوم ہوتی ہے جس کا کوئی حاصل نہیں۔

دور حاضر میں مادی ترقی پر ناز:

(ملفوظ ۲۷۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل مادی ترقی پر بڑا ناز ہے مگر یہ ترقی ترقی کہلانے کے قابل نہیں ترقی کہلائے جانے کے قابل تو وہ ہے کہ جو ذریعہ ہو خدا کے راضی کرنے کا ایک اخبار میں دیکھا تھا کہ کسی شخص نے سو منزل کا مکان بنایا ہے کیا ٹھکانہ ہے اس حماقت کا اگر کبھی گرا تو تماشا ہی ہوگا کیا زمین میں جگہ ہی نہیں رہی بلکہ زمین سے ملاصق مکان تو ان بلند عمارتوں سے زیادہ راحت بخش ہیں دیکھئے غرباء کے مکان کچے اور پست ہوتے ہیں مگر ان میں آرام بہت ہوتا ہے گرمی بھی زائد نہیں ہوتی مرمت بھی آسان اس کا چھوڑ دینا بھی آسان زلزلہ وغیرہ میں بھی خدشات سے اور امراء کے مکان دیکھنے میں یہی آیا کہ اکثر کلفت کا سبب ہوتے ہیں اور بڑی کلفت یہ ہوتی ہے کہ وہ مکلّف بہت ہوتے ہیں اُن میں سادگی نہیں ہوتی جی تنگ ہوتا ہے کیونکہ بہت سی چیزیں فضول ہوتی ہیں اور فضول سے عقلاء ایسا بچتے تھے کہ حضرت ادہم کے گیارہ کوٹھڑیاں تھیں ایک گرگئی دوسری میں چلے گئے دوسری گری تیسری میں چلے گئے اسی طرح گیارھویں میں وفات ہوگئی قصہ ختم کبھی مرمت بھی نہیں کرائی واقعی فانی چیز کی کیا ترقی اور کیا اُس سے انسان جی لگائے وہ تو چھوٹ جانے والی چیز ہے ان حضرات کے حالات کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو اس عالم سے تعلق ہی نہ تھا اور واقع میں تعلق کی چیز بھی نہیں حق تعالیٰ ظاہر فرماتے ہیں اس کی حقیقت کو۔

فرخ شاہ کابلی فاروقی حضرت کے اجداد میں:

(ملفوظ ۲۷۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فرخ شاہ فاروقی کابلی ہمارے اجداد میں سے

ہیں حضرت شیخ فرید الدین، شاہ عبد العزیز صاحب، شمس بازغہ کے مصنف، حضرت مجدد صاحب یہ سب فاروقی ہیں ان میں اکثر فرخ شاہ کی نسل میں ہیں مجھ کو بعض اقوال سے اپنی فاروقیت میں کچھ وسوسہ ہو گیا اور وسوسہ اس لئے کہا کہ تواتر کے بعد کوئی قول موجب شک نہیں ہو سکتا میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک شخص میرے پاس دوڑا ہوا آیا اور مجھ سے پوچھا کہ تم فاروقی ہو میں نے کہا کہ بزرگوں سے یہی سنا ہے کہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھ کر آتا ہوں میں اس وقت ڈرا کہ دیکھئے کیا آ کر کہہ دے وہ دوڑا ہوا گیا اور دوڑا ہوا آیا اور کہا میں نے پوچھا تھا یہ فرمایا کہ ہاں ہماری اولاد میں ہے اس سے وہ وسوسہ بھی جاتا رہا ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک دفعہ خواب میں دیکھا فرمایا کہ حاجی صاحب ہماری اولاد میں سے ہیں ہمارا سلام کہنا اور ہماری طرف سے ان کے سر پر ہاتھ پھیر دینا مرید نے حضرت سے یہ خواب بیان کیا آپ نے فوراً سر سے ٹوپی اتار کر فرمایا کہ لو سر پر ہاتھ رکھ دو مرید جھجکا کہ میرا ہاتھ اس قابل کہاں آپ نے فرمایا کہ میاں یہ تمہارا ہاتھ تھوڑا ہی ہے یہ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے تب مرید نے سر پر ہاتھ رکھا۔

ہندو اسسٹنٹ منیجر سے واقعہ ملاقات:

(ملفوظ ۲۷۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب حق تعالیٰ کسی کام کو کرنا چاہتے ہیں اس کے اسباب اپنے فضل سے ویسے ہی پیدا فرماتے ہیں یہاں کے اسٹیشن ہی کا واقعہ ہے کس کس طرح کوشش ہوئی اور کیا کیا واقعات پیش آئے اہل قصبہ میں اور خصوص اُن لوگوں میں جو کشاں تھے اتنی گنجائش نہ تھی کہ صرفہ برداشت کر سکتے ریلوے اپنے صرفہ سے بنانے کے لئے تیار نہ تھی مگر جب انہوں نے چاہا بن گیا اس دوران میں میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ یہ ریل تھانہ بھون کی گلیوں میں پھر رہی ہے میں نے بھائی سے کہا کہ کوشش کئے جاؤ ان شاء اللہ اسٹیشن ضرور بنے گا یہاں کے ہندو کہتے تھے کہ عبدالحق کی اولاد اسٹیشن بنوا کر چھوڑیں گے ایک نے انگریزوں سے کہنا شروع کیا ہے اور ایک نے اللہ سے غرض کہ بنوا کر چھوڑا انگریزوں سے کہنے والے بھائی مراد ہیں اور اللہ سے کہنے والا میں مراد ہوں یہاں پر ختم خواجگان ہوتا ہے اس میں اہل خانقاہ طلباء ذاکرین کی جماعت ہوتی ہے یہ سب صلحا کا مجمع ہے کئی سال تک ان کی مسلسل دُعاء ہوتی رہی یہ ان ہی

لوگوں کی دعاء کی برکت ہے اسٹیشن بننے کے بعد ریلوے کا ایک بڑا افسر یعنی اسسٹنٹ منیجر جو قوم کا ہندو اور وطن کا بنگالی اور معاشرت کا انگریز تھا جو اُردو بھی نہ سمجھتا تھا یہاں آیا تھا مجھ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا مجھ سے آنے کی اجازت چاہی میں نے کہا کہ میں خود اس کے پاس جا کر مل لوں گا اس نے کہا کہ یہ تو خلاف ادب ہے میں نے کہا اول تو راحت رسانی میں ادب ہے دوسرے راحت مقدم ہے ادب سے اور میں نے اپنے احباب سے کہا کہ اس میں چند مصلحتیں ہیں ایک تو یہ کہ اگر وہ آیا تو اس کے لئے کرسی چاہئے ورنہ وہ اگر زمین پر بیٹھے تو مجھ کو برا معلوم ہوتا ہے دوسرے یہ کہ اگر میں ملنے گیا تو میں آزاد ہوں گا اور وہ پابند اور اگر وہ آیا تو میں پابند رہوں گا اور وہ آزاد تیسرے اس کے مہمان ہونے کا حق بھی ہے میرے جانے پر خوش ہوگا اور اخلاق کے اعتبار سے اثر اچھا ہوگا غرض میں خود ہی گیا نہایت مسرور ہوا اور تواضع سے یہ حالت تھی کہ بچھا جاتا تھا پھر اس جملہ مذکورہ کے متعلق کہ راحت رسانی ادب ہے فرمایا کہ ادب تعظیم کو نہیں کہتے ادب کہتے ہیں راحت رسانی کو پھر ادب کے تعلق سے تہذیب کا ذکر آ گیا اس کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا کہ اس ہی ضلع میں ایک مقام ہے ککر ولی وہاں بعض غرباء نے مجھے مدعو کیا تھا وہاں شیعہ رئیس اور زمیندار ہیں میں مغرب کے وقت وہاں پہنچا میرے پہنچنے کے بعد ان لوگوں نے میرے پاس کہلا کر بھیجا کہ ہم ملاقات کرنا چاہتے ہیں ہم کو وقت بتلا دیا جائے میں نے دوستوں سے کہا کہ انہوں نے یہ سوال کر کے اپنی تہذیب جتلائی ہے اب میں اس کے جواب میں اپنی تہذیب دکھلاؤں گا میں نے جواب کہلا کر بھیجا کہ مختصر ملاقات تو اس وقت بھی ممکن ہے اور مفصل ملاقات صبح کو ہو سکتی ہے انہوں نے کہلا بھیجا ہم اسی وقت آنا چاہتے ہیں میں نے اجازت دیدی اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ یہاں پر میرے پاس غرباء کا مجمع ہے ممکن ہے کہ اُن میں مل کر بیٹھنا آپ کے مصالح کے خلاف ہو اس لئے میں خلوت کا انتظام بھی کر سکتا ہوں مطلب میرا اس کہنے سے یہ تھا کہ ان لوگوں کو تہذیب کا بڑا دعوی ہوتا ہے ان کو بھی تو دکھلا دوں کہ تہذیب ہے کیا چیز چنانچہ ان کو جس وقت میرا جواب پہنچا ہے تڑپ ہی تو گئے کہ ہماری کس قدر رعایت کی گئی ہے اور یہ کہلا کر بھیجا کہ ہم غرباء ہی کے ساتھ بیٹھیں گے اور وہیں جا کر ملاقات کریں گے چنانچہ فوراً سب جمع ہو گئے اور ملاقات ہو گئی بسبیل گفتگو اُن میں سے بعض حضرات نے بیعت کی بھی درخواست کی میں نے سوچا کہ کیا جواب دوں اگر وعدہ کروں تو شیعہ رہتے ہوئے کیسے بیعت کروں اور اگر انکار کروں تو دل شکنی آخر یہ جواب دیا کہ میں اس وقت سفر

میں ہوں اور سفر میں بیعت کے شرائط کا فیصلہ نہیں ہوسکتا میرے وطن پہنچ جانے کے بعد خط و کتابت کیجئے میں ان شاء اللہ تفصیلی جواب دوں گا اس کے بعد کوئی خط نہیں آیا اگر آتا تو یہی لکھتا کہ اس طریق میں نفع کے لئے مناسبت شرط ہے اور مناسبت اختلاف، مذہب کی حالت میں غیر ممکن لہٰذا اسی ہونے کے بعد بیعت کر سکتا ہوں مگر بعض لوگوں نے آج کل یہ عجیب طرز اختیار کیا ہے کہ طریق میں اسلام کو بھی شرط نہیں سمجھتے بعض جاہل اور دوکاندار پیروں نے ہندوؤں تک کو مرید بنا رکھا ہے عجیب وغریب مشیخت ہے جہالت کا بھی کوئی قاعدہ نہیں اللہ بچائے جہل سے اس جہل ہی کی بدولت بہت سے جیل میں پڑے ہیں اور خوش ہیں اسی سلسلہ میں شیعہ کے ذکر کی مناسبت سے فرمایا کہ کانپور میں ایک وکیل کے پاس ایک سائل ایرانی آیا انہوں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو کہا کہ سید اس نے کہا کہ مذہب کیا ہے کہا شیعی وکیل نے کہا شیعی کبھی سید نہیں ہوسکتا دیکھو سید کے شروع میں سین ہے اور شیعی کے شروع میں شین ہے ان میں کیا مناسبت البتہ جن کے شروع میں شین ہے جیسے شیطان شمر ذی الجوشن شرارت شیعی کو ان سے مناسبت ہے اس لئے تم شید ہو اور کہا کہ دیکھو سنی میں سین ہے سید میں سین ان میں مناسبت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشغولیت پر حیرت

(ملفوظ ۲۷۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشغولی کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایسی مشغولی میں ایسی دقیق دقیق چیزوں کی تعلیم کی فرصت کیسے ملی اور سب سے زیادہ تو غزوات ہی کی مشغولی تھی کہ فرصت نہ تھی پھر اس پر حضور کی تعلیم کی یہ حالت۔ اور ایک ہم ہیں کہ ایک کام میں لگ جاتے ہیں تو دوسرا کام یاد بھی نہیں رہتا۔

راجہ کے لڑکے کی حکایت

(ملفوظ ۲۷۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ جو آجکل میدان میں آگئے ہیں یہ نہ کسی اور کام کے رہے اور نہ میدان ہی میں کچھ کیا اور کہیں نہ جنگ ہی ہے اور اگر ہے تو صرف آپس میں میدان کی تیاری کر لی اور کوئی نہیں ملا تو آپس ہی میں قوت صرف فرمانے لگے جیسے ایک راجہ کے لڑکے کی حکایت ہے کہ استاد نے مارا راجپوت تو تھا ہی تلوار نکال کر استاد

پر حملہ کیا استاد بھاگ پڑا اور راجہ سے شکایت کی کہ لڑکے نے یہ گستاخی کی راجہ نے کہا کہ یہ بڑی بدشگونی ہوئی کہ تم بھاگ پڑے یہ اول مرتبہ اس کا حملہ تھا وہ خالی گیا اب ساری عمر اسی طرح رہے گا اس لئے تم کو سزائے قید دی جاتی ہے یہ ہی حالت ان کی ہے جیسے وہ لڑکا آپس والے پر مشق کرتا تھا اسی طرح یہ لوگ آپس ہی والوں پر مشق کرتے ہیں۔

۱۹ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ بدفہمی کی شکایت

(ملفوظ ۲۷۶) فرمایا ایک صاحب کا خط آیا ہے نہ معلوم میرے پہلے جواب سے کیا سمجھے لکھا ہے کہ اس عریضہ سے قبل ایک درخواست خدمت عالی میں گزار کر اللہ اللہ کرنے کی اجازت چاہی تھی آپ نے ڈرا ہی دیا اور پہلا خط ساتھ بھی نہیں رکھا تا کہ میں دیکھتا کہ میں نے کیا ڈرایا ہے پہلا خط نہ بھیجنا کم سمجھوں کے لئے نہایت ہی مضر ہے پتہ کیسے چلے کہ انہوں نے کیا لکھا تھا اور میں نے کیا جواب دیا جس کی بناء پر میرے سر الزام تھوپا گیا ہے اللہ بچائے بدفہمی سے۔

نکاح کئے ہونا امامت کے لئے شرط نہیں

(ملفوظ ۲۷۷) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے سہارنپور سے لکھا ہے کہ ایک شخص آدھی عمر کا ہے اور نکاح اس کا ہوا نہیں اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں میں نے لکھ دیا ہے کہ شبہ کیوں ہوا مدرسہ جا کر سمجھ لو اس پر فرمایا کہ امامت کیلئے ان بزرگ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ نکاح کئے ہو۔ جہل سے بھی اللہ بچائے یوں سمجھتے ہوں گے کہ جس کا نکاح نہ ہوا ہو اس کی عفت کا کیا اعتبار۔

عوام کی افراط وتفریط میں ابتلا:

(ملفوظ ۲۷۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل افراط وتفریط میں لوگوں کو بیحد ابتلا ہو رہا ہے اعتدال یہ ہے کہ نہ ایسی خشکی چاہیے کہ کسی چیز کا اثر ہی نہ ہو اور نہ ایسی تری کہ اس میں خود ہی ڈوب مرے اسی طرح بعض میں تو کلام کا قحط ہے کہ بات بھی پوری نہیں کہتے اور بعض کو کلام کا ہیضہ ہے کہ ضرورت سے آگے بڑھ جاتے ہیں اور کلام ہی میں کیا منحصر ہے ہر چیز میں یہ ہی دیکھا جا رہا ہے افراط وتفریط سے خالی نہیں۔ ابن حزم تقلید کے جو پیچھے پڑے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تقلید کو کفر سمجھتے اور ہم غیر مقلدوں کو اتنا برا نہیں سمجھتے جتنا وہ ہمیں برا سمجھتے ہیں ہم کو تو پھر خیال

رہتا ہے کہ حدود سے تجاوز نہ ہو جائے ان کو اس کی پروانہیں۔

غلو کی مثال تسبیح چار پائی دفن کرنا

(ملفوظ ۲۷۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہم لوگ نہ غلو کی اجازت دیتے ہیں نہ پسند کرتے ہیں مقصود تو یہ ہے کہ احکام بیان کرنے کے وقت حدود کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے جو درجہ جس چیز کا شرعاً ہے اس کو اسی درجہ میں رکھنا چاہیے۔ غلو کی مثال میں فرمایا کہ دیوبند میں ایک قبر ہے اس میں محض چار پائی دفن ہے لوگ اس پر فاتحہ پڑھتے ہیں حضرت شاہ ابوالمعالیؒ کی تسبیح اور عصاء کو قبر میں دفن کیا گیا ہے یہ باتیں کون پسند کر سکتا ہے اور کون اجازت دے سکتا ہے

سید کی تعظیم کیوں کی جاتی ہے

(ملفوظ ۲۸۰) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سید کی تعظیم محض اس بناء پر کی جاتی ہے کہ روایت سے اس کا سید ہونا معلوم ہوا ہے کبھی تواتر سے کبھی محض شہرت سے بس یہی درجہ جلال آباد کے جبہ کا بھی ہے گو خبر متواتر سے نہیں ایسی چیزوں کو سند کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ کوئی احکام میں سے تھوڑا ہی ہیں صرف ادب کا درجہ ہے جس کیلئے تو کسی چیز کی بھی حاجت نہیں۔

طلباء کی ذہانت

(ملفوظ ۲۸۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ طلباء کا طبقہ نہایت ذہین ہوتا ہے اساتذہ تک کو پریشان کر دیتے ہیں بعض طلبہ یہاں پر سوال لکھ کر بھیجتے ہیں میں لکھ دیتا ہوں کہ اپنے اساتذہ سے پوچھو پھر لکھتے ہیں کہ پوچھا تھا تسلی نہیں ہوئی میں لکھتا ہوں کہ وہ تقریر لکھو کہ تم نے کیا سوال کیا اور انہوں نے کیا تقریر کی بس گم ہو جاتے ہیں اس وقت ایک طالب علم کی ذہانت کی حکایت یاد آئی۔ میں جس وقت کانپور مدرسہ میں تھا تو ایک غلطی پر میں نے اس طالب علم کی روٹی بند کر دی اس پر اس نے ایک رقعہ مجھ کو لکھا اور یہ شعر لکھا ؎

خدائے راست مسلم بزرگواری و حلم ☆ کہ جرم بیند و نان برقرار میدارد

(اللہ تعالیٰ ہی کیلئے بزرگواری اور حلم ثابت ہے جو جرم دیکھتا ہے اور روٹی بند نہیں کرتا۔۱۲)

میں نے لکھا کہ میاں تم نے تو خود ہی جواب دیا یا مجھے سوچنے اور غور وفکر کرنے کی بھی تکلیف نہ ہوئی کہ یہ تو خدا ہی کا کام ہے کہ باوجود جرم اور قصور کے بھی بندہ کا رزق بند نہیں کرتا پھر مخلوق سے اس کی کیوں توقع رکھتے ہو۔

اسباب پر ترتب فضل خداوندی ہے

(ملفوظ ۲۸۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ مسبب کا اسباب پر ترتب محض ان کا فضل ہے انعام ہے ورنہ کوئی چیز بھی موثر حقیقی نہیں محض حکم ہے جو کچھ ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

نبارد ہوا تا نہ گوئی ببار ☆ زمین نادر تا نہ گوئی ببار

(جب تک آپ کا حکم نہ ہو بارش نہیں ہوسکتی۔ اور جب تک آپ کا حکم نہ ہو زمین کوئی چیز اگا نہیں سکتی ۱۲)۔

پانی بالذات پیاس نہیں بجھاتا وہی بجھاتے ہیں۔ ورنہ وہی پانی مستسقی کی پیاس کو کیوں نہیں بجھاتا۔ اسی طرح آگ خود فعل نہیں کرتی یہ بھی حق تعالیٰ ہی کا حکم ہے کہ وہ کھانا پکا دیتی ہے آگ کا تلبس محض ظاہری ہے اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ملازم ریلوے نے ریل روکنے کیلئے سرخ جھنڈی دکھلائی اور وہ کھڑی ہوگئی ظاہر ہے کہ جھنڈی میں کوئی خاص اثر نہیں محض آسانی کے واسطے ایک اصطلاح مقرر کر لی ہے کہ کہاں شور وغل مچائیں گے کہ روکو روکو تو یہ جھنڈی محض ایک علامت ہے ورنہ اصل روکنے والا تو ڈرائیور ہے جو تمہیں نظر نہیں آتا

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں ☆ کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں

عشق من پیداؤ معشوقم نہاں ☆ یار بیروں فتنہ اور در جہاں

(میرا عشق تو ظاہر ہو رہا ہے اور میرا معشوق پوشیدہ ہے محبوب تو دعقل وادراک سے بھی ،باہر ہے اور اس کا عشق سارے جہان میں ہے۔۱۲)

اور فرماتے ہیں ؎

ماہمہ شیران ولے شیر علم ☆ حملہ شان از باد باشد دمبدم

حملہ شان پیداؤ ناپیداست باد ☆ آنکہ ناپیدا است ہرگز کم مباد

(ہم سب شیر ہیں ۔مگر جھنڈے کے شیر ہیں ۔(یعنی جیسے جھنڈے پر شیر کی تصویر بنا دی جائے اور ہوا کی وجہ سے جھنڈا ہلے تو معلوم ہوا کہ) شیر بار بار حملہ کر رہا ہے (لیکن حقیقت میں اس کو حرکت دینے والی ہوا ہے مگر) اس جھنڈے کے شیروں کا حملہ تو ظاہر ہو رہا ہے اور اصل حرکت دینے والی) ہوا نظر نہیں آتی ۔(یہی حال تمام کائنات کے افعال کا ہے کہ ظاہر میں اون کاموں کے کرنے والے ہم نظر آتے ہیں مگر وہ سب کام بغیر اذن خداوند کے ہو ہی نہیں سکتے ۔آگے بطور دعا کے فرماتے ہیں کہ) جو نظر نہیں آتا اس سے (تعلق) کم نہ ہو ۔۱۲)۔

اسی طرح تمام عالم میں ان کا تصرف ہے اور وہ خود نظر نہیں آتے گو یہ سب تصرفات انہیں کے ہیں رازق نظر نہیں آتا رزق نظر آتا ہے اس سے یہ دہری سمجھے کہ رازق کوئی ہے ہی نہیں ان فلاسفہ اور دہریوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چیونٹی لکھے ہوئے کاغذ پر چلی اس پر حروف لکھے دیکھ کر کہنے لگی کہ کیسے اچھے حروف بن رہے ہیں ۔دوسری چیونٹی نے کہا یہ خود بخود نہیں بنے بلکہ یہ قلم نے بنائے ہیں تیسری نے کہا کہ قلم کیا بناتا وہ قلم کس کے ہاتھ میں ہے اس ہاتھ نے بنائے ہیں چوتھی نے کہا کہ ہاتھ کیا بناتا جس نے ہاتھ کو بنایا یہ سب اس کا کمال ہے غرض ایک حقیقت پر پہنچ گئی باقی سب وسائط میں الجھے ہوئے ہیں اور حقیقت سے بے خبر ہیں ۔

عوام الناس اور اہل اللہ کا مصائب کے وقت فرق

(ملفوظ ۲۸۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مصائب اور تکالیف تو سب پر صورۃً ایک ہی طرح کے آتے ہیں یعنی اللہ والوں پر بھی اور دنیا داروں پر بھی مگر دونوں کی حالت میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے یہ بیمار بھی ہوتے ہیں تو انہیں یہ خیال نہیں ہوتا کہ ہائے بیماری بڑھ جائے گی تو کیا ہوگا ۔ہائے مقدمہ ہار گئے تو کیا ہوگا ہائے کھانے کو کل نہ ملا تو کیا ہوگا بلکہ ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ہر حال میں ان کو سکون ہوتا ہے ان کے قلب میں ایک چیز ایسی مخفی ہے کہ اس کے ہونے سے اطمینان اور یکسوئی ہوتی ہے مزاحاً فرمایا کہ چاہے پاس ایک سوئی بھی نہ ہو بخلاف دنیا داروں کے کہ ان کی حالت اس کے عکس ہوتی ہے تو مصائب اور تکالیف کا نہ آنا دلیل مقبولیت کی

نہیں اس لئے کہ ایسا تو بڑے بڑے انبیاء کے لئے بھی نہیں ہوا ان پر بھی بڑی بڑی مصیبتیں آئی اور وہ مقبول تھے اور ایک فرعون کو دیکھ لیجئے چار سو یا ساڑھے چار سو برس خدائی کا دعویٰ کیا کبھی سر میں بھی درد نہ ہوا حالانکہ وہ مردود تھا جناب رسول اللہ ﷺ ہیں کہ مہینوں آپ کا چولہا گرم نہیں ہوا ہنڈیا نہیں چڑھی تو کیا نعوذ باللہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ ظاہری تکلیف نہ ہونے کی وجہ سے فرعون کو فضیلت ہوگئی یا یہ مقبولیت کی دلیل ہے علت (مرض) اور ذلت (نقص جاہ) اور قلت (نقص مال) تو ان حضرات کو زیور ہے ایک بزرگ کو ساری عمر میں ایک روز ایک وقت پیٹ بھر کر کھانا مل گیا اسی پر لرزاں اور ترساں تھے چہرہ زرد تھا جسم میں رعشہ تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت کیسے مزاج ہیں فرمایا کہ آج پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہے خوف اس کا ہے کہ مجھ پر دنیا کو فراخ کیا گیا کہیں آخرت تو تنگ نہیں کی گئی یہ حقیقت تھی عیش کی ان حضرات کی نظروں میں۔

نوٹ: کچھ ملفوظات درمیان میں بعض عوارض کی وجہ سے چھپنے سے رہ گئے تھے ان کو اب شائع کیا جاتا ہے شاید تاریخوں کے سلسلہ کو غیر مسلسل دیکھ کر ناظرین کو پریشانی ہوتی اس لئے اطلاعاً عرض کر دیا گیا۔۱۲ مدیر۔

۱۴ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

ایک صاحب کا حضرت والا کو دق کرنا:

(ملفوظ ۲۸۴) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں صاحب سے صبح جو غلطی ہوگئی تھی اس کے متعلق میرے واسطے سے کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں فرمایا بہت اچھا مگر سب سے اول ان سے یہ پوچھئے کہ آنے کے وقت پریشان کیوں کیا عرض کیا کہ غلطی ہوئی اب یہ پوچھئے کہ ایسی غلطی کا دوسرے پر کیا اثر ہوتا ہے وہ متاذی ہوتا ہے یا نہیں عرض کیا متاذی ہوتا ہے اب پوچھئے اس کا تدارک کیا ہے عرض کیا کہ آئندہ نہیں کروں گا اب پوچھئے کہ کیا اس سے تدارک ہو جائے گا بہت ہی خوش فہم معلوم ہوتے ہیں عرض کیا آپ وہ بات بتلا دیجئے گا جس سے تدارک ہو جائے فرمایا جس نے ایذا پہنچائی ہے وہ سوچے مجھ کو بتلانے کی کیا ضرورت ہے میں پہلے بتلا دیتا تھا اب نہیں بتلاتا میں دماغ سوزی کروں اور راستہ بتلاؤں اور وہ اس پر کہیں کہ میرے ساتھ بڑی سختی برتی گئی

۔خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ مجھ سے مشورہ لیتے ہیں فرمایا کہ آپ مشورہ نہ دیں مشورہ ایسے شخص سے لینا چاہیے جو واسطہ نہ بنا ہو آپ کا مشورہ تو میرا ہی مشورہ ہوگا کہ آپ بوجہ توسط کے من وجہ میرے ساتھ ملحق ہیں اور من وجہ ان کے ساتھ ملحق ہیں اس لئے آپ کو مشورہ نہیں دینا چاہیے دوسری بات یہ ہے کہ اگر کسی سے مشورہ لیں تو خود سوچ کر مجھ سے اپنی طرف سے کہیں اگر کوئی گڑ بڑ ہو تو اس کو اپنی طرف منسوب کریں مجھ سے یہ نہ ظاہر کریں کہ فلاں سے مشورہ لیا یا فلاں نے مشورہ دیا عرض کیا کہ میں معافی چاہتا ہوں آئندہ ایسا پھر نہیں کروں گا فرمایا اس پر تو اعتراض ہو چکا جس کا ابھی جواب نہیں ملا پھر کیوں اس کا اعادہ کیا بہت ہی خوش فہم ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل کے پیچھے لٹھ لئے پھرتے ہیں اب ان سے یہ پوچھئے کہ اس کا اعادہ کیوں ہوا مگر پوچھنے پر بھی یہ صاحب خاموش رہے فرمایا اگر جواب نہیں دیتے چھوڑ یئے کوئی ہمارا کام تھوڑا ہی ہے آپ بیٹھے کیوں پریشان ہوئے۔آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا ان لوگوں کی کس قدر رعایتیں کرتا ہوں اور یہ مجھ کو کس قدر ستاتے اور دق کرتے ہیں مجھ کو تو بدنام کرنا آسان ہے مگر اپنی خوش فہمی کو نہیں دیکھتے۔

ادب الخطاب:

(ملفوظ ۲۸۵) ملقب بہ ادب الخطاب ایک مولوی صاحب نو وارد تشریف لائے حضرت والا کے اس دریافت فرمانے پر کہ کہاں سے تشریف لائے نہایت آہستہ سے جواب دیا جس کو حضرت والا نہ سن سکے فرمایا کہ مجھے آپ سے یہ شکایت ہے کہ آپ نے ایسی پست آواز سے جواب دیا جس کو میں نہیں سن سکا کیا اس سے دوسرے کو اذیت نہیں پہنچتی اس پر انہوں نے بلند آواز سے عرض کیا کہ فلاں مقام سے آیا ہوں فرمایا کہ اب یہ دوسری اذیت آپ نے پہنچائی کہ جو سوال میں نے کیا تھا اس کا جواب نہیں دیا کیا یہ سوال میرا لغو تھا یا قابل جواب نہیں سمجھا گیا اب یہ دوسرا سوال پیدا ہو گیا اس کا جواب دیجئے عرض کیا کہ قصور ہوا فرمایا اس کو قصور نہیں کہتے اس کو بے فکری کہتے ہیں اس کی فکر ہی نہیں کہ ہماری کسی بات سے دوسرے کو اذیت تو نہ پہنچے گی میں نہیں کہتا کہ اذیت پہنچانے کا قصد ہے شکایت اس کی ہے کہ اس کا قصد نہیں کہ دوسرے کو اذیت نہ پہنچے حالانکہ یہ قصد ضروری ہے عرض کیا کہ مجھ کو یہاں کے اصول اور قواعد معلوم نہیں فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے مگر بعض

باتیں اور بعض اصول خاص ہوتے ہیں خاص خاص مقام کے لئے ان میں تو جہل عذر ہے لیکن یہ مبہم بولنا اور آہستہ سے بولنا یہ تو سب جگہ کیلئے طبعاً اذیت کا سبب ہیں اس میں غلطی کرنا بے فکری سے ہے جہل سے نہیں غرض قسم اول میں تو ایک درجہ میں معذور ہو سکتے تھے کہ قواعد نہ معلوم ہونے کی وجہ سے کسی قاعدہ کے خلاف ہو جاتا مگر اس طرح بولنا جیسے نواب صاحب بولتے ہیں کہ دوسرا سمجھ ہی نہ سکے اس میں کیا معذوری سمجھی جائے دوسرے آپ عالم ہیں آپ یہ بتلائیں کہ کیا اس کا تعلق قواعد سے ہے عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ پھر یہ میرے سوال کا جواب آپ کے نزدیک کس طرح ہو گیا اس پر یہ صاحب خاموش رہے فرمایا کہ یہ تیسری اذیت پہنچائی کہ سوال کا جواب ہی ندارد کیا ہو گیا آپ لوگوں کو آخر لکھ پڑھ کر کہاں ڈبو دیا کیا غلطی کے اقرار میں ہیٹی ہوتی ہے کیا تم لوگوں کے دماغوں میں خناس بھرا ہے بس واقعی بات وہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں کہ اس کا اہتمام ہی نہیں کہ دوسرے کو کلفت نہ ہو گو اذیت کا قصد نہیں ہوتا مگر اس کا بھی قصد نہیں کہ دوسرے کو اذیت نہ پہنچے آخر ایسے کان کہاں سے لاؤں کہ بے بولے ہی سن لیا کروں اس پر وہ صاحب کچھ بولے مگر اسی آہستہ آواز سے فرمایا کہ پھر وہی حرکت ہوئی باوجود اتنی تقریر کے اور سمجھانے کے اب میں اخیر بات کہتا ہوں کہ آپ یہ فرض کر لیجئے کہ میں بہرا ہوں اس فرض کے بعد اول میری شکایت کا جواب دیجئے آپ کے نزدیک تو وہ چیز لاشے ہے جس کے متعلق میں سوال کر رہا ہوں مگر میں بے اصول گفتگو سے گھبراتا ہوں یہ بھی ایک وجہ ہے میرے مناظرہ کو پسند نہ کرنے کی آجکل بے اصول گفتگو ہوتی ہے اور اس سے مجھ کو وحشت ہوتی ہے ہاں اگر اصول کے ماتحت گفتگو ہو تو اپنی ساری عمر اس کے لئے وقف کرنے کو تیار ہوں، میں تو اچھے خاصے لکھے پڑھوں کو رات دن دیکھتا ہوں ان سے سابقہ پڑتا رہتا ہے کہ ان کی ایک بات بھی الا ماشاءاللہ اصول کی نہیں ہوتی حالانکہ ادیب بھی ہیں عالم بھی ہیں فاضل بھی ہیں مناظر بھی ہیں منطقی فلسفی بھی ہیں مگر ایک بات بھی اصول کی نہیں بس وہی پڑھنے اور گُننے کا فرق ہے جو اکثر کہا کرتا ہوں پھر ان صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ جواب دیں میں صبر کئے بیٹھا ہوں آخر بشر ہوں کیوں ستاتے ہو اسی بل بوتے پر محبت کا دعویٰ کر کے آئے تھے کہ بات کا جواب تک بھی ندارد اس پر وہ صاحب کچھ بولے مگر وہی آہستہ آواز سے

فرمایا کہ اب حد ہوگئی میں نے یہاں تک کہہ دیا ابھی کہ آپ فرض کر لیجئے کہ میں بہرا ہوں باوجود اس کہہ دینے کے اور اتنی لمبی چوڑی تقریر کے نہ آواز بلند ہے اور نہ مضمون صاف اور پورا ہے پھر فرمایا کہ اب میرے قلب میں سوزش پیدا ہوگئی بوجہ تحمل کے آپ مسجد میں تشریف رکھیں مجھ کو تکلیف ہونے لگی وہ صاحب مسجد میں تشریف لے گئے حضرت والا نے اہل مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب بتلایئے کہاں تک تغیر نہ ہو آخر بشر ہوں جس چیز کو بار بار تصریحاً کہہ چکا پھر لوٹ کر وہی حرکت البتہ اگر میں بالکل بے حس ہو جاؤں تب ان کا کام بنے ایسے ایسے بدفہم لوگ آتے ہیں جن سے تکلیف ہوتی ہے پھر فرمایا کہ میں دعوی سے کہہ سکتا ہوں کہ میں بہت ہی صبر اور تحمل سے کام لیتا ہوں آپ حضرات نے اسی واقعہ میں دیکھا کہ میں تحمل کرتا ہوں یا سختی کرتا ہوں یہ ہیں وہ باتیں جن پر باہر جا کر مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے اب بدنامی کو دیکھوں یا آنیوالے کی مصلحت اور اپنی تکلیف کو دیکھوں اور مجھ کو تو اس بدنامی سے خوشی ہوتی ہے کہ بدفہموں کی بدفہمیوں سے تو نجات ملے گی اس لیے ایسی بدنامی میں بھی لذت ہے خوب کہا گیا ہے

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں ☆ مانمی خواہیم ننگ ونام را

انتہی جزو ادب الخطاب۔

شیخ سے اپنے حالات کی اطلاع کرتے رہنا ضروری ہے

(ملفوظ ۲۸۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ سے اپنے حالات کی اطلاع کرتے رہنا بہت ضروری ہے بدوں اس کے اصلاح نہیں ہوسکتی اس کی ایسی مثال ہے جیسے حکیم صاحب ایک نسخہ لکھ دیں اور یہ ساری عمر پیتا رہے اور حالات کی اطلاع نہ دے کیا علاج ہوسکتا ہے۔

ایک خط میں ایک مضمون لکھنے کی ہدایت

(ملفوظ ۲۸۷) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کے یہاں یہ بھی ایک طریق اور اصول ہے کہ ایک ایک بات الگ الگ طے ہوتی ہے یہ بڑا ہی اچھا اصول ہے فرمایا کہ جی ہاں اگر چار باتوں کی ایک دم تحقیق شروع ہو جائے تو خلط مبحث ہو جائے پتہ ہی چل کر نہ دے کہ کیا ہو رہا ہے بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ ایک ہی خط میں دو مضمون لکھ کر بھیج دیتے ہیں میں ان میں

سے کسی مضمون کا بھی جواب نہیں دیتا ۔ یہ لکھ دیتا ہوں کہ ایک خط میں ایک مضمون لکھو جب اس کا جواب پہنچ جائے تب دوسرا مضمون لکھو یہ باتیں اصولی ہیں مثلاً ایک شخص کو چند مقدمات عدالت میں پیش کرنا ہے ایک مال کا ایک فوجداری کا تو کیا وہ ایک ہی درخواست دونوں کے متعلق دے سکتا ہے ہرگز نہیں حاکم کہے گا کہ الگ الگ درخواست دو اس کا راز یہی ہے کہ خلط مبحث سے پریشانی نہ ہو اصولی بات سے کبھی انسان کو پریشانی نہیں ہوتی پریشانی جب کبھی ہوگی بے اصولی سے ہوگی ۔

شاباشی کی بات پر شاباشی

(ملفوظ ۲۸۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج صبح جن صاحب نے گڑبڑ کی اور اب بھی خواجہ صاحب کے واسطے سے گفتگو کی انہوں نے ایک صاف بات کو کس قدر الجھایا قلوب میں صفائی نہیں رہی حالانکہ میری گفتگو نہایت کافی تھی معلوم ہوتا ہے کہ سمجھنے کا قصد اور ارادہ ہی نہیں کرتے خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ فلاں صاحب جو بعد نماز فجر ملے تھے ان کی خوش فہمی پر اور سمجھ کی باتوں پر حضرت والا نے ان کو شاباشی دی فرمایا کہ دیکھ لیجئے گا شاباشی کی بات پر شاباشی ملتی ہے خدانخواستہ کوئی آنے والوں سے مجھ کو عداوت تھوڑا ہی ہے وہ لوگ جیسا برتاؤ کرتے ہیں ویسا ہی ان کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے اسی سے میری سختی اور عدم سختی کا اندازہ ہوسکتا ہے ۔

ازخود مشورہ دینا نا مناسب ہے

(ملفوظ ۲۸۹) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ بعض لوگ مشورہ لیتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے فرمایا کہ مشورہ دیدینا چاہیے ایک مسلمان کی اعانت ہے ہاں ازخود مشورہ نہ دینا چاہیے بعض خیرخواہ ہمدردی کی وجہ سے ازخود مشورہ دیدیتے ہیں جس کا انجام اکثر بہت برا ہوتا ہے البتہ اگر کوئی خود پوچھے مسلمان ہے اعانت کرنا چاہیے اور مشورہ دیدینا چاہیے مگر ساتھ ہی میں یہ بھی کہہ دیا جاوے کہ اگر تمہاری سمجھ میں بھی یہ مشورہ آجائے تو اس پر عمل کرنا ہماری رائے سمجھ کر مت کرو ورنہ اس کا ہم پر کلفت کا اثر ہوگا ۔

طریق کا اصل ادب

(ملفوظ ۲۹۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق کا ادب لوگوں کو معلوم نہیں اب تو

ادب تکلفات کا نام ہے ہاتھ چوم لئے پچھلے پیروں ہٹ گئے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے مگر طریق کا یہ ادب نہیں طریق کا اصل ادب یہ ہے کہ جس سے دین کا تعلق رکھنا چاہیے اس کو تکلیف نہ پہنچائے یہ اس طریق میں ادب کا ادنی درجہ ہے اور اب تو ادب تعظیم کا نام ہے۔

بے اصولی کی بات سے تکلیف

(ملفوظ ۲۹۱) فرمایا کہ بے اصولی بات سے تکلیف ہوتی ہے حتی کہ اگر بے اصول معاملہ میرے ساتھ نہ ہو دوسرے کے ساتھ ہو تب بھی دیکھ کر ناگواری ہوتی ہے پس اس ناگواری کا اثر اپنی ہی ذات کے ساتھ خاص نہیں میں تو اپنے دوستوں سے یہ چاہتا ہوں کہ سب کے سب اصول کے پابند بن جاویں کسی کو اپنی ذات سے تکلیف نہ پہنچے یہ سلوک کا بڑا حصہ ہے۔

حضرت مرزا جانجاناں مظہر کی حکایات لطافت

(ملفوظ ۲۹۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگوں میں ایسے لطیف المزاج گزرے ہیں کہ بادشاہوں کی بھی ان کے سامنے کوئی حقیقت نہ تھی جیسے حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ ایک مرتبہ بادشاہ زیارت کو آئے اور ان کو پیاس معلوم ہوئی اس وقت کوئی پاس نہ تھا اس لئے بادشاہ خود اٹھے اور صراحی پر کٹورہ ڈھکا ہوا تھا پانی لیکر نوش کیا پھر صراحی پر کٹورہ ڈھک دیا اور بیٹھ گئے مگر بادشاہ کو خود پانی لیکر پینا بوجہ خلاف عادت ہونے کے گراں ہوا اس لئے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو خدمت کیلئے کوئی آدمی بھیج دوں فرمایا کہ کیا ضرورت ہے بادشاہ نے اصرار کیا اس پر فرمایا کہ ایسا ہی آدمی ہوگا جیسے آپ خود ہیں دیکھئے صراحی پر کٹورا ٹیڑھا ڈھک دیا ہے اسی وقت سے سر میں درد اور طبیعت پریشان ہے یہ ہی حالت لطافت کی حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کی تھی ایک مرتبہ نائی حجامت بنانے آیا اس نے استرہ وغیرہ کو دھولیا تھا مگر جب حجامت بنانی شروع کر دی تو استرہ لب پر لگاتے ہی فرمایا کہ بو آتی ہے اس کو دھولو پھر حاضرین سے فرمایا کہ دھو کر تو لایا ہی ہوگا مگر جب اگلے کو (یعنی دوسرے کو) نکوچ ہی ہو (یعنی کاوش ہو) تو بیچارہ کیا کرے حضرت کی بھی عجیب ہستی تھی بیحد تحمل و وقار تھا نہ کبھی ہنسی کی آواز سنی گئی نہ کبھی غصہ کی آواز سنی گئی اس قدر تحمل تھا بڑے لوگ بڑے ہی ہوتے ہیں کوئی کیا ان کی ریس کر سکتا ہے ایک مرتبہ مولوی سید صاحب

برادر مولوی حسین احمد صاحب نے چائے کا انتظام اپنے متعلق کر رکھا تھا ایک روز حضرت نے پیالی منہ سے لگا کر فرمایا کہ کچے پانی کا اثر ہے چائے میں انہوں نے دوسرے وقت خوب جوش دیا پھر بھی فرمایا وہ حیران تھے بدرجہ بعید ان کو احتمال ہوا کہ پیالی دھو کر تولیہ سے خشک نہیں کی اسلئے پیالی کو خوب خشک کیا اس میں پی کر فرمایا کہ اس میں وہ اثر نہیں میں کہتا ہوں کہ بادشاہوں کی لطافت مزاج کی کیا حقیقت ہے ایسے حضرات کے سامنے۔

توقع کی تکلیف بیہودگی کی تکلیف سے اشد ہے

(ملفوظ ۲۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آنے والوں سے ان کی بیہودگیوں پر تکلیف ضرور ہوتی ہے مگر ان سے کسی منفعت کی توقع کی تکلیف نہیں ہوتی یہ توقع کی تکلیف بیہودگیوں کی تکلیف سے اشد ہے اب تو صرف یہ تکلیف اس سے ہوتی ہے کہ توقع تو اور جواب کی تھی اور ملا اور جواب مگر منفعت کی توقع کی تو تکلیف نہیں ہوتی۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ یہ تو معلوم ہو ہی جاتا ہو گا قرائن سے کہ یہ اس مزاج کا آدمی ہے اور اس فہم کا فرمایا کہ معلوم ہو جانے پر بھی بیہودہ حرکت سے طبعاً تکلیف ضرور ہو گی گو قصد تکلیف دینے کا نہ ہو اس کی ایسی مثال ہے کہ کسی کے سوئی چبھو دی جائے گو قصد نہ ہو مگر اس سے تکلیف تو ضرور ہو گی وہ تو نہیں رک سکتی اس خیال سے کہ یہ بدفہم ہے یا قصد نہیں ہے گو اس کو معذور سمجھ کر سخت مواخذہ نہ کریں گے مگر تکلیف تو ہو ہی گی۔

تقریر میں حضرت حکیم الامتؒ مبسوط الکلام تھے

(ملفوظ ۲۹۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آپ دیکھ لیجئے مجھے بدنام کیا جاتا ہے جن صاحب کو مسجد میں بیٹھ جانے کو میں نے کہا تھا مکرر سہ کرر تنبیہ پر بھی اپنی اس حرکت سے باز نہیں آئے دیکھئے انصاف کیجئے جب ایک بات کو تصریحاً بتلا دیا گیا پھر اس میں کس طرح معذور سمجھا جائے یہ قصد تو نہیں ہوتا کہ تکلیف ہو مگر اس کا بھی قصد نہیں ہوتا کہ تکلیف نہ ہو اس کا سبب بے فکری ہے میں یہ بھی تاویل نہیں کر سکتا کہ میرے کلام کو بوجہ تنگ یا ادق ہونے کے سمجھ نہیں سکتے کیونکہ میں تقریر میں بہت مبسوط الکلام ہوں البتہ تحریر میری تنگ ہوتی ہے اسلئے کہ اہل علم مخاطب ہوتے ہیں تقریر میں نہایت بسط ہوتا ہے بہت ہی کھلی ہوئی ہوتی ہے تنگی نہیں ہوتی

کہ دوسرا سمجھ نہ سکے مگر بات یہ ہے اجزاء کلام کی طرف توجہ نہیں کرتے بس یہ ہے ساری خرابی ۔

ریل میں عورتوں کے ساتھ ہونے سے پریشانی

(ملفوظ ۲۹۵) ایک مولوی صاحب عورتوں کا سفر ریل میں ساتھ ہونا اور اس پر پریشانی اور تکلیف کا ہونا بیان کرر ہے تھے حضرت والا نے فرمایا کہ میں تو ریل کو زندہ جنازہ کہا کرتا ہوں اور عورتوں کو زندہ اسباب مگر مردہ اسباب سے زیادہ تکلیف دہ۔ مردہ اسباب کو قلی نوکر کے سر پر رکھ سکتے ہیں مگر اس زندہ کو کیا کرے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ یہ ہندوستان کی عورتیں جنت کی حوریں ہیں یہ ان میں ایک خاص بات ہے کہ اگر خاوند بیوی کو چھوڑ کر چلا جائے تو جس کونے میں چھوڑ کر جائے گا دس برس کے بعد پھر اس ہی کونے میں بیٹھی ملے گی ۔ یہ اثر ہے۔ صفت قاصرات الطرف ۔ کا جو حوروں کے باب میں وارد ہے یہ ضرور ہے کہ ان میں سلیقہ بہت کم ہے مگر عفیف ہونا اتنی بڑی صفت ہے کہ اس کے سامنے ان کا پھوڑ پنا کچھ بھی اثر نہیں رکھتا میں تو یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ پھوڑ عورت عفیف ضرور ہوتی ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ ہر عفیف پھوڑ بھی ہو پس اگر عورت کا پھوڑ پن ناگوار ہو تو اس کی عفت پر نظر کر کے اس آیت کو پڑھ لیا کرو حق تعالیٰ فرماتے ہیں: فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا ۔ یعنی ممکن ہے کہ ایک چیز تم کو ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ اسی میں خیر کثیر رکھ دیں یہ ہی کیا تھوڑی بات ہے کہ وہ بیبیاں سوائے ہمارے کسی پر نظر نہیں کرتیں حضرت باستثناء شاذ و نادر عورت کو وسوسہ بھی نہیں ہوتا غیر مردوں کا ایک مولوی صاحب نے اپنے ایک خادم سے اپنا ایک واقعہ بیان کیا اس خادم نے مجھ سے روایت کی کہ میں نے ایک بہلی کا کرایہ کیا جب بہلی شہر کے کنارے پر پہنچی تو وہاں اس بہلی والے کا مکان تھا وہاں اس نے بہلی کو روکا اس کی بیوی اس کو کھانا دینے آئی وہ بہلی بان اس قدر بدشکل تھا کہ شاید ہی کوئی اور دوسرا ایسا ہو اور وہ ایسی حسین کہ شاید ہی کوئی اور دوسری ہو مگر میں اس وقت اس کو دیکھ رہا تھا کہ یہ میری طرف بھی نظر کرتی ہے یا نہیں مگر اس نے ایک نظر بھی اس طرف نہیں دیکھا اور شوہر کو کھانا دے کر چلی گئی اسی کو فرماتے ہیں ۔

دلارامے کہ داری دل دروبند ☆ دگر چشم از ہمہ عالم فروبند

(جو ایک محبوب حاصل ہو گیا ہے۔ اسی سے دل لگائے رہو۔ باقی سارے جہان کی طرف سے آنکھ بند کر لو ۱۲)

فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ ہندوستان کی عورتیں حوریں ہیں جن کی صفت میں ارشاد ہے: فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ۔ (ان میں نیچی نگاہ والیاں ہوں گی کہ ان لوگوں سے پہلے ان پر نہ تو کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا اور نہ کسی جن نے ۱۲)۔ یعنی ان باغوں کے مکانات میں ایسی عورتیں ہیں کہ سوائے اپنے شوہر کے کسی طرف نظر نہیں کرتیں۔ ستی ہونے کی رسم ہندستان ہی میں تھی گو قبیح ہے مگر منشا اس کا محض محبت تھا۔ نار عشق کی نسبت یہ نار اس پر آسان تھی کہ اگر زندہ رہوں گی تو نار عشق میں جلتی رہوں گی۔ یہ بھی تجربہ سے معلوم ہوا کہ دوسرا شوہر کر کے بھی عورت پہلے شوہر کو بھولتی نہیں اب دوسرے شوہر کو دانشمندی سے کام لینا چاہیے کہ اس کے دل کو اپنے ہاتھ میں رکھے اور اس کے اس معاملہ میں سختی نہ کرے مثلاً اگر وہ سابق خاوند کے لئے دعا کرے یا ایصال ثواب کرے یہ ساتھ دیتا رہے اگر مزاحمت کرے گا اس کو سخت صدمہ ہوگا اور پھر آپس میں بے لطفی پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے اس ہی لئے بعض حکماء نے سرسری نظر سے منع کیا ہے بیوہ عورت سے نکاح نہ کرے میں کہتا ہوں کہ جب شرعاً کوئی قباحت نہیں تو نکاح ضرور کرے مگر اس کی دلجوئی کا بہت زیادہ اہتمام رکھے تا کہ اس کو دل میں کوئی شکایت پیدا نہ ہو۔

بے فکری کے کرشمے

(ملفوظ ۲۹۶) خواجہ صاحب نے عرض کیا جن صاحب نے میرے واسطے سے گفتگو کی تھی اور ان کو مسجد میں بیٹھ جانے کو حضرت والا نے فرمایا تھا۔ وہ پھر میرے واسطے سے کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں فرمایا کہ وہ ابھی دق کر چکے ہیں پہلے یہ معلوم کر لیجئے کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں تب اجازت دوں گا خواجہ صاحب نے ان صاحب سے دریافت کر کے عرض کیا کہ اپنے قصور کی معافی چاہتے ہیں فرمایا کہ اب اجازت ہے آپ کو واسطہ بننے کی ان سے پوچھئے کہ آخر ایک ایسی صریح بات میں غلطی کی اور باوجود مکرر سہ کرر تنبیہ کے بھی آپ اپنی حرکت سے باز نہ آئے اس کی کیا وجہ تھی

عرض کیا کہ یہ نہ معلوم تھا کہ اتنی سی بات سے متاثر ہو جائیں گے فرمایا ان سے پوچھئے کہ اگر کوئی متاثر بھی نہ ہو کسی کو تکلیف بھی نہ ہو مگر وہ خطاب لغو تو ہوا جب دوسرا نہ سن سکا عرض کیا کہ بیشک لغو ہوا فرمایا ان سے پوچھئے کہ اب اس کا کیا تدارک ہے عرض کیا کہ معافی کا خواستگار ہوں آئندہ ایسی بڑی غلطی نہ کروں گا فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے ان میں فضول گوئی کا بھی مرض ہے اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ چھوٹی غلطی کروں گا جس کا دوسرے لفظوں میں یہ حاصل ہوا کہ تھوڑی سی تکلیف دینا تو گوارا ہے زیادہ گوارا نہیں اپنے نزدیک تو بڑا سوچ کر جواب دیا کہ اس پر کوئی اشکال نہ پڑے مگر وہی بیہودگی کی بیہودگی یہاں ایسوں کی گزر مشکل ہے یہ تو ایسی جگہ کارآمد ہوں گے جہاں مجلس آرائی اور خالی در باروداری ہوتی ہو اور کوئی بات نہیں یہ سب بے فکری کے کرشمے ہیں جب استفادہ انسان کو مقصود ہوتا ہے تو فکر سے کام لیتا ہے عرض کیا کہ آئندہ ایسا نہ کروں گا اور جو ہوا اس کی معافی چاہتا ہوں فرمایا کہ جو کیا اس میں سوال ہے کہ کیوں ہوا اور کیوں ایسا کیا یہ کہتے ہوں گے کہ کہاں آ پھنسے اور میں کہتا ہوں کہ کن سے پالا پڑا عرض کیا کہ جو اس کا تدارک ہو میں اس کے لئے تیار ہوں فرمایا کہ بات تو کام کی کہی مگر اس وقت تو تدارک کا سوال نہیں سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں کیا پھر فرمایا کہ دیہاتی لوگ آتے ہیں وہ بھی ایسی حرکت نہیں کرتے یہ ان دیہاتیوں سے بھی پرلے دیہاتی ہیں کیا اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ آہستہ بولنے سے دوسرا نہ سنے گا اتنی بھی خبر نہیں دودھ پیتے بچے ہیں عرض کیا کہ معافی چاہتا ہوں فرمایا کہ معاف ہے مگر چونکہ آپ کو مجھ سے مناسبت نہیں اور نفع کیلئے جانبین کی مناسبت شرط ہے اس لئے میں آپ کی خدمت سے معذور ہوں عرض کیا کہ آئندہ جو کام یا جو بات کروں گا سوچ اور فکر کے ساتھ کروں گا دریافت فرمایا کہ قیام کب تک رہے گا عرض کیا کہ کل بعد نماز فجر چلا جاؤں گا فرمایا کہ مناسب ہے عرض کیا کہ مکاتبت کی اجازت فرمادی جائے فرمایا کہ اس وقت قلب پر اثر ہے اور یہ بھی نہیں بتلا سکتا کہ اب زائل ہو نہ اس کا زائل کرنا میرے اختیار میں ہے اس لئے اس وقت اس قسم کا تذکرہ بھی نہ کریں جہاں تک معاملہ پہنچ چکا اس کو وہاں ہی تک چھوڑ دیا جائے عرض کیا کہ کل جا رہا ہوں فرمایا کہ رہیں یا جائیں میں منع نہیں کرتا اور یہ میں رنج سے نہیں کہہ رہا ہوں اگر رہیں سر آنکھوں پر مگر ان کو یہ سبق ملا ہے اب کہیں ایسی

حرکت نہ کریں گے یہ تو اس کو ادب سمجھے کہ آہستہ بولے اور یہ نہ سمجھے کہ اگر زور سے نہ بولا تو دوسرا سنے گا نہیں تکلیف ہوگی بس رسموں نے تباہ کیا ہے اس کی تعلیم دیجاتی ہے کہ بلند آواز سے نہ بولو دیکھئے اپنا تو کام لیکر آتے ہیں اپنی ہی حاجت مگر دوسرے کو اہتمام کرنا پڑے یہ تو آنے والے کا فرض ہے کہ آکر صاف اور پوری بات کہہ دے اور ایسی آواز سے بولے کہ دوسرا اس کو سن سکے یہ سب گفتگو خواجہ صاحب کے واسطے سے ہوئی خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میں جانے کے وقت مصافحہ کرسکتا ہوں فرمایا کر سکتے ہیں صبح کو بہت سویرے جائیں گے اس وقت میں یہاں نہ ہوں گا ان سے کہہ دیجئے کہ بعد نماز مغرب ایسی جگہ کھڑے ہو جائیں یہاں مجھ کو یہ شبہ نہ ہو کہ میرے انتظار میں ہیں خانقاہ کے دروازہ پر کھڑے ہو جائیں جب میں جانے لگوں تو زبان سے کہہ دیں کہ میں صبح کو جارہا ہوں ملنا چاہتا ہوں میں انشاءاللہ مصافحہ کرلوں گا بعض لوگ مصافحہ کیلئے ایسی جگہ بیٹھتے ہیں کہ مجھ کو یہ محسوس ہو کہ میرے منتظر ہیں قلب پر بار ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تقاضا ہے کہ اٹھو ہم تمہارے انتظار میں ہیں سو ایسی جگہ بیٹھنا یا کھڑا ہونا چاہیے جس سے دوسرے کو یہ نہ معلوم ہو کہ یہ میرے انتظار میں ہے خواجہ صاحب نے عرض کیا حضرت وہ صاحب میرا شکریہ ادا کررہے تھے کہ تم کو بڑی تکلیف ہوئی فرمایا نہیں جی مسلمان کی خدمت طاعت ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست ☆ بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

(طریقت خدمت خلق ہی ہے۔ (صرف) تسبیح و مصلی کا نام نہیں ہے۔۱۲)

خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہ اس وقت مجلس میں آکر بیٹھ سکتے ہیں فرمایا کہ کیوں نہیں بیٹھ سکتے خدانخواستہ مجھ کو کسی سے بغض تھوڑا ہی ہے اس وقت ان سے تکلیف پہنچی تھی اس لئے مسجد میں بیٹھ جانے کو کہہ دیا تھا اب وہ معاملہ ہی ختم ہو گیا لہٰذا کلفت بھی ختم ہوگئی خواجہ صاحب کی اطلاع پر وہ صاحب مجلس میں آکر بیٹھ گئے ۔ حضرت والا کا ترحم اور شفقت طالبوں کے حال پر اس واقعہ سے ظاہر ہے نیز جو کچھ معاملہ بصورت مواخذہ یا محاسبہ کیا جاتا ہے وہ اصلاح کی غرض سے ہوتا ہے احقر جامع ۱۲ منہ)

انسان کو مایوس نہ ہونا چاہیے

(ملفوظ ۲۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان کو مایوس نہ ہونا چاہیے حق تعالیٰ سے اچھی امید رکھنی چاہیے وہ بندہ کے ظن کے ساتھ ہیں جیسا بندہ ان کے ساتھ گمان رکھتا ہے ویسا ہی معاملہ اس کے ساتھ فرماتے ہیں بڑی رحیم کریم ذات ہے مگر یہ شرط ہے کہ طلب ہو اور کام میں لگا رہے جو بھی ہو سکے کرتا رہے پھر وہ اپنے بندے کیساتھ رحمت اور فضل ہی کا معاملہ فرماتے ہیں وہ کسی کی محنت اور طلب کو رائیگاں یا فراموش نہیں فرماتے ایک شخص کا مقولہ مجھ کو بیحد پسند آیا کہ کیے جاؤ اور لئے جاؤ واقعی ایسی ہی ذات ہے اس قائل نے بہت بڑے اور اہم مضمون کو دو لفظوں میں بیان کر دیا ہاں لگا رہنا شرط ہے اور ایک یہ ضروری امر ہے کہ ماضی اور مستقبل کی فکر میں نہ پڑے اس سے بھی انسان بڑی دولت سے محروم رہتا ہے اور یہ بھی تو ماسوا اللہ ہی کی مشغولی ہے خلاصہ میرے بیان کا یہ ہے کہ قصد سے ماضی اور مستقبل کے مراقبہ کی ضرورت نہیں۔ اگر بدون قصد خیال آجائے تو ماضی کی کوتاہیوں پر توبہ استغفار کر لیا کرے بس کافی ہے پچھلے معاصی کا کاوش کے ساتھ استحضار بھی کبھی حجاب بن کر خسران کا سبب ہو جاتا ہے اور نہ آئندہ کیلئے تجویزات کی ضرورت یہ بھی ضرر رساں ہے نہ اس کی ضرورت کہ میں پہلے کیا تھا اور اب کیا ہو گیا اور میں کچھ ہوا یا نہیں کن جھگڑوں میں وقت ضائع کیا کام میں لگو ان فضولیات کو چھوڑو۔ کسی حالت میں بھی مایوس نہ ہو تو وہ تو دربار ہی عجیب ہے کوئی شخص کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو ایک لحہ ایک منٹ میں کایا پلٹ جاتی ہے بشرطیکہ خلوص کے ساتھ اس طرف متوجہ ہو کر رجوع کرے اور آئندہ کیلئے عزم استقلال کا کرے پھر تو جس نے کبھی ساری عمر اللہ کا نام نہ لیا ہو اور اپنی تمام عمر کا حصہ معاصی اور لہو ولعب میں برباد کیا ہو اس کیلئے بھی رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے اسی کو فرماتے ہیں

باز آ باز ہر آنچہ ہستی باز آ ☆ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست ☆ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

(تو جو کچھ بھی ہے (حتی کہ) اگر کافر و مشرک اور بے دین بھی ہے پھر بھی توبہ کر لے (تو ہم قبول کر لیں گے کیونکہ) یہ ہماری درگاہ ہے جہاں مایوسی نہیں ہے اور اگر سو بار توبہ کر کے

پھر توڑ دی ہو۔اور پھر توبہ کرلو۔تب بھی قبول ہے)۔

جو بندے کے لئے مشکل ہے وہ خدا کے لئے آسان ہے ایسی ذات سے کون مایوس ہوسکتا ہے اسی کو فرماتے ہیں

تو مگو ماراباداں شہ بار نیست ☆ با کریماں کارہا دشوار نیست

(تو یہ مت کہہ کہ ہماری رسائی اس دربار تک نہیں ہے کیونکہ کریموں کیلئے کوئی کام مشکل نہیں ہے وہ اپنے کرم سے تم کو خود اپنی طرف کھینچ لیں گے۔۱۲)

رحمت حق ہر وقت اپنے بندوں کے لئے بخشش کا بہانہ ڈھونڈتی ہے یحیٰی بن اکثم جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ بھی ہیں ان کی وفات کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا پوچھا حق تعالیٰ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا فرمایا مجھ کو حاضر کر کے ارشاد ہوا کہ ارے بڑے بوڑھے تو نے فلاں عمل کیا فلاں معاملہ کیا اس کا کیا جواب ہے میں خاموش رہا ارشاد ہوا کہ بولتا کیوں نہیں میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کیا جواب دوں سوچ رہا ہوں ارشاد ہوا کہ کیا سوچ رہا ہے میں نے عرض کیا میں نے حدیث کی روایت کی ہے ان اللہ یستحیی من ذی الشیبة المسلم کہ حق تعالیٰ بوڑھے مسلمان سے شرماتے ہیں لیکن یہاں اس کا عکس دیکھ رہا ہوں اب حیران ہوں کہ اگر حدیث صحیح ہے تو یہ کیا قصہ ہے ارشاد ہوا کہ حدیث صحیح ہے جاؤ اعمال سے قطع نظر کر کے آج صرف بڑھاپے پر رحم کر کے بخشش کئے دیتے ہیں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

دلم مید ہد وقت ویں امید ☆ کہ حق شرم دارد زموئے سفید

(میرا دل ہر وقت یہ امید رکھتا ہے کہ حق تعالیٰ بوڑھے آدمی کا لحاظ فرماتے ہیں۔۱۲)

اور ایک حکایت ہے ایک نوجوان کی اگر ظاہر نظر سے دیکھا جائے تو ایک مسخرہ پن سا معلوم ہوتا ہے مگر واقع میں منشا اس کا خشیت تھا اس شخص کو اپنے اعمال بد کی وجہ سے خوف تھا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے ایک دوست کو وصیت کی کہ غسل کے بعد میری داڑھی پر تھوڑا سا آٹا مل دینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا اس نے بیان کیا کہ نکیرین نے حق تعالیٰ کے حکم سے یہ سوال بھی کیا کہ ایسی وصیت کی کیا وجہ تھی عرض کیا کوئی نیک عمل میرے پاس نہ تھا مجھ کو خوف ہوا اور یہ حدیث میں نے علماء سے سنی تھی کہ اللہ تعالیٰ بوڑھے مسلمان سے حیا کرتے ہیں میں بوڑھا

بھی نہ تھا اور بوڑھا بننا اختیاری بھی نہ تھا اسلئے میں نے وصیت کی تھی کہ میری داڑھی کو آٹا مل دینا تاکہ بوڑھوں کی ساتھ تشبہ تو ہو جائے اور یہ اختیاری تھا حکم ہوا کہ جاؤ اسی وجہ سے بخشش کی جاتی ہے یہ ہی عمل تمہارا پسند آیا دیکھئے رحمت حق بخشش کے بہانے ڈھونڈتی ہے اسی کو فرماتے ہیں

من نکردم خلق تا سودے کنم ☆ بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

(میں نے اپنے کسی نفع کے لئے مخلوق کو پیدا نہیں کیا بلکہ بندوں پر بخشش اور کرم کرنے کیلئے پیدا کیا ہے۔۱۲)

جناب رسول اللہ ﷺ نے جو فرمایا ہے کیا نعوذ باللہ وہ جھوٹ ہو سکتا ہے فی الحقیقت حق تعالیٰ ادنیٰ بہانہ سے بندوں پر رحم فرما دیتے ہیں۔ دیکھ لیجئے کہ بخاری کے شیخ اتنے تو بڑے شخص مگر حدیث دانی حدیث خوانی حدیث رانی سب ختم ہو گئی اگر بخشے گئے تو داڑھی کے سفید ہونے پر اور نجات تو چھوٹی بات پر بھی ہو جاتی ہے مگر چھوٹی بات پر مواخذہ نہیں ہوتا۔ یہ بالکل غلط مشہور ہے کہ مواخذہ بھی چھوٹی سی بات پر ہو جاتا ہے مواخذہ تو بڑی ہی بات پر فرماتے ہیں اب رہا یہ کہ کوئی بڑی کو چھوٹی خیال کرے اس کا کسی کے پاس کیا علاج ہے جیسے ایک رئیس خاں صاحب تھے انہوں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا تھا کہ حضرت وہ چھوٹی چھوٹی باتیں کونسی ہیں جن سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے حضرت نے فرمایا کہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے انہیلے والوں کا نکاح ٹوٹ جاتا ہوگا۔ عرض کیا کہ حضرت یہ ہی کفر شرک کی باتیں فرمایا کہ خان صاحب یہ کفر و شرک تو چھوٹی باتیں ہیں اور ان سے بڑی کونسی ہونگی۔ بس اسی طرح اگر کوئی بڑی کو چھوٹی سمجھ لے تو اس کا کیا علاج ایک بزرگ بہت بھولے تھے ایک باورچی بہت منہ چڑھا تھا اور مولوی صاحب اس کے معتقد تھے فرمایا کرتے تھے کہ اس میں سب محاسن ہیں صرف ایک ذراسی کسر ہے کہ نماز نہیں پڑھتا اب بتلایئے اتنی بڑی کسر کو مولوی صاحب ذراسی کسر بتاتے ہیں۔

پہلے لوگوں کا اختلاف

(ملفوظ ۲۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے لوگوں میں بھی اختلاف تھا مگر نفسانیت سے نہ ہوتا تھا مولوی تراب صاحب جنہوں نے قاضی مبارک وغیرہ پر حاشیہ بھی لکھا ہے مفتی

سعد اللہ صاحب سے ان کی ملاقات ہوئی مولود پر پہلے سے گفتگو ہوا کرتی تھی مولوی تراب صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب ابھی تک تمہارا انکار چلا ہی جاتا ہے۔ مولوی سعد اللہ صاحب نے کہا کہ اور ابھی تک تمہارا اصرار چلا ہی جاتا ہے انہوں نے کہا کہ مولوی صاحب ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ سوائے متابعت سنت رسول اللہ ﷺ کے اس احتیاط کا اور کوئی داعی نہیں مولوی تراب صاحب نے کہا کہ الحمد للہ آپ اور ہم دونوں انشاء اللہ تعالیٰ ناجی ہیں ہم محبت کی وجہ اور تم متابعت کی وجہ سے مناظرہ ختم ہوا ضدی نہ تھے۔

انسان بننا مشکل ہے

(ملفوظ ۲۹۹) ایک صاحب کی غلطی پر تنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اگر میں اپنے مذاق کا اخفاء کرتا تو آج بہت خوش اخلاق مشہور ہوتا یہاں پر تو بانگ دہل بتلا دیا جاتا ہے کہ ہمارے پاس یہ کچھ ہے اگر اس سے زائد کی ضرورت ہو تو کہیں اور جاؤ میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر بزرگ بننا ہے یا ولی بننا ہے یا قطب اور غوث بننا ہے تو کہیں اور جاؤ اگر انسان بننا ہے تو یہاں آؤ اور یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ بزرگ اور ولی قطب اور غوث بننا تو آسان ہے مگر انسان بننا مشکل ہے۔

قصد السبیل اور امداد السلوک

(ملفوظ ۳۰۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ چونکہ فلاں صاحب امداد السلوک کو سمجھتے نہیں اس لئے قصد السبیل کو اس کے معارض سمجھیں گے پھر تعارض سمجھنے کے بعد دو ہی صورتیں ہونگی یا تو امداد السلوک سے غیر معتقد ہوں گے یا قصد السبیل سے غیر معتقد ہوں گے اس سمجھنے پر یہ نظیر بتلائی کہ فلاں مولوی صاحب ندوی نے قصد السبیل کو دیکھ کر لکھا تھا کہ یہ فن بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے یہ صریح دلیل ہے نہ سمجھنے کی۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی حضرت کو نصیحت

(ملفوظ ۳۰۱) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں جو آجکل دعویٰ نہیں کرتا وہی دبا ہوا نظر آتا ہے لوگ اسی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اگر وہ بھی زبان کھولے اور قلم ہاتھ میں لے تب حقیقت معلوم ہو چنانچہ مجھ پر آئے دن عنایت فرماؤں کی عنایتیں ہوتی رہتی ہیں وجہ وہی ہے جو میں نے عرض کی یعنی میری خاموشی حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرما دیا تھا کہ جو شخص تم سے الجھے سب رطب دیا بس اس کے حوالہ کر کے الگ ہو جاؤ بڑی ہی پاکیزہ

تعلیم ہے اس کی بدولت بڑے بکھیڑوں سے نجات مل گئی۔

تواضع کا کلمہ:

(ملفوظ ۳۰۲) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں مولوی صاحب یہ فرماتے تھے کہ مجھ میں کبر کا مرض بہت زیادہ تھا مگر خانقاہ کے زمانہ قیام میں وہ کبر جاتا رہا اور یہ معلوم ہوا کہ میں کچھ نہیں حضرت والا نے کہا آپ کے اس کہنے پر مولانا شہید رحمتہ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ یاد آیا ایک شخص نے مولانا کے علم کی تعریف کی مولانا نے فرمایا میرا کیا خاک علم ہے اس نے کہا آپ تواضع سے فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ کلمہ تو تکبر کا ہے تواضع کا کلمہ نہیں۔ یہ بات وہ شخص کہہ سکتا ہے کہ جس کی دور تک علوم پر نظر ہو اس کو دیکھ کر یہ ہی کہے گا تو یہ کلمہ تواضع کا کہاں ہوا اس میں تو علم کثیر کا دعوی ہوا پھر فرمایا کہ بڑے ہی کام کی بات فرمائی اس لئے کہ بعض نفی بھی اثبات پر دلالت کرتی ہے۔

بدعت نہایت مذموم چیز ہے

(ملفوظ ۳۰۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ بدعت نہایت ہی مذموم چیز ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ایک عجیب جواب دیا تھا اس شخص کو چھینک آئی بجائے الحمدللہ اس نے کہا السلام علیکم ابن عمرؓ نے فرمایا کہ تجھے بھی سلام تیری ماں کو بھی سلام اس نے برا مانا۔ پس مقصود تعلیم دینا تھا کہ بے محل شرعی سلام کرنا ایسا ہی برا ہے جیسا تمہارے سلام کے جواب میں ماں کو شامل کر لینا بے محل ہونے کی وجہ سے برا سمجھا گیا اس میں بعض لوگوں نے ایک نکتہ نکالا ہے کہ ماں کا ذکر اس لئے کیا کہ اس نے تجھے ایسی تعلیم کی یہ بطور طعن کے تھا یہ بہت بڑے جلیل القدر صحابی ہیں بڑے ہی متبع سنت ہیں یہاں تک کہ سفر میں جہاں حضور ﷺ نے نماز پڑھی وہاں یہ بھی نماز پڑھتے تھے۔

۱۵ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح

فناء الرائی:

(ملفوظ ۳۰۴) (ملقب بہ فناء الرائی) ایک نووارد صاحب سے حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آنا ہوا اور کس غرض سے۔ عرض کیا کہ فلاں مقام سے آیا ہوں اور اصلاح کی

غرض سے آیا ہوں فرمایا کہ ایک دن میں اصلاح ۔عرض کیا کہ تین دن ٹھہروں گا فرمایا کہ تین دن ہی سہی اتنی مدت میں تو جسمانی مرض مزمن بھی نہیں جا سکتا اس وقت تو آنے کی غرض ملاقات ہی رکھئے یہ بھی ایک رسم ہے کہ اصلاح کے الفاظ ضرور کہے جائیں چاہے وقت ہو یا نہ ہو سو یہ وقت محض ملاقات کیلئے رکھئے اس میں آپ کے لئے بھی سہولت ہوگی اور میرے لئے بھی آپ بھی عافیت سے رہیں گے اور مجھ کو بھی عافیت رہے گی یہ فرما کر دریافت فرمایا کہ میرے جواب کے بعد بات صاف ہو جانا چاہیے آپ اپنی رائے پر قائم رہیں یا نہیں مجھ کو معلوم ہو جانا چاہیے عرض کیا کہ ملاقات ہی کیلئے اس وقت کو طے کر لیا ہے مگر حضرت والا اللہ اللہ کرنے کیلئے کوئی طریقہ تجویز فرمادیں فرمایا کہ یہ تو اس وقت آپ نے ایسی بات کہی کہ پنچوں کا کہنا سر آنکھوں پر مگر پرنالہ اسی طرف کو اترے گا دوسرے طالبانہ درخواست نہیں کی مدعیانہ تجویز بھی خود ہی کر لیا کہ فلاں چیز کی تعلیم کر دو اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے مریض طبیب سے کہے کہ میرے لئے خمیرہ تجویز کر دیجئے طبیب کو تو حق ہے کہ وہ جو چاہے تجویز کرے مگر مریض کو حق نہیں تجویز کا اور اس وقت تو آپ کو کوئی درخواست بھی نہ کرنا چاہیے تھی اس لئے کہ یہ وقت ملاقات کیلئے طے ہو چکا تھا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر دق کا مریض طبیب سے یہ کہے کہ میرے لئے دودھ گھی تجویز کر دیجئے تو کیا اس کی یہ درخواست با اصول ہے یا بے اصول اور ایسی درخواست تو خط سے بھی پوری ہو سکتی تھی فضول آپ نے سفر کی صعوبت گوارا کی اور کرایہ صرف کیا اگر مختصر قیام ہو تو ملاقات ہی پر اکتفا کرنا چاہیے اور اگر مطول قیام ہے تو ایسی درخواست کا مضائقہ نہیں اب اس میرے جواب سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس درخواست سے آگے کوئی اور چیز بھی ہے ورنہ جہل میں ابتلا رہتا اور ظاہر میں تو یہ درخواست خیر معلوم ہوتی تھی مگر اس کی تہ میں یہ زہر اور ضرر ہے کہ اگر میں اس درخواست کو پورا کر دیتا تو خود رائی کا مرض زیادہ قوت پکڑ جاتا اسی ہی لئے میں نے کہا تھا کہ اتنی مدت میں تو مرض جسمانی مزمن بھی نہیں جا سکتا۔ چہ جائے کہ مرض باطنی آخر اس باطنی مرض کا ظہور ہو کر رہا لوگ مجھ کو وہمی کہتے ہیں لیکن اگر اس طرح نہ کروں تو اصلاح کس طرح ہو اگر کوئی طبیب مریض کے حالات پر مطلع ہونے کے لئے کھود کرے تو آیا وہ طبیب شفیق کہلائے گا ہمدرد اور خیر خواہ کہلائے گا یا وہمی

اور سخت اور ظالم کہلائے گا جب تک مریض یہ کہتا ہے کہ میں ملاقات کو آیا ہوں اس وقت تک تو خیر ہے اور جہاں اس نے کہا کہ علاج کی غرض سے آیا ہوں سوالات شروع ہو گئے بھوک کا کیا حال ہے پیاس کیسی ہے نیند آتی ہے یا نہیں یہی قاعدہ طریق اصلاح میں ہے کہ جب تک ملاقات کا نام ہے کچھ مطالبہ نہیں اور جہاں اصلاح کا نام لیا سوالات شروع ہو گئے طالب کے بعض حالات تو وہ ہیں کہ جو سوالات پر موقوف ہیں اور بعض باتیں مصلح خود مثل طبیب کے قرائن سے معلوم کر لیتا ہے مثلاً طالب میں طلب صادق ہے یا نہیں فہم اور عقل اس میں کیسے ہیں اگر طلب صادق ہے اور فہم ہے تو مناسبت ہو کر کام چل جاتا ہے اور کوئی بے لطفی بھی جانبین کو پیش نہیں آتی اور اگر طالب ان اوصاف سے کورا ہے تو عدم مناسبت کی بناء پر نفع نہیں ہوتا بدفہمی کی وجہ سے گڑ بڑ کرتا ہے اس سے مصلح کو تکدر ہوتا ہے اس کے تکدر سے مریض یعنی طالب کو تکدر ہوتا ہے اس لئے کام نہیں چلتا۔ یہ طریق ہیں علاج کے مربی جس کیلئے جو اس کے حال کے مناسب سمجھتا ہے تجویز کرتا ہے اکثر جو طالب سے گڑ بڑ ہوتی ہے وہ اضطرار سے یا بدفہمی سے یا قصد سے یا جہل سے نہیں ہوتی بلکہ اکثر بے فکری اور غفلت سے ہوتی ہے یہ ہی وجہ ہے کہ مصلح کو اس پر سخت ناگواری ہوتی ہے کہ اگر یہ چاہتا اور اہتمام کرتا تو اس کا انسداد اور ازالہ اس کے اختیار میں تھا اب اس بے فکری اور غفلت کے دور کرنے کیلئے طالب کے مزاج کے موافق مربی جو مناسب سمجھتا ہے تجویز کرتا اور برتاؤ کرتا ہے۔ اور یہ وہ چیز ہے کہ جس میں کسی کو بھی مداخلت کرنا جائز نہیں جیسے طبیب جسمانی کی تجویز میں کسی کو حق مداخلت کا نہیں ہاں ایک حق ہے کہ اگر وہ مصلح یا اس کی تجویز پسند نہ ہو یا اس کو برداشت نہ کر سکے تو اس کا علاج چھوڑ دے یا اس سے تعلق قطع کر دے ورنہ تعلق رکھتے ہوئے اس راہ میں قدم رکھنے کے لئے پہلی شرط یہ ہے جس کو فرماتے ہیں

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں ☆ شرط اول قدم آنست کہ مجنون باشی

(لیلیٰ کے ملنے کے راہ میں جان کو بہت سے خطرات تو ہیں ہی مگر اول شرط یہ ہے کہ مجنوں بنو۔۱۲)

اس راہ میں بدون اپنے کو مٹائے اور فنا کئے کامیابی مشکل ہے مٹ جانے سے مراد یہ

ہے کہ اپنے کو کسی کے سپرد کردے اور اپنے تمام خیالات اور راؤں کو اس کی تجویز کے سامنے فنا کردے مولانا رومیؒ اسی کو فرماتے ہیں۔

قال را بگذار مرد حال شو ☆ پیش مردے کاملے پامال شو

(قال کو چھوڑ کر حال پیدا کرو۔ اور کسی کامل کے آگے اپنے کو فنا کردو ۔۱۲)

اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو کامیابی مشکل ہے جب مربی کی ہر تنبیہ اور اس کی روک ٹوک پر تیرے دل میں کدورت پیدا ہوتی ہے تو آیا ہی کس بوتے پر تھا اور اس راہ میں قدم ہی کیوں رکھا تھا مولانا فرماتے ہیں۔

تو بیک زخمے گریزانی زعشق ☆ تو بجز نامے چہ میدانی زعشق

چوں نداری طاقت سوزن زدن ☆ پس تو از شیر ریاں کم دم بزن

در بہر زخمے تو پر کینہ شوی ☆ پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

(تو ایک کچوکے ہی کی وجہ سے عشق سے بھاگنے لگے۔ تو معلوم ہوا کہ تم نام ہی کے عاشق تھے جب سوئی چبھنے کی برداشت نہیں ہے۔ تو شیر کی تصویر بدن پر گدوانے کا خیال ہی چھوڑ دو۔ اگر ہر کچوکے پر تم کو ناگواری ہوگی تو بے صیقل کے آئینہ کیسے بنوگے ۔۱۲)۔

غیر اختیاری چیزیں مقصود فی الدین نہیں

(ملفوظ ۳۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جن چیزوں کی تحصیل تکمیل کا حکم ہے وہ مامور بہ ہیں اور اختیاری ہیں اور جو اختیاری نہیں وہ مامور بہ نہیں نہ وہ مقصود فی الدین ہیں مگر جن چیزوں کی تکمیل کا امر ہے دعوی ان کی تکمیل کا بھی کوئی نہیں کر سکتا اور نہ ناز کر سکتا ہے کہ میری نجات کا مدار میرے اعمال پر ہے نجات کا مدار فضل خداوندی پر ہے واقعی اپنے اعمال کی بدولت کون جنت کو پا سکتا ہے خود حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لن یدخل الجنة احد بعمله حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ولا انت یارسول اللہ کہ یارسول اللہ آپ بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہ ہوں گے حضور ﷺ نے اپنے سر مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ولا انا الا ان یتغمد نی اللہ برحمته یعنی نہ میں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں چھپالے اب کس کا منہ ہے اور کس

شمار میں ہے بس معلوم ہو گیا کہ ایسے خیالات ہی میں نہ پڑے اپنے کام میں لگنا چاہیے اور یہ لگنا ساری عمر کے لئے ہے بس اسی میں اپنی عمر کو ختم کردے اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

اندریں رہ می تراش و می خراش ☆ تادم آخر دمے فارغ مباش

(میں نے اپنے کسی نفع کے لئے مخلوق کو پیدا نہیں کیا بلکہ بندوں پر بخشش اور کرم کرنے کیلئے پیدا کیا ہے۔۱۲)

وہ تو دربار ہی اور ہے وہاں تو ان نقائص ہی پر سب کچھ عطا ہو گا وہ کاملین ہی کے خریدار تھوڑا ہی ہیں وہ تو ناقصین کو بھی قبول فرمانے والے ہیں اس لئے کہ جو کچھ عطاء ہو گا اس کے مقابلہ میں ان ہمارے اعمال کی کچھ بھی حقیقت نہ ہوگی گو وہ قاعدہ سے کامل ہی ہوں جو کچھ بھی ہو گا فضل اور رحمت سے ہو گا وہاں ضابطے کے کھوٹے کھرے کو نہ دیکھا جائے گا بلکہ طلب اور خلوص کو دیکھیں گے مولانا فرماتے ہیں۔

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را ☆ کہ بیک گل می خری گلزار را

(ایسا بازار کس کو ملتا ہے جہاں ایک پھول کے بدلہ میں پورا باغ ملتا ہو۔۱۲)

اس لیے کہ مایوس نہ ہو جیسے ٹوٹے پھوٹے کی توفیق ہو کام میں لگے رہو انشاء اللہ تعالیٰ سب کچھ عطا ہو رہے گا۔

صوفیاء کے نزدیک انسان عالم کبیر ہے

(ملفوظ ۳۰۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حکماء انسان کو عالم صغیر کہتے ہیں اور صوفیہ عالم کبیر کہتے ہیں اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ ، جس میں تصریح ہے انسان کے صغیر ہونے کی اور اس صورت میں حکماء اور صوفیہ کے کلام میں تعارض معلوم ہوتا ہے اور حکماء کی تائید کلام پاک سے ہوتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ تعارض کچھ نہیں اس لیئے کہ انسان میں دو درجہ ہیں ایک کے اعتبار سے حکماء کا قول صحیح ہے یعنی مادہ کے اعتبار سے تو انسان عالم صغیر ہے جیسا لفظ خلق اس پر دال ہے اور روح کے اعتبار سے عالم کبیر ہے اور اصل بات یہ ہے کہ صوفیہ کے اکثر دقائق لوگوں کی سمجھ میں

نہیں آتے اس لئے ان کے اقوال کو بظاہر دلائل کے معارض سمجھ بیٹھتے ہیں حالانکہ وہ حقیقت ہوتی ہے مثلاً اس وقت میں نے ہی حکماء اور صوفیہ کے قول کو بیان کیا بتلایئے ان میں کیا تعارض ہے۔

وعظ الظاہر کے بارے میں

(ملفوظ ۳۰۷) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو جاہل صوفیوں کے اقوال ہیں ان کو کیا خبر کہ حقیقت شریعت کیا ہیں اصطلاح میں احکام ظاہرہ کو شریعت کہتے ہیں اور باطن کو طریقت اور اصل ایک ہی چیز ہے اس کے یہ دو درجے ہیں اور بدون دونوں سے جمع ہوئے اور عمل کیے انسان کی نجات نہیں باقی حقیقت وہ اسی مجموعہ پر مرتب ہے اس لئے اگر اس کے موافق ہے تو مقبول ورنہ وہ حقیقت ہی نہیں جس کو شریعت رد کرے یا کہ بددینی ہے ایسے ہی بد دینوں اور جاہلوں نے اس فن کو بدنام کیا ہے اس کی ایک مثال بیان کرتا ہوں مثلاً یہ ایک حقیت ہے کہ ہر شے کے مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہیں مگر نظام عالم قائم رکھنے کیلئے اشیاء پر ہمارا نام رکھ دیا ہے ورنہ حقیقت میں بندوں کے اموال اور نفس اور عزت اور آبرو سب کے مالک وہی ہیں غرض اس حقیقت کی حکمت کے لئے ان کی نسبت ہماری طرف فرمادی تا کہ گڑبڑ نہ ہو اور نظام عالم قائم رہے اور یہ نسبت شریعت ہے پس اگر شریعت نہ ہو تو تمام عالم میں فساد برپا ہو جائے ہر شے پر تجادل (آپس میں جھگڑا) وتقاتل (آپس میں لڑائی) برپار ہے شریعت مقدسہ ہی نے بڑے بڑے مفاسد کو روک رکھا ہے اسی مضمون کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک خاص عنوان سے بیان کیا ہے فرماتے ہیں ۔

سر پنہاں است اندر زیر و بم ☆ فاش اگر گویم جہاں برہم زنم

حضرت حاجی صاحب نے یہی تفسیر فرمائی ہے کہ سر پنہاں توحید کشفی ہے اور فاش گفتن اظہار ہے جہاں برہم زودن مفاسد کا ترتب ہے اور زنم میں اسناد الی السبب ہے پس اس نسبت کے حقوق اور اس کے احکام شریعت ہی نے بیان فرمائے ہیں اور جو درجہ اس نسبت کا ہے وہ بھی اک حقیقت ہے جو حقیقت متعارفہ کی ساتھ جمع ہو سکتی ہے پس دونوں حقیقتوں میں کچھ تعارض نہیں پس صحیح حقیقت ان دونوں کا مجموعہ ہے نہ وہ جس کو جاہل صوفی بیان کرتے ہیں کہ وہ تو واقع میں

حقیقت نہیں صرف جزو حقیقت ہے غرض حقیقت وہ ہے جس کو خود شریعت نے بیان کیا ہے اور جس کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں وہ حقیقت مزعومہ ہے حقیقت واقعہ نہیں میرا ایک وعظ ہے الظاہر اس کا نام ہے اس میں اس کے متعلق پوری بحث ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔

صفائی معاملات کا قحط

(ملفوظ ۳۰۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ روزمرہ کے معاملات میں لوگ ادھوری بات کرتے ہیں جس سے دوسرے کو پریشانی ہوتی ہے تکلیف ہوتی ہے ہمیشہ اس کا خیال رکھنا چاہیے گویا یہ کل سلوک ہے کہ اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے آج کل لوگوں نے وظائف اور اوراد کو اصل سمجھ کر معاشرت کے تمام احکام سے نظر ہٹالی جو سخت دھوکہ ہے اور اشد غلطی ہے بات ہمیشہ پوری کہنا چاہیے پوری بات کرنے سے کبھی پریشانی نہیں ہوتی میں تو رات دن اسی ہی کی تعلیم کرتا ہوں۔ ایک صاحب یہاں پر تشریف لائے تھے پہلا موقع تھا مجھ کو اجنبی شخص کے خدمت کرنے سے بجائے راحت کے گرانی اور کلفت ہوتی ہے میں مکان کے ارادہ سے چلا انہوں نے دوڑ کر جوتے کا جوڑا میرے ہاتھ میں سے لینا چاہا میں نے انکار کیا اس پر اصرار کیا سخت پریشانی ہوئی میں نے کہا کہ اپنا جی چاہا کرتے ہو تو کرلو جوتہ لئے کھڑے رہو میں ننگے پیر چلا جاؤں گا لوگ اس طرح پر ایذائیں پہنچاتے ہیں کچھ نہیں محض تمرد اور سرکشی ہے اطاعت کا مادہ ہی لوگوں میں نہیں رہا کہاں تک اصلاح کی جائے۔

فضل کسی کمال پر موقوف نہیں

(ملفوظ ۳۰۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کسی عمل کے صدور کو اپنا کمال نہ سمجھے بلکہ حق تعالیٰ کی عطاء سمجھنا چاہیے اپنا کمال سمجھنے میں قلب میں دعوی استحقاق کا پیدا ہو جائے گا اور یہ سخت مضر ہے اپنے کو ناقص ہی سمجھے اور اپنا کوئی استحقاق نہ سمجھے اسی میں خیر ہے ہاں باوجود ناقص سمجھنے کے ان کے فضل کا امیدوار ہے فضل کسی کمال پر موقوف نہیں۔

غیر اختیاری مصائب پر توفیق صبر

(ملفوظ ۳۱۰) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو غیر اختیاری

بلائیں انسان پر آتی ہیں اللہ تعالیٰ ان پر صبر کی بھی توفیق دیدیتے ہیں اور بلاؤں کے اور مصائب کے آنے میں بڑی حکمتیں ہوتی ہیں ایک رحمت یہ ہے کہ بلائیں جو آتی ہیں وہ بھی بتدریج یہ بھی حکمت سے خالی نہیں کہ ان کا تحمل ہو جائے پھر اس سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

۱۵ اشوال المکرم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

بے فکری کا نتیجہ:

(ملفوظ ۳۱۱) ایک نو وارد مولوی صاحب نے سوال کیا کہ حضرت نماز عید میں اگر واجب ترک ہو جائے اتنا ہی کہنے پائے تھے حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ میں نے پہچانا نہیں کون صاحب ہیں عرض کیا کہ میں فلاں ہوں اور صبح حاضر ہوا ہوں فرمایا کہ مجھے مسائل جزئیہ یاد نہیں ہیں میں خود اپنی ضرورت کے وقت دوسرے علماء سے پوچھ پوچھ کر عمل کرتا ہوں دوسرے یہ کہ فقہ کے مسائل کی تحقیق کی جگہ نہیں یہ ایک مستقل کام ہے اور الحمد للہ دیوبند اور سہارنپور میں بڑے پیمانہ پر ہو رہا ہے اور کیا آپ کے آنے کا مقصد ان مسائل کی تحقیق ہے عرض کیا کہ ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا ہوں فرمایا پھر یہ زیادتی کیوں کی ہر شے کا محل اور موقع ہوتا ہے اور میں اپنی حالت سے آپ کو مطلع کئے دیتا ہوں کبھی آپ دھوکے میں رہیں وہ یہ کہ میں ایک طالب علم ہوں ادھورا سا جو کچھ پہلے ٹوٹا پھوٹا پڑھا تھا آپ وہ بھی بھول بھال گیا اور اس کام کے کرنے والے ماشاء اللہ بہت ہیں پھر یہ کہ کیا سارے مقاصد کی مشق کے لئے میں ہی ہوں اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ آپ لوہار کے پاس جا کر کہیں پازیب اور چھاگل بنادے وہ کہے گا کہ میں اس خدمت سے قاصر ہوں معذور ہوں ہاں! کھرپہ پھاوڑا کوئی چاہے تو کوٹ چھیت پیٹ کر ہاتھ دوں۔

اسی طرح مسائل فقہیہ کی تحقیق میرا کام نہیں جہاں یہ کام ہوتا ہو وہاں جاؤ اگر خاموش بیٹھنے کی برداشت نہیں ہوسکتی تو خود بیٹھنے ہی کی کیا ضرورت ہے بس بیٹھے بیٹھے جوش اُٹھتا ہے کہ لاؤ بے کار بیٹھے مسائل ہی پوچھ لیں بے کار سے تو اچھا ہے آپ نے مجلس کی یہ قدر کی۔ میں پوچھتا ہوں کہ دیوانی کے حاکم کے یہاں کوئی فوجداری کا مقدمہ لیجائے بے جوڑ بات ہے یا نہیں خدا معلوم لوگوں کا فہم کہاں گیا اور فہم تو بدنام ہی بدنام ہے اصل چیز وہی بے فکری ہے اگر فکر ہوتی تو پہلے

مجھ سے دریافت کر لیتے کہ میں فلاں شخص ہوں صبح آیا ہوں مجھ کو ایک مسئلہ معلوم کرنا ہے اجازت چاہتا ہوں مگر کچھ نہیں جو جی میں آیا کہنا شروع کر دیا کوئی اصول ہی نہیں بولنے کے موقع پر خاموش اور خاموشی کے موقعہ پر بولنا۔

اب میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں آپ کو بولنے کا بڑا شوق ہے اب دیکھتا ہوں کیسے بولنے والے ہیں وہ پوچھنے کی بات یہ ہے کہ اگر میں اس کام سے فارغ ہوتا جو میں نے اپنے ذمہ لیا ہے تو کیا پڑھنے پڑھانے کا مشغلہ نہ رکھتا جب یہ مشغلہ نہیں تو سمجھ لیجئے کہ میں فارغ نہیں پھر مشغول آدمی کو دوسرے شغل میں لگانا کیا بے موقع نہیں اس کا جواب دیجئے اس پر وہ خاموش رہے۔ فرمایا جواب دیجئے آپ کو تو بولنے بلانے کا مشغلہ پسند ہے اب وہ پسندیدگی کہاں گئی۔

افسوس ہے کیوں آپ لوگ آ کر خود بھی پریشان ہوتے ہیں اور مجھ کو بھی پریشان کرتے ہیں میں اپنے اس طرز کے متعلق آپ سے کیا عرض کروں مگر کچھ عرض کرتا ہوں پہلے جس زمانے میں سفر کرتا تھا اُس وقت کی خدمت میں اور جب سے سفر بند ہوا ہے اس وقت کی خدمت میں زمین آسمان کا فرق ہے الحمدللہ جب سے نکما ہو کر پڑ گیا ہوں اور اکثر اصلاح کے باب میں لوگوں سے لڑائی بھڑائی رہتی ہے میں تو کھلی آنکھوں مشاہدہ کرتا ہوں کہ لوگوں کو بے حد نفع ہے اس لئے میں خیر خواہی سے آپ سے کہتا ہوں کہ مجلس میں خاموش بیٹھے رہا کیجئے اس کا نفع اس وقت آپ کو محسوس نہ ہوگا مگر یہاں سے جانے کے بعد آپ محسوس کریں گے تب اس بولنے پر خاموشی کو ترجیح دیں گے۔

ایک اور ضروری بات عرض کرتا ہوں کہ اگر یہاں قیام طویل ہو تب تو تعلیم کی درخواست کا مضائقہ نہیں اور اگر قصیر ہو تو صرف ملاقات اور مجلس میں بیٹھنے پر اکتفا کرنا چاہئے یہ ضروری اصول ہیں اگر آپ کو یہ اصول معلوم نہ تھے تو یہ کیا مشکل ہے کہ آپ مجھ سے دریافت کر لیتے مگر نہیں دریافت کیا اس بے فکری کو خدا غارت کرے باستثناء قلیل قریب قریب سب ہی کو اس بلاء میں ابتلاء ہے یا تو اس طریق کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے اور اگر اس طرف متوجہ ہوئے بھی تو یہ نور برسایا خوب کہا ہے

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی ☆ تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

حضرت یہ راہ بڑی ہی نازک ہے قدم قدم پر غور اور فکر کی ضرورت ہے اس کی نزاکت پر ایک حکایت یاد آئی ایک مرید کو جو کہ شیخ کی خدمت میں رہتے تھے وسوسہ ہوا کہ دنیا میں بڑے بڑے مشائخ ہیں اوروں کو بھی چل کر دیکھنا چاہئے شاید وہاں نفع زیادہ ہو۔ شیخ کو اطلاع ہوگئی قرائن سے یا کشف سے کہ مرید کو دوسری طرف میلان ہے کہ دنیا میں دوسرے مشائخ بھی ہیں مگر شیخ نے ظاہر نہیں فرمایا اور اس خاص لطیف عنوان سے فرمایا کہ بھائی بزرگوں نے سیاحت بھی کی ہے فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا (سو تم اس کے رستوں میں چلو۱۲) کے اقتضاء سے سنت بھی اگر جی چاہے تم بھی سیاحت کر آؤ یہ مرید بہت خوش ہوا کہ میرا نام بھی نہ ہوا اور کام بھی ہوگیا۔ سیاحت میں چلا جا کر دیکھا کہ سب جگہ اندھیرا ہے مطلب یہ کہ اسے کچھ نظر نہیں آیا یہ ضروری نہیں کہ دوسری جگہ واقع میں بھی کچھ نہ تھا مگر خصوصیت استعداد سے مناسبت کے موقع کا اثر قلب پر اس کا مصداق ہوتا ہے۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام ☆ بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

(تمام جہاں چھان ڈالے بہت محبوبوں سے محبت کر کے آزمایا، ہزاروں حسینوں کو دیکھا لیکن تم تو کچھ چیز ہی اور ہو، جس کا بیان میں لانا ہی مشکل ہے)

شیخ کی خدمت میں واپس آگئے دیکھ کر فرمایا کہ ہو آئے جی بھر گیا، ارمان نکل گیا اب تو گھٹنے توڑ کر بیٹھو گے تب مرید کو معلوم ہوا کہ شیخ کو میرے خیال پر اطلاع ہے دیکھئے کیسا سخت مریض تھا کیسا نازک علاج کیا۔

کام شروع کر کے چھوڑنا بے برکتی کا سبب ہے

(ملفوظ ۳۱۲) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میں طلبہ کو ذکر و شغل نہیں بتلاتا اس لئے کہ تجربہ ہے کہ ایک وقت میں دو کام نہیں ہو سکتے تو شروع کر کے چھوڑنا پڑے گا شروع کر کے چھوڑنا یہ نہایت بے برکتی کا سبب ہے بخاری کی حدیث اسکی دلیل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "یاعبد الله لا تكن مثل فلان كان يصلي بالليل ثم تركه" (اے عبداللہ اُس شخص کی طرح نہ ہونا جو رات کو نماز پڑھا کرتا تھا پھر اُس کو چھوڑ دیا۔۱۲) اور جو نہ بھی چھوڑا تو اس میں کمی ہوگی جو اہم ہے اور سلف کے جمع پر

قیاس نہ کیا جاوے اس وقت ویسی قوت نہیں ہے البتہ علم سے فارغ ہو کر ذکر و شغل شروع کرے اور ایسے وقت شروع کرے کہ پھر کرتا ہی رہے چھوڑے نہیں کہ بے برکتی سے محفوظ رہے۔

طلب صادق کی شان

(ملفوظ ۳۱۳) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ کام کرنے والوں کی اور طلب صادق کی شان ہی جدا ہوتی ہے ایک سلطنت کے وزیر ایک بزرگ سے ملنے گئے بزرگ نے بادشاہ کا مزاج دریافت کیا وزیر نے عرض کیاں کہ حضور بادشاہ کا مزاج تحقیق کرتے کرتے تو ساری عمر گذر گئی میں تو یہاں اپنا مزاج معلوم کرنے آیا بزرگ نے فرمایا کہ میں نے تو تمہاری دل جوئی کی غرض سے پوچھ لیا تھا۔ دیکھئے وزیر میں طلب صادق تھی کیسی کام کی بات کی۔ بعض لوگ زمانہ طاعون میں خطوط سے پوچھتے ہیں کہ طاعون وہاں تو نہیں میں یہ شعر لکھ دیتا ہوں

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم ☆ از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

(ہم نے سکندر و دارا کے قصے نہیں پڑھے ہم سے تو محبت کی باتوں کے سوا اور کچھ مت پوچھو۔۱۲)

ان فضولیات میں لوگ مبتلا ہیں جو وقت کا ضائع کرنا ہے دیکھئے اگر کوئی شخص طبیب کے پاس جا کر بجائے نسخہ لکھوانے کے طبیب سے پوچھے کہ تمہارے کس قدر اولاد ہے کس قدر جائیداد ہے کس قدر آمدنی ہے یہ فضولیات ہیں یا نہیں کیوں اپنا اور اس کا وقت ضائع کیا جس غرض سے اور جو مقصود لے کر طبیب کے پاس گیا ہے اُس کے متعلق پوچھ گچھ کرنا چاہئے حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی میرے اُستاد ہیں قبلہ ہیں کعبہ ہیں مگر مجھے آج تک معلوم نہیں کہ مولانا کے کس قدر اولاد ہیں نہ ہمارے بزرگوں کا یہ طریق ہے۔

احکام طریق بالکل مفقود ہو گئے

(ملفوظ ۳۱۴) ایک صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ پہلے بذریعہ خط آنے کے متعلق دریافت کرلیں تا کہ میں طے کر سکوں کہ کس لئے آئے ہو تا کہ بعد میں کسی قسم کی بے لطفی بے مزگی نہ ہو یہاں آ کر گڑ بڑ کرتے ہیں سمجھانے پر بھی نہیں سمجھتے اس پر مجھ کو تغیر ہوتا ہے اور جب میں متنبہ کرتا ہوں تو مخاطب کو تکلیف ہوتی ہے پھر شکایت کرتے

ہیں افسوس! اِس زمانہ میں اس طریق کے احکام بالکل مسدود بلکہ مفقود ہو گئے یہاں آ کر وہ احکام کانوں میں پڑتے ہیں اس لئے وحشت ہوتی ہے اور مجھے متشدد کہتے ہیں حالانکہ میں اتنی رعایتیں اور سہولتیں کرتا ہوں کہ حقیقت شناسوں کو اس کی ضد کا شبہ ہو جاتا ہے چنانچہ خورجہ میں ایک بزرگ ولائتی ہیں میں اُن سے ملا بھی ہوں میرے متعلق اُن کی یہ رائے ہے کہ ساری باتیں اچھی ہیں مگر مزاج میں مداہنت (ڈھیلا پن) ہے سو یہ شبہ تو کسی درجہ میں ہو بھی سکتا ہے مگر لوگوں کی رائے میں طریق کا تھوڑا سا بھی حق ادا کرنا تشدد ہے اور میں تو اس طریق کا کیا حق ادا کرتا ذرا شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ آداب الشیخ والمرید دیکھنا چاہئے کہ کیا کچھ لکھا ہے میرے یہاں تو اس کا عشر عشیر بھی نہیں جو انہوں نے مرید اور شیخ کے آداب اور طرز تعلیم کو لکھا ہے اور یہ راہ تو عشاق کے لئے ہے جس کی اوّل شرط وہ ہے جس کو فرماتے ہیں ؎

در رہِ منزل لیلےٰ کہ خطر ہاست بجاں ☆ شرط اوّل قدم آنست کہ مجنون باشی

(لیلیٰ کے وصال کے راہ میں جان کو بہت خطرات ہیں۔ مگر اول شرط یہ ہے کہ مجنوں بنو۱۲۔)

ہر مطلوب کے لئے شرائط ہونے پر ایک حکایت یاد آ گئی ایک خان صاحب کسی درویش کے پاس کیمیا سیکھنے گئے اور ان کو بہت پریشان کیا آخر انہوں نے اپنی جان بچانے کے لئے کہا کہ مولوی غوث علی شاہ صاحب جانتے ہیں اس خیال سے کہ مولوی صاحب ذہین ہیں خان صاحب کا اُن کے یہاں علاج ہو جائے گا خان صاحب نے وہاں جا کر کہا کہ کیمیا بتلا دو فرمایا نہیں بتلاتے کوئی تمہارے باوا کے نوکر ہیں کیا کیمیا یوں ہی بتلا دی جاتی ہے۔ خدمتیں کرو کبھی مزاج درست ہو گا بتلا دیں گے خان صاحب ڈھیلے ہوئے شام کو گھانس پات اُبال کر خان صاحب کے سامنے رکھوا دیا کہ کھایئے کہا کہ منہ میں چلتا نہیں عادت نہیں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ اکبر اسی برتے پر چلے تھے کیمیا سیکھنے ابھی تو اُسکی یہ پہلی منزل ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا ☆ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

خان صاحب کہتے ہیں کہ اگر کیمیا اس طرح حاصل ہوتی ہے تو لعنت ہے ایسی کیمیا پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ بے شک قابل لعنت تو ہے ہی حضرت کیمیا کیسی ادنیٰ درجہ کی سی چیز ہے مگر

بڑے بڑے شان والے لنگوٹ بندوں کے پیچھے پھرتے ہیں اور وہ منہ بھی نہیں لگاتے جس کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ کمال میں ایک استغناء ہوتا ہے وقارالامراء زیارت کرنے کے لئے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں گئے تھے مولانا نے ان کے نکلوا دینے کا حکم دیا کہ نکالو صاحب زادے نے کہا کہ وزیر ہیں فرمایا کہ ہوگا وزیر ہمیں ان سے کیا کچھ لینا ہے بہت سفارش کے بعد چند گھنٹے ٹھہرنے کی اجازت دی حکیم عبدالمجید خان صاحب کے یہاں دہلی میں میں نے خود دیکھا ہے کہ بڑے بڑے رئیسوں کو جھڑک دیتے تھے اور وہ خاموش بھیگی بلی کی طرح سر جھکائے سنتے رہتے تھے محض اپنی غرض سے کہ صحت جسمانی کے لیے جاتے تھے اور جہاں صحت نفس کے لیے جاتے ہیں وہاں انقیاد اور فنا کی کیسی حالت ہونا چاہئے ظاہر ہے۔

لوگ رنج دے کر جاتے ہیں:

(ملفوظ ۳۱۵) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ لوگ یہاں سے رنجیدہ ہو کر جاتے ہیں میں نے کہا یہ کیوں نہیں کہا کہ رنج دے کر جاتے ہیں، گالیاں میں نہیں دیتا، مارتا میں نہیں، لیتا میں کچھ نہیں، مجھ کو ستاتے ہیں، ظلم کرتے ہیں کہ تعجب ہے کہ ظلم تو ظلم نہ ہو اور اظہار مظلومیت ظلم ہو حق تعالیٰ فرماتے ہیں: لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعاً عَلِيْماً. (اللہ تعالیٰ بری بات زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتے بجز مظلوم کے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب جانتے ہیں) اس شکایت کے معنی تو یہ ہوئے کہ سب کا غلام بن جائے وہ کچھ کریں کچھ نہ کہا جائے تو اصلاح کی پھر کیا صورت ہو اور آنے ہی سے کیا حاصل ہوا۔

عوام کے عقائد میں غلو:

(ملفوظ ۳۱۶) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل عاملین کی بدولت عوام کے عقائد بہت ہی خراب اور برباد ہو گئے خصوص تعویذ کے متعلق تو بہت ہی غلو ہو گیا ہے جس سے دین کا غلو معلوم ہوتا ہے ایک پہلوان نے بمبئی سے خط لکھا تھا کہ کشتی کے لئے ایک تعویز دیدو تاکہ میں غالب رہا کروں میں نے لکھا کہ اگر دوسرا بھی ایسا ہی تعویذ لکھوا لائے پھر تعویذوں تعویذوں میں کشتی ہو گی

اگر عوام کے عقائد کی یہی حالت رہی تو غالباً چند روز میں لوگوں کے ذہن میں نکاح کی بھی ضرورت نہ رہے گی اس لئے نکاح میں تو بکھیڑا ہے وقت صرف ہوتا ہے قسم قسم کی سعی اور کوشش میں تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں مال صرف ہوتا ہے پھر آنے والی کا نان ونفقہ غرض بڑے بکھیڑے ہیں یہ درخواست کیا کریں گے کہ ایسا تعویذ دیدو کہ بدوں عورت کے اولاد ہوجایا کرے بھلا کس طرح اولاد ہوجایا کرے گی آدم علیہ السلام کی تو پسلی سے حضرت حوا پیدا ہوگئی مگر پھر ایسا نہیں ہوا یہ اب بھی چاہتے ہیں کہ خلاف معمول اولاد پیدا ہوجایا کرے۔ اگر میں تعویذ پر پانچ روپیہ مقرر کردوں تو پھر کوئی ایک بھی تعویذ نہ مانگے۔ غرض تعویذ کے متعلق عقیدے اچھے نہیں۔

فضول گوئی سے قلب پر بار:

(ملفوظ ۳۱۷) ایک صاحب کی فضول گوئی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ آپ زیادہ نہ بولا کریں اور ایک تجویزیں زیادہ نہ کیا کریں اور تجویز تو بڑی چیز ہے میں تو کسی کو مشورہ بھی دینا نہیں چاہتا خواہ مخواہ دوسرے پر بار ہورائے میں کیا ہے لاؤ میں ہزاروں رائے بیان کردوں مثلاً رائے تو میری یہ ہے کہ مجھ کو سلطنت مل جائے پھر تمام انتظامات شریعت کے موافق کروں مگر کہیں توقع بھی ہے مل جانے کی۔ فضول باتوں سے قلب پر بار ہوتا ہے ایسی باتوں سے آپ کو اجتناب رکھنا چاہئے۔

۱۶ شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ بوقت صبح ۸ بجے یوم چہارشنبہ

مرمت مسجد سے بقیہ رقم واپس کرنے پر اظہار مسرت:

(ملفوظ ۳۱۸) فرمایا کہ ایک بات کہنا چاہتا تھا کہ اُس میں ایک سبق ہے مگر بھول بھول جاتا تھا وہ یہ ہے کہ یہاں پر ایک محلّہ ہے اِس میں جولا ہے آباد ہیں اور بچپن میں ہم لوگ بھی اس میں رہ چکے ہیں غریب لوگ ہیں بے چاروں کو ہم سے محبت ہے بچپن کے زمانہ میں ہم اُن کے گھروں میں اکثر جاتے تھے وہ محبت اب تک چلی جاتی ہے اُس محلّہ میں ایک مسجد ہے اس مسجد میں کچھ مرمت کی ضرورت تھی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب کبھی ایسی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ مجھ کو اطلاع کردیتے ہیں۔ میں بقدر گنجائش امداد کردیتا ہوں لہٰذا اب کی مرتبہ بھی اُس مسجد کے مہتمم نے

کہ جو وہ بھی جولاہہ ہیں بذریعہ پرچہ اطلاع دی کہ دس (۱۰) روپیہ ضرورت ہے میں نے آٹھ روپیہ بھیجے اور اُس پرچہ پر یہ بھی لکھ دیا کہ بقیہ کا کوئی اور انتظام کرلو اُس نے اس میں سات روپیہ رکھ لئے اور ایک روپیہ واپس کر دیا کہ اس وقت سات ہی روپیہ کی ضرورت تھی بقیہ کا انتظام ہو گیا مجھ کو بڑی حیرت ہوئی اس لئے کہ آج کل مدارس اور انجمنوں میں بھی اس کا خیال جو اس غریب کو ہوا باوجود اس کے کہ وہاں پر منتظمین اور مہتمم اہل علم اور علماء ہوتے ہیں مگر پھر بھی ان مدارس اور انجمنوں میں یہ ہوتا ہے کہ جو آ گیا سب داخل خزانہ کچھ پتہ ہی نہیں چلتا، اگر یہ رقم کسی مدرسہ یا انجمن میں جاتی تو قیامت تک بھی واپس نہ ہوتی۔ اب اس شخص کی اس خوش فہمی سے اس قدر اطمینان ہو گیا کہ کبھی اُس طرف سے خلاف واقع کوئی بات نہ کہی جاوے گی اور نہ بلاضرورت رقم لی جائے گی کیسی پیاری بات ہے ایک جاہل بے لکھے پڑھے نے لکھوں پڑھوں کی آنکھیں نیچی کر دیں اس لئے کہ یہ باتیں تو آج کل اکثر علماء میں بھی نہیں میرا تو اس بات سے بے حد جی خوش ہوا اگر مسلمان ان باتوں کا خیال رکھیں تو کوئی بھی کار خیر بند نہ ہو۔

حکایات حلم مامون الرشید:

(ملفوظ ۳۱۹) ایک چھوٹی بچی کی ذہانت کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ ایسی لڑکیوں کو عالم بنایا جائے خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت پہلے بھی عورتیں اہل علم گذری ہیں فرمایا کہ بڑی بڑی عالم گذری ہیں گو اکثر کو مردوں کے برابر تفقہ حاصل نہیں ہوتا کچھ کمی سی رہتی ہے مگر گذری ہیں اہل علم، احقر جامع نے عرض کیا کہ ایک عورت نے پنجاب میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ فرمایا کہ پہلے بھی ایسی عورتیں گذری ہیں مامون رشید کے زمانہ میں ایک عورت نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اس سے کہا گیا کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں **لا نبی بعدی** اُس نے جواب دیا **لا نبی بعدی** ہی تو فرماتے ہیں **لا نبیۃ بعدی** تو نہیں فرمایا میں نبی تھوڑا ہی ہوں میں تو نبیہ ہوں۔ شرارت ہے کچھ بھی نہیں۔

اسی طرح مامون رشید ہی کے زمانہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا مامون رشید نے بلا کر پوچھا کہ نبی ہونے کا دعویٰ تو کیا ہے مگر یہ بتاؤ کہ کون سے نبی ہو کہا کہ موسیٰ۔ مامون رشید نے

کہا کہ انہوں نے تو عصاء کا معجزہ دکھایا تھا تم بھی دکھاؤ اُس نے جواب دیا کہ فرعون کے مقابلہ میں ایسا ہوا تھا اُس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا آپ نے معجزہ دکھایا اگر تم بھی خدائی کا دعویٰ کرو تو میں بھی معجزہ دکھاؤں لوگ بڑے ہی شریر ہوتے ہیں بعد میں مامون رشید کو معلوم ہوا کہ حاجت مند ہے اُس کی حاجت پوری کر کے اُس سے توبہ کرادی۔ فرمایا کہ مامون رشید کے مخاطبت میں لوگوں میں آزادی بہت تھی باوجود اس کے کہ نہایت جاہ و جلال کا بادشاہ تھا مگر تھا نہایت حلیم۔ اسی وجہ سے لوگ ایسی بے باکیاں کرتے تھے اور مامون رشید ہی کا ایک اور قصہ ہے: ایک شخص اس کے پاس آیا اور سوال کیا کہ میں حج کو جارہا ہوں خرچ کی ضرورت ہے، مامون رشید نے کہا کہ اگر تمہارے پاس ہے تو مانگتے کیوں ہو اور اگر نہیں ہے تو حج ہی فرض نہیں، پھر سوال کیوں کرتے ہو، اُس نے جواب دیا کہ میں آپ کے پاس جو آیا ہوں بادشاہ سمجھ کر ہی آیا ہوں مفتی سمجھ کر نہیں آیا اس کام کے لئے شہر میں بہت علماء اور مفتی موجود ہیں اگر فتوے کی مجھ کو ضرورت ہوگی تو ان سے استفتاء کروں گا آپ زیادہ فتوے نہ بگھاریئے، یہ مفتی نہیں اگر خرچ دینا ہے دیجئے ورنہ صاف انکار کر دیجئے اس پر مامون رشید ہنس پڑا اور کافی خرچ حج کے لئے دیا۔

فرمایا کہ مامون رشید کی حلم کی یہ حالت تھی کہ غلام تک دبا لیتے تھے مگر افسوس کہ تھا معتزلی۔ معتزلہ نے بہکا بہکا کر اس کو خراب کیا تھا اس قسم کے علماء ہر زمانہ میں ہوئے ہیں خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ معتزلیوں کا عقیدہ کیا ہے فرمایا ایسا ہی عقیدہ ہے جیسے آج کل کے نیچریوں کا عقیدہ ہے کہ جو بات عقل میں آ گئی اس کو مان لیا جو نہ آئی انکار کر دیا یہ انگریزی کے نیچری ہیں اور معتزلی عربی کے نیچری تھے جیسے آج کل بھی بعضے عربی کے نیچری پیدا ہوئے ہیں۔ پہلے معتزلی اپنے کو معتزلی نہ کہتے تھے اس لئے کہ یہ اہل حق علماء کا بطریق خدمت کے خطاب دیا ہوا ہے اس لئے معتزلی پہلے اپنے کو اہل عدل اور اہل توحید کہتے تھے یہ معتزلی لقب ایسا ہے جیسے رافضی مگر کوئی رافضی اپنے کو رافضی نہیں کہتا نہ لکھتا ہے۔ مگر ایک نیچری کی کتاب پر میں نے لکھا دیکھا ہے کہ اپنے نام کے ساتھ معتزلی لکھا تھا اُس نے یہ لکھ کر اپنی بے وقوفی اور حماقت کا اظہار کیا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ہارون رشید بادشاہ کی حالت کیا تھی فرمایا کہ وہ دیندار شخص تھا اُس کی ایسی حالت نہ تھی۔

عورتوں کی عدم احتیاط پر اظہار افسوس

(ملفوظ ۳۲۰) ایک صاحب نے اپنی عزیزہ کے جل جانے کی اطلاع حضرت والا کو کی حضرت والا نے سن کر افسوس آمیز لہجہ میں ان کو تسلی کی اور دعاء عافیت فرمائی اور فرمایا کہ یہ خرابیاں اس کی ہیں کہ عورتوں میں احتیاط بالکل نہیں ہوتی۔ پانی پت میں ایک لڑکی اسی بد احتیاطی کی بدولت جل کر ختم ہوگئی فرمایا کہ میں نے تو آج تک آگ سے سینکا تک نہیں اگر زیادہ سردی معلوم ہوئی کپڑے زیادہ پہن لئے یہ سینکنا بھی خطرہ سے خالی نہیں اور یہ عورتیں تو ایسا غضب کرتی ہیں کہ انگیٹھی میں آگ بھر کر چارپائی کے نیچے رکھ لیتی ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بان لٹکا ہوا ہے اُس کے ذریعہ سے آگ چارپائی تک پہنچ گئی یا زیادہ تپ جانے سے خود آگ لگ گئی بڑے ہی خطرہ کی بات ہے آدمی کو اپنی طرف سے تو احتیاط کرنا چاہئے باوجود احتیاط کے اگر پھر بھی کوئی حادثہ پیش آجائے تو مجبوری ہے ارمان تو نہ ہوگا اور اپنی بداحتیاطی کی وجہ سے جو حادثہ آتا ہے اُس میں ارمان ہوتا ہے کہ اگر ایسا کرتے تو محفوظ رہ سکتے۔

۱۶ شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

حضرت والا کی زیارت کیلئے ایک صاحب کی کلکتہ سے آمد:

(ملفوظ ۳۲۱) آج صبح دس بجے والی گاڑی سے دو صاحب حاضر ہوئے بعد مصافحہ حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آنا ہوا اور کس غرض سے؟ عرض کیا کہ کلکتہ سے حاضری ہوئی اور بمبئی ہو کر حج کا ارادہ ہے اور یہاں پر حاضری کی غرض محض حضرت والا کی زیارت ہے دریافت فرمایا کہ یہ دوسرے صاحب کون ہیں؟ عرض کیا کہ یہ میرے عزیز ہیں فرمایا آپ کبھی اس سے قبل مجھ سے ملے ہیں؟ عرض کیا کہ یہاں پر ایک مرتبہ حاضر ہوا تھا فرمایا کہ بالکل یاد نہیں میرا حافظہ زیادہ قوی نہیں۔ بعض لوگوں کا حافظہ غضب کا ہوتا ہے ایک عالم بزرگ حافظ محمد عظیم تھے پشاوری جو نابینا بھی تھے اُن کے پوتے دیوبند میں درسیات سے فارغ ہو کر یہاں پر آئے بھی تھے یہ معلوم ہوا کہ اُن کے پوتے ہیں بے حد جی خوش ہوا اس لئے کہ میں پہلے سے حافظ صاحب کا معتقد تھا ایک صوبہ دار تھے میرے ہم نام کانپور میں انہوں نے حافظ صاحب کے حافظہ کے

متعلق مجھے بیان کیا تھا کہ دس برس بعد بھی اگر کوئی مصافحہ کرتا فوراً ہاتھ لگنے سے بتلا دیتے ہیں کہ فلاں صاحب ہیں اور اُن کا نابینا ہونا بھی عجیب ہی طرح پر ہوا تھا۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی حضور نے فرمایا کہ کچھ مانگو عرض کیا کہ حضور ملے گا جو میں مانگوں گا فرمایا ہم اللہ سے دعا کریں گے عرض کیا کہ تمنا یہ ہے کہ اب آپ کو دیکھا ہے اس کے بعد ان آنکھوں سے کسی کو نہ دیکھوں اگر دیکھوں تو آپ ہی کو دیکھوں صبح کو سوتے سے اُٹھے تو نابینا تھے مگر اکثر حضور ﷺ کی زیارت ہوتی رہتی تھی۔ اپنی آنکھوں کو نثار کر دیا کتنی بڑی محبت کی بات ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حافظ صاحب کے پوتے جو یہاں پر آئے تھے کیا حضرت سے بیعت بھی ہو گئے ہیں فرمایا کہ بیعت ہی ہونے آئے تھے میں نے بیعت کر لیا۔

اصلاح الدرس:

(ملفوظ ۳۲۲) (ملقب بہ اصلاح الدرس) ایک صاحب نے اپنے صاحبزادے کی تعلیم کے متعلق حضرت والا سے مشورہ چاہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مدرس ہونے کا اہل ہو جائے تو اُس کی کیا صورت اختیار کی جائے فرمایا فنون کی کتابیں بھی پوری کرانا چاہئے اگر اُن میں کوتاہی رہی تو استعداد کافی نہ پیدا ہوگی عرض کیا کہ اُس کا خیال یہ ہے کہ امسال دورہ ہو جائے اور اس کے بعد فنون کی کتابیں پوری کر لی جائیں گی فرمایا کہ تنہا دورہ یہ طرز تو اچھا نہیں معلوم ہوتا بلکہ کچھ اسباق فنون کے بھی ہو جائیں اور دورہ کا بھی سلسلہ رہے یہ اچھا ہے۔

عرض کیا کہ میری رائے یہ ہے کہ امسال فن ہی کی کتابیں پوری ہو جائیں فرمایا کہ اس کو بھی جی گوارا نہیں کرتا کہ حدیث بالکل ہی رہ جائے اگر دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔ یہ طریق اچھا معلوم ہوتا ہے اپنے بزرگوں کا ہمیشہ یہ ہی طرز رہا ہے یہ ہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حدیث اور فن دونوں ساتھ ساتھ ہوں ان صاحب نے کچھ خاموش رہنے کے بعد پھر اس ہی مشورہ کا اعادہ کیا فرمایا کہ آپ ایک ہی بات کو کھرل نہ کیا کیجئے میری طبیعت الجھتی ہے آپ ایک ہی بات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں یہ بُرا ہے آپ کو اس کا خیال رکھنا چاہئے اور اس طرز کو بالکل چھوڑ دیجئے اس سے دوسرے کا وقت فضول خراب ہوتا ہے آپ میرا وقت بھی فضول باتوں میں خراب کر رہے ہیں اور

اپنا بھی ایک بات کے پیچھے پڑ جانا کون عقل کی بات ہے ایک بات شروع ہوئی جواب دیدیا گیا بات ختم ہوئی آپ ہیں کہ بار بار اسی کا اعادہ کر رہے ہیں آخر اس سے آپ کا مقصود کیا ہے کیا یہ ہی ایک کام رہ گیا ہے کہ بیٹھے ہوئے کھرل کئے جائیں آپ کو دوسرے پر بار ہونے کا مطلق خیال نہیں اور یہ بھی آپ کی خاطر سے بتلا دیا ایک مرتبہ دو مرتبہ نہیں تین مرتبہ بتلا دیا مشورہ دیدیا گیا دوسرے کو تو یہ بھی نہ بتلاتا کیونکہ آج کل کسی کو مشورہ دینا میرے مذاق کے خلاف ہے آپ ساری دنیا کے اقوال پیش کریں اور میں اُن کے متعلق تحقیقات کروں یہ کس قدر تکلیف مالا یطاق ہے اگر مجھ کو اس پڑھنے پڑھانے سے دلچسپی ہوتی تو اب بھی خدا کا فضل ہے کہ اگر کتاب لے کر بیٹھوں تو ٹوٹا پھوٹا پڑھا سکتا ہوں مگر پھر بھی چھوڑ دینا اُس کی کافی دلیل ہے کہ دلچسپی نہیں رہی اس لئے ایسی کاوش سے گرانی ہوتی ہے اور جس چیز سے دوسرے کو گرانی ہو اُس سے احتیاط رکھنا چاہئے دوسرے یہ تو میری قدرت میں نہیں کہ ساری دنیا کے اقوال کی توجیہ کیا کروں اور ہر ایک کے جدا جدا جوابات دیا کروں یہ تو ایک سلسلہ ہو جاوے گا جو کبھی ختم ہی نہیں ہو سکتا تیسرے اس حالت میں مشورہ لینے کا حاصل یہ ہوگا کہ رائے میری اور قبضہ اُن کا یعنی ناظمان مدرسہ کا اور لا متناہی عمل فلاں صاحب کا یعنی طالب علم صاحب کا یہ جوڑ کیسے لگے گا پس اسلم یہی ہے چھوڑ یئے ان جھگڑوں کو ہو رہے گا جو ہونا ہوگا آپ کس غم میں پڑے اساتذہ موجود ہیں اور صاحب زادے خود بھی رائے رکھتے ہیں جیسا مناسب ہوگا آپ کر لیں گے، پھر فرمایا کہ فلاں مدرسہ کے متعلق بہت عرصہ سے درس و تدریس کے بارے میں مختلف مشورہ دے رہا ہوں مگر کوئی نہیں سنتا اُن کے استحسان کے متعلق تو یہ جواب کہ بالکل ٹھیک۔ مگر عمل ندارد اب کیا جی چاہے مشورہ دینے کو جب تجربہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ اہل مدارس وہی کرتے ہیں جو اُن کے جی میں آتا ہے دماغ سوزی کرو ایک مفید بات بتلاؤ اور عمل اُس پر نہ ہو یہ بھی میرا تبرع اور احسان تھا کہ میں نے آپ کو رائے بھی دیدی اور وہ بھی کئی بار ورنہ جس بات پر عمل کرنے کی اُمید نہ ہو اس کے متعلق کچھ کہنا وہ فضول اور عبث ہی ہوگا جس میں سوائے وقت بے کار کرنے کے اور کچھ نہیں اہل علم کا طبقہ اکثر لوگوں کو رسم پرست بتلاتا ہے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ علماء سب سے زیادہ رسم پرست ہیں کہ پُرانے معمولات کو نہیں چھوڑتے گو ضرورت اور

مصلحت واقعیہ کے خلاف ہی ہو۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فلاں مدرسہ کے متعلق ایک مشورہ فرمایا تھا کہ فلاں فلاں کتابیں درس سے خارج کردو مگر اُس پر کسی نے بھی عمل نہیں کیا حالانکہ سب جان نثار ہی تھے مگر کچھ بھی حضرت کے مشورہ کی پرواہ نہ کی گئی تھی یہ قدر ہے بزرگوں کے مشوروں کی۔ ان اہل مدارس کی عموماً یہ حالت ہے کہ جو دل میں ٹھان لی وہی کریں گے کسی کی نہیں سنیں گے چنانچہ میری رائے امتحان کے بارہ میں یہ ہے کہ امتحان تقریری ہونا چاہئے تقریر میں بہت جلد قلعی کھل جاتی ہے اور اگر کسی مصلحت سے تحریری بھی ہو تو اس کی لطیف صورت یہ ہے کہ طالب علم کو کتاب دے دی جائے اور اس کے شروح اور حواشی جو مانگے سب دیدیئے جائیں اور کہہ دیا جائے کہ فلاں مقام حل کر کے لاؤ مگر کسی سے مدد مت لو کیونکہ مقصود تو یہ دیکھنا ہے کہ کتاب جو پڑھی ہے اس کو سمجھ بھی گئے یہ دیکھنا نہیں کہ یہ کتاب کا حافظ بھی ہے یا نہیں اس میں طلباء کو بھی سہولت اور امتحان کا مقصود بھی حاصل اور متعارف طریق میں تو پوری مصیبت ہے چنانچہ میں جس زمانہ میں دیوبند پڑھتا تھا امتحان کی تیاری میں تمام تمام شب جاگتے گذر جاتی نیند خراب تندرستی خراب جب تک ساری کتب حفظ نہ ہو امتحان دے ہی نہیں سکتے ان تجارب کی بناء پر میں جس زمانہ میں کانپور تھا۔ امتحان کے متعلق نہایت سہل قواعد وضوابط مقرر کر دیئے تھے اس سے اعلیٰ درجہ کی قابلیت حاصل ہوتی ہے اب اپنا اختیار نہیں مشورہ ہی کیا تیر چلائے گا چنانچہ مدارس میں جو آج کل امتحان کا طرز ہے کہ ساری کتاب محفوظ ہو تب امتحان دے سکتے ہیں اس کے متعلق میں نے اہلِ مدارس کو رائے دی مگر ایک نے بھی نہیں سنی ایک صاحب نے میرے یہ اُصول سن کر مجھ سے کہا کہ انگریزی مدارس میں بھی یہ ہی دستور ہے میں نے کہا کہ انگریزوں نے ہمارے یہاں کی مفید باتیں بعد تجربوں کے ہم ہی سے تو لی ہیں ایک طریقہ میں نے یہ جاری کیا تھا کہ ختم سال پر جہاں سے کتاب چھوڑی ہے آئندہ شروع سال میں وہاں ہی سے اسباق شروع ہو جائیں اس میں ایک دن کا بھی حرج واقع نہیں ہوتا جیسا جدید نظم میں ہوتا ہے کہ اسباق تجویز کئے جائیں ان کے تعارضات رفع کئے جائیں بس ایسا ہوتا ہے کہ جیسے جمعرات کا سبق جہاں سے چھوڑا تھا ہفتہ کے روز وہاں ہی سے شروع کرا دیا گیا ایک نفع اس میں یہ تھا کہ طلبہ منتشر نہ ہوتے تھے سبق کے سلسلہ

کی وجہ سے پھر ضرور آتے تھے اور اگر کوئی نیا طالب علم آ گیا تو اُس کی وجہ جس درجہ کی قابلیت ہوئی اُس کو ان کتابوں میں شریک کر دیا جیسا وسط سال میں آنے والوں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا جاتا تھا اور اس طرز میں بھگدڑ بھی نہ پڑتی تھی کہ کسی طرح کتاب ختم کراؤ چاہے طالب علم کمبخت سمجھے یا نہ سمجھے اور جس کتاب کو ختم نہ کرا سکے بس وہ رہ گئی اُس کو چھوڑ دیتے ہیں یہ مفاسد ہیں اس رسم متعارف میں۔ اب تو یہ ہے کہ طالب علم اپنی ذہانت اور محنت سے کسی قابل ہو جائے یا نہ ہو جائے ورنہ مدارس کی طرف سے نہ کوئی درس کے اُصول ہیں نہ قواعد بہت ہی خراب حالت ہے۔ بھلا یہ لوگ جن سے ایک مدرسہ کا انتظام نہیں ہو سکتا سلطنت کا کیا انتظام کر سکتے ہیں یہ تو ناظمین کی حالت ہے پھر آگے طلباء بھی آج کل ایسے ہی ہیں وہ بھی علوم کی طرف متوجہ نہیں ضابطہ پُری کرتے ہیں بڑی معراج اس کو سمجھتے ہیں کہ ایک بڑا سا پگڑ بندھ جائے اور ایک بڑا سا پروانہ چھپا ہوا مل جائے بس ہو گئے مولوی، مولانا۔ پھر فرمایا کہ رسم پرستی کی وجہ سے یہ جمود ہے اور بے حد جمود ہے اور اگر ترقی کی طرف چلے تو خلافت میں شریک ہو گئے کانگریس میں شریک ہو گئے علوم میں ترقی نہیں کرتے جہل میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں اور اگر اس سے بھی ترقی کی تو پھر ان کی معراج ترقی جیل کی طرف ہوتی ہے وہاں پر پہنچ کر بھی بڑے بڑے القاب مل جاتے ہیں۔

میں سچ عرض کرتا کہ جو اہل اللہ کے پاس نہیں رہے اُن کے قلوب حقیقت کے ادراک سے بالکل مُردہ ہیں اور اس مُردہ ہونے کے خاص آثار ہیں ایک اثر اس وقت بیان کرتا ہوں جن کا یہ واقعہ ہے میں اُن کا نام نہیں بتاؤں گا۔ مگر بہت بڑے عالم ہیں ان کا مقولہ عرض کرتا ہوں جس وقت حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ دیوبندی حج کو تشریف لے گئے تو میرے متعلق یہ مشہور کیا گیا بعض حاسدوں کی طرف سے کہ اُس نے یعنی میں نے حدیث شریف کا دورہ شروع کرا دیا ہے تو وہ عالم صاحب فرماتے ہیں کہ کیا اس کا انتظار ہی تھا کہ مولانا نعوذ باللہ یہاں سے رخصت ہوں تو ہماری دکان چمکے یہ علماء ہیں۔

اگر میں مولانا ہی کے سامنے شروع کرا دیتا تو کون سا گناہ تھا۔ بلکہ حضرت مولانا ہی سب سے زیادہ خوش ہوتے تو حضرت کے رہتے ہوئے کون مانع تھا۔ پس ایسے لوگوں میں اس کی

کمی ہے کہ اہل اللہ کی جوتیاں سیدھی نہیں کیں بلکہ ترقی کر کے کہتا ہوں کہ جوتیاں نہیں کھائیں کیونکہ محض سیدھی کرنے سے بھی کام نہیں چلتا ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ میں نے کسی کی جوتیاں سیدھی نہیں کیں فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ کسی کو بغیر اس کے بھی عطا فرما دیں مگر میں اپنے بزرگوں کا ہمیشہ دل سے غلام رہا اور غلام سے بڑھ کر اپنے کو سمجھا اور خدمت ظاہری اس وجہ سے نہیں کی کہ میں سمجھتا تھا کہ میرا خدمت کرنا اپنے بزرگوں کی تکلیف کا سبب ہوگا وہ گوارا نہ کریں گے اُن کو ناگوار ہوگا۔ باقی ان چیزوں میں قیاس نہیں چلتا۔ (تمت مقالۃ اصلاح الدرس)

دارالعلوم کی سرپرستی سے استعفاء کے بارے میں:

(ملفوظ ۳۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں ایک مدرسہ کے متعلق فرمایا کہ جب کسی مشورہ پر عمل نہیں کرتے نہ خود کوئی مشورہ لیتے ہیں تو ایسی سرپرستی سے فائدہ ہی کیا۔ اسی وجہ سے سرپرستی چھوڑ کر ہلکی طبیعت ہوگئی اور اگر کبھی پوچھتے بھی ہیں اور مشورہ بھی لیتے ہیں تو عمل نہیں کرتے۔

والد مرحوم کے اہل حقوق کی ادائیگی:

(ملفوظ ۳۲۴) فرمایا کہ اہل حقوق کے حقوق کی تقسیم کا سلسلہ جاری ہے (اس کا واقعہ یہ ہے کہ صاحب ملفوظات نے اپنے والد صاحب مرحوم کی چار بیبیوں کا جن میں ایک حقیقی ماں اور تین سوتیلی مائیں ہیں مہر جتنا حصہ رسد اپنے ذمہ تھا ادا کرنا چاہا اور مناسخہ سے جس جس کا جتنا حق تھا تلاش کر کر کے پہنچایا اس کے متعلق مخاطبین سے فرمایا کہ) دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ سب اہل حقوق کا حق جلد ادا کریں۔ اہل حقوق خود کہتے ہیں بیچارے کہ صاحب اُس وقت مہر کی معافی عام تھی دینے کی ضرورت نہیں۔ میں نے کہا کہ مجھ کو بھی یہ معمول معلوم ہوگیا مگر جی گوارا نہیں کرتا کہ اس معمول کو حجت سمجھا جاوے اور کسی کا حق محتمل بھی رکھا جائے ایک سال سے اہلِ حقوق کی تلاش ہو رہی ہے اب تک بھی بعض کا پتہ نہیں چلا کوئی مکہ میں ہے کوئی مدینہ میں کوئی بمبئی میں کوئی کلکتہ میں کوئی لاہور میں کوئی حیدرآباد میں کوئی بھوپال میں غرضکہ ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں الحمد للہ اکثر کا پتہ چل گیا ہے بعض باقی ہیں ان میں باوجود سعی اور کوشش کے جن کا پتہ نہ چلے گا اُن کا حصہ اللہ کے واسطے

خرچ کر کے اُس کا ثواب پہنچا دیا جائے گا انشاء اللہ ایسے موقع پر یہ ہی حکم ہے شریعت کا، مگر پھر سب کا پتہ چل گیا۔ بعض کے حصہ میں ایک ایک پیسہ آیا بحمد اللہ وہ بھی ادا کیا گیا۔۱۲ جامع)

بوجہ عدم مناسبت طریق سلوک نازک ہے

(ملفوظ ۳۲۵) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ طریق سلوک بہت نازک طریق ہے بظاہر "وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ" کے خلاف معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ یہ لوگ توجہ نہیں کرتے۔ اس واسطے نزاکت پیدا ہو جاتی ہے اگر توجہ کریں تو آسان ہو جائے حقیقت میں کوئی نزاکت نہیں مگر چونکہ لوگوں کو اس راہ سے بوجہ عدم طلب مناسبت نہیں۔ خدا اس لئے دشوار معلوم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے نازک ہونے کا حکم کیا جاتا ہے پس کوئی تعارض نہیں۔

۱۶ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

اردو میں خطبہ کی تجویز کا نیا فتنہ

(ملفوظ ۳۲۶) فرمایا کہ آج کل ایک اور فتنہ شروع ہو رہا ہے وہ یہ کہ اس پر زور دیا جا رہا ہے کہ خطبہ اردو میں ہونا چاہئے یہ دو طبقے تو بالکل آزاد ہو گئے ہیں ایک نیچری اور ایک جاہل صوفی ان دونوں میں احکام سے بالکل ہی آزادی ہو گئی ہے خطبہ کے متعلق ایک رسالہ مولوی محمد شفیع صاحب نے لکھا ہے اس کا نام ہے الاعجوبہ فی خطبة العروبہ، عروبہ کو جمعہ کہتے ہیں میں نے لکھ دیا ہے کہ یہ نام بہت فصیح تو نہیں ہے بھدا بھی نہیں اگر پسند نہ ہو تو اور جو پسند ہو اور جی چاہے وہ ہی رکھ لیں اس مسئلہ کے متعلق ایک نہایت عجیب استدلال سمجھ میں آیا وہ بھی اس رسالہ میں لکھ دیا ہے اور وہ استدلال حنفی کے لئے ہے وہ یہ کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سبحان اللہ الحمد للہ کہنے سے خطبہ ادا ہو جائے گا اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ ذکر ہے تذکیر (احکام پہنچانا) نہیں اور دوسری زبان میں پڑھنے کا مشورہ دینے والے زیادہ تر اسی سے استدلال کرتے ہیں کہ عربی زبان کو مخاطبین سمجھتے نہیں پھر کیا فائدہ اس کا جواب ظاہر ہو گیا کہ جب وہ تذکیر نہیں تو سمجھنے کی بھی ضرورت نہیں اس استدلال کے ہوتے ہوئے ہم کو کسی اور استدلال کی ضرورت بھی نہ تھی اس کے قبل یہ میرے ذہن میں کبھی نہیں آیا تھا اور اس کا ذکر ہونا خود قرآن

شریف سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ، اس کو ذکر فرمایا ہے ذکری بمعنی تذکیر نہیں فرمایا جیسے قرآن مجید کے متعلق فرمایا ہے وَمَا هُوَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ پس خطبہ امر تعبدی ہے جیسے نماز میں قرأت اس میں قیاس کا کچھ دخل نہیں اس لئے اس میں یہ قیاس بھی نہیں چلتا کہ مقصود اس سے تفہیم ہے سو یہ مقصود جس طرح حاصل ہو جاوے اور فقہاء نے جو خطبہ کے متعلق لکھ دیا ہے کہ اس میں احکام کی تعلیم کی جاوے وہ حکمت ہے علت نہیں خود عید کے متعلق روایات میں تصریح ہے کہ زائد مقصود کے لئے آپ نے ممبر سے نزول فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ خطبہ کا معاملہ نہیں فرمایا۔

بہشتی زیور پر اعتراضات کا منشاء معاصرت ہے:

(ملفوظ ۳۲۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل تو حق ناحق کو دیکھا ہی نہیں جاتا بس یہ دیکھتے ہیں کہ یہ لکھا کس نے بیان کیا کس نے بس پھر اگر لکھنے والا کہنے والا ان کے مذاق کے خلاف ہوا تو چاہے اس کا قول ہی ہو مگر اس کے رد کی فکر میں لگ جاتے ہیں اب بہشتی زیور ہی ہے اس میں تمام فقہ ہی کے مسائل ہیں جو فقہ کی کتابوں سے لکھے گئے ہیں مگر چونکہ میری طرف منسوب ہیں اس لئے وہ قابل رد ہیں یہ دین ہے یہ ایسا ہی ہے کہ ایک شخص نے اپنے حقیقی بھائی کو ماں کی گالی دی کسی نے کہا کہ اس کی ماں اور تیری ماں دو تھوڑا ہی ہیں جواب میں کہتا ہے کہ اس میں دو حیثیتیں ہیں ایک اس کی ماں ہونے کی اور ایک میری ماں ہونے کی اس کی ماں ہونے کی حیثیت سے وہ ایسی ویسی ہے یہی حال ان حاسدین کا ہے معاصرت بھی بڑے غضب کی چیز ہے اس میں خواہ مخواہ بھی حسد ہوتا ہے اس حسد سے اس کو بھی کوئی کام نہیں کرنے دیتے ایک مثال سنی ہے کہ نہ خود چلیں نہ دوسرے کو چلنے دیں اس مثال کا قصہ یہ ہے کہ ایام غدر میں ایک سپاہی میدان جنگ میں زخمی ہو گیا تھا یہ حکایت ماموں امداد علی صاحب نے مجھ سے بیان کی تھی وہ زخم کی وجہ سے نقل و حرکت نہ کر سکتا تھا شام قریب ہونے کو تھی خیال ہوا کہ رات تنہائی میں کیسے گذرے گی دیکھا کہ ایک لالہ جی چلے جا رہے ہیں آواز دی لالہ جی گھبرائے اس لئے کہ اور لاشیں بھی مردہ پڑیں تھیں وہ سمجھا کہ کوئی مردہ بھوت ہو کر پکار رہا ہے اس نے کہا کہ گھبراؤ نہیں میں زندہ ہوں زخموں کی وجہ سے نقل و حرکت نہیں کر سکتا اور نہ آئندہ زندگی کی توقع ہے میری کمر سے روپیوں کی ہمیانی بندھی ہے یہ

یوں ہی بیکار جائے گی تم کھول کر لے جاؤ تمہارے ہی کام آئیں گے روپیہ کا نام سن کر لالہ جی کے منہ میں پانی بھر آیا اس کے پاس پہنچے سپاہی کے پاس سے ایک تلوار رکھی تھی تلوار کا ایک ہاتھ اُس کی ٹانگوں پر رسید کیا لالہ جی نے کہا کہ یہ کیا کیا سپاہی نے کہا کہ بیوقوف ہوئے ہو میدان جنگ میں بھی کوئی روپیہ لے کر آتا ہے بات یہ ہے کہ میں شب کو تنہا پڑا رہتا وحشت ہوتی (حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ تنہا (جمع تن) کی ضرورت تھی تنہائی کی ضرورت نہ تھی اب دونوں باتیں کریں گے شب گذر جائے گی اس پر لالہ جی کیا کہتے ہیں کہ اوت کا اوت نہ آپ چلے نہ اور کو چلنے دے یہ ہی حالت آج کل لوگوں کی ہے کہ نہ آپ چلیں نہ اور کو چلنے دیں فلاں مولوی صاحب کو جو کہ محبت سے یہاں بکثرت آتے ہیں فلاں مدرسہ میں ان کے بعض معاصرین نے یہاں کے آنے پر کہا کہ میاں کہاں جایا کرتے ہو وقت خراب کرنے کتب بینی کرو استعداد بڑھے گی یہ بھی وہی بات ہے کہ نہ خود کچھ حاصل کریں نہ اور کو کرنے دیں میں نے مولوی صاحب کے اس ذکر کرنے پر ان سے پوچھا کہ میں دعویٰ تو نہیں کرتا مگر معاملہ کی بات ہے کہ جب سے یہاں آنے لگے ہو کچھ درسی کتابوں میں بھی زائد سمجھ پیدا ہونے لگی ہے انہوں نے کہا کہ بہت کچھ جو اشکالات ساری عمر میں بھی حل نہ ہوئے تھے وہ یہاں کے آنے کی بدولت چند روز میں حل ہو گئے فرمایا کہ ان کا جواب تو یہی کافی ہے کہ میں درسیات ہی کی تکمیل کے لئے جاتا ہوں اور یہ جواب تو اُن کے مذاق کے موافق کتابوں کے متعلق ہے باقی اس سے قطع نظر صحبت تو وہ چیز ہے کہ اس سے ذوق صحیح پیدا ہو کر قرآن و حدیث کا مدلول سمجھ میں آنے لگتا ہے اور معترض کے اختلاف پر میں نکیر نہیں کرتا کیونکہ اختلاف پہلے بھی ہوا کرتا تھا مگر محبت ویسی ہی رہتی تھی فلاں مولوی صاحب ہیں ایک جماعت کے صدر ہیں ان تحریکات میں اُن کو مجھ سے اختلاف ہے مگر خلاف نہ اس وقت تھا نہ اب ہے میں تحریک خلافت میں برابر یہی کہتا تھا کہ اختلاف کا مضائقہ نہیں مگر یہ عداوت کیسی کہ سب وشتم کرتے ہو جو شریعت کے بھی خلاف اور شرافت کے بھی خلاف۔

ایک مناظر مولوی صاحب کے لئے ذوق طریق کی تمنا:

(ملفوظ ۳۲۸) ایک مناظر مولوی صاحب کا ذکر تھا فرمایا کہ بڑے ہی تیز ہیں ایسے لوگوں کے لئے جی چاہتا ہے کہ کچھ ذوق طریق کا بھی ہو جائے تو نور علیٰ نور ہو جائے۔

زمانہ تحریکات میں حضرت حکیم الامت کے پیچھے نماز نہ ہونے کا فتویٰ

(ملفوظ ۳۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریکات کے زمانہ میں تو بعض علماء نے میرے متعلق یہ فتویٰ دیا کہ اس کے پیچھے نماز جائز نہیں میں نے کہا کہ مجھ کو نماز پڑھانے کا ایسا شوق بھی نہیں ایک قریب کے قصبہ میں ایک مولوی صاحب نے بیان کیا تھا کہ اس کے پیچھے نماز جائز نہیں جب میں نے سنا کہ میرے پیچھے نماز کو ناجائز کہتے ہیں تو میں نے ایک مضمون بصورت استفتاء لکھ کر مولوی شبیر علی کو آس پاس کے مشاہیر علماء کے پاس بھیجا اُن میں وہ بزرگ بھی تھے اُنہوں نے جا کر وہ پرچہ دیا کہ اس کے متعلق جو شرعی حکم ہو لکھ دیجئے دیکھ کر کہا کہ کون کہتا ہے کہ ان کے پیچھے نماز جائز نہیں کہنے لگے (خلافت کے متعلق مسئلہ) اختلافی اور اجتہادی مسئلہ ہے اس میں غلو نہ کرنا چاہئے یا تو خود عدم جواز اقتداء کو بیان کیا تھا اور پوچھنے پر یہ فرمایا کہ حالت تدین کی ہے اس کے بعد پھر تو اسقدر نرم ہوئے کہ ہدیہ بھیجنے لگے اور بقیہ علماء نے اسی کے قریب قریب لکھا۔

آداب مناظرہ:

(ملفوظ ۳۳۰) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا کہ یہ سوال آپ کا بے محل ہے ایسے سوالات سے مخاطب کو تنگی ہوتی ہے اور دوسروں کے اقوال کا کیا میں ذمہ دار ہوں کیا اُن کا قول کسی مجتہد کا قول ہے جس کا اتباع ضروری یا واجب ہو اس لئے اس وقت اس کا نقل کرنا عبث ہے اور آداب مناظرہ تو امور طبعیہ ہیں طبیعت خود بخود بتلاتی ہے تو دوسروں کا قول جو مخاطب کے مسلمات سے نہ ہو خود آداب مناظرہ کے خلاف ہے۔

لوگوں کی بے فکری اور غفلت کی حد

(ملفوظ ۳۳۱) فرمایا کہ کئی روز ہوئے ہیں ایک منی آرڈر آیا تھا کوپن میں کچھ نہ لکھا تھا کہ کس مد کا روپیہ ہے میں نے یہی لکھ کر واپس کر دیا آج پھر دوبارہ آیا پھر وہی کوپن پر کچھ نہیں باوجودیکہ غلطی پر متنبہ کر دیا مگر پھر وہی حرکت آج پھر واپس کیا یہ حالت ہے لوگوں کی بے فکری اور غفلت کی اب کیسے ان کا کوئی غلام بن جائے آدمی بتلا دینے پر تو سمجھ جائے ایسے ایسے عقلمند میرے حصہ میں آ گئے میں تو کہا کرتا ہوں کہ اور جگہ بزرگی بٹتی ہے اور یہاں انسانیت بٹتی ہے اگر آدمی بنتا

ہوتو میں خادم موجود ہوں اور اگر بزرگی لینا ہوتو اور بہت جگہ ہیں گو آدمیت کا بزرگی سے ادنیٰ درجہ ہے مگر بزرگی کے شرائط میں سے ہے میں اس کے ادنیٰ ہونے پر تفریح کے طور پر یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ میں نے قاعدہ بغدادی کا مکتب کھول رکھا ہے اور دوسری جگہوں میں ہدایہ درمختار کا مکتب ہے ختم کرنے کی شرط یہی قاعدہ بغدادی ہے یہ ایسا قاعدہ بغدادی ہے جیسے ایک شاعرہ کہتا ہے۔

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند　　　این جملہ شدی ولے مسلمان نہ شدی

مگر میں نے اس نسخہ کو پسند نہیں کیا اس لئے اس کو اس طرح بدل دیا ہے:

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند　　　این جملہ شدی ولیکن انسان نہ شدی

میں نے بڑے بڑے مشائخ کے خاص خاص مریدوں سے جنہوں نے یہاں آکر تعلیم کا سلسلہ جاری کرنا چاہا پوچھا کہ تم کو شیخ نے کیا بتلایا تھا جہاں جہاں اور جس جس سے تحقیق کیا بس اوراد وظائف ہی کی تعلیم معلوم ہوئی اصلاح کا پتہ نہیں حضرت میں نے علماء کو دیکھا بعضے ان میں مشائخ کی طرف سے صاحب اجازت بھی ہیں مگر غلطیوں میں مبتلا ہیں آج کل یہ غلطی عام ہوگئی ہے یہ سمجھتے ہیں کہ صرف ذکر مقصود ہے حالانکہ یہ معین مقصود ہے اس ہی وجہ سے یہ طریق بدنام ہوا کہ مقصود کو غیر مقصود اور غیر مقصود کو مقصود سمجھ رکھا ہے لوگ فن کی حقیقت سے بالکل بے خبر ہیں کودنے پھاندنے کو جوش وخروش کو ضحک اور بکاء کو حق ہو کو اصل سمجھتے ہیں انتہائی کمال ان لوگوں کے نزدیک یہ ہی چیزیں ہیں خدا بچائے جہل سے ایسوں نے لوگوں کو گمراہ کر دیا کیفیات نفسانیہ کو طریق سمجھ بیٹھے حالانکہ یہ چیزیں کچھ بھی کمال نہیں بعضوں نے برسوں مجاہدے کیئے ، خدمتیں کیں محنتیں کیں عیش وراحت کو چھوڑا شب شب بھر جاگے مگر حقیقت سے بے خبری سبب تیلی کے بیل کی طرح وہیں کے وہیں رہے صوفی بننا آسان نہیں فرماتے ہیں:

صوفی نشود؟ صافی تا درنکشد جامے　　　بسیار سفر باید تا پختہ شود جامے

یہ چیزیں کمال کی نہیں کہ رو لئے کپڑے پھاڑ لئے جنگلوں میں دیوانہ وار نکل پڑے اسی کے متعلق کہا گیا ہے کہ:

عرفی اگر بہ گریہ میسر شدے وصال　　　صد سال میتواں بہ تمنا گریستن

ایک خط میں چار تعویذوں کی درخواست گراں ہے

(ملفوظ ۳۳۲) فرمایا کہ تعویذوں کے متعلق ایک خط آیا ہے اکٹھے ہی چار تعویذ مانگے ہیں اگر دس خط ہوں اور سب میں ایک ایک تعویذ کی فرمائش ہو یہ تو آسان ہے مگر چار تعویذوں کی فرمائش ایک خط میں یہ گراں ہے ایک تعویذ لکھ کر بھیج دوں گا اور لکھ دوں گا کہ جتنی ضرورت ہو کسی سے نقل کرا لینا پھر فرمایا کہ میں نے لکھ دیا ہے کہ اتنی فرصت کس کو ہے ایک لکھ دیا ہے باقی نقل کرا لینا۔

عورت کے خط پر شوہر کے دستخط ضروری ہیں

(ملفوظ ۳۳۳) فرمایا کہ ایک بی بی کا پہلے خط آیا تھا اس پر اُن کے شوہر کے دستخط نہ تھے اس لئے واپس کر دیا گیا پھر دستخط ہو کر آئے تو پتہ نامحرم سے لکھوایا اُن نامحرم کے خط کو میں پہچانتا تھا اور اُن کا رشتہ بھی ان بی بی سے مجھ کو معلوم تھا میں نے تنبیہ کی تو پھر بیٹے کے ہاتھ سے پتہ لکھوایا اس تنبیہ سے ان بی بی نے یہ نصیحت بھی حاصل کی کہ اُن کا قصد اپنے بیٹے اور ان نامحرم کے ساتھ یہاں پر آنے کا تھا لیکن اب یہ قصد بھی ملتوی کیا بلکہ اپنے شوہر کے ساتھ آنے کا قصد کر رہی ہیں دوران تحریر میں ان بی بی نے یہ بھی لکھا تھا کہ زیارت کے جوش محبت میں ایسا قصد کیا تھا حضرت والا نے اس لفظ پر بھی تنبیہ فرمائی کہ یہ لفظ بازاری ہے بجائے محبت کے تمنا کا لفظ عورت کو ایسے موقع پر استعمال کرنا چاہئے جو ایک متین لفظ ہے ایسا لفظ مرد مرد کو کہے تو مضائقہ نہیں جامع عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ کیسے کیسے دقائق پر نظر ہے اور کس قدر لطیف اور مؤثر طرز تربیت ہے۔

آمادہ اور آمادہ (لطیفہ)

(ملفوظ ۳۳۴) ایک مولوی صاحب تین بجے والی گاڑی سے حاضر ہوئے حضرت والا کے دریافت کرنے پر عرض کیا کہ ایک مناظرہ کے سلسلہ میں دہلی جانا ہوا تھا وہاں سے واپس آ رہا ہوں دریافت فرمایا کہ کیا مناظرہ تھا مناظرہ آریوں سے تھا عرض کیا کہ غیر مقلدوں سے پوچھا پھر کیا ہوا عرض کیا کہ وہ آمادہ ہی نہیں ہوئے مزاحاً فرمایا کہ آپ کو اعلان کر دینا تھا کہ آمادہ نر آ گیا پھر فرمایا کہ کچھ نہیں اہل حق کو دق کرنا ہے سمجھتے ہیں مگر صرف ہٹ اور ضد ہے۔

اصلاح نفس کے لئے خود علاج تجویز کرنا بھدا پن ہے

(ملفوظ ۳۳۵) ایک خط کے سلسلہ میں فرمایا کہ یہ لکھا ہے کہ میرے نفس کی اصلاح کے

لئے ذکر و شغل بھی تعلیم فرمایا جاوے فرمایا کہ کیا بھدا پن ہے یہ لکھنا چاہئے تھا کہ میرے نفس کی اصلاح کے لئے جو مناسب ہو تعلیم فرمادیں میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ جب خود علاج تجویز کرتے ہوء تو پھر دوسرے کی کیا ضرورت ہے جو جی چاہے وہ پڑھ لیا کرو کیا بے ہودگی ہے اب اگر اس کے جواب میں کچھ ذکر و شغل لکھ دیتا تو یہ شخص ہمیشہ کے لئے جہل میں مبتلا رہتا اور یہ سمجھتا کہ ذکر و شغل سے اصلاح ہو جاتی ہے۔

بیعت میں عجلت نہ کرنے میں حکمت

(ملفوظ ۳۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جو خطوط کے جواب میں لوگوں کی بے ہودگیوں پر متنبہ کرتا ہوں تو بعضے خفا ہو کر ایسے جواب لکھتے ہیں کہ میں اس جواب کا اظہار نہیں کرتا دوستوں کو رنج ہوگا بلکہ پھاڑ کر ردی میں ڈال دیتا ہوں ان ہی وجود سے میں بیعت کرنے میں عجلت کو مناسب نہیں سمجھتا سخت ضرورت ہے اس کی کہ جس سے تعلق پیدا کرے اس کے عقائد کی اعمال کی اخلاق کو خوب دیکھ بھال لے ممکن ہے کہ کل کو کوئی کھٹک پیدا ہو تو اس کا پہلے ہی معلوم ہو جانا ضروری ہے۔

اولاد کا ہونا اور نہ ہونا دونوں نعمت ہیں:

(ملفوظ ۳۳۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جیسے اولاد کا ہونا نعمت ہے ایسے ہی نہ ہونا بھی نعمت ہے میں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھ کو اس سے محفوظ رکھا بچوں کی تربیت بڑی ہی مشکل چیز ہے مجھ کو تو بڑی الجھن ہوتی ایک دق لگ جاتی بچوں کی تربیت کے لئے بڑے ہی حکیم کی ضرورت ہے۔

۷ اشوال المکرّم ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم پنج شنبہ

متمرد کے نکالنے پر معذور ہونا:

(ملفوظ ۳۳۸) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ لوگ سیدھی اور سہل بات کو کس قدر اُلجھا دیتے اور سخت بنا دیتے ہیں گفتگو کے ختم تک یہ بھی توفیق نہ ہوئی کہ یہ کہہ دیتے کہ مجھ کو اس کا علم نہ تھا کہ یہ مصافحہ کا موقع ہے یا نہیں باقی غلطی کا تو اقرار کیا کرتے خناس دماغوں

میں گھسا ہوا ہے میں اسی کو نکالنا چاہتا ہوں جس شخص میں اتنا تمرد ہو اس کی اصلاح کی اُمید کیا کی جائے یہ بھی حس نہ ہوئی کہ دوسرے پر اس کا کیا اثر ہوگا بتلایئے ایسے متمرد کے نکالنے پر بھی میں معذور ہوں یا نہیں یہ اچھا ہوا کہ میں نے بواسطہ گفتگو کی جس سے مزاج میں کوئی تغیر نہیں ہوا اور نہ الزام دیتے کہ مجھ پر سختی کی اس لئے گڑبڑ میں پڑ گیا مگر اب تو کوئی شبہ ہی نہیں رہا اور نہ کسی تاویل کی گنجائش رہی کیا ٹھکانا ہے اس بدفہمی کا خیر ہمیشہ کو گئے پیچھا چھٹا اس لئے کہ بہت ناگواری کے ساتھ فیصلہ ہوا اگر میں براہِ راست گفتگو کرتا یا تیزی سے کچھ کہتا تو یہ احتمال ہو سکتا تھا کہ مغلوب ہو کر ایسا خبط ہو گیا اس میں شبہ کی گنجائش رہ سکتی تھی اور اب تو کوئی گنجائش ہی نہیں رہی، بیچارے بہت سی پریشانیوں سے بچ گئے دیکھئے میں اس قدر کنج وکاؤ نہ کروں تو یہ قلعی ان کی کس طرح کھلے اور یہ چور کس طرح پکڑے جائیں مادہ تو تھا ہی کسی اور کو نکلتا اس مادہ کی ایسی مثال ہے کہ کسی حوض کی تہہ میں کیچڑ اور گارا ہے اگر زور سے ڈھیلا مارا جائے تو سب پانی گدلا ہو جاتا ہے بات یہ ہے کہ واقع میں خلوص نہیں ہوتا دھوکہ ہو جاتا ہے جیسا مدینہ شریف میں رہ کر میل کچیل والا نہیں رہ سکتا اللہ کا شکر ہے حضرت حاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے ایسا ویسا یہاں پر بھی نہیں رہ سکتا آخر میں کہاں تک رعایت اور سامح کروں اگر ایسا برتاؤ نہ کروں تو پتہ ہی نہ چلے مخلص اور غیر مخلص کا دیکھئے ادنیٰ ادنیٰ صنعتوں کو لوگ نہیں سکھاتے جب تک طلب اور خلوص پر اطمینان نہیں ہو جاتا اسی طرح جب تک ثبات ورسوخ محقق نہ ہو جائے اس وقت تک بیعت کرنا اور ہونا چاہئے ہی نہیں اور اسی طرح جب تک خلوص پر اطمینان نہ ہو جائے اس وقت تک ہدیہ لینا بھی نہیں چاہئے میرے یہاں بہت سے تجربوں کے بعد اصول اور قواعد مرتب ہوئے ہیں جن پر لوگ خفا ہیں۔

ہمت سے زائد اپنے ذمہ کام رکھنا خلاف عقل ہے

(ملفوظ ۳۲۹) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کام اس قدر کرنا چاہئے جس کا تحمل بے تکلف ہو سکے ہر کام کے لئے اسی کی ضرورت ہے ہمت سے زائد اپنے ذمہ کام رکھ لینا عقل کے خلاف ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مثال عجیب و غریب بیان فرمائی تھی کہ جس قدر کام کا ذوق وشوق ہو اس سے کچھ کم کرنا چاہئے اسی طرح جس قدر بھوک ہو اس سے کچھ کم کھانا چاہئے جیسے چکی کہ اس میں پھرانے کے وقت کچھ تاگہ چھوڑ دیا جاتا

تا کہ وہ اس کے ذریعہ سے واپس آ سکے اگر نہ چھوڑا جائے تو وہ لوٹ نہیں سکتی پھر از سر نو اہتمام کرنا پڑتا ہے اس مثال کی خوبی پر ایک دوسری مثال کا قصہ بیان فرمایا گو وہ دوسرے باب کا مضمون ہے وہ قصہ مولوی محمد یٰسین صاحب والد مولوی محمد شفیع صاحب سے نقل فرمایا وہ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس زیادہ بیٹھتے تھے اور دل کھلا ہوا تھا اس لئے جو جی میں آتا کہہ بھی دیتے ایک روز مولانا کے ایک مبسوط کلام کے بعد ان سے کہتے ہیں کہ کثرت کلام کو بزرگوں نے اچھا نہیں سمجھا اور آپ کثرت سے کلام کرتے ہیں یہ کیا بات ہے مولانا نے فرمایا کہ تقلیل کلام خود مقصود بالذات نہیں مقصود تو یہ ہے کہ فضول کلام نہ ہو مگر مبتدی ابتداءً تعدیل پر قادر نہیں ہوتا اس لئے معالجہ کے درجہ میں بہت زیادہ تقلیل تجویز کرتے ہیں تا کہ اعتدال پر آ جائے اس کی ایسی مثال ہے کہ کاغذ لپٹا ہوا رکھا ہوتا ہے جب اس کو کھولتے ہیں تو وہ پھر اسی طرح لپٹ جاتا ہے اس لئے اس کو اس طرح سیدھا کرتے ہیں کہ اس کو دوسری مخالف طرف اسی طرح لپیٹتے ہیں جس سے وہ سیدھا ہو جاتا ہے اسی درجہ میں ضرورت ہے تقلیل کلام کی ورنہ وہ خود مقصود بالذات نہیں مولانا کے علوم عجیب ہوتے تھے بڑی سے بڑی بات کو اس طرح پر بیان فرما دیتے تھے کہ ہر شخص سمجھ جاتا تھا۔

راہ طریقیت میں شیخ مبصر کی ضرورت:

(ملفوظ ۳۴۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے لکھا تھا کہ مجھ کو جیسی محبت آپ سے پہلے تھی اب نہیں رہی میں نے لکھا کہ پھر دینی ضرر کیا ہوا یہ بھی لکھا تھا کہ نماز میں خشوع و خضوع نہیں رہا میں نے لکھا کہ اختیاری درجہ نہیں رہا یا غیر اختیاری نہیں رہا یہ بھی لکھا تھا کہ پہلی باتیں یاد کر کے دل ڈھونڈتا ہے میں نے لکھا کہ بچپن کو یاد کر کے بھی دل ڈھونڈتا ہے اس پر فرمایا کہ اُن کو تو میری محبت نہ رہنے پر حسرت ہے اگر حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ بھی محبت طبعی نہ ہو تو اس میں بھی کوئی ضرر نہیں عقلیہ اختیار یہ مامور بہ ہے وہ ہونا چاہئے وہی کافی ہے اس ہی لئے شیخ مبصر کی اس راہ میں ضرورت ہے ورنہ اس راہ میں ہزار ہا خطرات ہیں۔

مخالفین کے قلوب میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت

(ملفوظ ۳۴۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام ہیں وہ تو

ہیں ہی مگر جو مخالف ہیں اُن کے قلوب میں بھی حضور کی عظمت ہے اگر کوئی مخالف شخص نبوت کا بھی مصدق تصدیق کرنے والا) نہ ہو تو اور کمالات اور عادات و اخلاق حضور کے ایسے ہیں کہ ان کا تو انکار ہو ہی نہیں سکتا۔

فضولیات میں وہ مبتلا ہیں جن کو عاقبت کی فکر نہیں

(ملفوظ ۳۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فضولیات میں وہ لوگ مبتلا ہیں جن کو عاقبت کی فکر نہیں اور جن کو فکر ہے وہ تو شب و روز اسی ادھیڑ بُن میں لگے ہوئے ہیں اور واقعی آدمی کو اپنی فکر کرنی چاہئے اپنی خیر منانا چاہئے دوسروں کے متعلق نہ اس کو مشورہ کی ضرورت نہ فتویٰ حاصل کرنے کی ضرورت اس کو ایک مثال سے سمجھئے ایک شخص پر پھانسی کا مقدمہ ہے اور ایک پر مار پیٹ کا اگر مار پیٹ والا پھانسی والے کے پاس جائے کہ مجھ کو بچاؤ اور وہ اس کے ساتھ ہو کہ اس کے بچانے کی فکر میں لگ جائے تو لوگ اس کو کیا کہیں گے یہی کہیں گے کہ تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔

طریق میں دو چیزوں کا تزکیہ:

(ملفوظ ۳۴۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ طریق بہت ہی سہل ہے مجھ جیسے نادان آدمی نے جب اس کو سمجھ لیا پھر کیا مشکل رہا اب میں اس کو سہل عنوان سے سمجھاتا ہوں کہ اس طریق کا حاصل نفس کا تزکیہ ہے اور جس چیز سے تزکیہ کیا جاتا ہے وہ دو چیزیں ہیں شہوت اور کبر اور ان کا علاج کامل کی صحبت ہے کیونکہ وہ اس راہ سے گذر چکا ہے اس کو اس راہ کی تمام گھاٹیاں معلوم ہیں۔ وہ طالب کو اس کنارے سے اس کنارے لے جا کر کھڑا کر دیتا ہے طالب کا کام صرف یہ ہے کہ اپنے کو اس کے سپرد کر کے وہ جو تعلیم کرے اس کو بجالائے اس میں سر موفوق نہ کرے اسی کو مولانا فرماتے ہیں:

قال را بگذار مرد حال شو ☆ پیش مردے کاملے پا مال شو

آج کل خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں یہ ساریاں خود رائی کی ہیں خود رائی بڑی ہی مضر چیز ہے فرماتے ہیں

فکر ورائے خود و در عالم رندی نیست ☆ کفر ست دریں مذہب خود بینی و خود رائی

(اپنی رائے اور فکر عالم رندی میں بالکل چھوڑنے ضروری ہیں خود بینی اور خود رائی اس راہ میں مثل کفر کے ہیں)

حضرت حاجی صاحب فن طریقیت کے امام تھے:

(ملفوظ ۳۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس فن کے امام تھے حدیث شریف میں آیا ہے الغیبة اشد من الزنا یہ تو مسلم ہے کہ احکام میں متعدد حکمتیں ہوتی ہیں چنانچہ اس کی ایک حکمت تو مشہور ہے وہ یہ کہ زنا حق اللہ ہے اور غیبت حق العبد ہے اور ایک حکمت حضرت نے اپنے علوم موہوبہ سے ایک مرتبہ بیان فرمائی وہ یہ کہ غیبت گناہ جاہی ہے اور زنا گناہ باہی ہے یعنی منشاء غیبت کا تکبر ہے جو بعد غیبت کے بھی باقی رہتا ہے اور اسی لئے اکثر غیبت کرنے والے کو ندامت نہیں ہوتی ہے اور اپنے کو گنہگار نہیں سمجھتا بخلاف زنا کرنے والے کے کہ اس کو ندامت بھی ہوتی ہے اور اپنے کو گنہگار بھی سمجھتا ہے سبحان اللہ کیا ٹھکانا ہے ان علوم موہوبہ کی لطافت کا اور جو حکمتیں خود منصوص ہیں وہ ان واردات سے بھی زیادہ لطیف ہیں۔

۱۷ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنج شنبہ

چند واقعات بچپن حضرت حکیم الامت:

(ملفوظ ۳۴۵) فرمایا کہ بچپن میں ایسے ایسے کھیل سوجھتے تھے ایک قصبہ چرتھاول ہے وہاں پر بڑی ہمشیرہ کی شادی ہوئی تھی جن کا اسی زمانہ میں انتقال بھی ہو گیا اور تائی صاحبہ بھی وہیں کی تھیں اس وجہ سے سب لوگ مرد و عورت ہم لوگوں سے بہت محبت کرتے تھے ان کا بڑا کنبہ تھا ایک بہت بڑی حویلی ہے جو پٹھن کا محل کہلاتا تھا اس میں سب رہتے بہت سے بچے اور بہت سی عورتیں تھیں ایک روز سب لڑکوں اور لڑکیوں کے جوتے جمع کر کے ان کو برابر رکھا اور ایک جوتے کو سب کے آگے رکھا وہ گویا کہ امام تھا اور رنگ کھڑے کر کے اس پر کپڑے کی چھت بنائی وہ مسجد قرار دی یہ کھیل تھا ایک اور کھیل یاد آیا ایک مرتبہ میرٹھ میں ایسا ہوا کہ بارش کے ایام تھے مگر کبھی کبھی ترشح بھی ہوتا تھا باہر صحن میں لیٹا کرتے تھے والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا تھا ہم لوگ والد صاحب کے پاس رہتے تھے تین چار پائیاں برابر بچھی ہوئی تھیں والد صاحب کی اور ہم دونوں بھائیوں کی میں نے رسی لے کر

سب کے پائے ملا کر خوب کس کر باندھ دیئے اور پڑ کر سو گئے پھر والد صاحب بھی آ کر لیٹ گئے اتفاق سے بارش آئی تو والد صاحب اٹھے اور ہم کو بھی اٹھایا بچپن کی نیند تھی ہوں ہوں کر کے پھر سو گئے والد صاحب جھنائے نہیں اٹھتے تو پڑا رہنے دیا اور اپنی چار پائی گھسیٹی اب وہاں تینوں چار پائیاں ایک ساتھ چلی آ رہی ہیں بے حد غصہ ہوئے اور فرمایا کہ ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہیں اب سب بھیگ رہے ہیں چاقو ڈھونڈا اتفاق سے جلدی میں رسی کاٹنے کے لئے چاقو بھی نہ ملا آخر خود ہی باورچی خانہ سے چاقو تلاش کر کے لائے اور ان رسیوں کو کاٹا تب وہاں سے چار پائیاں اٹھ سکیں صحیح تو یاد نہیں کہ اس حرکت پر کوئی چپت لگایا نہیں ایک اور کھیل یاد آیا یہ بھی میرٹھ کا واقعہ ہی ہے دیوالی کے روز شب کو جو دو کانوں کے سامنے چراغ جلتے رکھ دیئے جاتے تھے ہم دونوں بھائی کئی سال تک ایسا کرتے کہ رومال ہاتھ میں لے کر ایک طرف سے بجھاتے ہوئے چلے گئے اور واپسی میں دوسری طرف کے بجھا دیئے مگر کوئی کچھ نہیں کہتا حالانکہ ہماری کوئی حکومت نہ تھی مگر والد صاحب کا لحاظ تھا حتیٰ کہ برا تک نہیں مانتے تھے فرمایا ایک مرتبہ میرٹھ میں میاں الٰہی بخش صاحب مرحوم کی کوٹھی میں جو مسجد تھی سب نمازیوں کے جوتے جمع کر کے اس کے شامیانہ پر پھینک دیئے نمازیوں میں غل مچا کہ جوتے کیا ہوئے ایک شخص نے کہا کہ یہ لٹک رہے ہیں مگر کسی نے کچھ نہیں کہا یہ خدا کا فضل تھا باوجود ان حرکتوں کے اذیت کسی نے نہیں پہنچائی وہ ہی قصہ رہا جیسا کسی نے کہا ہے:

تم کو آتا ہے پیار پر غصہ ☆ ہم کو غصہ پر پیار آتا ہے

یہ سب اللہ کی طرف سے ہے ورنہ ایسی حرکتوں پر پٹائی ہوا کرتی ہے فرمایا کہ ایک صاحب تھے سیکری کے ہماری سوتیلی والدہ کے بھائی بہت ہی نیک اور سادہ آدمی تھے والد صاحب نے ان کو ٹھیکہ کے کام پر رکھ چھوڑا تھا ایک مرتبہ کمریٹ سے گرمی میں بھوکے پیاسے پریشان گھر آئے اور کھانا نکال کر کھانے میں مشغول ہوئے گھر کے سامنے بازار ہے میں نے سڑک پر سے ایک کتے کا پلہ چھوٹا سا پکڑ کر گھر آ کر ان کی دال کی رکابی میں رکھ دیا بیچارے روٹی چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور کچھ نہیں کہا جہاں اس قسم کی کوئی بات شوخی کی ہوتی تھی لوگ والد صاحب کا نام لے کر کہتے کہ ان کے لڑکوں کی حرکت معلوم ہوتی ہے مگر کوئی کچھ کہتا نہ تھا اور ان شوخیوں پر کبھی والد

صاحب کو غصہ آتا تو بھائی کو زیادہ مارتے اور کوئی پوچھتا تو فرماتے کہ سکھلاتا یہ ہی ہے حالانکہ یہ بات واقع کے خلاف ہوتی تھی میں خود بھی ایسی حرکتیں کرتا تھا مگر مشہور یہ ہی تھا کہ یہ سکھلاتا ہے ایک مرتبہ تائی صاحبہ نے والد صاحب سے فرمایا کہ بھائی تم چھوٹے ہی کو کیوں مارتے ہو حالانکہ دنگا دونوں ہی کرتے ہیں فرمایا دو وجہ ہیں ایک تو یہ کہ سبق یاد کر لیتا ہے میرے متعلق فرمایا اس لئے یہ پیارا معلوم ہوتا ہے اور ایک یہ کہ یہ خود نہیں کرتا چھوٹا سکھلاتا ہے فرمایا میں ایک روز پیشاب کر رہا تھا بھائی صاحب نے آ کر میرے سر پر پیشاب کرنا شروع کر دیا ایک روز ایسا کہ بھائی پیشاب کر رہے ہیں میں نے ان کے سر پر پیشاب کرنا شروع کر دیا اتفاق سے اس وقت والد صاحب تشریف لے آئے فرمایا یہ کیا حرکت ہے میں نے عرض کیا ایک روز انہوں نے میرے سر پر پیشاب کیا تھا بھائی نے اس کا بالکل انکار کر دیا مختصری پٹائی ہوئی اس لئے کہ میرا دعویٰ ہی دعویٰ رہ گیا تھا ثبوت کچھ نہ تھا اور میرے فعل کا مشاہدہ تھا غرض جو کسی کو نہ سوجھتی تھی وہ ہم دونوں بھائیوں کو سوجھتی تھی بھائی صاحب بچپن میں مجھ سے کہا کرتے تھے کہ ہم ایک کرسی پر بیٹھے ہوں گے سامنے میز ہوگی اور پکار پکار کر کہتے ہوں گے کہ او فلانے او فلانے مراد حکومت تھی اور تم ایک چٹائی پر بیٹھے ہو گئے دو چار لڑکے سامنے ہونگے ایک قمچی ہاتھ میں ہوگی مطلب یہ تھا کہ لڑکے پڑھاؤ گے مگر ایسا ہونے کے بعد ان پر اس فرق کا یہ اثر ہوا کہ اب ان کو یہ حسرت ہوا کرتی تھی کہ افسوس مجھ کو والد صاحب نے علم دین کیوں نہیں پڑھایا اور مجھ کو بحمد اللہ کبھی یہ حسرت نہیں ہوئی کہ والد صاحب نے مجھ کو علم دنیا کیوں نہیں پڑھایا۔

مسلمان کی پہچان تو ڈاڑھی سے ہوتی ہے:

دو شخص تعویذ لینے کے لئے حاضر ہوئے حضرت والا اُن لوگوں کی صورت دیکھ کر یہ امتیاز نہ فرما سکے کہ یہ مسلمان ہیں یا ہندو اس لئے کہ حضرت والا کا معمول یہ ہے کہ اگر مسلمان ہوں تو تعویذ عطا فرماتے ہیں اور ہندوؤں کو احتیاطاً فرمایا کرتے ہیں کہ کچے سوت کی چنچیلی لے آؤ گنڈا بنا دیا جائے گا اور اثر میں کچھ فرق نہیں پڑتا لہٰذا ان شخصوں سے یہ ہی فرمایا کہ پانی لے آؤ پڑھ دوں گا اور ایک سوت کی چنچیلی لے آؤ گنڈا بنا دوں گا جب وہ چلے گئے فرمایا کہ آج کل بڑی آفت ہے

ہندو مسلمانوں میں امتیاز نہ رہا ایک سی صورت ایک سا لباس کس طرح پہچانا جائے داڑھی منڈانے کا ایسا عام رواج ہو گیا ہے کہ جیسا داڑھی رکھنا شعار اسلام تھا ویسا ہی بعض مقامات میں داڑھی منڈانا شعار اسلام ہو گیا ہے اس کے متعلق ایک حکایت یاد آئی سہارنپور میں ایک صاحب تھے جنکی بڑی داڑھی تھی وہ ہندوستان سے شام میں گئے تھے بڑی داڑھی کی وجہ سے بیچارے پکڑے گئے معلوم یہ ہوا کہ وہاں داڑھی رکھنا علامت ہے یہودی ہونے کی اور داڑھی منڈانا یا کٹانا علامت ہے مسلمان ہونے کی جب شام میں یہ حالت ہے تو رات میں نہ معلوم کیا ہوگی اس میں لفظی صنعت ہے مراد رات سے دار الکفر ہے جہاں ظلمت ہی ظلمت ہو پھر فرمایا اب تو یہ حالت ہو رہی ہے کہ اس حالت کو دیکھ کر یہ شعر یاد آتا ہے:

اے بسرا پردہ یثرب بخواب ☆ خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

(اے وہ ذات جو مدینہ منورہ میں استراحت فرما رہے ہیں اٹھئے کہ مشرق و مغرب خراب ہو رہے ہیں)

ستانے کا تعویذ:

(ملفوظ ۳۴۷) ایک شخص نے بہت ہی پست آواز سے تعویذ مانگا فرمایا کہ زور سے بولو تاکہ میں سن لوں اس طرح پر بولنا کہ دوسرا سن ہی نہ سکے کہاں سے سیکھا ہے اس نے پھر دوبارہ عرض کیا مگر قریب قریب اس ہی لہجہ میں فرمایا کہ میں نے اب بھی نہیں سنا تیسری مرتبہ میں بلند آواز سے عرض کیا ستاؤ کا تعویذ چاہئے فرمایا بندہ خدا اول ہی دفعہ میں اس طرح کیوں نہ بولا تھا پھر فرمایا جب جن تمہیں ستاتا ہے اور تم مجھے ستاتے ہو تو جن کے تعویذ کے ساتھ ایک تعویذ تمہارے لئے بھی چاہئے تاکہ تم بھی کسی کو نہ ستاؤ۔

حضرت والا کا عفو و حلم

(ملفوظ ۳۴۸) ایک صاحب کا ذکر فرمایا کہ یہ فلاں مولوی صاحب کے صاحبزادے ہیں ایک سنگین معاملہ میں پھنسے ہوئے ہیں یہاں پر دُعاء اور ایک عہدہ دار سے سفارش کے لئے آتے تھے میں نے دعا سفارش دونوں کر دیں سفارش میں یہ لکھ دیا کہ آپ کو بعد تحقیقات صحیح جو واقعہ کا علم

ہو اس پر عمل اور اتنا اور لکھ دیا کہ یہ میرے پیر بھائی کے بیٹے ہیں یہ میں نے لکھ کر ان کو دکھلا بھی دیا کہ اگر یہ کافی ہو تو دیکھ لیں ورنہ اور مضمون بدل دوں کہنے لگے بہت کافی ہے بہت زیادہ ہم لوگوں کو گالیاں دینے والے یہ صاحب تھے مگر یہ انتقام کا موقعہ تھوڑا ہی تھا بلکہ امداد کا موقعہ تھا سو میں نے دعا بھی کی اور سفارش بھی کی اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی سخت پریشان تھے۔

حیات المسلمین پر عمل سے فلاح دارین ہو گی

(ملفوظ ۳۴۹) فرمایا میں نے مسلمانوں کے لئے کافی انتظام کر دیا ہے فلاح دنیا کا بھی اور فلاح دین کا بھی یعنی رسالہ حیات المسلمین میں سب کچھ لکھ دیا ہے اگر اس پر عمل کریں انشاء اللہ دین و دنیا دونوں کی فلاح اس میں موجود ہے فرمایا کہ ریل کے سفر میں ایک گنوار کو کہتے سنا تھا بڑے ہی کام کی بات کہہ رہا تھا کہ نیک رہو اور ایک رہو تو حیاۃ المسلمین میں نیک ہونے کا راستہ بتلا دیا ہے اور صیانۃ المسلمین میں ایک ہونے کا راستہ بتلا دیا ہے اب عمل کرنا یہ لوگوں کی ہمت پر ہے اور صورت اس کی بہت سہل ہے وہ یہ ہے کہ ہر جگہ پر دس دس آدمی ہم خیال ہو کر پنچایت کی صورت بنا لیں اور کام شروع کر دیں انشاء اللہ تعالیٰ دس ہی آدمی کے ہم خیال ہو جانے سے ساری بستی پر اثر ہو گا بس اتنا عمل کافی ہے پھر جو کام بھی جس سے لینا چاہیں گے کوئی انکار نہ کرے گا صیانۃ المسلمین کا حاصل یہی ہے باقی جو مبلغ و واعظ ہیں ان کے بس کا یہ کام نہیں وہ تو صرف طریقہ بتلا سکتے ہیں اور ترغیب دے سکتے ہیں یہ انتظامی کام مقامی لوگوں کے کرنے کا ہے کہ وہ جماعتیں بنا کر کام کرتے رہیں اور مبلغ وقتاً فوقتاً پہنچ کر عام لوگوں کو نصائح کرتے رہیں اس کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ چند روز میں مسلمانوں کی حالت درست ہو سکتی ہے فلاح اور بہبود کا سہرا ان کے سر بند سکتا ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ کام کرنے والے مخلص ہوں یہ نہ ہو کہ غیر مخلص اول ہی میں گھس جائیں ورنہ پھر یہ ہو گا کہ صدر میں ہوں دوسرا کہے گا میں ہوں اگر مخلص حضرات کام کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہو جائے گی اس لئے کہ جتنی ضرورتیں اس وقت مسلمانوں کو ہیں اس رسالہ میں سب ہیں صرف عملی صورت میں کام شروع کرنے کی ضرورت ہے لیکن اگر مسلمان کچھ کرنا ہی نہ چاہیں تو اس کا میرے پاس کیا علاج ہے۔

۱۸ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز جمعہ

والد مرحوم کی ادائیگی حقوق کے لئے کاوش:

(ملفوظ ۳۵۰) فرمایا کہ اہل حقوق کا حق پہنچانے کی کوشش کر رہا ہوں یہ وقت تھا کہ اپنے والد صاحب مرحوم کی چار بیبیوں کا حصہ مہران کے ورثہ کو پہنچانے کا اہتمام کیا جا رہا تھا کسی ملفوظ میں اس کی تفصیل بھی ہو چکی ہے جی چاہتا ہے کہ جلد سے جلد پہنچ جائے جتنی جلد حق پہنچ جائیں اتنی ہی جلد طبیعت ہلکی پھلکی ہو جائے گی حق تعالیٰ کی طرف سے غیب سے امداد اس میں ہو رہی ہے ذرائع ایسے پیدا ہو رہے ہیں کہ مجھ پر کوئی ذرہ برابر گرانی نہیں اور برابر اہل حقوق کو ان کے حق پہنچ رہے ہیں۔

حکایت حضرت ابوالحسن نوری

(ملفوظ ۳۵۱) ایک صاحب نے ایک شخص کے متعلق عرض کیا کہ حضرت سے وہ شخص سال بھر سے مرید ہونے کا ارادہ کر رہے ہیں مگر یہ کہتے ہیں درخواست کرتے ہوئے خوف معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ اس شخص کے قلب میں طریق کی وقعت اور عظمت ہے یہ بھی غنیمت ہے اس معاملہ میں ان لکھوں پڑھوں سے تو یہ گنوار ہی اچھے ہیں ان کی جو بات ہوتی ہے بیساختہ اور سادگی سے اور خلوص لئے ہوئے ہوتی ہے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص گاؤں کا رہنے والا مرید ہونے آیا حضرت نے جیسا طریقہ ہے بیعت کا معاصی سے توبہ کرادی اور نماز وغیرہ کی پابندی کا امر فرما دیا وہ کہتا ہے کہ مولوی جی جن باتوں سے تم نے توبہ کرائی ہے یہ کام تو میں کبھی کرتا بھی نہیں اور جو کرتا ہوں اس کی توبہ کرائی بھی نہیں حضرت نے دریافت فرمایا وہ کیا ہے کہتا ہے کہ میں افیم کھاتا ہوں فرمایا اچھا یہ بتلا کتنی کھاتا ہے اتنی میرے ہاتھ پر رکھ دے اس ارشاد کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت حضرت کی بینائی نہ رہی تھی چنانچہ اس نے ایک گولی بنا کر ہاتھ پر رکھ دی حضرت نے اس کا ایک حصہ توڑ کر اس کو دکھلایا کہ اتنی کھا لیا کر پھر تھوڑے روز بعد اور کمی بتلا دی جاوے گی اس کی وجہ یہ تھی کہ افیون کے دفعۃً چھوڑنے سے بہت تکلیف ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ جی جب توبہ کر لی پھر اتنی اور اتنی کیسی اور ڈبہ افیم کا جیب سے نکال دو مُ پھینک کر مارا کہ جا افیم میں نے تجھے چھوڑ دیا اور اپنے گاؤں کو چل دیا گھر پہنچ کر دست آنے شروع ہو گئے حضرت مولانا سے دعاء کے لئے کہلا کر بھیجا کرتا کہ میں اچھا ہو جاؤں

کچھ عرصہ بعد تندرست ہو کر آیا اور بعد تعارف دو روپیہ حضرت کی خدمت میں پیش کئے بعد اصرار حضرت نے قبول فرمالئے کہتا ہے کہ مولوی جی روپئے تو لے کر رکھ لئے اور یہ پوچھا بھی نہیں کہ کیسے ہیں حضرت نے دریافت فرمایا اب بتلادے کیسے ہیں کہتا ہے کہ میں دو روپیہ ماہوار کی افیون کھاتا تھا اس کے چھوڑ دینے پر نفس بڑا خوش ہوا کہ اب دو روپیہ ماہوار بچا کریں گے بڑا فائدہ ہوا میں نے کہا کہ تجھے خوش نہ ہونے دوں گا یہ دو روپے اپنے پیر کو دیا کروں گا اب یہ اپنی زندگی تک دیا کروں گا میں کہتا ہوں کہ اس دقیقہ کی طرف شیخ کامل کا ذہن پہنچے تو پہنچے نفس کے کید خفی کو کیسا سمجھا اور اس گنوار نے کیسے خلوص کے ساتھ توبہ کی تکلف کا نام تک نہیں سلف میں البتہ بڑے بڑے لوگوں کی ایسی نظیریں موجود ہیں مثنوی مولانا رومی میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی پر بڑی جدوجہد کے بعد غلبہ پایا اور اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گئے تلوار سے اس کا کام تمام کرنا چاہتے تھے کہ اس نے آپ کے منہ پر تھوک دیا آپ چھوڑ کر الگ ہو گئے اس یہودی کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی اس کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ ہمارا جو کام بھی ہوتا ہے اللہ کے واسطے ہوتا ہے نفس کے واسطے نہیں ہوتا جب تک تجھ کو پچھاڑا اور تلوار تیرے قتل کو اٹھائی یہ سب اللہ کے لئے تھا جب تو نے منہ پر تھوک دیا تو ایک نیا غصہ پیدا ہوا اس لئے شبہ پیدا ہو گیا کہ اب کہیں اس کا قتل نفس کے واسطے نہ ہو اس لئے چھوڑ دیا وہ یہودی ایمان لے آیا اب بھی اللہ کے بندے مخلص ہیں گو کم سہی ابھی کا واقعہ ہے کہ یہاں ایک مسجد جولاہوں کے محلہ میں ہے وہاں کے مہتمم کی درخواست پر کہ وہ بھی جولاہے ہی ہیں اور غریب آدمی ہیں آٹھ روپیہ میں نے مسجد کی مرمت کی مد میں دیئے اور یہ کہہ دیا کہ فی الحال اتنا ہی انتظام ہو سکا بقیہ کا کچھ اور انتظام کر لیا جاوے انہوں نے اس میں سے سات روپیہ رکھ لئے اور ایک روپیہ واپس کر دیا اور کہا کہ اب اتنی ہی ضرورت تھی مدرسہ والے یا انجمن والے قیامت تک بھی واپس نہ کرتے بعض طبیعتیں سلیم ہوتی ہیں ابوالحسن نوریؒ ایک بزرگ ہیں ایک بار دریا کے کنارے کنارے جا رہے تھے دیکھا کہ ایک کشتی سے شراب کے مٹکے اتر رہے ہیں معتصم باللہ کا زمانہ تھا اس کے لئے وہ مٹکے آئے تھے مگر اس اطلاع کے بعد بھی عصا لے کر مٹکے توڑنے شروع کئے مٹکے دس تھے ان میں سے نو تو توڑ ڈالے اور ایک چھوڑ دیا معتصم باللہ کو اطلاع ہوئی یہ بزرگ بلوائے گئے معتصم

باللہ نے دریافت کیا کہ آپ نے مٹکے توڑے کیا آپ محتسب ہیں فرمایا کہ محتسب ہوں کہا کس نے محتسب بنایا فرمایا جس نے تم کو بادشاہ بنایا پوچھا احتساب کی سند فرمایا یہ آیت سند ہے یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ دریافت کیا کہ پھر آپ نے نو مٹکے توڑے ایک چھوڑ دیا اس کی کیا وجہ فرمایا کہ نو مٹکے توڑنے تک خلوص رہا دسویں پر قلب میں عجب پیدا ہو گیا تھا کہ ہم بھی ایسے ہیں کہ کسی سے نہیں ڈرتے چونکہ ہمارا ہر کام اللہ کے واسطے ہوتا ہے نفس کے لئے ایک کام بھی نہیں ہوتا اس لئے ایک مٹکا چھوڑ دیا یہ سن کر معتصم باللہ پر کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہنے لگا کہ میں آج سے آپ کو باقاعدہ محتسب بناتا ہوں دیکھ لیجئے ان بزرگ کا جہاں ذہن پہنچا اس گاؤں والے کا ذہن جس نے افیم کھانے سے توبہ کی تھی وہاں تک پہنچا یہ ہیں وہ علوم جن کے متعلق فرماتے ہیں:

بنی اندر خود علوم انبیاء ☆ بے کتاب و بے معید و اوستاد

(بیٹا نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر تم اپنے اندر بغیر کسی مددگار اور استاد کے انبیاء علیہم السلام جیسے علوم کا مشاہدہ کرو گے)۔

ریا کا علاج:

(ملفوظ ۳۵۲)　　ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ریا کا علاج یہ بھی ہے کہ ایسے کام کر ڈالے جس میں لوگ ریاکار سمجھیں اور اس کو شرمندگی ہو کہ لوگ مجھ کو ریاکار سمجھ رہے ہیں۔ جو شخص بجلی سے ڈرتا ہو اس کو جنگل میں جا کر بجلی کے سامنے کھڑا ہونا چاہئے خوف نکل جائے گا مگر اس علاج کے لئے شیخ کامل کی رائے کی ضرورت ہے ورنہ نفس کو بہانہ ریا کی تقویت کا مل جائے گا۔

امر بالمعروف کے وجوب کی شرائط

(ملفوظ ۳۵۳)　　ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ امر بالمعروف کے وجوب کی دو شرطیں ہیں ایک تو یہ کہ مخاطب سے توقع ہو قبول کی اور کم از کم کسی ضرر کا خوف نہ ہو اور ایک یہ کہ مخاطب کو اس کا علم نہ ہو اور اکثر یہی ہے کہ جہاں علم نہ ہو وہاں توقع ہوتی ہے قبول کی اور اگر علم ہو تو اکثر ناگواری کا سبب ہوتا ہے۔

واقعہ دستار بندی حضرت حکیم الامت

(ملفوظ ۳۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب ہم لوگوں کوفراغ کے بعد مدرسہ سے سند و دستار ملنے کی تجویز تھی ایک مرتبہ میں نے اور فارغ طالبعلموں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت یہ معلوم ہوا کہ ہم لوگوں کو مدرسہ سے سند مل رہی ہے مگر ہم اپنے کو اس کا اہل نہیں سمجھتے اس لئے اگر یہ موقوف کر دیا جائے تو بہتر ہے ورنہ مدرسہ کی بدنامی ہے مولانا کو جوش آ گیا فرمایا کہ کون کہتا ہے کہ اہلیت نہیں ہے اپنے اساتذہ کے سامنے ایسا ہی سمجھنا چاہئے ورنہ خدا کی قسم جہاں جاؤ گے تم ہی تم ہو گے پھر فرمایا کہ میں تواضع سے نہیں کہتا واقعہ ہے کہ علمی لیاقت کبھی حاصل ہی نہیں ہوئی مگر اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت سے عمر بھر کہیں شرمندگی نہیں ہوئی حضرت مولانا پر اس وقت ایک خاص حالت تھی نہایت ہی وثوق سے فرمایا تھا سو الحمد اللہ ساری عمر بھی کبھی شرمندگی نہیں ہوئی نہ وعظ میں نہ مناظرہ میں نہ درس میں اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ غالب ہی رکھا مگر اس کے ساتھ ہی میری یہ طبعی حالت تھی اور میں اس کو بے تکلف کہہ سکتا ہوں کہ میں نے دینی طبقات میں سے کسی کو ناراض نہیں کیا نہ علماء کو نہ مشائخ کو اگر ان سے ان کی رائے کے خلاف گفتگو بھی ہوئی تو اس طرح سے کہ ادب کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا جس سے وہ بھی محبت کے ساتھ پیش آئے خلاصہ یہ ہے کہ دعائیں بہت لیں کسی قسم کے بزرگ ہوں کسی کو ناراض نہیں کیا۔

بزرگوں کے پاس بیٹھنے کی نیت

(ملفوظ ۳۵۵) ایک صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ بزرگوں کے پاس اس نیت سے بیٹھنا چاہئے کہ جیسے یہ دیندار ہیں ہم بھی ویسے ہی ہو جائیں گے لیکن اس وقت دین سے اتنی وحشت ہے کہ نیت تو کیا کریں گے اس کے احتمال سے بھی ڈرتے ہیں چنانچہ میں الہ آباد گیا تھا اور وعظ بھی ہوتے تھے مگر انگریزی اسکولوں کے بعض طلباء نے وعظ میں آنے سے اس لئے اجتناب کیا کہ ہم کو تو دنیا حاصل کرنا ہے کہیں وعظ سن کر ہم فلاں صاحب کی طرح نہ ہو جائیں یہ صاحب بالتزام وعظ میں آتے اور متاثر ہوتے اب وہ ایک اسکول میں ہیڈ ماسٹر ہیں اور یہ ڈر ایسا ہے جیسے ایک ڈوم نے یہ سن کر کہ چاند دیکھنے سے روزہ فرض ہو جاتا ہے یہ کہا تھا کہ میں چاند ہی نہ

دیکھوں گا جو روزہ فرض ہو چنانچہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا مگر اس نے نہ چاند دیکھا نہ روزہ رکھا اور گھر میں کوٹھے کے اندر گھس کر بیٹھ گیا شب کو وہیں موتا ہگا جب دو چار دن گزر گئے بیوی نے کہا کہ یہ تو بڑی مصیبت ہے کہ میں کہاں تک یہ بھینس کا گوبر اُٹھاؤں گی اور گھر سے نکال دیا آخر جنگل میں پہنچا وہاں حاجت کا تقاضا ہوا اس سے فارغ ہو کر آبدست لینے کے لئے تالاب پر پہنچا تو تالاب میں پانی کے اندر چاند نظر آ گیا کہتا ہے کہ میں تو تجھ کو دیکھتا نہیں تو آنکھوں میں روزہ فرض کرانے کے لئے کیوں گھسا آتا ہے تو ایسا ہی ان طلبہ کا کہنا تھا کہ ہم وعظ اس لئے نہیں سنتے کہ کبھی ہم بھی فلاں صاحب جیسے نہ بن جائیں اس کی نظیر یہ ہے کہ حکیم کے پاس اس لئے نہیں جاتے کہ کہیں تندرست نہ ہو جائیں اسی طرح یہ دنیا پرست مولوی لوگوں سے گھبراتے ہیں حالانکہ محقق اہل علم ناجائز نوکریاں تک چھوڑنے کو نہیں فرماتے کہ کہیں افلاس سبب نہ ہو جائے کفر کا کیونکہ اب تو معاصی ہی ہیں اور پھر کفر ہوگا پس جو معاصی وقایہ ہو کفر کا اس کو محقق مولوی چھوڑنے کو نہیں کہتے یہ تو ناتجربہ کار کا کام ہے محقق ایسا نہیں کر سکتا یہ تو وہ بات ہوگی کہ چڑھ جا بیٹے سولی پر رام بھلی کرے گا بے علم واعظوں کی بدولت لوگ گڑ بڑ میں پڑ گئے ورنہ محقق کی یہ شان ہوتی ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک زمانہ میں دس روپے کے ملازم تھے حاجی صاحبؒ سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو نوکری چھوڑ دوں حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب ابھی تو آپ پوچھ ہی رہے ہیں یہ پوچھنا دلیل ہے تردد کی اور تردد دلیل ہے خامی کی اور خامی کی حالت میں ملازمت چھوڑنا موجب تشویش و پریشانی ہوگا جب پختگی ہو جائے گی رسے تڑا کر بھاگو گے غرض محققین کی یہ شان ہوتی ہے تم نے عطائی نسخے استعمال کئے ہیں اس لئے فن طب کو بدنام کرتے ہو کسی حاذق کا نسخہ نہیں استعمال کیا جس سے حقیقت معلوم ہو جاتی۔

حضرت شمس تبریزی اور حضرت حاجی صاحب کی لسان

(ملفوظ ۳۵۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کی قدر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرمانے سے ہی معلوم ہوتی ہے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو ایک لسان عطاء فرماتے ہیں

جیسے شاہ شمس تبریز کی لسان مولانا رومی ہوئے اور میری لسان مولوی محمد قاسم صاحبؒ تھے یہ حضرات عجیب شان کے بزرگ تھے سلف کے نمونہ تھے اللہ کا بڑا فضل ہے کہ ان حضرات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا یہی وجہ ہے کہ اور کوئی نظروں میں نہیں سماتا ان حضرات میں کوئی بات تو تھی ہی کہ ان کی صحبت سے گنوار لٹھ جاہل ایسے ہو جاتے تھے کہ بعضے علماء میں بھی آج وہ چیز نظر نہیں آتی ان حضرات کی صحبت جس کو نصیب ہوگئی اس کی یہ حالت ہوگئی جس کو فرماتے ہیں:

آہن کہ بپارس آشنا شد ☆ فی الحال بصورت طلا شد

(جو لوہا پارس کی پتھری سے چھو بھی گیا فوراً ہی سونے کی شکل ہو گیا ۱۲۔)

مفتی الٰہی بخش حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد خاص تھے کسی کے سوال پر مفتی صاحب نے فرمایا تھا کہ سید صاحب کے تعلق سے پہلے بھی قرآن وحدیث پڑھے ہوئے تھے اور اب بھی وہی قرآن وحدیث پڑھتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ کہ یہی قرآن وحدیث پہلے اور طرح کا نظر آتا تھا اب اور طرح کا نظر آتا ہے ہے سو یہ چیز بزرگوں کی صحبت سے ملتی ہے مگر افسوس اتنی بڑی چیز کو لوگ چھوڑے ہوئے ہیں اور صحبت اختیار نہیں کرتے بڑا ناز ہے علم پر کہ ہم عالم ہو گئے یاد رکھو بدون اپنے کو مٹائے کچھ نہیں ہوتا مٹانے کے یہ معنی نہیں کہ کتابیں مٹادو نہیں نہیں اپنے کو مٹادو کہ ہم کچھ نہیں جب تک یہ بات نہ پیدا ہو سمجھ لو کہ دوسرے معنی کر فنا ہو یعنی برباد ہو کورے ہو کچھ نہیں ہو اب رہا یہ شبہ کہ وہ چیز کیا ہے جو بزرگوں کی صحبت سے نصیب ہوتی ہے اور اپنے کو ان کے سپرد کرنے پر ملتی ہے بات یہ ہے کہ یہ سمجھانے سے مطلق سمجھ میں نہیں آسکتی اگر سمجھایا بھی تو ایسا قصہ ہو جائے گا جیسے ایک اندھے حافظ جی کی حکایت ہے ٹیڑھی کھیر کی وہ اس طرح ہے کہ ایک حافظ جی تھے نابینا ان کی ایک لڑکے نے دعوت کی کہنے لگے کیا کھلاؤ گے اس نے کہا کہ کھیر اب گڑ بڑ شروع ہوتی ہے اور غلطی میں ابتلاء ہوتا ہے حافظ جی نے پوچھا کہ کھیر کیسی ہوتی ہے اس نے کہا کہ سفید کہنے لگے سفید کسے کہتے ہیں، اس نے کہا جیسے بگلا حافظ جی نے پوچھا بگلا کیسا ہوتا ہے؟ اب وہ اس کو کیسے سمجھاتے، اس نے سامنے بیٹھ کر اور ہاتھ موڑ کر سامنے کو کر دیا کہ ایسا ہوتا ہے حافظ جی نے ہاتھ سے ٹٹول کر کہا کہ بھائی یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے حلق سے نیچے کیسے اترے گی دیکھئے مناسبت نہ

ہونے کی وجہ سے کس قدر حقیقت سے دور ہوتے چلے گئے یہ تو تھا بگلا اور لڑکا تھا بگلا دعوت کی صرف واحد صورت تھی طباق بھر کر لا کر حافظ جی کے سامنے رکھ دیتا کہ لو کھا کر دیکھ لو کہ کھیر کیسی ہوتی ہے ایسے ہی آپ گھبراتے ہیں مگر آپ نے کو کسی محقق کے سپرد کر کے دیکھو وہ تم کو تختی میں نہ ڈالے گا کھیر کے طباق کی طرح تم پر طریق کو آسان کر دے گا جو بدون مشقت ہی حلق سے اُتر جائے گی۔

نیک ہونا اور بات، فہیم ہونا اور بات

(ملفوظ ۳۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ نیک تو ہوتے ہیں مگر اُن میں فہم نہیں ہوتا نیک ہونا اور بات ہے فہیم ہونا اور بات ہے۔

اہل حق کو اہل باطل سے جھگڑنے کا حق

(ملفوظ ۳۵۸) فرمایا کہ ایک درویش سے میری گفتگو ہوئی انہوں نے کہا کہ اس آیت کا ترجمہ کیا جاوے۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ مقصود یہ تھا کہ اس آیت میں کسی سے نزاع کرنے کی ممانعت ہے یعنی کوئی کسی سے تعارض نہ کرے جو صلح کا حاصل ہے میں نے کہا کہ لَا یُنَازِعُنَّکَ فرمایا لا تنازعهم نہیں فرمایا تو اہل باطل کو اہل حق سے جھگڑا کرنے سے منع فرمایا گیا ہے اہل حق کو اہل باطل کے ساتھ جھگڑنے سے منع نہیں فرمایا اس پر شاہ صاحب خاموش رہ گئے اسی طرح میرٹھ میں ایک صاحب درویش شیخ الٰہی بخش صاحب رئیس میرٹھ کے خاندان کے پیر آئے ہوئے تھے والد صاحب اس زمانہ میں اُن کے یہاں مختار ریاست تھے میں بھی اتفاق سے وہاں پر والد صاحب کے پاس گیا ہوا تھا اُن درویش سے بھی ملنے گیا ان درویش کو یہ معلوم ہوا کہ یہ طالب علم ہے محبت سے بلا کر بٹھایا اور مثنوی کے اشعار کی شرح مولانا جامیؒ کے یہ اشعار پڑھے:

جندا روز یکہ پیش از روز و شب ☆ فارغ از اندوہ و آزاد از طلب
متحد بودیم باشاہ وجود حکم غیریت بکلی محو، بود

(ہم نے ہرامت کے واسطے ذبح کرنے کا طریق مقرر کیا ہے کہ وہ اس طریق پر ذبح

کرتے تھے تو ان لوگوں کو چاہئے کہ اس امر میں آپ سے جھگڑا نہ کریں ان لوگوں کو چاہئے کہ آپ سے جھگڑا نہ کریں آپ ان سے جھگڑا نہ کریں اس عالم ناسوت سے پہلے کیا اچھا زمانہ تھا کہ ہم بغیر کسی غم کے اور بغیر ضرورت طلب کے شاہ وجود کے ساتھ متحد تھے اور غیریت کا حکم بالکلیہ محو تھا)

ان اشعار سے بزعم خود وحدۃ الوجود کو ثابت کرنا چاہا میں نے کہا کہ اس میں تو بودیم فرماتے ہیں ہستیم نہیں فرماتے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اب تغائر ہے تو اس سے تو وحدۃ الوجود کی نفی ہوئی بس مبہوت رہ گئے کچھ نہیں بولے اور اس تمام خاندان میں اس کی شہرت ہوگئی مجھ کو خیال ہوا کہ شاید ان لوگوں کو ناگوار ہوگا اس لیے کہ ان کہ پیر ہیں لیکن عجیب بات ہے کہ اس کا عکس ہوا چنانچہ شیخ صاحب کے بھتیجے غلام محی الدین مرحوم جو کہ ہر پہلو سے ریاست کے روح و رواں تھے انھوں نے مجھ کو قصدا بلایا اور واقعہ کی تفصیل پوچھی میں نے سب بیان کر دیا تو سنکر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ خوب کیا اور میں نے بھی ان درویش کے کہنے پر اتنا جواب دیا مگر خود ابتدأ نہیں کی اور نہ کوئی بے ادبی کی اور ان کے اشعار پڑھنے سے متاثر میں بھی ہوا مگر حدود شرعیہ کی حفاظت ضروری تھی اس لیے جواب دینا پڑا۔

واپسی قرض کی یاداشت میں تحریر

(ملفوظ ۳۵۹) فرمایا کہ جو لوگ بوقت ضرورت مجھ سے کچھ قرض لے لیتے ہیں جب کوئی قسط ادا کرنے آتے ہیں تو ان کو پاس بیٹھا لیتا ہوں اور اپنی یادداشت میں وصول لکھ کر ان کو بھی دکھلا دیتا کہوں کہ دیکھو یہ وصول یابی لکھ لی ہے محض اس خیال سے کہ ان کو یکسوئی ہو جائے یہ خیال نہ رہے کہ کہ شاید وصول لکھنا یاد نہ رہے۔

بخل لغوی

(ملفوظ ۳۶۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ اتنا بخل محمود ہے کہ جس سے آدمی انتظام کر سکے اور اپنے دل کو تشویش اور پریشانی سے بچانے کے لیے کچھ پیسے اپنے پاس رکھے بدون اتنے بخل کے انسان منتظم نہیں ہو سکتا اور یہ بخل لغوی ہے شرعی نہیں حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ آدمی نفس کے بہلانے کو کچھ نہ کچھ ضرور اپنے پاس رکھے۔

ارشاد ماموں امداد علی صاحب:

(ملفوظ ۳۶۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا ماموں امداد علی صاحب حکیمانہ دماغ رکھتے تھے گو مسلک میں ان سے ہمارا اختلاف تھا مگر بعضی باتیں بڑے کام کی فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایک بار یہ فرمایا کہ میاں دوسروں کی جوتیوں کی حفاظت کی بدولت کہیں اپنی گٹھڑی نہ اٹھوا دینا واقع بڑے ہی کام کی بات ہے لوگ دوسروں کی فکر میں رہتے ہیں اپنی فکر نہیں کرتے جس سے دوسروں کی کوئی خفیف سی مصلحت تو محفوظ ہو جاتی ہے مگر اپنا ضرر عظیم ہو جاتا ہے اور ممدوح ظریف بھی بہت تھے ایک مرتبہ روڑ کی قیام تھا بارش ہو کر ختم ہوئی تھی کیچڑ ہو رہی تھی ایک صاحب کو دیکھا کہ جلدی جلدی چل رہے ہیں ماموں صاحب نے فرمایا کہ میاں کیچڑ ہو رہی ہے اس طرح نہیں چلنا چاہیے اندیشہ گر جانے کا ہے وہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں گر نہیں سکتا اقلیدس کی قاعدہ سے چلتا ہوں یہ کہہ کر آگے کو بڑھے کہ دھڑام سے زمین پر ماموں صاحب فرماتے ہیں کیوں صاحب کونسی شکل بنی روڑ کی ہی کلیہ بھی واقعہ ہے کہ ایک مولوی صاحب باہر سے مہمان آئے اور ایک مولوی صاحب وہاں ہی مقیم تھے اور دونوں خوب موٹے تھے دونوں کی توند نکلی ہوئی تھی ملاقات کے وقت دونوں نے معانقہ کیا تو ماموں صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا یہ تو معانقہ نہیں ہوا مباطنہ ہو گیا یعنی پیٹ سے پیٹ مل گئے۔

تربیت کا راز سمجھ نہیں آتا

(ملفوظ ۳۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایسے ایسے بھی فہیم لوگ دنیا میں آباد ہیں یہاں پر ایک صاحب آتے تھے یہ کہہ کر گئے ہیں کہ تربیت کے اس طرز کا بھید ہی سمجھ میں نہیں آتا بتلایئے یہاں کون سے اسرار میں راز ہیں جو سمجھ میں نہیں آتے۔

کوتاہ نظری اور کوڑ مغزی کی حد:

(ملفوظ ۳۶۳) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ ایسی کوتاہ نظری اور ایسی کوڑ مغزی کی بھی کوئی حد ہے پھر کہتے ہیں کہ ہم پر سختی کی جاتی ہے پہلے رنجیدہ کرتے ہیں پھر کچھ کہا جاتا ہے تو رنجیدہ ہوتے ہیں ایسوں سے تو یہ ہی کہنا اسلم ہے کہ بس یہاں سے جاؤ ہم برے

ہی سہی کون ان کوڑ مغزوں کی چاپلوسی اور غلامی کرے غیرت کے بھی تو خلاف ہے میں تو اپنے متعلق کسی شبہ کو دور کرنا بھی غیرت کے خلاف سمجھتا ہوں جیسے بیٹی کے بارہ میں کوئی پیام والا کہے کہ سنا ہے کہ تمہاری بیٹی کانی ہے تو کیا وہ جواب میں یہ کہنے بیٹھے گا کہ کانی نہیں بہت حسین ہے بلکہ یہی کہے گا کہ وہ صرف کانی ہی نہیں اندھی ہے تم نہیں چاہتے تو کہیں اور جاؤ تو کیا طریق کی اتنی بھی وقعت نہ ہو دوسرا تو اعراض کرے اور ہم اس کو ترغیب دیں لیکن جس چیز کی اصلاح فرض ہے وہاں تبلیغ ہر حال میں فرض ہے مگر تبلیغ کا رنگ اور ہے اور اس ترغیب کا رنگ اور جن میں وجدانی فرق ہے تو ایک کی نفی سے دوسرے کی نفی لازم نہیں آتی۔

شوال المکرم ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

حضرت شیخ سعدی کی حکمت

(ملفوظ ۳۶۴) ایک مضمون کے سلسلہ میں فرمایا کہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ بڑے حکیم ہیں ہر معاملہ میں ان کا کلام موجود ہے حتیٰ کہ سلطنت کے معاملات میں بھی رائے دیتے ہیں میرا تو خیال ہے کہ آج کل اہل حکومت شیخ ہی کی تعلیم اور تجربات کا اکثر حصہ لیے ہوئے ہیں جس پر عمل درآمد ہے اچھی بات پر کوئی بھی عمل کرے اس کا فائدہ پہنچتا ہی ہے اگر اہل حکومت مسلمان ہوتے تو اور بھی نور علیٰ نور ہوتا ایک صاحب نے عرض کیا کہ شیخ علیہ الرحمۃ نے باوجود اس کے سلطنت نہیں کی مگر پھر بھی اس قدر تجربات بیان فرمائے فرمایا کہ روشن دماغ تھے جب اللہ کی اطاعت ہوتی ہے قلب میں ایک نور ہوتا ہے شیخ نے جس قدر سلطنت کی بقاء کی تدابیر بیان فرمائی ہیں نہایت حکیمانہ ہیں اگر ایسی تدابیر حدود شریعت کے ماتحت اختیار کی جائیں کوئی حرج نہیں بلکہ ایک خاص برکت ہوتی ہے اور شریعت کے تجاوز کرنے سے فی الحال بے برکتی اور فی المآل زوال ہوتا ہے اور حاصل اکثر تدابیر کا یہ ہے کہ لا یخدع (بصیغہ معروف) (کسی کو دھوکہ نہ دے) و لا یخدع (بصیغہ مجہول) (کسی سے دھوکہ نہ کھاوے)۔

لیڈیوں کو ساحر فرمانا

(ملفوظ ۳۶۵) فرمایا کہ میں تو لیڈیوں کو ساحر کہا کرتا ہوں بات کرنا ان سے غضب ہے

بہت جلد دوسرے کو اپنا ہم خیال بنالیتی ہیں اس فن میں کمال ہے ایک واقعہ ہے کہ ایک نیک بخت بی بی کی آنکھوں میں کچھ امراض پیدا ہو گئے تھے ان کو ہر چند سمجھایا گیا اور کئی سال تک سمجھایا گیا کہ ڈاکٹر کو آنکھیں دکھلا دی جائیں شرعاً جائز ہیں مگر بوجہ شرم وحیا کے منظور نہ کرتی تھیں اتفاق سے سلسلہ علاج ہی میں ان بی بی کا سفر لکھنؤ کا ہوا وہاں پر انھوں نے کہا اگر کوئی عورت ڈاکٹرنی آنکھوں کا علاج کرنے والی ہو اس کو دکھلا سکتی ہوں چنانچہ دو میمیں ان کو دیکھنے کے لیے بلائی گئیں انھوں نے بھی دیکھ کر وہی رائے دی اور اس قسم کی تقریر کی کہ ان کو اس پر آمادہ کر دیا کہ ڈاکٹر کو آنکھ دکھلا دوں گی جب وہ چلی گئیں تب ان بی بی کی سمجھ میں آیا کہا کہ میں نے اب ڈاکٹر کو آنکھ دکھلانے کا ارادہ کرلیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ تمام عمر میں کبھی کسی لیڈی سے نہ ملوں گی ان سے ملنا سراسر خطرناک ہے یہ جادوگرنیاں ہیں ان کی گفتگو سے میں اس قدر مغلوب ہوئی کہ رائے بدل دی۔

مستقبل بعید کی فکر میں نہ پڑو

(ملفوظ ۳۶۶) ایک صاحب نے حضرت والا سے کچھ مشورہ چاہا جس کا تعلق مستقبل بعید سے تھا فرمایا کہ میں نے تجربہ کیا ہے کہ آدمی کو ایسے مستقبل کے سوچ وبچار میں نہ پڑنا چاہیے یہ ایسا سلسلہ ہے کہ تا زیست اس سے نجات مشکل ہے اگر آدمی اس کے پیچھے پڑے پاگل بن جائے بس راحت اسی میں ہے کہ جو واقع ہوتا جائے یا اس کا وقوع غالب ہو اس کا حق ادا کرتا رہے

کمال کی غایت

(ملفوظ ۳۶۷) ایک مضمون کے سلسلہ میں فرمایا کہ آج کل کمال کی غایت مقصودہ مال رہ گیا تمام کمالات کا خلاصہ یہی ہے۔

سیری کی مذمت

(ملفوظ ۳۶۸) ایک صاحب کا تذکرہ ہوا فرمایا کہ کس ذوق سے تو لوگ تعلق پیدا کرتے ہیں اور پھر کچھ نہیں لوگ سیر ہو جاتے ہیں اسی سیری کی مذمت میں کہتے ہیں۔

مصلحت نیست مرا سیری ازاں آب حیات ☆ ضاعف اللہ بہ کل زمان عطشی

(اوس آب حیات سے خدا کرے کبھی سیری نہ خدا کرے اوس آب حیات کی پیاس مجھے ہر دم بڑھتی ہی رہے)۔

فرمایا اگر دلی طلب نہ ہو تو ظاہری نباہ ہی ہو تو یہ ہی سہی پھر نباہ سے اکثر طلب بھی پیدا ہو جاتی ہے شرم آنا چاہیے کہ اصرار کر کے تو تعلق پیدا کیا دوسرا انکار کر رہا تھا اب ضعف تعلق پر وہ کیا کہے گا یہی سمجھ کر نباہ کرے۔

تبحر فی العلوم کا فرض ہونا

(ملفوظ ۳۶۹) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے آج کل کے غالب حالات پر نظر کر کے تبحر فی العلوم کو فرض عین فرمایا تھا جس سے مجھ کو تو ضروری تبحر کا بے حد شوق ہو گیا ہے کیا سہولت کے ساتھ کوئی صورت پیدا ہو سکتی ہے کہ وقت بھی زائد صرف نہ اور قابلیت بقدر ضرورت پیدا ہو جائے فرمایا کہ یہ کون مشکل ہے اس کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شفیق استاد توجہ کرے تو اول ایک کتاب ادب کی پڑھا دے خواہ مفید الطالبین ہی ہو مگر اس طرح کہ اس میں صرف ونحو کے قواعد بھی ساتھ ساتھ جاری کراتا جاوے اور ایسے قواعد کچھ زیادہ نہیں ہیں پندرہ بیس ہوں گے جس سے صرف اتنا معلوم ہو جائے کہ اس کلمہ پر زبر کیوں آیا زیر کیوں ہے اس کے بعد قرآن شریف کا ترجمہ اسی طرح ہو کہ اس میں بھی قواعد جاری کرائیں اور ایک کتاب حدیث شریف کی پڑھا دی جائے مثلاً مشارق الانوار کہ بہت بڑی بھی نہیں اور ایک کتاب فقہ کی جیسے قدوری اس کے بعد یا ساتھ ساتھ دو تین کتابیں صرف ونحو کی بھی پڑھا دی جائیں اس سے مناسبت پیدا ہو کر ضروری کتابوں کا مطالعہ بہت سہل اور آسان ہو جائے گا۔

بعد وفات روح کو قلق وحزن

(ملفوظ ۳۷۰) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعد مر جانے کے جسم کو قطع کرنے سے یا اس کے احراق سے کیا روح کو کوئی تکلیف ہوتی ہے فرمایا روح کا الم یعنی دکھ نہیں ہوتا البتہ قلق وحزن ہوتا ہے جیسے مثلاً کسی کی رضائی بدن سے اتار کر جلا دی جائے تو چونکہ اس سے ایک زمانہ تک ملابست رہ چکی ہے اس پر قلق اور رنج ہوتا ہے مگر ایسی تکلیف نہیں ہوتی چاہے پھاڑ دیئے

چیرئیے بس اسی طرح روح کو ایسی چیزوں سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہاں قلق ضرور ہوتا ہے جس کی وجہ موانست ہے۔

والد مرحوم کی ادائے رقوم مہر کی تقسیم کا ذکر:

(ملفوظ ۳۷۱) ادائے رقوم مہر کی تقسیم کے سلسلہ میں جس کا ذکر اوپر آچکا ہے کہ اپنے والد صاحب مرحوم کے ازواج اربعہ کے مہر کے حصص مستحقین کو ادا کیئے گئے فرمایا کہ میں نے کاندھلے والوں کو جو بفضلہ تعالیٰ معزز اور ذی وسعت ہیں اور جن کا حصہ بہت ہی حقیر رقم تھی لکھا ہے کہ اس تھوڑی سی رقم کا قبول کرنا آپ لوگوں کی شان کے بالکل خلاف ہے لیکن اگر ادا نہ کرتا تو اور کیا کرتا اہل حقوق کو حق دینا تو ضروری تھا امید ہے کہ آپ ایک مسکین کی خاطر سے اس کو قبول فرمالیں گے جو آپ حضرات کی اور زیادہ وقعت اور عظمت کا سبب ہوگا اس کا متعلق ایک انتظام میں نے یہ کیا کہ ان صاحبوں کو براہ راست رقوم نہیں بھیجیں کہ طبعاً زیادہ خجلت کا سبب ہوتا بلکہ مولوی زکریا صاحب مدرس حدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے ذریعہ سے یہ مضمون اور رقم بھیج رہا ہوں آج سہارنپور منی آرڈر کرنے کا خیال ہے اور اگر کوئی صاحب جانے والے مل گئے ان کے ہاتھ بھیج دوں گا براہ راست اس لیے نہیں بھیجتا تاکہ لینے والے کو گرانی نہ ہو شرمائیں نہیں مجھے اس کا بھی خیال ہے کہ میری وجہ سے کسی پر گرانی یا بار نہ ہو ان باتوں پر مجھ کو لوگ وہمی کہتے ہیں۔

شوال المکرم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

عوام کی تحمل کی رعایت سے آزادی:

(ملفوظ ۳۷۲) ایک صاحب نے تعویذ مانگا فرمایا کہ یہاں تعویذ لینے آئے ہو کیا پچھلی اذیتیں پہنچانا بھول گئے اب یہ چاہتے ہیں کہ یہاں آنے کو بھی منع کر دوں کیا ایسی صورت نہیں ہوسکتی کہ کسی کے ذریعہ سے اپنا کام نکال لو اور مجھ کو معلوم بھی نہ ہو کہ کس کا کام ہے اب یہاں کیوں بیٹھے ہو کیا پچھلی اذیتیں یاد دلانے کو بیٹھے ہو مجھ کو تمہاری صورت دیکھ کر سب باتیں ستانے کی تازہ ہوگئیں فرمایا اگر کسی کے ساتھ تحمل کا برتاؤ کیا جائے تو وہ آگے کو بیٹھتا ہے جو شخص کسی کی رعایت کرے اس کو چاہیے کہ وہ بھی دوسرے کا خیال رکھے مگر آج کل لوگ رعایت کرنے سے لوگ آزاد

د جاتے ہیں کیا صبر کرنے سے قلب سے اثر بھی مٹ جاتا ہے کیا سرخ رو ہو کر تعویذ مانگنے بیٹھے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے تو راہ بھی بتلا دی کہ کسی اور کے ذریعہ سے کام نکال لینا چاہیے فرمایا کہ میں اس کی بھی رعایت رکھتا ہوں کہ کسی کے کام میں خلل نہ ہو مگر لوگ میری رعایت کا خیال نہیں رکھتے۔

بلا استصواب مصالح مشورہ دینا خلاف دین ہے:

(ملفوظ ۳۷۳) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے یہ صاحب اہل علم ہیں لکھا ہے کہ دنیاوی معاملات میں تکلیف دینے کو دل نہیں چاہتا تھا مگر چونکہ میں اپنے کو غلام بنا چکا ہوں اس لیے کوئی نقل وحرکت بلا مشورہ نہیں کرنا چاہتا فلاں معاملہ میں حضرت والا سے مشورہ درکار ہے (جواب) بلا استیعاب مصالح مشورہ دینا خلاف دین ہے اور مجھ کو استیعاب حاصل نہیں اس لیے میں مشورہ نہیں دے سکتا۔

احکام اسلام کی پابندی سے غیر مسلم اقوام پر اثر

(ملفوظ ۳۷۴) اس کا ذکر تھا کہ اگر مسلمان احکام اسلام کی پابندی پوری طرح کریں تو غیر مسلم اقوام پر اس کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے فرمایا ایک ماہواری رسالہ میں ایک انگریز کے رسالہ کا ترجمہ نکلا تھا میں نے اس میں یہ حکایت دیکھی کہ وہ انگریز عرب کے کسی علاقہ میں سیاحت کے لیے گیا اور اس نے وہاں چند بدوی رہنمائی وغیرہ کے لیے ملازم رکھے جو اس کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر رہتے تھے اور کوئی کام بدون اس کی اجازت کے نہ کرتے تھے ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ سب گھوڑوں پر سوار جا رہے تھے کہ ان بدویوں نے بغیر اس کی اجازت ایک دم گھوڑے روک لیے اس کو تعجب ہوا کہ بدون اس کی اجازت کے یہ کیا کیا دیکھا تو وہ سب اتر کر کسی جگہ پانی جمع تھا وہاں پہنچے اور وضو کر کے صف بستہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے لگے اس نے یہ منظر پہلی ہی بار دیکھا تھا ان کو دیکھتا رہا وہ انگریز لکھتا ہے کہ جس وقت میں نے ان کو اس حالت میں دیکھا ہے تو ان کی ایک عظمت میرے قلب میں پیدا ہوئی ادھر میں نے اپنے کو دیکھا کہ الگ کھڑا ہوں تو اس وقت میں ان کی صف سے الگ کھڑا ہوا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ایک معزز جماعت کے سامنے ایک ذلیل آدمی کھڑا ہو بس یہ اول تاریخ تھی جس میں مجھ کو اسلام کے ساتھ محبت ہوئی اور اس کے بعد سے

مجھ کو ان بدؤوں پر حکمرانی کرتے ہوئے شرم معلوم ہوتی تھی فرمایا یہ انگریز اس روز سے محبان اسلام میں داخل ہو گیا گو مسلمان تو نہیں ہوا مگر اسلام کی محبت وقعت وعظمت اس کے قلب میں پیدا ہو گئی فرمایا کہ ایک دوسرا واقعہ ہے یہاں کے ایک رئیس بیان کرتے تھے کہ ریل کے سفر میں میرا ایک انگریز کا ساتھ ہو گیا میں نماز کے وقت پر نماز پڑھنے لگا وہ اس سے قبل بہت ہی آزادی سے کمر لگائے ہوئے بیٹھا ہوا اخبار دیکھ رہا تھا مگر مجھ کو نماز پڑھتے دیکھ کر اس نے پھر کمر نہیں لگائی نہایت ادب کے ساتھ پاؤں سمیٹ کر بیٹھ گیا انہی رئیس کا ایک دوسرے ہمراہی سفر انگریز کے ساتھ ایک واقعہ ہے کہ ان کو استنجے کی ضرورت ہوئی یہ ریل کے ڈبہ میں ٹہلتے ہوئے استنجا سکھلانے لگے فراغ کے بعد انگریز نے ان سے کہا کہ میں کچھ پوچھ سکتا ہوں انھوں نے کہا کہ ضرور کہنے لگا یہ طریقہ استنجا سکھانے کا کیا اسلام کی تعلیم ہے کہ سب کے سامنے اس طرح پر استنجا سکھایا جائے انہوں نے جواب دیا کہ یہ میرا فعل ہے اسلام کی تعلیم نہیں کہنے لگا مجھ کو بھی تعجب ہوا کہ اس طریق میں تو ایک قسم کی بے حیائی ہے اور اسلام نہایت مہذب مذہب ہے وہ ایسی بے حیائی کی تعلیم نہیں دے سکتا دیکھئے اس پر کس قدر اثر ہوا۔

عربی پڑھنے سے لیاقت

(ملفوظ ۳۷۵) فرمایا میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر عربی دین کی غرض سے بھی نہ پڑھے تو دنیا ہی کے واسطے ضرور پڑھے اس سے اعلی درجے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے مگر آجکل ہمارے ان کرتوں پاجاموں کو دیکھ کر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کیا جانتے ہوں گے یہ تو یونہی اول جلول ہیں اور انگریزی لباس چاہے وہ گاڑھے ہی کا ہو مگر ہو کوٹ پتلون تو اس کو قابلیت کی دلیل سمجھتے ہیں اور ہم ان سے یہ کہتے ہیں کہ آپ کے نزدیک یہ لباس عزت کے خلاف ہے اور ہمارے نزدیک وہ لباس دین کے خلاف ہے۔ فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ہنسنے کا جواب یہ ہے۔

اللہ والوں کی عجیب شان

(ملفوظ ۳۷۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ والوں کی شان ہی جدا ہوتی ہے ان کو کسی ظاہری شان وشوکت کی ضرورت نہیں ہوتی ان کے اندر سب کچھ ہے بہت سے کمالات ان

حضرات کے ایسے ہوتے ہیں کہ بیان میں بھی نہیں آ سکتے اگر ذوق اور فہم سلیم ہو تو وجدان ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں اس پر میں ایک شعر پڑھا کرتا ہوں۔

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست ☆ بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

(سخن یہ ظاہری ناز و انداز ہی نہیں ہے حسینوں کے اندر بہت سی ادائیں ایسی ہوتی ہیں جو بیان میں نہیں آ سکتیں)

سو ہم تم پر ہنستے ہیں جیسا تم ہم پر ہنستے ہو۔

ان کی تو یہ شان ہوتی ہے جس کو فرماتے ہیں:

اے دل آں بہ کہ خراب از مئے گلگون باشی ☆ بے زر و گنج بصد حشمت قاروں باشی

اور فرماتے ہیں:

دل فریباں بناتی ہمہ زیور بستند ☆ دل بر ماست کہ با حسن خدا داد آمد

اور فرماتے ہیں:

نباشد اہل باطن در پے آرائش ظاہر ☆ بنقاش احتیاجے نیست دیوار گلستاں را

(اے دل بہتر ہے کہ شراب عشق میں مست رہو اور بغیر ظاہری دولت و ثروت کے (عمدہ قلبی کی وجہ سے ایسے رہو کہ) قارون کے برابر سینکڑوں خزانوں کے مالک ہو) (محبوبان مجازی تو بناؤ سنگھار کے محتاج ہیں ہمارا محبوب وہ ہے جس کو حسن حقیقی حاصل ہے) (اہل باطن ظاہری زیب و زینت کے درپے نہیں ہوتا (جیسا کہ) باغ کی دیوار کو رنگ و روغن کے پھول بوٹوں کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ اس پر تو اصلی پھول کھلے ہوئے ہیں

ہم ترقی کے دشمن نہیں

(ملفوظ ۳۷۷) فرمایا کہ ہم کو ترقی کا دشمن کہا جاتا ہے حالانکہ ایسی دشمنی کو اپنی غرض کے لئے خود بھی پسند کرتے ہیں چنانچہ میں نے ایک صاحب سے سلسلہ گفتگو میں اس کی ایک مثال بیان کی تھی عجیب مثال ہے کہ باورچی آپ کا دس روپے کا ملازم ہے اس کو کسی شخص نے کہا کہ ہم تجھ کو بیس روپیہ دیں گے تم ہمارے یہاں آ جاؤ اور وہ اس کو قبول کر لے اور آپ کو معلوم ہو تو کیا کہیں

گے آپ یہ ہی کہیں گے کہ بڑا ہی بے وفا تھا ہمارا کچھ بھی خیال نہ کیا اور اگر وہ انکار کر دے اور اس دس روپیہ ہی پر قناعت کرے اور بعد میں اس واقعہ کا آپ کو علم ہو کہ اس نے بیس روپیہ کو قبول نہیں کیا تو آپ پر اس کا کیا اثر ہوگا آپ یہ ہی کہیں گے کہ بڑا ہی باوفا ہے تو دیکھئے اس واقعہ میں اس کی ترقی قبول کرنے پر آپ خفا اور ترقی سے انکار کرنے پر خوش ہوئے سو اگر علماء بھی رضائے حق کے واسطے ایسا ہی کریں تو ان پر کیوں الزام ہے یہ مثال سن کر ہر منصف پر بے حد اثر ہوگا اور بہت ہی خوش ہوگا (بشرط یہ کہ علماء بھی ایسے ہوں وقلیل ما ہم۔

جدید تعلیم یافتہ کو نصف تعطیلات، اہل اللہ کی صحبت کا مشورہ

(ملفوظ ۳۷۸) فرمایا کہ میں تو انگریزی کے جدید تعلیم یافتہ طلبا کے متعلق ایک رائے دیا کرتا ہوں کہ مختصر چھٹیاں اور تعطیلات جو ان کو ملتی ہیں ان کو تو وہ اپنے کھیل کود کے لیے رکھیں اور بڑی تعطیل کا نصف حصہ بھی کھیل کود میں صرف کریں اور نصف کسی اہل باطن اہل علم کی صحبت میں گذاریں اور جو کچھ وہ کہیں اس کو سنا کریں اگر اعتقاد سے بھی نہ سنیں تو انکار سے بھی نہ سنیں خلو ذہن کی ساتھ سنا کریں میرا تو یہ دعویٰ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس طرز سے چند روز میں ان کے قلب میں دین پیدا ہو جائیگا حضرت اس کی بڑی ضرورت ہے کہ آدمی مسلمان تو ہو اب تو اسی کے لالے پڑ گئے ہیں کہ مسلمان مسلمان ہی نہیں رہے نیز میں کہا کرتا ہوں کہ داماد بنانے کے لیے لڑکے کے مالدار ہونے کو دیکھتے ہو خوبصورت ہونے کو دیکھتے ہو لکھا پڑھا ہونے کو دیکھتے ہو مگر یہ بھی تو دیکھا کرو کہ وہ مسلمان بھی ہے یا نہیں اس میں ایمان بھی ہے یا نہیں بریلی میں ایک انگریزی دان لڑکا تھا بری صحبت سے اس کے عقائد خراب ہو گئے تھے میں بریلی گیا ہوا تھا ان کے دادا نے مجھ سے کہا کہ اس کو نماز پڑھنے کو کہہ دیجئے میں نے بدون کسی تمہید کے صاف لفظوں میں پوچھا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا قائل نہیں نماز کس کی پڑھوں وہ لڑکا ایک مسلم کالج میں تعلیم پاتا تھا میں نے اس لڑکے کے دادا سے کہا کہ آپ نماز کی تبلیغ کراتے ہیں یہ تو مسلمان بھی نہیں اس کو اول اسلام کی تعلیم کی ضرورت ہے ان بیچاروں کو یہ سنکر بے حد صدمہ ہوا اور مجھ سے مشورہ لیا کہ اب کیا کروں میں نے کہا کہ اس کو اس کالج سے اٹھا کر گورنمنٹ اسکول یا کالج میں داخل کر دو ان کو

تعجب ہوا کہ یہ کیا بات ہے اسلامی کالج میں تو یہ کافر ہوا اور غیر اسلامی میں مسلمان ہو جاوے گا میں نے کہا کہ میں اس وقت تک اس کی حکمت نہ بتلاؤں گا غرض انھوں نے ایسا ہی کیا سو چونکہ اسلامی کالج میں سب ایک ہی مذہب کے تھے اس لیے آزادی کے ساتھ جو چاہتا تھا بکتا تھا اور گورنمنٹ کالج میں بہت سے غیر مسلم بھی تھے وہ اسلام پر اعتراض کرتے تو قومیت کی محبت میں اس کو ناگوار ہوتا ان کو جواب دیتا اس طرح اسلام کا اثر قلب میں پیدا ہوتا رہا اور چند روز میں پکا اور کٹر مسلمان ہو گیا یہ حکمت تھی اس سورت میں اور ایک تدبیر تھی نہایت دقیق اور میں تو بحمد اللہ اکثر تدابیر ہی سے کام لیتا ہوں وجہ یہ کہ اول تو مجھ میں قوت باطنی ہے نہیں ہاں قوت بطنی تو ہے دونوں وقت پیٹ بھر کر کھا لیا لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر قوت باطنی ہوتی بھی تو میں اس سے کام نہ لیتا اس لیے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی سنت نہیں مجال تھی کہ ابولہب اور ابوجہل ایمان سے رہ جاتے اگر حضور قوت باطنی سے کام لیتے نیز عبدیت کے بھی خلاف ہے خدا پر چھوڑ دینا چاہئے اور تبلیغ و تدبیر اس تفویض کے خلاف نہیں کیونکہ اس کا حکم خدا تعالیٰ ہی نے کیا ہے پھر فرمایا جی یہ چاہتا ہے کہ مسلمان مسلمان ہوں پھر اگر امیر کبیر بھی ہوں بلکہ سلاطین بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں ہاں عیسائی نہ ہوں نیچری نہ ہوں ہندو نہ ہوں ملحد نہ ہوں دیکھیے میں صرف یہ چاہتا ہوں نہ امارت کا مخالف ہوں نہ سلطنت کا مگر لوگ مولویوں کے متعلق نہ معلوم کیا کیا خیال پکائے بیٹھے ہیں کہ یہ مسلمانوں کو پستی سکھلاتے ہیں۔

تقریر کے وقت عزم راسخ:

(ملفوظ ۳۷۹) فرمایا کہ میں جب تقریر کرتا ہوں اس وقت دل میں یہ عزم راسخ ہوتا ہے کہ مخاطب میں دین پیدا ہو جائے۔

۲۰ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

اولیاء اللہ کے تذکرہ میں برکت

(ملفوظ ۳۸۰) ایک گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک آوارہ لڑکے کے متعلق اس کے والد کو میں نے مشورہ دیا ہے کہ اس کو بزرگوں کے حالات کی کتاب نزہۃ البساتین پڑھنے کو دے دی جائے

اولیاء اللہ کے تذکرہ میں بڑی برکت ہوتی ہے اور میں نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ جو حکایت سمجھ میں نہ آوے اس کو چھوڑ دیا جاوے اس میں خوض نہ کیا جاوے اس لیے کہ اس میں بعض حکایت ایسی ہیں کہ ظاہر نظر میں ان کا مضمون خلاف شریعت معلوم ہوتا ہے پھر اس مشورہ کے متعلق یہ فرمایا کہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ مشقت نہ ہو اور اصلاح ہو جائے اور یہ طریقہ بزرگوں کی حکایتوں کے دیکھنے سے حاصل ہو جاتا ہے کہ ظاہر میں کوئی خاص مجاہدہ نہیں اور اندر اندر سب کچھ اثر ہو رہا ہے فرمایا کہ مقبولین کے حالات دیکھنے اور پڑھنے کے بارہ میں حق تعالی بھی اپنے کلام پاک میں فرماتے ہیں وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ یعنی ہم آپ سے انبیاء کے ایسے قصے بیان کرتے ہیں جس سے آپ کے دل کو مضبوطی دیں فرمایا کہ نزہۃ البساطین میں ایک ہزار سے زیادہ حکایات ہیں تو جہاں ایک ہزار نشتر لگیں گے کہاں تک مادہ فاسد نہ نکلے گا۔

طبیعت کا ضعیف ہونا

(ملفوظ ۳۸۱) حضرت والا نے ایک صاحب سے پانی پینے کے لئے منگایا کٹورہ میں پانی زائد دیکھ کر فرمایا کہ اس کو کم کر کے لاؤ طبیعت اس قدر ضعیف ہے کہ زائد پانی ہونے کی وجہ سے طبیعت گھبراتی ہے تھوڑا سا بھی نہیں پیا جاتا دستر خوان پر اگر روٹی زائد آ جائے تو ایک روٹی بھی راحت سے نہیں کھا سکتا اب بتلایئے بعضے انتظامات کی یہ بناء کیسے سمجھاؤں میرے اس مواخذہ کرنے پر کہ تکنے سے تکلیف ہوتی ہے کہتے تھے کہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ دیکھنے سے بھی تکلیف ہوتی ہے۔

تبحر فی العلوم فرض ہونے میں حکمت

(ملفوظ ۳۸۲) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے ایک بار فرمایا تھا کہ آج کل تبحر فی العلوم قریب قریب فرض عین ہے فرمایا جی ہاں وجہ اس کی یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں عام لوگوں میں انقیاد اور بزرگوں پر اعتماد زیادہ ہوتا تھا ان کی تقلید علم و عمل کے لئے کافی ہوتی تھی اب یہ نہیں رہا تو پھر اب کونسی صورت ہے حفاظت دین کی بس یہ حفاظت اسی میں ہے کہ ہر شخص ضروریات کا درسی عالم ہو اس لئے کہ ایسا نہ کرنے میں نہ تو خود دین کو سمجھ سکتے ہیں اور سمجھانے والے پر اعتماد کرنے

سے عار ہے تو اب دین کی حفاظت کی واحد صورت یہی ہے کہ ہر شخص اس قدر علم دین حاصل کرے کہ جس سے دین کو سمجھ سکے ورنہ آگے چل کر اندیشہ ہے گمراہی میں پھنس جانے کا اس وجہ سے میں تبحر فی العلوم کو تقریباً فرض عین کہتا ہوں۔

شریعت مقدسہ کے اصول

(ملفوظ ۳۸۳) فرمایا کہ آج کل اکثر لوگ محل بے محل جوش میں کہہ دیتے ہیں کہ دین کے لئے جانیں دے دینی چاہئیں اس سے ہم بھی متفق ہیں بشرطیکہ قاعدہ سے ہو مراد قاعدہ سے شرعی قاعدہ ہے قاعدہ سے جان دینے میں ارمان نہیں ہوتا یہ تو اطمینان ہوتا ہے کہ محل میں جان صرف ہوئی اور بے قاعدہ اور بے اصول کس طرح دے دی جائے اس کے دینے کے لئے بھی تو شریعت مقدسہ نے اصول بیان کئے ہیں اور جب ہم کو معمولی معمولی باتوں میں احکام کا مکلف بنایا ہے تو اتنی بڑی چیز یعنی جان دینے کے باب میں کیسے آزاد چھوڑ دیا جاتا۔

رعایا کی مصلحت ضروری ہے

(ملفوظ ۳۸۴) فرمایا کہ آج کل لوگ حکومت کے بعض قواعد سے ناخوش ہیں اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ ان قواعد کے تحت ہر وقت روپیہ گھسیٹنے کی فکر میں رہتے ہیں رعایا کی مصلحت اور رعایا کی راحت کی ذرہ برابر پرواہ نہیں پہلے سلاطین میں یہ بات نہ تھی گو اور قسم کے ظلم ہوں۔

جیو ہتیا کو انسان ہتیا کی پرواہ نہیں

(ملفوظ ۳۸۵) ایک گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ جتنے فرقے جیو ہتیا پر معترض ہیں ان کو انسان ہتیا کی ذرہ برابر پرواہ نہیں ان کے یہاں سانپ بچھو بھنگا مچھر کیڑی مکوڑے سب کی حفاظت ہے اگر نہیں تو آدمی کی حفاظت نہ یں۔

اپنے نفس کا معالجہ ضروری ہے

(ملفوظ ۳۸۶) ایک لفافہ پر ٹکٹ بالکل صاف تھا ڈاکخانہ کی مہر سے بھی بچ گیا تھا حضرت والا نے اس کو فوراً چاک کر ڈالا اور فرمایا کہ بعض لوگ تو اس کے استعمال کو جائز کہتے

ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ اگر جائز ناجائز کا بھی خیال نہ ہو تب بھی اپنے نفس کا تو معالجہ ضروری ہے ایسی جائز چیزوں سے بھی ناجائز کی عادت پڑتی ہے نفس کو اور میں تو ایسے دوبارہ انتفاع حاصل کرنے کو ناجائز سمجھتا ہوں ایسی باتوں سے عوام کی جرأت بڑھتی ہے ایسی جزیات میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

۲۰ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یک شنبہ

چھوٹے بچوں سے مشغول ہونے سے مریض کا دل بہلنا:

(ملفوظ ۳۸۷) اصول طب کا ذکر تھا اس سلسلہ میں حضرت والا نے فرمایا کہ میں کہا کرتا ہوں کہ طب میں جہاں تفریح کی اور چیزوں کو مدون کیا ہے دو چیزوں کو مدون نہیں کیا ایک تو مال کا مالک بننا اور چھوٹے بچوں سے مشغول ہونا ایک طبیب بھی مجلس میں موجود تھے انہوں نے عرض کیا کہ شیخ بوعلی سینا نے لکھا ہے دق کے علاج میں کہ اس کو مال کثیر کا مالک بنا دیا جاوے یہ بھی اس مریض کے اچھا ہونے کی تدبیر ہے فرمایا کہ یہ تو نہیں لکھا کہ اس قدر زیادہ مال کا مالک نہ بنا دے جس سے شادی مرگ ہو جاوے عرض کیا یہ بھی لکھا ہے فرمایا واقعہ حکیم تھا ان چیزوں سے طبیعت کو اور خیال کو قوت پہنچتی ہے اور خیال کو ایسے آثار میں بڑا دخل ہوتا ہے اس قوت خیالیہ پر ایک حکایت یاد آئی سہارنپور میں ایک گنوار کا مقدمہ حاکم کے سامنے پیش ہوا جن کا نام ظہیر عالم تھا کہنے لگا ذرا ٹھہر جا میں نے دیوبند والے حاجی سے ترے واسطے ایک (توبیخ) تعویذ لکھوالیا تھا وہ میں باہر بھول آیا وہ لے آؤں تب پوچھیو کیا پوچھے گا حاکم اس وقت تک آزاد خیال کے تھے ایسی چیزوں کے یہ لوگ معتقد نہیں ہوتے حکم دیا جالے آ دیکھیں ترے تعویذ سے کیا ہوتا ہے وہ گنوار اجلاس سے باہر آیا اور اپنے کسی رفیق سے تعویذ لیا اور اس کو پگڑی میں رکھ کر اجلاس پر حاکم کے سامنے حاضر ہوا اور کہا کہ دیکھ یہ رکھا ہے پگڑی میں اب پوچھ لے جو پوچھنا ہے اس نے اظہار لے کر اور اس کو بگاڑ کر مقدمہ اس شخص کے خلاف کرنے کے ارادہ سے فیصلہ لکھنا شروع کیا مگر فیصلہ لکھنے کے بعد جو اس کو پڑھتے ہیں دیکھا تو فیصلہ اس کے موافق لکھا ہوا پاتے ہیں اتنا بڑا تصرف ہوتا ہے خیال کا حاکم سخت متحیر ہوئے اور دیوبند حاضر ہو کر حاجی صاحب کے سامنے اپنے پہلے خیال سے تائب ہوئے۔

حضرت عمر کے عارف کامل ہونے کی شان

(ملفوظ ۳۸۸) ایک گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عارف کامل ہونے کی شان اس سے معلوم ہوتی ہے کہ بعد فتح فارس کے جب وہاں کے خزائن حاضر کئے گئے (اور یہ سلطنت بہت ہی مالدار تھی اور خزانہ اس کا برابر محفوظ چلا آتا تھا) اور وجہ اس کی یہ تھی کہ اس سلطنت پر کسی نے چڑھائی نہ کی تھی اُن خزائن کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اے اللہ آپ کا ارشاد ہے: زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ، (خوش نما معلوم ہوتی ہے لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی عورتیں ہوئی بیٹے ہوئے لگے ہوئے ڈھیر ہوئے سونے اور چاندی کے) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں کی طرف میلان اور رغبت اور ان کی محبت آپ نے طبعی طور پر نفوس میں رکھی ہے یہ ایک خاص تفسیر پر مبنی ہے کہ تزئین کا فاعل اللہ تعالیٰ کو قرار دیا جاوے اور اس صورت میں یہ تزئین حکمت کے لئے ہوگی خواہ وہ حکمت کچھ ہی ہو اور جب یہ محبت طبعی ہے تو اس سے ہم بھی بری نہیں اور نہ اس کے ازالہ کی ہم دعا کرتے ہیں البتہ یہ ضرور دُعا کرتے ہیں کہ اس کی محبت معین ہو جائے آپ کی محبت میں اللہ اکبر ان حضرات کی حقائق پر کیسی نظر تھی۔

عمل مجرب کی قید کا کوئی عمل یاد نہیں

(ملفوظ ۳۸۹) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے کچھ اپنی پریشانیاں لکھی ہیں مقدمہ وغیرہ کی اور یہ بھی ہے کہ کوئی وظیفہ یا عمل مجرب بتلا دیں میں نے جواب لکھا ہے کہ مجرب کی قید کا مجھے کوئی عمل یاد نہیں فرمایا کہ میں اس کام کا آدمی ہوں ہی نہیں میں نے کسی عمل کا بھی تجربہ نہیں کیا اور نہ کسی عامل سے آج تک حاصل کیا اگر مجرب کی قید سے نہ پوچھتے جو مناسب سمجھتا لکھ دیتا۔

حضرت ام حبیبہ کے مہر کی مقدار

(ملفوظ ۳۹۰) فرمایا کہ بڑوں میں جو نکاح پر مہر کی مقدار اسی ہزار ٹکے اور دو دینار سرخ تھی اس کی حقیقت اب قریب چار ماہ کے معلوم ہوئی کہ حساب کرنے سے یہ تعداد حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے مہر کی بیٹھتی ہے تقریباً گیارہ سو روپیہ اس وقت اس مقدار میں کچھ فرق ہوتا ہے ممکن

ہے کہ اس وقت نکلے سکہ سے برابر بیٹھتی ہو بزرگوں کا معمول لغو تھوڑا ہی ہوتا ہے۔

صحابہ کرام کا عشق رسول

(ملفوظ ۳۹۱) کدو کا ذکر تھا حضرت والا نے فرمایا کہ صحابہ کے عشق کی کیا عجیب حالت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے حضور کو کدو کھاتے ہوئے دیکھا مجھ کو اس سے محبت ہوگئی غیر طبعی کا طبعی بن جانا بدون کسی بڑے قوی مؤثر کے ممکن نہیں اور یہ بھی فرمایا عورتیں جو ہاتھ میں مہندی لگاتی ہیں حضور کو رائحہ (خوشبو) پسند نہ تھا وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کی خوش بو میں ایک قسم کی تیزی ہوتی ہے جو لطافت کے خلاف ہے اور یہ حضور کا عمل طبعی تھا ورنہ داڑھی میں مہندی لگانے کی حضور نے خود ترغیب فرمائی ہے سو اس وجہ سے حضرت عائشہؓ مہندی نہ لگاتی تھیں اپنی زینت کو محبوب کی خاطر چھوڑ دینا بدون کامل محبت کے نہیں ہوسکتا مگر یہ سنن عادات ہیں سنن عبادات نہیں ان میں اتباع دین میں مقصود نہیں اور اس میں غلو بھی مناسب نہیں اسی کی ایک تفریع میں فرمایا کہ مجھ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور کا عمامہ اور عصاء کیسا تھا میں نے کہا کہ عمامہ اور عصاء کو پوچھتے ہو پہلے فرض کا اہتمام ہونا چاہئے عمامہ اور عصاء تو سنت عادات میں سے ہے اسی کی تفریع میں ایک بزرگ کی حکایت بیان فرمائی وہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے کہ آپ نے مریدین سے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو کی روٹی اس طرح تناول فرماتے تھے کہ غلہ کو پیس لیا اور پھونک سے بھوسی اُڑادی کوئی باقاعدہ آٹا چھاننے کا التزام نہ تھا اور ہم لوگ چھان کر کھاتے ہیں اب اس سے سنت پر عمل کیا کرو چنانچہ جو کے آٹے کی روٹی بغیر چھانے پکائی گئی چونکہ اس کا چھلکا سخت ہوتا ہے اس لئے اس کے کھانے سے لوگوں کے پیٹ میں درد ہوا اور سب نے شکایت کی مگر دیکھئے کیا ادب تھا سنت کا کہ اس میں کسی مضرت کے وسوسہ کا ایہام بھی نہیں کیا بلکہ یہ فرمایا کہ ہم نے بے ادبی کی کہ مساوات چاہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مساوات کا دعویٰ کیا عزیمت پر عمل کرنا ہمارا منصب نہیں ہم رخصت ہی کے لائق ہیں اور حکم دیا کہ آئندہ سے حسب معمول آٹا چھانا جایا کرے تو خواجہ صاحب کا معمول بدل دینا اسی بناء پر تھا ایسی سنن مقصود فی الدین نہیں البتہ فضیلت اور علامات محبت سے ہے مگر عوارض سے حکم بدل جاتا

ہے ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضور کی عادیہ چیزوں کو جس کو سنن عادات کہا گیا ہے اختیار کرنا کیسا ہے فرمایا کہ بہ نیت اتباع سنت کے موجب قرب ہے مگر اتنا مؤکد نہیں کہ اگر کوئی نہ اختیار کرے تو اس کو مطعون کرے ان کے اتنا درپے ہونا یہ حدود شرعیہ سے تجاوز ہے۔

عرفی خوش اخلاقی نے عوام کے دماغ خراب کر دیئے:

(ملفوظ ۳۹۲) ایک گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ الحمدللہ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ میرے معمولات سب کے سب نہایت مفید و راحت بخش ہیں مگر آج کل کے علماء و مشائخ کی عرفی خوش اخلاقی نے عوام کے دماغ بگاڑ دیئے کہ وہ ان معلومات کو تشدد سمجھتے ہیں۔

مجوزہ حالت میں بندوں کے مصالح:

(ملفوظ ۳۹۳) فرمایا کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے جو حالت بھی تجویز فرمائی ہے اس میں اُن کے مصالح کی رعایت رکھی ہے جس کے اسباب سب کے لئے جُدا جُدا ہیں حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں ایک حدیث لکھی ہے یہ حدیث قدسی ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں بعضے بندوں کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ وہ اگر دولت مند رہیں تو ان کا ایمان رہے گا اور اگر وہ مفلس ہو جاویں تو ایمان نہ رہے گا اور بعضے بالعکس بعضوں کو اگر تندرست رکھوں تو ایمان رہے گا اور اگر بیمار رکھوں تو شکوہ شکایت کرتا پھرے گا اور ایمان برباد کر دے گا اور بعضوں کو بیمار رکھوں تو ایمان درست رہے گا اور اگر تندرست رکھوں تو ایمان کھو بیٹھے گا میں اپنے بندوں کو خوب جانتا ہوں اھ اور اگر دوسرے وقت دوسری حالت ہو جاوے اس لئے کہ حالات میں تغیر تبدل بھی ہوتا رہتا ہے تو سمجھنا چاہئے کہ اس وقت وہی حالت حافظ ایمان ہوگی خوب کہا گیا ہے۔ کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

خاوند کے تسخیر کے تعویذ کے احکام

(ملفوظ ۳۹۴) ایک بی بی نے ایک صاحب کے ذریعہ سے اپنے خاوند کی تسخیر کے لئے تعویذ لینا چاہا حضرت والا نے فرمایا فقہاء نے فرمایا ہے کہ خاوند کے لئے تسخیر کا تعویذ کرانا حرام ہے گو اس فتوے کی عبارت مطلق ہے مگر قواعد سے اس کی شرح یہ ہے کہ حقوق دو طرح کے ہیں

ایک تو وہ حقوق جو شرعاً شوہر پر واجب ہیں اور ایک وہ ہیں جو شرعاً واجب نہیں سو جو حقوق واجب نہیں ان میں کسی تعویذ وعمل کے ذریعہ سے اس کو مجبور کرنا یعنی تسخیر کی ایسی تدبیر جس سے وہ مغلوب اور پاگل ہو جائے اور اپنے مصالح کی کچھ خبر نہ رہے یہ غیر واجب پر مجبور کرنا ہے یہ حرام ہے ہاں اگر حقوق واجبہ میں کوتاہی کرتا تو اس کے لئے مجبور کرنا بھی جائز ہے اور چونکہ ان عملیات میں اثر تابع ہوتا ہے قصد کے اس لئے عمل کے وقت غیر واجبہ حقوق حاصل ہونے کا قصد کرنا بھی گناہ ہے اور اثر کا تابع قصد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ عملیات بھی ایک قسم کا مسمریزم ہے جس سے کسی کے دل اور دماغ پر قابو حاصل کیا جاتا ہے پھر فرمایا کہ یہ جزئیہ بے حد یاد رکھنے کے قابل ہے اگر کسی کو یہ شرح معلوم نہ ہو تو وہ فقہاء پر اعتراض کرے گا اس لئے کہ فقہاء کے اس جزئیہ میں اس تفصیل کی تصریح نہیں جیسے طب کی کتابوں میں بعضے نسخے ہیں جن میں خاص اس مقام پر قیود کی تصریح نہیں مگر قواعد سے وہ مقید ہیں پھر اس پر ایک بزرگ کا قصہ بطور تفریع کے فرمایا کہ ان سے کسی شخص کو عداوت تھی اور ان کو بہت ستایا تھا ایک مرتبہ ان بزرگ نے اس کے لئے بددعا کی اس کے بعد وہ ہلاک ہو گیا ان بزرگ نے بطور استفتاء کے مجھے لکھا کہ ایسا واقعہ پیش آ گیا ہے مجھ کو یہ خوف ہے کہ کہیں قتل کا گناہ نہ ہوا ہو یہ ان کی دین داری کی بات تھی کہ خشیت کا غلبہ ہوا اگر آج کل کسی پیر سے ایسا ہو جاوے تو مریدوں میں بڑے فخر کے ساتھ بیٹھ کر اپنی کرامت بیان کرے کہ دیکھو ہماری بددعا سے ہلاک ہو گیا ہماری بددعاء خالی تھوڑا ہی جا سکتی ہے اور ایک یہ بزرگ ہیں کہ بیچاروں کو اس سے خوف ہوا بس رسم پرستوں اور حق پرستوں میں یہ ہی تو فرق ہوتا ہے وہ ہر وقت لرزاں ترساں رہتے ہیں اور کسی چیز پر بھی نازاں نہیں ہوتے مجھ پر اس خط کا بڑا اثر ہوا اور ان کی بزرگی کا معتقد ہو گیا یہ سوال ایسا تھا کہ ساری عمر بھی مجھ سے کبھی ایسا سوال نہیں کیا گیا تھا کہ جو حادثہ مشابہ کرامت ہو اور اس پر یہ شبہ کیا جاوے میں نے جواب لکھا کہ آپ کا اندیشہ صحیح ہے مگر اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ یہ دیکھا جاوے کہ آپ صاحب تصرف ہیں یا نہیں اگر نہیں تو آپ کے ذمہ اہلاک کا تو گناہ نہیں ہوا باقی بددعاء کا گناہ سو اگر شرعاً ایسی بددعا جائز تھی تو اس کا بھی گناہ نہیں اور اگر جائز نہ تھی تو صرف بددعا کا گناہ ہوا یہ تو اس وقت ہے جب آپ صاحب تصرف نہ ہوں اور اگر

آپ صاحب تصرف ہیں تو یہ دیکھنا چاہئے کہ بد دعاء کے وقت آپ نے اپنے دل اور خیال کو اس کی ہلاکت کی طرف متوجہ کیا یا نہیں اگر نہیں کیا تو قتل کا گناہ نہ ہوگا ہاں بد دعاء کا گناہ بعض صورت میں ہوا جیسی ابھی اوپر مذکر ہوا اس میں توبہ استغفار کرنا چاہئے اور ایک صورت یہ ہے کہ اگر اس شخص کو اپنا صاحب تصرف نہ ہونا تجربہ سے معلوم ہے مثلاً بارہا تصرف کا قصد کیا مگر کبھی کچھ نہیں ہوا تو اس صورت میں اگر ہلاکت کا خیال بھی کیا تب بھی قتل کا گناہ نہیں ہوا البتہ اس صورت میں اگر وہ شرعاً مستحق قتل نہ تھا تو اس کی ہلاکت کی تمنا کا گناہ ہوگا اور اگر تجربہ سے اپنا صاحب تصرف ہونا معلوم ہے اور پھر اس کا خیال بھی کیا اور وہ مستحق قتل نہیں تو یہ شخص قاتل ہے کیونکہ تلوار سے قتل کرنا اور تصرف سے قتل کرنا دونوں سبب قتل ہونے میں برابر ہیں صرف فرق اتنا ہے کہ تلوار سے قتل عمد ہے جس میں قصاص ہے اور یہ شبہ عمد اس صورت میں دیت اور کفارہ دینا ہوگا وہ بزرگ اس مفصل جواب سے بہت مسرور ہوئے پھر فرمایا کہ مسلمان کو ہر قدم پر علم کی ضرورت ہے نہ معلوم یہ جاہل پیر کیسے بے خوف اور مستغنی ہیں کہ جائز نا جائز کی فکر ہی نہیں۔

۲۱ شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

اول بار ہدیہ قبول کرنے میں خرابی:

(ملفوظ ۳۹۵) فرمایا کہ ایک صاحب جو بہت متمول ہیں یہاں پر آئے اور ان کے آنے کا پہلا موقع تھا وہ صاحب بہت سے کپڑے وغیرہ لائے تھے بطور ہدیہ مجھ کو دینے لگے میں نے بوجہ مخالفت شرائط عذر کر دیا میں پہلے ان قواعد پر بہت سختی سے پابند تھا بطور مزاح فرمایا کہ جوں جوں سن بڑھنے سے بدن ڈھیلا ہوتا جاتا ہے قواعد بھی ڈھیلے ہوتے جاتے ہیں انہوں نے اپنے ایک رفیق سے شکایت کی انہوں نے کہا کہ خدا کا لاکھ لاکھ شکر کیجئے کہ جس چیز کی تلاش کے لئے آپ نے سفر کیا تھا وہ چیز مل گئی آپ اس سفر میں جہاں جہاں گئے ہر جگہ آپ کے نام کا وظیفہ پڑھا جاتا تھا اور یہاں پر یہ برتاؤ ہوا کہ کسی نے پوچھا بھی نہیں تو وہ چیز یہاں ہے ان کا اس سفر سے مقصود تھا کہ کسی کو اپنا رہبر بناؤں اور دین کا تعلق پیدا کروں گا اس سے ان کی تسلی ہوگئی ایک اور صاحب علم کا واقعہ ہے جن کو یہاں آکر اپنے کھانے کا خود انتظام کرنا پڑا جو ظاہراً خشکی ہے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ

صاحب چند شرائط ذہن میں لے کر چلے تھے کہ ایسے شخص سے تعلق پیدا کروں گا جن میں یہ صفات ہوں ماشاء اللہ آدمی فہیم اور سمجھدار ہیں وہ صفات یہ ہیں کہ ایک تو آنے والوں کو کھانا نہ کھلایا جاتا ہو ورنہ دکانداری کا شبہ ہوگا دوسرے پڑھا لکھا ہو تیسرے اس کے یہاں ڈانٹ ڈپٹ ہوتی ہو چاپلوسی نہ ہو ایسے شخص سے بیعت کا تعلق کروں گا تو فہیم آدمی پر جلدی ہدیہ نہ لینے کا کھانے وغیرہ کی مدارت نہ کرنے کا اچھا اثر ہوتا ہے پھر فرمایا کہ اول بار میں ہدیہ قبول کرنے میں ایک خرابی یہ ہے کہ یہ تو معلوم نہیں ہوتا کہ ہدیہ دینے والا اپنی کوئی غرض لے کر آیا ہے یا کوئی اور مصلحت ہے سو بعض دفعہ ایسا ہوا کہ کوئی چیز میں نے قبول کر لی مگر اس شخص نے ساتھ ہی ساتھ کوئی فرمائش کر دی جس سے معلوم ہوا کہ یہ ہدیہ اسکی تمہید تھی اس وقت ایک غیرت سی معلوم ہوتی تھی کہ تجارت کی مشابہت ہوگئی اس لئے میں نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ بدون بے تکلفی ہوئے ہدیہ قبول نہ کیا جاوے گا۔

حکایت، بدنامی سے ڈرنے والے کی

(ملفوظ ۳۹۶) ایک صاحب کی بے ڈھنگی پن کی گفتگو سے حضرت والا کو اذیت پہنچی اس کی شکایت کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں یہ واقعہ اس واسطے ظاہر کرتا ہوں کہ سب کے کانوں میں پڑ جائے اور سب کو معلوم ہو جائے کہ ایسی بات دوسروں کی اذیت کا سبب ہوتی ہے گو دارو گیر کے اس طرز سے میں بدنام ہوتا ہوں مگر بدنامی ہوا کرے اور حضرت عام نیک نامی تو کسی حالت میں بھی نہیں ہوسکتی پھر اس پر ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص مع اہل وعیال سفر میں چلا خود گھوڑی پر سوار ہوا بیوی بچوں کو پیدل ہمراہ لیا ایک گاؤں پر گذر ہوا لوگوں نے دیکھ کر کہا کہ کیسا سنگدل آدمی ہے بچوں اور بیوی کو پیدل مار رکھا ہے اور ہٹا کٹا خود چڑھا جا رہا ہے سمجھا کہ ٹھیک کہہ رہے ہیں خود اُتر لیا اور بیوی کو سوار کر دیا پھر ایک گاؤں پر گذر ہوا لوگوں نے کہا کہ زن مرید ایسے ہی ہوتے ہیں جورو کا غلام۔ خود پیدل مصیبت اُٹھا رہا ہے اور اس کو بیگم بنا کر سوار کر رکھا ہے سمجھا کہ یہ بھی ٹھیک کہہ رہے سب سوار ہو گئے ایک گاؤں ملا لوگوں نے دیکھ کر کہا کہ ارے! اس گھوڑی کو کیوں تر ساتر سا کر مارا ایک گولی نہ مار دی دیکھ! کتنے آدمی لئے آخر سب اُتر لئے اور لگام پکڑ کر چلا۔ لوگوں نے دیکھ کر کہا کہ دیکھو ناشکرے ایسے ہوتے ہیں خدا تعالیٰ نے گھر کی سواری دی پھر

سب مر رہے ہیں۔ ارے باری باری چڑھتے اُترتے چلے جاتے دوسرے جب سوار ہی ہونا نہ تھا تو ساتھ لے کر چلنے کی کون سی ضرورت تھی گھر پر ہی باندھ آنا تھا۔ تب یہ شخص سمجھا کہ جب کوئی شق بھی اعتراض سے محفوظ نہ رہی اور سب پر ہاتھ صاف کیا گیا تو ایسی تیسی میں جائیں اب جو اپنے جی میں آئے گا اس پر عمل کرینگے تو حضرت کس کس کی مرضی کو پورا کیا جائے اگر آدمی اِسکے پیچھے پڑے تو کوئی کام بھی نہیں کرسکتا۔

غیر مقلدوں کے مذہب کا حاصل:

(ملفوظ ۳۹۷) ایک سلسلہ مضمون میں فرمایا کہ ایک مولوی...... صاحب نے مجھ سے ایک حکایت بیان کی کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ فلاں فلاں بزرگ سماع سنتے تھے ان مولوی صاحب نے جواب دیا کہ ہر بزرگ میں کچھ نہ کچھ کمزوری ہوتی ہے اگر ہر ایک میں اُس کی کمزوری کو لے کر جمع کر کے عمل کیا جاوے تو دین تو کچھ رہے گا ہی نہیں۔

پھر فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اکثر غیر مقلدوں کے مذہب کا حاصل مجموعہ رخص (رخصتوں پر عمل کرنا) ہے جس کا نتیجہ اکثر بددینی ہے۔

۲۱ شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

متعدد حکایات متعلق تعویذ:

(ملفوظ ۳۹۸) فرمایا کہ ایک عورت کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں انٹرلیس پاس کرنا چاہتی ہوں۔ میں نے امتحان دیا تھا نا کامیاب رہی آپ کوئی تعویذ دیدیں کہ میں کامیاب ہو جاؤں فرمایا کہ ان عورتوں کو کس مصیبت نے مارا یہ ان چیزوں کو حاصل کر کے کیا تیر چلائیں گی سوائے دین برباد کرنے کے اور یہ تو بے چاری عورتیں ہیں اس علم دنیا خصوص انگریزی کی بدولت تو مردوں کا دین بھی برباد ہو گیا۔ پھر تعویذ کی مناسبت سے فرمایا کہ حضرت سید صاحبؒ ہر کام کے لئے ایک ہی تعویذ یعنی یہ لکھ کر دیا کرتے تھے "خداوندا اگر منظور داری حاجتش را برآری۔ اور اس ہی سے لوگوں کے کام نکل جاتے تھے۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص بھنگ بیچنے آیا آکر عرض کیا کہ حضرت دُکان نہیں چلتی بھنگ نہیں بکتی ایک تعویذ دیدیجئے آپ نے ایک پرچہ

پر کچھ لکھ کر دے دیا اور فرمایا کہ جس سونٹے سے بھنگ گھونٹا کرتے ہو اس کو اُس میں باندھ دینا خوب بھنگ بکنا شروع ہوگئی، بعض طالب علموں کو شبہ ہوا کہ بھنگ ایک حرام چیز اس کے لئے تعویذ دیدیا یہ تو اعانت علی المعصیۃ ہے اتفاق سے وہ شخص اطلاع کرنے حاضر ہوا آپ کو اس وسوسہ کا بھی علم ہوگیا اُس شخص سے فرمایا کہ بھائی ذرا وہ تعویذ لاکر ان طالب علموں کو دکھلا دو چنانچہ وہ تعویذ آیا اس کو کھول کر دکھایا تو اس میں لکھا تھا ''کہ اے اللہ! یہ تو معلوم ہے کہ بعض لوگوں کی قسمت میں بھنگ پینا لکھا ہے وہ تو پیویں ہی گے سو اسی کی دکان سے لے لیا کریں'' تب لوگوں کی آنکھیں کھلیں کہ اُس میں اعانت علی المعصیۃ کیا ہوئی۔

معلوم ہوا کہ ان حضرات پر اعتراض کرنا ہی لغو ہے البتہ یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ اُس شخص کو نہی عن المنکر کیوں نہ کیا۔ سو یہ کیا فرض ہے کہ اُسی مجلس میں کریں کسی مناسب موقع پر کردیا ہوگا پھر اس مناسبت سے کہ یہ حضرات متعارف تعویذات کے پابند نہیں ہوتے ان کے معمولی الفاظ میں بھی برکت ہوتی ہے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہیؒ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا نکاح کے لئے ایک جگہ بے حد کوشش کرتا تھا مگر نکاح نہ ہوتا تھا حضرت مولانا سے عرض کیا کہ یہ صورت ہے حضرت نے ایک تعویذ لکھا مضمون اس کا یہ تھا کہ ''اے اللہ! میں کچھ نہیں جانتا اور یہ تمہارا بندہ مانتا نہیں یہ تمہارا غلام تم جانو تمہارا کام'' اس کی برکت سے نکاح ہوگیا حاصل اس کا یہ تھا کہ اس شخص کے معاملہ کو خدا کے سپرد کردیا اس کی برکت سے کام ہوگیا اللہ اکبر! ان حضرات کی باتیں کیسی عجیب وغریب ہوتی ہیں اور یہ سب فضل ہے۔

پھر فرمایا کہ اس بات پر کہ ان حضرات پر اعتراض کرنا حماقت ہے ایک قصہ یاد آیا کہ دہلی میں ایک درویش تھے وہ بیٹھے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ ''نہ تو میرا خدا نہ میں تیرا بندہ۔ پھر میں تیرا کہنا کیوں کروں'' اس پر لوگوں کو غصہ بھڑک رہا تھا اور کفر کے فتوے دے رہے تھے آخر ایک آدمی ان کو پکڑ کر قاضی کے اجلاس میں لے گئے کہ دیکھئے! یہ کہہ رہا ہے کہ شرعی حکم اور سزا دیجئے۔ قاضی صاحب نے درویش سے سوال کیا کہ شاہ صاحب یہ آپ کس کو کہہ رہے ہو؟ درویش ہنسا اور کہا کہ تمام دہلی شہر میں ایک شخص کو تو عقل ہے ورنہ سارے بے وقوف ہی آباد ہیں۔ میں اپنے نفس سے

خطاب کرر ہا ہوں میرا نفس مجھ سے کوئی چیز طلب کرر ہا ہے میں اس سے کہتا ہوں کہ نہ تو میرا خدا نہ میں تیرا بندہ میں تیرا کہنا کیوں کروں ۔تو حضرت! اکثر حقیقت سے بے خبری اعتراض کا سبب ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ تعویذ گنڈوں کے بارہ میں لوگوں کے خصوص عوام کے عقائد بہت خراب ہو گئے ہیں چنانچہ عام طور پر ایک غلط خیال یہ پھیل رہا ہے کہ نفع کی شرط اجازت کو سمجھتے ہیں خود بعض لوگ مجھ کو لکھتے ہیں کہ اعمال قرآنی آپ کی کتاب ہے آپ اس کی اجازت دیدیں میں لکھ دیتا ہوں کہ مجھے خود کسی عامل کی اجازت نہیں کیا ایسے شخص کا اجازت دینا کافی ہوسکتا ہے اس کا کوئی جواب ہی نہیں آتا۔

سود سے متعلق اپنی رائے پوچھنے پر اظہار افسوس:

ایک سلسلہ مضمون پر فرمایا کہ ایک ڈپٹی کلکٹر یہاں پر آئے تھے مجھ سے سوال کیا کہ آپ کا سود کے متعلق کیا خیال ہے یہ سوال کا طرز بھی جدید تعلیم یافتہ لوگوں کا ہے کہ آپ کا کیا خیال ہے میں نے کہا کہ میرا کیا خیال ہوتا میں تو مسلمان آدمی ہوں مذہبی آدمی ہوں ۔اللہ ورسول کا جو حکم ہے وہی خیال ہے وہ یہ ہے کہ حق تعالی فرماتے ہیں واحل اللہ البیع وحرم الربوا (حالانکہ اللہ تعالی نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے) کہنے لگے کہ فلاں صاحب (ایک جاہل) دہلوی اس آیت کی اور تفسیر کرتے ہیں میں نے کہا اگر اسکی تفسیر معتبر ہے تو وہ قانون جس سے آپ فیصلے کرتے ہیں مجھ کو دیجئے میں اسکی شرح لکھوں گا پھر آپ اس شرح کی موافق فیصلے کیا کیجئے جو یقیناً قانون کے خلاف ہونگے ۔پھر جب آپ پر گورنمنٹ اعتراض کرے تو یہ کہہ دیجئے کہ یہ فیصلہ فلاں شخص کی شرح کے موافق ہے جو لکھا پڑھا ہے اس پر جو جواب آپ کو گورنمنٹ کی طرف سے ملے گا وہ ہی جواب میری طرف سے ہے اور جن کا آپ نام لے رہے ہیں وہ کیا جانیں کہ تفسیر کسے کہتے ہیں۔

ملفوظ مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب متعلق حق تلفی:

(ملفوظ ۳۹۹) ایک صاحب نے آجکل کی حالت بیان کرتے ہوئے عرض کیا کہ دغا بازی اور حق تلفی تو عام ہوگئی ہے فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس کے متعلق ایک عجیب لطیفہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی مسلمان حق تلفی کبھی کرے تو مسلمان ہی کے ساتھ کرے

کافر کے ساتھ نہ کرے تا کہ گھر کی نعمت گھر ہی رہے اسلیئے کہ مسلمان کی نیکیاں مسلمان ہی کو مل جائیں گی۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک بزرگ تھے انکو ایک شخص گالیاں دیا کرتا تھا وہ بزرگ اسکی مالی امداد روپیہ پیسے سے کرتے رہتے تھے اس نے محسن سمجھ کر گالیاں دینی چھوڑ دیں ان بزرگ نے روپے پیسے دینے بند کر دیئے اس شخص نے تعجب سے پوچھا حضرت یہ کیا بات۔ فرمایا کہ بھائی دنیا لینے دینے کی جگہ ہے۔ تم نے مجھے دینا چھوڑ دیا۔ میں نے تمھیں دینا بند کر دیا تم مجھ کو نیکیاں دیتے تھے کہ نماز روزہ کرو خود اور دیدو مجھے، میں تمھیں روپیہ پیسے دیدیا کرتا تھا تم دینا شروع کر دو۔ دیکھو پھر ہم دیتے ہیں یا نہیں بھائی میں تو تم کو اپنا محسن سمجھتا تھا کہ اپنی نیکیاں مجھ کو دیتے تھے پھر فرمایا کہ اللہ والوں کی شان ہی جدا ہوتی ہے۔

۲۵ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

شوہر کے لئے کھانا پکانے کا حکم:

(ملفوظ ۴۰۰) ایک صاحب نے سوال کیا کہ عورتیں جو کھانا پکاتی ہیں کیا یہ شرعاً ان کے ذمہ ہے فرمایا کہ میں تو ذمہ نہیں سمجھتا۔ مگر ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ قضاءً تو نہیں مگر دیانۃً ان کے ذمہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ دیانۃً بھی ان کے ذمہ نہیں البتہ جس وقت شوہر حکم دے وہ اطاعت زوج کے تحت میں لازم ہو جاویگا اور میں اس آیت سے استدلال کرتا ہوں وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً لِّتَسْکُنُوْٓا سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت جی بہلانے کے واسطے ہے روٹیاں پکانے کے واسطے نہیں، وہ مولوی صاحب اس کو فی نفسہٖ واجب فرماتے ہیں میں اس کو فی نفسہٖ واجب نہیں سمجھتا ایک صاحب نو وارد جن کو ایسی مخاطبت کی اجازت نہ تھی مجلس میں حاضر تھے انھوں نے عرض کیا کہ ان کا مستدل کیا ہے۔ فرمایا کہ کیا یہاں پر فقہی مسائل کی تحقیق کے لیے آپ تشریف لائے ہیں یہ کام تو اور بہت جگہ ہو رہا ہے اور یہاں سے اچھا ہو رہا ہے یہاں پر جس کام کے لئے آئے ہو اس کے متعلق پوچھو بتاؤنگا میں نے تو بہ نسبت دوسری جگہوں کے بڑے کاموں کے ایک چھوٹا سا کام اپنے ذمہ لے رکھا ہے کہ قاعدہ بغدادی پڑھاتا ہوں فقہ کی تحقیق کے لیے بڑے بڑے حضرات

بڑی بڑی جگہ میں موجود ہیں خواہ مخواہ غیر ضروری سوال کر کے مجھ کو پریشان کیا مجھے ایسی باتوں سے بڑی کلفت ہوتی ہے۔ اب دنیا بھر کے استدلالات بھی میں ہی بیان کروں کہ ان کا یہ مستدل ہے۔ ایسی باتوں سے دل تنگ ہوتا ہے البتہ اگر کوئی مصلح خود اپنی رائے سے ایسی گفتگو کرے تو یہ اس کا تبرع ہے جیسے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ معظمہ میں ایک غیر مقلد عالم سے گفتگو فرمائی تھی۔ گفتگو اس پر تھی کہ وہ غیر مقلد صاحب یہ کہتے تھے کہ مدینہ شریف کا سفر قصداً اس نیت سے کرنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کی زیارت کروں گا جائز نہیں حضرت انکی تمام باتوں کا نہایت مدلل جواب فرماتے رہے۔ اخیر میں وہ غیر مقلد صاحب کہنے لگے کہ خیر مسجد نبوی کی زیارت کا قصد کرے روضہ مبارک کی زیارت کا قصد نہ کرے حضرت نے فرمایا کہ آپ کی عقل بھی عجیب ہے کہ جس کی فضیلت بالذات ہے اس کا تو قصد نہ کرے اور جس کی فضیلت بالعرض ہے کیونکہ مسجد نبوی کی فضیلت تو آپ کی ذات مقدس ہی کی بدولت ہوئی ہے اس کا قصد کرے انھوں نے کہا کہ فرض وواجب تو ہے ہی نہیں جس کا اس قدر اہتمام کیا جائے حضرت نے فرمایا کہ بے شک فتوے سے تو واجب نہیں مگر طریق عشق سے تو واجب ہے اخیر میں حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپکو ہدایت فرمادے کہنے لگے مجھ کو اسکی ہدایت نہ کرے مگر اتفاقی بات کہ اسی روز بیت الحرام میں حکومت کی طرف سے غیر مقلدوں کی پکڑ دھکڑ شروع ہوگئی۔ یہ حضرت بھی پکڑے گئے ان سے بھی توبہ کرائی گئی اور یہ کہا گیا کہ توبہ اس پر معلق ہے کہ مدینہ کا سفر کریں تو انھوں نے بھی اونٹ کرایہ کیا اور مدینہ شریف گئے۔

عورتوں کے لئے بلا وجہ سفر کا حکم

(ملفوظ ۴۰۱) عورتوں کے پردہ کے متعلق ذکر تھا کہ بے حد بے احتیاطیاں ہو رہی ہیں۔ فرمایا کہ والد صاحب مرحوم کا قصہ ہے وہ اسکے سخت مخالف تھے کہ عورتوں کو ریل میں سفر کرایا جائے۔ فرمایا کرتے تھے کہ پردہ کی احتیاط ریل کے سفر میں رہ نہیں سکتی اسلئے اس سے منع فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ والدہ صاحبہ کو کانپور لے گئے یہاں سے کانپور تک بیل گاڑی میں سفر کیا البتہ حج کے سفر میں مجبور تھے۔ پھر فرمایا کہ میں عورتوں کے سفر کو بلا ضرورت اچھا نہیں سمجھتا حتیٰ کہ بیعت کے لئے بھی سفر کرنے کو منع کرتا ہوں۔ ایک بی بی سفر کر کے بیعت کے لیے آئی تھیں میں ان

پر بہت ناراض ہوا کہ محض بیعت کے لیے سفر کرنے کی کیا ضرورت تھی اور میں نے ان کو بیعت نہیں کیا۔ بلا بیعت کیے ہوئے واپس کیا۔ اس میں بھی مصلحت تھی کہ یہ اوروں سے جا کر کہیں گی اس لئے اور عورتیں بھی ہمت نہ کریں گی۔

ایک قصبہ ہے یہاں سے قریب وہاں سے ایک مجمع عورتوں کا چھکڑا بھرا ہوا آیا دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ سب بیعت کے ارادہ سے آئی ہیں۔ میں نے ان کو ڈانٹا اور بیعت نہیں کیا۔ اور یہ کہا کہ یہ غرض تو خط کے ذریعے سے بھی پوری ہو سکتی تھی پھر بلا ضرورت سفر کیوں کیا انکو ناگوار بھی ہوا آپس میں ذکر کیا کہ یہ مولوی اچھا نہیں گنگوہ والا مولوی بہت اچھا تھا ترت (یعنی فورا) بیعت کر لیتا تھا۔ میں نے یہ سنکر کہا کہ حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کے اچھا ہونے پر اور اپنے برا ہونے پر تو میں بھی متفق ہوں مگر بیعت نہ کروں گا۔

عذر کی اطلاع دینا بھی ایفاء عہد ہے

(ملفوظ ۴۰۲) فرمایا کہ میں ایک مرتبہ دیوبند سے کسی جگہ جاتا ہوا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ رائے پوری کے پیر سے ملا ہوں ان کا نام بھی شاہ عبدالرحیم ہی تھا۔ اچھے بزرگ تھے سہارنپور ہی میں ملاقات ہوئی۔ یہ مجھے صحیح یاد نہیں رہا کہ انھوں نے فرمایا تھا کہ پھر بھی ملنا یا میں نے خود عرض کیا تھا کہ میں اس سفر سے واپسی میں حاضر ہونگا مگر دیوبند دوسری طرف سے چلا آیا دیوبند پہنچکر خیال آیا کہ بزرگوں سے وعدہ کر کے خلاف کرنا اچھا نہیں خلاف ادب ہے میں نے دیوبند سے لکھا کہ میں اس عذر کی وجہ سے کہ دیوبند دوسرے راستہ سے چلا آیا حاضری سے مجبور رہا عذر کی وجہ سے وعدہ خلافی ہوئی جوابی ٹکٹ بھی بھیجا تھا مگر جواب آیا کہ عذر کی اطلاع دے دینا بھی ایفاء وعدہ ہی ہے وعدہ خلافی نہیں فرمایا کہ بزرگوں کی باتیں بھی بزرگ ہوتی ہیں۔ کیسے کام کی بات فرمائی اور انھوں نے میرے لیئے دعائیں کیں۔ میرے پاس بزرگوں کی دعاؤں کی ہی پونجی ہے اور عمل وغیرہ جیسے کچھ ہیں ان کی حقیقت تو مجھ کو ہی معلوم ہے۔

بلا ضرورت شدید شرعی ذریعہ معاش چھوڑنا مناسب نہیں

(ملفوظ ۴۰۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص نے بلا وجہ نوکری چھوڑ دی تھی پھر باوجود بے حد کوشش اور سعی کے بھی تمام عمر نوکری نہیں ملی۔ فرمایا کہ اپنے ذریعہ معاش کو چھوڑنا بلا

ضرورت شدیدہ شرعی مناسب نہیں یہ بھی ایک قسم کی ناشکری اور کفران نعمت ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ضعفاء کو ناجائز اسباب معاش کا بھی نہ چھوڑنا چاہئے جب تک کوئی ذریعہ جائز نہ مل جاوے البتہ استغفار اور جائز ذریعہ کی کوشش میں لگا رہے اور حکمت یہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ اب تو معصیت ہی میں مبتلا ہے اسباب معاش چھوڑ دینے کے بعد افلاس ہوگا اور اسی سے جو پریشانی ہوگی اس میں اندیشہ کفر کا ہے اور اب معصیت وقایہ ہو رہی ہے کفر کا۔ فرمایا کہ کیسی حکیمانہ بات فرمائی ہاں اگر جائز صورت مل جائے تو اس وقت اس ناجائز کو چھوڑ دے۔

دوسروں کے اخلاق درست فرمانا:

(ملفوظ ۴۰۴) ایک ذاکر شاغل مقیم خانقاہ سے حضرت والا نے انکی کسی کوتاہی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ مجھ کو تو بدنام کیا جاتا ہے کہ سخت ہے ان کی نرمی کو کوئی نہیں دیکھتا یہ کیا کرتے ہیں۔ اب اگر ان کے اخلاق درست کروں تو میرے اخلاق خراب ہوتے ہیں اور اگر اپنے اخلاق کی درستی کرتا ہوں اور متعارف اخلاق اختیار کرتا ہوں تو ان کے اخلاق بگڑتے ہیں میں سوچ رہا ہوں کہ اپنے ہی اخلاق درست کروں۔

مشائخ نے ایک زمانہ میں بیعت کرنا چھوڑ دیا تھا

(ملفوظ ۴۰۵) فرمایا کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرنے کی رسم ایک زمانہ میں مشائخ نے بھی خلفاء کے بدگمان ہونے کی وجہ سے چھوڑ دی تھی اس لئے کہ خلفاء کو اس سے شبہ ہوتا تھا کہ یہ بھی مثل سلاطین کے بیعت لیتے ہیں حالانکہ سلاطین اور مشائخ کی بیعت میں فرق تھا ان کی اور قسم کی تھی ان کی اور قسم کی تھی اور اگر یہ ہیئت بیعت کی ایسی ضروری چیز ہوتی جیسا اکثر اہل رواج سمجھتے ہیں کہ بدوں ہاتھ در ہاتھ بیعت ہو ہی نہیں سکتی تو لازم آئے گا کہ عورتیں کبھی بیعت ہی نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر ان کو بیعت کرنا بوجہ حرمت مسِ اجنبیہ کے جائز نہیں۔

خانقاہ میں انسان بنانے کا کام

(ملفوظ ۴۰۶) کسی نے کسی علمی مسئلہ کی تحقیق کی اُس پر فرمایا کہ بڑے کام جیسے درس و افتاء وامثالہا بڑے حضرات کر رہے ہیں دوسرے یہ کام اور جگہ یہاں سے اچھا ہو رہا ہے میں تو وہ

کام کر رہا ہوں کہ اور جگہ ہو بھی نہیں رہا۔ اور ہے بھی چھوٹا کام اسی لئے مجھ سے بڑے کام لینا انصاف کے خلاف ہے یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص لوہار سے سُنار کا کام لے یہ کتنی بے انصافی کی بات ہے۔ پھر فرمایا کہ نہ میں عالم بنانا جانتا ہوں نہ میں بزرگ بنانا جانتا ہوں میں تو آدمی بنانا جانتا ہوں اگر اس سے آگے کوئی چاہے تو وہ کہیں اور جائے پھر آدمی بنانے کا جو طریقہ میرے یہاں ہے یہ چونکہ اس وقت دوسری جگہ ہے نہیں اس وجہ سے لوگوں کی نظر میں یہ بات نئی ہوگی۔ ورنہ واقع میں پُرانی ہی ہے پھر فرمایا جن لوگوں کو مجھ سے بے تکلفی کا تعلق نہیں ان کو مجھ سے ایسی علمی گفتگو کرنا نہ چاہئے۔ ہاں جن کو پہلے سے یعنی اس تعلق تربیت کے قبل سے بھی مجھ سے بے تکلفی بھی ہے اُن کو اجازت ہے۔

۲۵ شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم جمعہ

علم دین اور علم دنیا میں فرق:

(ملفوظ ۴۰۷)　　فرمایا کہ ایک خط آیا ہے بڑی حسرت سے لکھا ہے کہ میرے پیٹ میں درد رہتا ہے اب میں ایم۔ اے کے سخت امتحان کی کس طرح تیاری کروں فرمایا کہ ایک شخص نے ایسے امتحانوں کے متعلق خوب کہا ہے کہ:

آسان ہے حساب روز محشر ☆ مشکل ہے پر امتحان روڑکی

اور بالکل صحیح کہا ہے جس نے کہا، نہ اس لئے کہ وہ اُس سے زیادہ عظیم الشان ہے بلکہ اس لئے کہ وہاں تو رحیم و کریم سے سابقہ ہوگا یہاں بے رحم ڈاکوؤں سے اب یہ بیچارے ناکامی کے احتمال پر پریشان ہیں ان کے دل کو کوئی چیز اطمینان دلانے والی نہیں سوائے یاس اور حسرت کے۔ بخلاف علمِ دین کے کہ اس کا ہر جز ہر حال میں کار آمد ہے اس میں کسی وقت بھی طالب کو یاس اور حسرت نہیں ہوسکتی خواہ قلیل ہو یا کثیر خواہ اس کی تحصیل کے بعد دنیوی کامیابی نوکری وغیرہ ہو یا نہ ہو وجہ یہ کہ علم معاش میں تو مقصود دنیوی کامیابی ہی ہے وہ نہ ہو تو پھر حسرت ہی حسرت ہے بخلاف علم دین کے کہ وہاں مقصود آخرت کی کامیابی ہے اگر دنیوی کامیابی بھی نہ ہو تو آخرت کی کامیابی سے تو یاس نہیں اس لئے حسرت کی کوئی وجہ نہیں یہ فرق ہے علم دنیا اور علم دین میں۔

پھر فرمایا کہ دنیوی مصیبت کے موقع کے لئے جنابِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مراقبہ سکھایا ہے وہ یہ کہ جب کوئی مصیبت آتی ہے تو اس پر اجر ملتا ہے گناہ معاف ہوتے ہیں درجات بلند ہوتے ہیں اس مراقبہ سے آدھی مصیبت رہ جاتی ہے بلکہ بالکل ہی جاتی رہتی ہے دیکھئے اس میں بھی دین ہی کام آیا۔

آمین بالشر:

(ملفوظ ۴۰۸) فرمایا کہ ایک مقام میں غیر مقلدوں اور حنفیوں کا آمین بالجہر پر جھگڑا تھا مقدمہ بازی کی نوبت آئی ایک انگریز تحقیق واقعہ کے لئے مقرر کیا گیا اُس نے رپورٹ میں عجیب و غریب مضمون لکھا کہ میں نے تحقیق کیا تو احادیث میں آمین بالجہر اور آمین بالسر دونوں کا ثبوت معلوم ہوگیا مگر آمین بالشر کا کہیں ثبوت نہیں ہوا لہٰذا آمین کی تین قسمیں ہوئیں، آمین بالجہر، آمین بالسر، آمین بالشر، پہلی دو قسموں کی اجازت ہونا چاہئے اور آمین بالشر کی ممانعت ہونا چاہئے۔

فرمایا کہ بعض غیر قوم کے لوگ بھی بڑے عالی دماغ ہوتے ہیں یہ شخص کیسا واقعہ کی حقیقت تک پہنچ گیا۔ اور واقعی بعضے مدعیان عمل بالحدیث سنت سمجھ کر آمین بالجہر نہیں کہتے بلکہ شورش کی نیت سے وہ آمین بالشر ہی ہو جاتی ہے۔

مشتبہ نومسلم کے پیچھے نماز کا حکم

(ملفوظ ۴۰۹) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ اس شہر میں تین شخص نومسلم انگریزی داں وارد ہوئے ہیں اب وہ نماز پڑھانے تک کے لئے تیار ہیں ایسے نومسلم مشتبہ الحال کے پیچھے امام راتب (جو پہلے سے مقرر ہو) کے ہوتے ہوئے اقتداء صحیح ہے یا نہیں اختلاف ہو رہا ہے۔

فرمایا کہ یہ آج کل ایسا عام مرض چلا ہے کہ لوگ نئے آنیوالے کے بہت جلد معتقد ہو جاتے ہیں اور پرانوں کو چھوڑ دیتے ہیں اس کی بھی تحقیق نہیں کرتے کہ کس خیال کا ہے اور کس عقیدہ کا ہے اُس خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہاں پر کمیٹی ہو کر اس پر فیصلہ ہو گیا ہے کہ حضرت کو ثالث بنایا جائے جو حضرت والا طے فرما دیں اس پر سب کو عمل کر لینا چاہئے اس پر سب راضی ہیں کوئی خلاف نہیں۔ جواب میں یہ لکھا گیا کہ اگر میری ثالثی پر راضی ہیں تو میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ امام راتب

جب تک با قاعدہ معزول نہ ہو اُس سے افضل کو بھی حق امامت نہیں اور اگر معزول کرنے کی تجویز ہو تو معزول ہونے کے وجوہ اور دوسرے کی تقدیم کی وجوہ لکھ کر استفتاء کیا جاوے۔

اظہار اسلام کا طریقہ:

(ملفوظ ۴۱۰) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے بھوپال میں ایک ہندو عورت کو مسلمان کیا اس پر مقدمہ چلا ان کی عدالت میں طلبی ہوئی حاکم نے دریافت کیا کہ تم نے اس عورت کو مسلمان کیا انہوں نے بیان میں کہا کہ مسلمان تو پہلے ہی ہو چکی تھی (کیونکہ جب دل سے اسلام کو حق مان لیا تو باطن میں تو وہ شخص مسلمان ہو گیا) میں نے مسلمان نہیں کیا اُس نے مجھ سے اظہار اسلام کا طریقہ معلوم کیا میں نے وہ طریقہ بتلا دیا کہ کلمہ پڑھ لو اسلام کا اظہار ہو جائے گا اس پر عدالت دنگ رہ گئی۔ جب اللہ تعالیٰ عقل اور فہم عطا فرماتے ہیں بڑی مشکل سے مشکل بات سہل اور آسان ہو جاتی ہے۔

مسلمانوں کو پریشانی سے بچانا عاقبت کا پہلا قدم ہے

(ملفوظ ۴۱۱) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ صرف اس نیت سے حاضری کا ارادہ ہے کہ آنحضرت کے فیوض و برکات سے ہم تہی دامن بھی اپنی عاقبت سنوار سکیں جواب یہ دیا گیا کہ جس قدر آنے کے قبل سنوار سکتے ہیں وہ تو سنوار لیجئے پھر آنے کی گفتگو کیجئے۔ مسلمان کو پریشانی سے بچانا بھی عاقبت سنوارنے کا اول اور ادنیٰ قدم ہے آپ نے اپنا پتہ اُردو کا نہ خط میں لکھا نہ لفافہ پر لکھا نہ لفافہ پتہ کا جواب کے لئے رکھا نہ میں انگریزی جانتا ہوں پھر فرمایئے کہ روانگی جواب کے وقت میں پریشان ہوں گا یا نہیں سو اول اس کی اصلاح کیجئے پھر آگے لکھتے ہیں کہ میں اور فلاں خاں بہادر صاحب حاضر خدمت ہونا چاہتے ہیں جواب لکھا گیا کہ اگر ان کا خط آتا تو اُن کو جواب دیتا آپ کو ان کے متعلق کچھ لکھنا خلاف اصول ہے۔

ایک خط میں ایک مرض کا علاج

(ملفوظ ۴۱۲) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ میرے اندر چند امراض ہیں میں ان کو لکھ کر علاج چاہتا ہوں اگر اجازت ہو جواب میں یہ استفسار کیا گیا کہ ایک ہی خط میں یا ایک ایک

مرض ایک ایک خط میں۔ فرمایا کہ بعض لوگ ایک دم لکھتے چلے جاتے ہیں ایک ہی خط میں اچھی خاصی کتاب تصنیف ہو جاتی ہے۔ سو اس طرح علاج نہیں ہوتا۔

عورت پیر کو بھی بلا اذن شوہر خط نہیں لکھ سکتی

(ملفوظ ۴۱۳) فرمایا کہ ایک بی بی کا خط آیا ہے کہ پہلے بھی انکا خط آیا تھا بیعت ہونے کو لکھا تھا مگر اس خط میں شوہر کی اجازت اور دستخط نہ تھے میں نے لکھا تھا کہ تمہارے اس خط میں نہ تمہارے شوہر کی اجازت ہے اور نہ دستخط ہیں اس لئے تمہارا یہ خط بھیجنا بیعت کے لئے بے اصول ہے۔ آج کے خط میں ان کے شوہر کے دستخط ہیں اور لکھا ہے کہ میں بھی آپ ہی سے بیعت ہوں ان بی بی کو بھی بیعت فرما لیجئے گا۔ فرمایا کہ اب بتلایئے کہ میں نے ایسی کون سی سخت شرط لگائی تھی۔ جس کو وہ پورا نہ کر سکتیں۔ اس شرط میں یہ مصلحت ہوتی ہے کہ آئندہ جس کو جی چاہے خط لکھنا نہ شروع کر دیں اس سے ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ جب پیر ہی کو بلا شوہر کی اجازت کے خط نہیں لکھ سکتی تو اور کسی کو لکھنا تو کب جائز ہو سکتا ہے اس میں دین کی حفاظت مقصود تھی نیز شوہر بھی خوش ہو گیا ہو گا کہ بیوی بڑی ہی فرمانبردار ہے بلا اجازت کچھ نہیں کرتی اصول کے تابع جو کام ہوتا ہے اس میں بڑی ہی مصلحت اور حکمت ہوتی ہے۔

طریق عشق اور طریق اعمال

(ملفوظ ۴۱۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب بزرگوں سے عقیدت نہیں تو نفع کیا خاک ہو گا اب تو ہوا پرستوں اور باطل پرستوں سے عقیدت ہوتی ہے جو شعبدے بازی دکھلا دیتے ہیں مگر ہمارے بزرگ ایسی باتوں کو پسند نہ فرماتے تھے یہی ضرر مجھ کو محبوب ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک طریق عشق ہے اور ایک طریق اعمال ہے اور اعمال دونوں میں ہوتے ہیں مگر اول میں اعمال باطنی کا غلبہ ہوتا ہے اور دوسرے میں اعمال ظاہرہ کا۔ اور ایسے شخص کو قلندر کہتے ہیں جس کے اعمال ظاہری سے اعمال باطنی زیادہ ہوں مگر آج کل نہ ظاہر کو دیکھتے ہیں نہ باطن کو۔ بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ شریعت یعنی احکام الٰہیہ سے اس شخص کو کس قدر بُعد اور دُوری ہے جس قدر بُعد ہوتا ہے اُسی قدر اُس کو کامل اور پہنچا ہوا سمجھا جاتا ہے لیکن ایسوں کی گذر یہاں کہاں یہاں

نہ شعبدہ ہے نہ کرامت نہ کشف نہ کیفیات بلکہ اس کا عکس ہے کہ قدم قدم پر روک ٹوک محاسبہ معاقبہ مواخذہ مطالبہ کہیں ریا کا علاج بتایا جاتا ہے کہیں حسد کا کہیں جاہ کا کہیں تکبر کا تو بھلا اس سے کیا جی خوش ہو کہیں خودرائی کو منع کرتے ہیں کہ اپنی رائے پر عمل نہ کرو اور مزید برآں یہ کہ اگر اپنے سے تعلق رکھنا بوجہ عدم مناسبت کے نافع ثابت نہیں ہوتا تو کسی دوسرے مصلح کا پتہ بتلا دیتا ہوں تو ایسے شخص سے تعلق ہی کیوں رکھئے جو اتنے بکھیڑے سر پڑیں اور جب مبادی ہی میں میری تمہاری رائے میں فرق ہے تو مقاصد میں کیسے اجتماع ہو سکتا ہے۔

جبلی اخلاق کا امالہ

(ملفوظ ۴۱۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس قدر رذائل ہیں وہ مجاہدات ریاضات سے دب جاتے ہیں زائل نہیں ہوتے بعنوانِ دیگر ازالہ نہیں ہوتا جبلت نہیں بدلتی۔ جبلی اخلاق مجاہدہ و مقاومت کے بعد بھی باقی رہتے ہیں مگر مغلوب ہو جاتے ہیں یا یوں کہیے کہ دوسرے محل کی طرف راجع ہو جاتے ہیں۔

اسراف بخل سے زیادہ مذموم ہے

(ملفوظ ۴۱۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بخل اپنی ذات میں مذموم نہیں خاص مصرف کے اعتبار سے بُرا ہے ورنہ بدوں تھوڑے سے بخل کے انتظام مشکل ہے یہ تو بخل لغوی ہے باقی اگر شرعی بخل بھی ہو اس کی نسبت بھی میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ ایسا بخل بُرا ہے مگر اسراف اُس سے بھی زیادہ بُرا ہے مگر عُرف میں جس قدر بخل پر مطعون کرتے ہیں اسراف پر نہیں کرتے بلکہ اس کو مستحسن سمجھتے ہیں اور فضول اور بے ہودہ طریق پر مال ضائع اور برباد کرتے ہیں مثلاً بیاہ شادی کے موقع پر یا کوئی مر گیا تو تیجہ اور چہلم پر کس قدر صرف کرتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ جہاں بخل کی مذمت ہے وہاں اسراف کی بھی تو مذمت ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ

(بے شک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے والوں کو)

بلکہ باعتبار آثار کے اسراف زیادہ مذموم ہے چنانچہ بخل کا نتیجہ صرف دوسرے کو نفع نہ

پہنچانا ہے اور اسراف کا دوسروں کو ضرر پہنچانا کیونکہ جب اپنے پاس نہیں دوسروں کا مال ان کو دھو کے دیکر قرض وغیرہ کے نام سے لیکر اُڑاتا ہے پھر ادا بھی نہیں کرتا نیز ہم نے مسرفین کو مرتد ہوتے دیکھا ہے مگر بخلیوں کو نہیں۔

تقویٰ کب کامل ہوگا؟

(ملفوظ ۴۱۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تقویٰ اُسی وقت کامل ہوگا کہ جب اُس کے خلاف کے مقتضی اسباب ہوں اور پھر ان کو دبائے مثلاً شہوت ہے اگر کوئی عنین ہو اور فجور سے بچے تو اُس کو تقویٰ کا وہ خاص نور میسر نہ ہوگا جو ایسے شخص کو میسر ہوگا جو مرد ہو اور پھر اُس سے اجتناب کرے عارف رومی فرماتے ہیں ؎

شہوت دنیا مثال گلخن است ☆ کہ از وحمال تقویٰ روشن است

(دنیا کی شہوت مثل بھٹی ہے کہ جس سے تقویٰ کا حمام گرم ہوتا ہے۔۱۲)

مثلاً اگر کوئی عنین کہے کہ میں کبھی بُرا کام نہیں کرتا یا اندھا کہے کہ میں کبھی بدنگاہی نہیں کرتا تو کون کمال ہے جیسے مثلاً یہ سامنے والی دیوار کہے کہ میں چوری نہیں کرتی تو کیا کمال ہوا ہاں اسباب ہوں اور پھر اجتناب ہو یہ ہے مجاہدہ جس سے لوگ گھبراتے ہیں یوں نہیں سمجھتے کہ انسان دُنیا میں آسانی کے لئے تو نہیں آیا ارشاد فرماتے ہیں **لقد خلقنا الانسان فی کبد** کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے مگر اس مشقت کے سہل ہونے کے لئے ارادہ اور ہمت بھی ساتھ ساتھ پیدا فرمادی ہے اسی لئے یہ چاہئے کہ خواہ کیسی ہی کوئی مشکل آپڑے صبر واستقلال کے ساتھ اس کو نکال دیا جاوے بس یہی جوہر انسانی ہے اسی استقلال کی مداومت اور استحضار سے بڑے بڑے رذائل اور جبلی چیزیں دب جاتی ہیں اور بڑے بڑے مشکل کام آسان ہو جاتے ہیں۔

مبارک خواب

(ملفوظ ۴۱۸) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے بہت سے خواب لکھے ہیں عجیب وغریب خواب ہیں مگر مجھ کو خواب کی تعبیر سے مناسبت نہیں، اب اگر یہ عذر لکھتا ہوں تو ان کو مایوسی ہوتی ہے اگر نہیں لکھتا ہوں تو جہل میں مبتلا رہتے ہیں یہی کہیں گے کہ تعبیر جانتا ہے اسی لئے میں نے لکھ دیا ہے کہ یہ خواب اگر خیال بھی ہو تو ایسے خیال بھی مبارک ہیں۔

۲۶ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

عملیات میں مؤثر چیز عامل کا خیال ہے:

(ملفوظ ۴۱۹) ایک صاحب نے عرض کیا کہ میری عزیزہ پر آسیب کا اثر ہے اس کے لئے تعویذ کی ضرورت ہے فرمایا کہ یہ کام عامل کا ہے میں اس فن سے واقف نہیں گو میں تعویذ لکھ دوں گا انکار نہیں مگر اس کا اتنا نفع نہ ہوگا جتنا کسی عامل کے تعویذ سے نفع ہوتا ہے۔ فرمایا کہ عملیات میں اصل مؤثر جو چیز ہے وہ عامل کا خیال ہے جو اس کو کرتا رہتا ہے اور مشاق ہو جاتا ہے اکثر فوراً اثر مرتب ہو جاتا ہے بخلاف غیر مشاق کے کہ اس کا اس قدر اور جلد نفع نہیں ہوتا اور مجھ کو تو اس فن سے بالکل ہی مناسبت نہیں۔ ایک خرابی اس میں یہ دیکھی گئی کہ اکثر لوگ تعویذ گنڈہ کرنے والے کی بزرگی کے معتقد ہو جاتے ہیں خصوص جس کے تعویذ گنڈوں سے نفع ہو جاتا ہے حالانکہ بزرگی سے اس کو کوئی تعلق نہیں یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کسی طبیب کے کسی نسخہ سے مرض کو شفاء ہو جائے اور اس کو بزرگ خیال کرنے لگیں مگر تعویذ دینے والے کے معتقد ہیں نہ معلوم اس میں اور اُس میں کیا فرق کرتے ہیں۔ میرے نزدیک تو کوئی فرق نہیں دونوں دنیوی فن ہیں۔

وجہ فرق کی صرف ایک سمجھ میں آتی ہے کہ طبیب کے علاج کو امر دنیوی سمجھتے ہیں اور عامل کے علاج کو امر دینی خیال کرتے ہیں اور عوام کا یہ خیال اس وجہ سے ہے کہ عملیات کا امور عالیہ قدسیہ سے تعلق ہے نیز اس کے علاوہ بھی ان تعویذ گنڈوں کے متعلق اکثر لوگوں کے عقائد بہت ہی خراب ہیں جس کا سبب جہل اور حقیقت سے بے خبری ہے۔ میں تعویذ لکھ ضرور دیتا ہوں مگر مجھ کو اس سے قطعاً دلچسپی نہیں۔

جلالین کی تفسیر کے افتتاح کیلئے حضرت حکیم الامت کو دارالعلوم دیوبند بلانے کی دعوت

(ملفوظ ۴۲۰) فرمایا کہ ایک بار بعض حضرات مدرسہ دیوبند سے مجھ کو لے جانے کے لئے تشریف لائے تھے خصوص فلاں مولوی صاحب کا اس پر بے حد اصرار تھا اور خدمت یہ فرمائی تھی کہ مدرسہ میں حدیث شریف کا دورہ تو مدت سے ہوتا ہی ہے مگر تفسیر میں صرف جلالین شریف ہوتی ہے اب تجویز ہے کہ اور بعض کتب تفاسیر بھی نصاب میں بڑھا دی جائیں اور یہ کتابیں بھی سال بھر

میں مثل حدیث شریف کے ہو جایا کریں۔ بس اس کے افتتاح میں میری شرکت چاہتے تھے کہ تو شروع کرادے۔ میں نے سفر سے اپنی معذوری پیش کی مگر اس طرف سے برابر اصرار رہا میں نے کہا کہ اگر آپ کا ایسا ہی خیال ہے اس کی دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ بیس طلباء یہاں پر آ جائیں اُن کا خرچ بھی میرے ذمہ ہوگا میں ان کو یہاں ہی شروع کرادوں گا اور مقصود حاصل ہو جائے گا کہنے لگے مدرسہ دیوبند میں تو یہ تقریب نہ ہوتی۔ میں نے کہا میں اس جگہ کو مستقل جگہ خیال نہیں کرتا بلکہ مدرسہ دیوبند ہی کی ایک شاخ سمجھتا ہوں آپ بھی یہ ہی خیال فرمالیں کہ جیسے مدرسہ کے متعدد کمرے اور حجرے ہیں یہ بھی اُسی کی ایک درسگاہ ہے پھر اس طرف سے عرض کیا گیا کہ حضرت نے ایک مرتبہ دیوبند تشریف لانے کا وعدہ فرمایا تھا فرمایا جس حالت کی ضرورت سے میں نے وعدہ کیا تھا اب بحمد اللہ وہ حالت نہیں رہی۔ ارتفاع علت سے معلول کا بھی ارتفاع ہو جاتا ہے اس واقعہ کو ختم کر کے پھر فرمایا خدا کا فضل و کرم ہے کہ یہ درس و تدریس کا کام اور جگہ اچھا ہو رہا ہے اب ہر شخص ایک ہی کام میں لگ جائے۔ اس کی کون ضرورت ہے اور میں تو اب اس کام کا رہا ہی نہیں سب بھول بھال گیا جو کچھ لکھا پڑھا تھا۔ اب مجھ سے وہ کام لینا چاہئے جس کام کو میں کر رہا ہوں۔ سُنار سے سونا چاندی کی چیز بنوانا چاہئے جیسے چھاگل پہنچی جھومکے اور لوہار سے لوہے کی چیز بنوانا چاہئے جیسے پھاوڑا کھرپہ۔

طریقیت سے عدم مناسبت کا ایک واقعہ

(ملفوظ ۴۲۱) فرمایا کہ اس طریق سے عدم مناسبت اور حقیقت سے بے خبری یہاں تک ہوگئی ہے کہ ایک صاحب مجھ سے خود اپنی حالت بیان کرتے تھے کہ میں ذکر و شغل کی حالت میں کبائر میں مبتلا تھا اور اس کو طریق کے لئے مضر نہ سمجھتا تھا کیا ٹھکانہ ہے اس جہل کا اس لئے سخت ضرورت ہے شیخ کامل کی تعلیم کی اور اُس کی صحبت کی وہ اس طریق کا واقف ہے وہ اس راہ سے گذر چکا ہے اور یہ تعلیم تدریجاً حالات کے پیش آنے پر ہوتی رہتی ہے اس لئے طالب کو مدت طویل تک استفادہ کے لئے آمادہ رہنا چاہئے واقعات مستقبلہ محتملہ کی ایک دم سے تحقیق نہ کرے کیونکہ شیخ بھی ایک جلسہ میں ایک تقریر میں سب اجزاء کے بیان کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ بعض

چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا تعلق وقوع کی خصوصیات سے ہے جیسے طبیب کی تقریر متعدد تغیرات کے کل نسخے اور مرض کے کل اسباب ایک ہی جلسہ میں بیان نہیں ہوتے۔ مثلاً کبر کے اسباب مختلف ہیں اس کے علاج بھی مختلف ہیں اب یہ تشخیص کہ کبر ہے یا نہیں اور اگر ہے تو اس کا سبب کیا ہے یہ سب کچھ وقت پر شیخ ہی سمجھ سکتا ہے تو پہلے سے کلیات معلوم کرنے سے وقت پر انطباق کون کرے گا یہ ہی وجہ ہے کہ میں کہا کرتا ہوں کہ چندے شیخ کے پاس رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ وقت وقت پر حالت بدلتی رہتی ہے جیسے مریض کو طبیب کے پاس رہ کر علاج کرانے کی ضرورت ہے۔

بالکل اسی طرح مرید کو شیخ کے پاس رہ کر علاج کرانے کی ضرورت ہے اور یہ بالکل موٹی بات ہے جس کو میں بیان کر رہا ہوں کوئی باریک بات نہیں کہ کسی کی سمجھ میں نہ آئے غرض پاس رہ کر کام کرنے سے بڑی سہولت سے شیخ اس گھاٹی سے نکال کر لے جائے گا۔ لیکن یہ نہ سمجھ لیا جاوے کہ سب کچھ شیخ ہی کرے گا وہ تو تدابیر کہلائے گا اور سہولت سے یہ ہی مراد ہے کہ طالب پر فکر کا بوجھ نہیں پڑے گا۔ سب تدبیریں وہی بتلا دے گا مگر اس تعلیم میں گو شیخ اس کی ہر ممکن رعایت کرے گا مگر اس کے تابع نہ ہوگا اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص نماز پڑھنا چاہتا ہے اور اس کو نماز نہیں آتی وہ کہتا ہے کہ مجھ کو نماز پڑھا دو تو اس سے کہا جائے گا کہ بھائی پہلے وضو کرو یا عذر ہو تو تیمم کرو تب نماز پڑھ سکتے ہو اس پر بجائے اس کے کہ اس کا تابع ہو اُس کو اپنا تابع بنا کر وہ احمق یہ کہے کہ میرا مطلوب اور مقصود تو نماز ہے وضو یا تیمم تو میں نہیں کر سکتا۔

اب بتلایئے نماز کیا خاک ہوگئی ہر کام طریق سے ہوتا ہے اب وہ وضو کی تنگی خیال کرے اور مقصود سے بے تعلق خیال کرے تو اس وقت یہ جواب دیا جاوے گا کہ جہاں بدوں وضو نماز پڑھائی جاتی ہو وہاں جا کر پڑھ لو ہم تو بے وضو نماز نہیں پڑھا سکتے غرض اس کا علاج شیخ کے پاس بھی نہیں کہ وہ خود کچھ نہ کرے اور اگر کرے تو اپنی رائے کو دخل دے یا جو طریق ہے کام کا اُس سے اعراض کرے اور شیخ کی تعلیم کو تنگی پر محمول کرے۔

ایک حکایت یاد آگئی اس تنگی پر حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ گنج مراد آبادی سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت حنیفہ کا جو مذہب ہے مفقود الخبر کے متعلق اس

میں حرج ہے حالانکہ ما جعل علیکم فی الدین من حرج (اورتم پر دین میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی) فرمایا گیا ہے فرمایا ہاں جی واقعی اس میں بڑا حرج ہے اور جہاد میں اس سے بھی زیادہ حرج ہے جان دینی پڑتی ہے۔ اس کو بھی دین سے خارج کرو۔ فرمایا مولانا نے خوب ہی جواب فرمایا واقعی اگر ایسا ہے تو پھر تو کوئی چیز بھی اس حرج سے خالی نہ ملے گی۔ پھر بے خبری پر فرمایا کہ ایک حکایت بیان کرتا ہوں اُس سے بے خبری کا اندازہ ہو جائے گا کہ اس طریق کی تو کیا خبر ہوتی یہ تو پھر کسی قدر غامض ہے بعضے لوگ ایسی ضروری اور واضح چیزوں سے بے خبر ہیں جن کا تعلق عقائد اور ایمان سے ہے الہ آباد میں ایک بیرسٹر تھے مولوی کے لقب سے مشہور تھے انہوں نے مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی سے کہا کہ اب تو مسلمانوں کو سود لینے کی ضرورت ہے علماء کو چاہئے کہ اب اس کی اجازت دے دیں اس پر مولانا نے کہا کہ سود کو تو خود اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے۔ علماء کو حلال کرنے کا کیا اختیار ہے اور ان کو وہ آیتِ تحریم کی پڑھ کر سنائی گئی بے چارے چونک اُٹھے اور دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ پیٹا کہ توبہ توبہ اور یہ کہا کہ خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں تھا کہ سود کو خدا تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے میں تو یہ سمجھتا تھا کہ مولویوں نے یہ مسئلہ گھڑ رکھا ہے یہی اس کو بدل بھی سکتے ہیں۔ حضرت یہ حالت ہے دینی معلومات کی۔ کہ بیرسٹر تھے اور یہ خبر نہ تھی کہ یہ دین کا حکم ہے یا مولویوں نے اپنے گھر سے مسئلہ بنا رکھا ہے۔

۲۷ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

حقوق مدرسہ اور حقوق مدرسین جمع فرمانا:

(ملفوظ ۴۲۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں ہمیشہ اس کی رعایت رکھتا ہوں کہ اہلِ علم پر کسی کی حکومت نہ ہو۔ میں جب مدرسہ کانپور میں تھا وہاں ایک رجسٹر مدرسین کی حاضری کا تھا وہ مدرسہ کے کسی کارکن کے سپرد نہ تھا محض مدرسین کی دیانت پر ایک خاص موقع پر رکھ دیا گیا تھا کہ وہ مدرسہ میں اپنے آنے کا وقت اس میں خود لکھ دیا کریں۔ میں نے محض اس خیال سے ایسا کیا تھا کہ ان پر کسی کی حکومت کرنا ان کے حقوق عظمت کے خلاف تھا اور مدرسہ کی رقم زائد دینا مدرسہ کے حقوق دیانت کے خلاف تھا اور اس معمول سے دونوں کے حقوق کا تحفظ ہو گیا

مہینہ کے ختم پر منت تک جمع کر کے ان کی تنخواہ سے وضع کر لیا جاتا تھا اور میں خود بھی بلا واسطہ یا بواسطہ اہل علم پر حکومت کرنا پسند نہیں کرتا۔

اہل بدعت کا جواب دینے کے لئے مجبوراً اہل حق کو بولنا پڑا

(ملفوظ ۴۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فرق باطلہ اور اہلِ بدعت کی وجہ سے اہلِ حق کو کلام کرنا پڑا ورنہ اہلِ حق فی نفسہٖ اس قسم کے کلام کرنے کو پسند نہیں کرتے اس لئے کہ سلف سے منقول نہیں اور میں بھی پسند نہیں کرتا مجھ کو ہمیشہ سے اس قسم کے قیل و قال سے نفرت ہے مگر بیچارے اہل حق کو اہلِ باطل کی گڑ بڑ کی وجہ سے بولنا پڑا اور یہ ان کا بولنا ضرورت کی وجہ سے تھا یعنی اول اہلِ بدعت نے دین میں شبہات نکالے اہلِ حق نے ان کو دلیل کے ساتھ دفع کیا جس سے صورت مناظرہ کی پیدا ہوگئی اور علم کلام مدون ہوگیا پس ایسے مسائل میں اہلِ حق مدعی نہیں بلکہ اہلِ بدعت مدعی ہیں اور اہلِ حق اُن کے مقابلہ میں مانع ہیں پھر اضطرار کے ساتھ ہی یہ بھی تھا کہ اس کلام و مناظرہ کے کچھ حدود اور شرائط بھی تھے مگر بعض متاخرین نے اس کو بڑھالیا اُس حد تک رکھا نہیں اور تامل و تجربہ سے معلوم ہوا کہ اس قسم کے غیر ضروری قیل و قال کا کوئی نتیجہ بھی نہیں نکلتا۔ بے کار وقت کھوتے ہیں اسی قیل و قال کو دین سمجھنے لگے اور اپنی فکر چھوڑ دی حالانکہ دوسروں کے درپے تو جب ہو جب اپنی حالت پر پہلے اطمینان ہو چکا ہو پہلے اپنی خبر لینی چاہئے حیدر آباد والے ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا کہیں دوسروں کی جوتیوں کی حفاظت کی بدولت اپنی گٹھڑی نہ اُٹھوا دینا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے کی اصلاح اس قدر ضروری نہیں جس قدر اپنے دین کی حفاظت ضروری ہے۔ پھر فرمایا کہ آج کل کے مناظروں میں اصول بے اصول کچھ نہیں دیکھا جاتا بس ہانکے چلے جاتے ہیں خواہ سیدھی ہو یا اُلٹی دیکھنے والے سمجھتے ہیں بڑا بولنے والا ہے اور خود مناظرین کو بھی یہ ہی پیچ ہوتی ہے کہ حق منہ سے نکلے یا ناحق کسی طرح ہیٹی نہ ہو۔ نیز اس شغل میں ایک خرابی یہ ہے کہ بعضے مضامین جن کو رد کیا جاتا ہے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا اظہار ہی گوردہی کے لئے ہو مُضر ہے ان کا اخفاء اور امانت ہی مناسب ہوتا ہے فرمایا کہ اظہار کر کے رد کرنے پر ایک حکایت یاد آئی ایک ولائتی ہندوستان آیا تھا اتفاق سے چور یا ڈاکوؤں سے مقابلہ ہوا اُس میں زخمی

ہو گیا ایک ہندوستانی نے غریب الوطن مسافر سمجھ کر اپنے مکان پر رکھ کر مرہم پٹی کی اور ہر قسم کی خبر گیری کی تندرست ہو گیا جب رخصت ہوا تو کہا کہ ہمارا یہ پتہ ہے تم اگر کبھی ہمارے وطن آئے گا ہم بھی تمہاری خدمت کرے گا تم ہمارا محسن ہے ہم کو بڑا آرام پہنچایا ایک عرصہ کے بعد بعض اتفاقات سے ایسا ہوا کہ یہ ہندوستانی اُس طرف پہنچ گیا۔ خیال ہوا کہ یہاں پر ہمارا ایک دوست ہے لاؤ اُس سے ملاقات کر لیں تلاش کر کے اُس ولائتی کے مکان پر پہنچا وہ ولائتی بڑا خوش ہوا اور ان کو مکان پر بٹھلا کر اور جلدی واپسی کا وعدہ کر کے کہیں چلا گیا گھر والوں نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں اس نے سب واقعہ بیان کیا کہ میں ان کا دوست ہوں اور ہندوستان سے آیا ہوں اور میں نے اسکی یہ خدمت کی تھی گھر والوں نے کہا کہ تم اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو فوراً واپس چلے جاؤ اسی لئے کہ وہ کہا کرتے ہیں کہ اگر کبھی ہمارا ہندوستانی دوست آ گیا تو ہم اس کو اسکے احسان کا بدلہ دے گا اس طرح سے کہ اس کو زخمی کر کے پھر اس کا علاج کرائے گا **ھل جزاء الاحسان الا الاحسان** تا کہ احسان کا بدلہ ہو سکے یہ سن کر بے چارا بھاگا۔ سو اُن مضامین کا اظہار کر کے اُن کو رد کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسا اس ولائتی کا زخمی کر کے علاج کرانا مناظرین کو یہ طرز چھوڑ دینا چاہئے یہ طرز خطرہ سے خالی نہیں۔

کیفیات کے پیچھے پڑنا درست نہیں

(ملفوظ ۴۴۴) فرمایا کہ اس طریق کی حقیقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے بہت لوگ کیفیات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں چنانچہ کثرت سے ایسے خطوط آتے ہیں کہ اُن میں یہی بھرا ہوتا ہے یہ نہیں ہوتا وہ نہیں ہوتا۔ آج بھی ایسا ہی ایک خط آیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بھی اپنے زعم باطل میں کیفیات ہی کو مقصود سمجھے ہوئے ہیں ایسے شخص کی کسی کیفیت میں اگر کبھی کمی آ جاتی ہے تو اُس کو سخت پریشانی یا پشیمانی کا سامنا ہوتا ہے چنانچہ ایک بزرگ بڑھاپے میں روتے تھے کسی نے رونے کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ میں تیس برس تک جہل میں مبتلا رہا حرارت غریزیہ کے نشاط کو جو جوانی میں ہوتا ہے نماز کی کیفیت سمجھتا رہا۔ اب بڑھاپے میں جو وہ حالت نہیں رہی تب معلوم ہوا کہ وہ نماز کی کیفیت نہ تھی بلکہ جوانی کا جوش تھا اگر نماز کی کیفیت ہوتی تو بڑھاپے میں اُس

میں اور قوت ہوتی اسی لئے کہ اس کی تو یہ کیفیت ہوتی ہے جس کو فرماتے ہیں:

خود قوی تر میشود خمرِ کہن ☆ خاصہ آں خمرے کہ باشد من لدُن

(پُرانی شراب زیادہ قوی ہوتی ہے خاص کر وہ شراب جو قربِ حق کی ہو۔۱۲)

اور حقیقت میں یہ کیفیات نفسانی ہوتے ہیں عوارض نفسانیہ کے تغیر سے ان میں تغیر ہو جاتا ہے۔اس ہی لئے محققین اہلِ فن کہتے ہیں کہ یہ مقصود نہیں ہاں اگر کسی وقت مقصود کے مُعین بن جائیں تو محمود ہیں مگر مقصود نہیں۔ اور اگر دین میں معین نہ ہوں تو پھر محمود بھی نہیں چنانچہ ریاضات یا دوسرے عوارض سے یہ کیفیات کافر کو بھی حاصل ہو جاتی ہیں اور جو چیز کافر، مسلم میں مشترک ہو وہ کبھی مقصود نہیں ہو سکتی ایسی کیفیات کافر کو حاصل ہو سکنے پر ایک واقعہ یاد آیا۔

ایک مقام پر کلکٹر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کو کہ دونوں انگریز تھے مجلسِ سماع میں مدعو کیا گیا۔تھوڑی دیر کے بعد ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس وقت ایسی حالت ہے کہ اگر تھوڑی دیر رہی تو شاید کُرسی سے گر پڑوں دوسرے نے کہا میرا بھی یہی حال ہے۔

آخر باہم مشورہ کر کے اُٹھ کر چل دیئے اب بتلایئے کہ کیا کلکٹر اور سپرنٹنڈنٹ بھی بزرگ تھے یہ کیفیت تو ان پر بھی طاری ہوئی۔بس ان کیفیات کا درجہ اس سے زیادہ نہیں کہ اگر یہ کیفیات مقصود میں معین ہوں محمود ہیں ورنہ محمود بھی نہیں اور مقصود تو کسی حال میں نہیں آج لاکھوں اہلِ طریق ان فضولیات کی بدولت اصل مقصود سے لاکھوں بلکہ کروڑوں کوس دُور پڑے ہوئے ہیں اور اگر یہ ہی کیفیات حاصل بھی ہو جاویں،تب بھی ان کی آخرت میں کچھ بھی قدر نہ ہوگی وہاں صرف اعمال کی پوچھ ہوگی۔ ظاہر کی بھی باطن کی بھی ان ہی اعمال کے رسوخ کے لئے یہ تمام مجاہدات ریاضات مراقبات مکاشفات اشغال ہیں جو ایک تدبیر کے درجہ میں ہیں باقی اصل مقصود عبادات ہیں وہاں وہی کام آئیں گے اور اُن ہی کی قدر ہوگی اور جب ان کیفیات کا درجہ معلوم ہو گیا تو اگر ساری عمر بھی کسی پر کیفیات نہ طاری ہوں مگر وہ اعمال کی پابندی اور اُن کی ادا کی کوشش و سعی میں لگا رہے تو اس کی عبادت میں ذرہ برابر کوئی نقص نہیں اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ کیفیات وغیرہ نہ اختیاری ہیں اور نہ مامور بہ۔ مامور بہ بھی وہی چیزیں ہیں جو اختیاری ہیں اور انسان اُن ہی

کا مکلّف ہے اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ شیخ کامل کی ضرورت ہے کہ وہ ان حقائق سے مطلع کرتا ہے اور غیر مقصود سے مقصود کی طرف لے جاتا ہے مگر آج کل اس تحقیق ہی سے لوگ گھبراتے ہیں اس ہی لئے میں اول مرتبہ میں سب معاملات طے کر لیتا ہوں اور بیعت کرنے میں عجلت نہیں کرتا کہ لوگ اس طریق کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ بے خبری میں بیعت ہی کیا مفید ہو سکتی ہے اور یہ سب خلط مبحث ہوا جاہل صوفیوں اور پیروں کی بدولت ایسے ہی پیروں کی نسبت میں کہا کرتا ہوں کہ ان کے سب کے سب کمالات کا مقصود مالات...... (یعنی مالیات) ہیں مردہ دوزخ میں جائے یا بہشت میں اُنہیں اپنے حلوے مانڈے سے کام۔

کیفیات مقصود نہیں

(ملفوظ ۴۲۵) ایک مولوی صاحب کے جواب میں فرمایا کہ آپ نے میری تقریر میں غور نہیں کیا جس کی وجہ سے آپ کو یہ شبہ ہوا میں تو کہہ چکا ہوں کہ یہ کیفیات مقصود نہیں ہاں اگر مقصود میں معین بن جائیں تو محمود ہیں مطلقاً تو میں نے ان کی نفی نہیں کی بلاوجہ آپ مجھ پر الزام رکھتے ہیں قصور تو اپنے سننے کا اور ذمہ وار اُس کا میں اُس وقت خواہ مخواہ آپ نے طبیعت کو منقبض کر دیا۔ آپ لوگوں کو کیا ہو گیا۔ اب ایک ہی بات کو بیٹھا ہوا کھرل کئے جاؤں اور ہندی کی چندی کئے جاؤں اتنا دماغ کہاں سے لاؤں۔ آپ جیسے لوگوں سے تعجب ہے کہ پوری بات نہ سنیں اور اُس پر اعتراض کی صورت میں سوال وارد کر دیں مجھ کو اس وقت آپ کی وجہ سے سخت کلفت ہوئی آدمی کو کچھ تو فہم سے کام لینا چاہئے نواب بنے بیٹھے ہیں کچھ حس ہی نہیں آپ تو سوئی چبھو کر الگ ہوئے۔ اب دوسرا کم بخت اُس کی سوزش سے جھلا رہا ہے بلبلا رہا ہے۔

عرض کیا کہ معافی چاہتا ہوں قصور ہوا فرمایا کہ کیا ان الفاظ سے وہ تکلیف بھی جاتی رہے گی معافی کو معاف ہے میں خدانخواستہ کوئی انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں۔ مگر آئندہ ایسی حرکت سے اجتناب رکھئے آپ کو معلوم نہیں کہ اس سے دوسرے کو کیا تکلیف پہنچتی ہے عرض کیا کہ اب آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کروں گا فرمایا کہ میں سوال کرنے کو منع نہیں کرتا۔ مگر تمام تقریر کو محفوظ رکھتے ہوئے اگر کوئی شبہ وارد ہو ضرور سوال کیجئے میں انشاء اللہ ضرور جواب دوں گا۔ باقی

ویسے ہی بدوں سوچے سمجھے جو جی میں آیا ہانک دینا یہ تو رنج کا سبب ہو ہی گا۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ تکلیف پہنچانے کا قصد تو نہیں ہوتا مگر اس کا بھی قصد نہیں ہوتا کہ تکلیف نہ پہنچے ساری خرابی بے فکری کی ہے۔

مقصود معین نہ ہونے کی مثال

(ملفوظ ۴۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان کیفیات کے متعلق جو میں نے بیان کیا تھا کہ اگر مقصود کی مُعین ہوں تو محمود ہیں مگر مقصود نہیں۔

اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک بہلی ہے اُس کو دو بیل لئے جا رہے ہیں مگر آہستہ آہستہ ایک اور تیسرا قوی بیل جوڑ دیا تو اب بہلی زیادہ زور سے چلنے لگی لیکن اگر یہ تیسرا بیل نہ ہوتا تب بھی مسافت تو طے ہو ہی رہی تھی اُس تیسرے بیل کے نہ ہونے پر یاس نہ ہونا چاہئے کہ ہائے اب کیسے منزل مقصود پر پہنچیں گے انشاء اللہ پہنچ جاؤ گے گو وقت کچھ زیادہ صرف ہو۔ اس سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان کیفیات کا درجہ اس سے زیادہ نہیں اب اگر کوئی بیلوں ہی کو مقصود سمجھے یا اپنی شان شوکت تین ہی بیلوں پر سمجھتا ہو تو اس کا کسی کے پاس کیا علاج ہے۔

دوسروں کے معاملات میں بلاضرورت دخل دینا مرض عام ہے

(ملفوظ ۴۲۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دوسروں کی فضول فکر اور دوسروں کے معاملات میں بلاضرورت دخل دینا آج کل یہ مرض عام ہو گیا ہے اور یہ اس راہ میں سم قاتل ہے کہ اپنے اختیاریات کا تو اہتمام نہ کرے اور دوسروں کے اختیاریات میں مشغول ہو جاوے جو اس کے اعتبار سے غیر اختیاری ہے اسی کے متعلق فرماتے ہیں ۔ کار خود کن کار بیگانہ مکن

محمدی کہنا جائز ہے تو حنفی اور شافعی بھی جائز:

(ملفوظ ۴۲۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک غیر مقلد قاضی صاحب یہاں پر آئے تھے یہاں کی تعلیم پر ذکر بالجہر کیا کرتے تھے کسی نے اُن سے کہا کہ یہ تو بدعت ہے کہنے لگے کہ میاں اس میں مزا آتا ہے اس میں بدعت کی کیا بات ہے گویا اُن کے یہاں مزہ پر مدار تھا جس میں مزہ ہو وہ بدعت نہیں ہماری جماعت کے بے حد معتقد تھے مگر تھے غیر مقلد۔

ہر شخص اپنے خیال میں مست ہے کوئی کیفیات کے پیچھے پڑا ہوا ہے اصل مقصود جو کہ طریق کی روح ہے وہ محض تعلق مع اللہ ہے اُس کی کسی کو ہوا بھی نہیں لگی الا ماشاء اللہ جو اصل چیز ہے وہ صرف یہ ہے کہ صحیح معنیٰ میں بندہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو جائے مگر اس کی کسی کو فکر نہیں وہی غیر مقلد قاضی صاحب بھی کہتے تھے کہ یہاں جتنی باتیں ہیں سب سنت کے موافق ہیں صرف ایک بات کے متعلق کہا کہ بدعت ہے وہ یہ نسبتیں ہیں چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی بس یہ بدعت ہے اور یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ میں نے سن کر کہا کہ یہ کہنا کوئی ضروری تھوڑا ہی ہے تم صرف یہ کہا کرو کہ ہم شریعت والے ہیں یہ نسبتیں تو اصطلاحات اور خاص حالات کی تعبیر کی سہولت کے لئے ہیں۔ آخر یہ غیر مقلد بھی تو اپنے کو محمدی کہتے ہیں یہ بھی تو نسبت ہی ہے تو کیا محمدی کہنا بھی بدعت ہے اسی لئے کہ شریعت تو خدا کی ہے تو بجائے محمدی کے اپنے کو الٰہی کہا کرو اور اگر محمد کہنا کسی تاویل سے جائز ہے تو حنفی شافعی، مالکی، حنبلی، چشتی، نقشبندی، قادری، سہروردی کہنا بھی جائز ہوگا۔ گو ان تعبیرات کا معبر عنہ جدا جدا حقائق ہیں مگر وہ حقائق دین کے خلاف نہیں پھر اس میں بدعت کی کیا بات ہے یہ تحقیق نسبت کی اور یہ جواب محمدی کی نظیر پیش کر کے فرمایا۔

کہ یہ ہمارے استاد علیہ الرحمۃ کا افادہ ہے۔ ہزاروں مناظرے ایک طرف اور یہ سادے اور بے تکلف نکتے ایک طرف واقعی ہمارے یہ حضرات حقیقت کو منکشف فرما دیتے ہیں۔ ہمارے حضرات کے علوم ماشاء اللہ تعالیٰ متقدمین کے علوم کے مشابہ تھے اور یہ واقعہ ہے کہ علوم اصل میں متقدمین ہی کے پاس تھے باقی متاخرین کے الفاظ بے شک نہایت چکنی چپڑی عبارتیں نہایت مرتب تقریریں نہایت مہذب مگر متقدمین کے کلام کی برابر ان میں مغز نہیں۔ قرآن و حدیث کے الفاظ نہایت سادہ اور وہی طرز بزرگوں کے کلام کا ہے مگر ان کی وقعت جو اس وقت قلوب میں کم ہے یہ خرابی نئی اصطلاحات دماغ میں رچ جانے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے پھر اس میں ترقی ہوتے ہوتے دنیا داروں اور بے علموں تک کا رنگ لے لیا گیا چنانچہ اب وہ طرز ہی کلام کا بدل گیا۔ علماء تک کی تقریریں دوسرے نئے جاہلانہ رنگ میں ہونے لگیں خدا بھلا کرے ان تحریکات کا کہ بالکل ہی کایا پلٹ ہوگئی علماء کی تقاریر اور تصانیف کا رنگ نیچریوں کے طرز پر ہونے

لگا اُن کا وعظ ایسا ہونے لگا جیسے کوئی لیکچر دے رہا ہو نہ وہ ملاحت ہے نہ اثر ہے بلکہ اور وحشت معلوم ہوتی ہے علماء کو چاہئے وہ کام میں اپنے بزرگانِ سلف کا طرز اختیار کریں اُس ہی میں برکت ہے اور وہی طرز مؤثر ہے۔

آزادی کا زمانہ

(ملفوظ ۴۲۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو شخص علوم عالیہ کو حاصل کئے ہوئے ہو تب قرآن وحدیث کو سمجھ سکتا ہے اب جاہلوں کی اصطلاحوں کو کلام میں ٹھونس کر کام نکالنا چاہتے ہیں جس سے بالکل غیر ممکن ہے کہ حقیقت کا انکشاف ہو سکے اور ان علوم کے ساتھ اس انکشاف کے لئے ذوق کی بھی ضرورت ہے اور ذوق بدوں کسی کامل کی صحبت کے پیدا نہیں ہو سکتا۔ مگر ان چیزوں کا اہتمام ہی نہیں اور یہ ساری خرابی اس کی ہیں کہ لوگوں کے قلوب میں خوف آخرت نہیں رہا اور نہ آخرت کی فکر ہے اسی لئے ہر شخص مقرر ہے ہر شخص مفسر ہے ہر شخص محدث ہے ہر شخص مصنف ہے آزادی کا زمانہ ہے نہ اصول ہیں نہ قواعد۔ جو جی میں آتا ہے کرتے ہیں اگر فکر آخرت ہو تو ہر چیز میں احتیاط اور حقیقت کی تلاش ہو اور اس کے لئے اُس کے اسباب کی کوشش ہو۔

حکومت کا اصل مقصود اقامت دین ہے

(ملفوظ ۴۳۰) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر اختیار ایسا ہی سستا ہے کہ ہر مقصود کے لئے اس کا استعمال جائز ہو اُس میں کوئی قید ہی نہ ہو تو اس درجہ میں تو حکومت بھی اختیاری ہے آزادی حاصل کریں۔ یا بعنوانِ دیگر آج کل کی اصطلاح میں قربانی کریں اور یہ قربانی ایسی ہے کہ ذی الحجہ سے پہلے ذی قعدہ میں بھی ہو سکتی ہے مگر یہ دیکھ لیں کہ یہ حکومت دین کی ہوگی یا بد دینی کی۔ جس کا معیار حق تعالیٰ کے فرمان سے معلوم ہو سکتا ہے:

"اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ"

"یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دیدیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں

اور زکوۃ دیں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور بُرے کاموں سے منع کریں۔ اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے"

اگر ایسی نیت ہے تو کوشش کریں یعنی حدود شریعت کا تحفظ شرط ہے مگر اب تو ایسا اطلاق ہو رہا ہے کہ شریعت کے خلاف ہو یا موافق (اس کی پرواہ ہی نہیں) تو ایسی حکومت تو فرعون اور شداد کو بھی حاصل تھی حکومت سے اصل مقصود اقامت دین ہے اور یہ تدابیر اُس کے اسباب ہیں اگر دین مقصود نہیں جیسا آج کل کی حالت سے ظاہر ہے تو لعنت ہے ایسی حکومت پر۔

بغیر حنفی مذہب سلطنت نہیں چل سکتی

(ملفوظ ۴۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے ایک انگریز کا قول دیکھا ہے وہ کہتا ہے کہ بغیر حنفی مذہب کے سلطنت چل نہیں سکتی کیونکہ اس قدر توسع اور مراعات مصالح دوسرے مذہب میں نہیں پائی جاتیں۔ مگر باوجود اتنے توسع کے پھر بھی وجدان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات اس وقت ہوتے تو اس زمانہ کی حالت پر نظر کر کے غالباً اور توسع کرتے مگر ہماری تو ہمت نہیں پڑتی اپنے اندر قوت اجتہاد بھی نہیں پھر نا اہلوں سے بھی ڈر لگتا ہے نہ معلوم کیا گڑ بڑ شروع کر دیں یہ تو بدوں اہل فتویٰ کے توسع ہی کے حدود سے نکل کھڑے ہوئے پھر اس کی مثال میں کہ بعض جزئیات میں غالباً زیادہ توسع فرماتے یہ فرمایا کہ مثلاً اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت دارالحرب میں رہتی ہو تو اُس کے متعلق بعض ابواب سیاسیہ میں کیا احکام ہیں۔ مفصل مستقل طور پر مدون نہیں اور اس کا ذکر غالباً اس وجہ سے نہیں فرمایا کہ ان حضرات کو اس کا وہم گمان بھی نہ تھا کہ کبھی ایسا ہوگا کہ مسلمان کفار کے ماتحت ہونگے باقی تفصیل و استقلال کی نفی سے نفس احکام کا غیر مذکور ہونا لازم نہیں آتا اور وہ بھی کافی ہے اس کے کافی ہونے کے بعد اب کسی کے اجتہاد کی ضرورت نہیں۔ اب ایسوں کے لئے اپنی رائے سے فتویٰ دینے سے سکوت ہی اسلم ہے کیونکہ بعض سکوت کبھی بعض نُطق سے اچھا ہوتا ہے۔

اس پر ایک حکایت یاد آئی ایک بہو کسی گھر میں بیاہی ہوئی آئی مگر بولتی نہ تھی ساس نے کہا کہ بہو بولتی کیوں نہیں کہا کہ اماں نے منع کر دیا ہے ساس نے کہا کہ ماں تو تیری بے وقوف ہے تو بولا کر بہو کہتی ہے کہ بولوں کہا کہ ضرور بول۔ بہو کہتی ہے کہ اگر تمہارا بیٹا مر گیا تو مجھ کو بیوہ بٹھائے رکھو گی یا

کہیں نکاح کردو گی۔ ساس نے کہا کہ تیرے ماں نے ٹھیک کہا تھا تو تو خاموش ہی اچھی۔ یا تو بہو بولتی نہ تھی اور بولی تو یہ نور برسائے۔ یہی حالت ہے اکابر کے اصول کو چھوڑ کر نئے لوگوں کے بولنے کی۔

لوگوں کے تدین اور خیالات کا قحط

(ملفوظ۴۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا آج کل لوگوں نے ایک یہ طرز اختیار کرلیا ہے کہ اہل حق سے تو بطور اشکال کے پوچھتے ہیں کہ آپ یہ فرماتے ہیں اور دوسرے علماء اس کے خلاف سمجھتے ہیں تو ہم کس کی مانیں اور کس پر عمل کریں مگر اہل باطل سے کبھی یہ سوال نہیں کرتے کانپور میں ایک تھانے دار تھے میرے ایک وعظ میں شریک تھے میں نے بعض بدعات کی ممانعت بیان کی بعد وعظ وہ تھانے دار صاحب کہنے لگے کہ آپ تو گیارہویں کو ناجائز کہتے ہیں اور دوسرے بعض علماء جائز کہتے ہیں اب ہم کیا کریں۔

میں نے کہا کہ آپ نے جیسے مجھ سے پوچھا کبھی اُن علماء سے بھی اسی طرح پوچھا ہے کہ تم تو جائز کہتے ہو اور فلاں عالم ناجائز کہتے ہیں اب ہم کیا کریں اس سے معلوم ہوا کہ اگر آپ کے اس سوال کا سبب تردد ہوتا تو اُن سے بھی پوچھتے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا خود جی چاہتا ہے یہ کام کرنے کو اس لئے ہم سے ہی اشکال کیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور ایک مولوی صاحب غازی پوری اٹاوہ میں جمع ہو گئے وہ کہنے لگے کہ آپ لوگوں کا ہندوستان میں بڑا اثر ہے جس کی آپ لوگوں کو خبر نہیں صرف ایک کسر ہے اگر آپ لوگ مولود میں قیام کرنے لگیں تو پھر تو سارا ہندوستان آپ کا غلام ہو جائے اور میں ذمہ دار ہوتا ہوں کہ سارے ہندوستان کو آپ کا مرید کرادوں۔

میں نے کہا کہ اگر کسی کو مرید کرنے کی ضرورت ہی نہ ہو تو کہنے لگے کہ بس یہ بڑی مشکل ہے بتلایئے یہ علماء کے مشورے ہیں اس ہی سے اندازہ کر لیجئے ان لوگوں کے خیالات کا اور تدین کا۔

شیخ کی اقسام:

(ملفوظ۴۳۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ کی دو قسمیں ہیں ایک مبطل (باطل پر عمل کرنے والا) ایک محق (حق پر عمل کرنے والا) پھر محق کی دو قسمیں ہیں

ایک محقق، ایک غیر محقق شیخ کے لئے محق کے ساتھ محقق ہونے کی بھی ضرورت ہے۔

رسمی پیروں کا مقصود جاہ و مال طلبی:

(ملفوظ ۴۳۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ آج کل رسمی پیر جن کا مقصود جاہ طلبی اور مال طلبی کے سوا کچھ نہیں باوجود بیحد مداہنت کے یہ بھی مصیبت ہی میں رہتے ہیں ایک پیر صاحب یہاں پر آئے تھے کہ میں قرضدار ہوں کہیں کسی کو کچھ لکھ دو وجہ قرض کی یہ بیان کی کہ مرید کھا گئے اور دیا کچھ نہیں یہ انجام ہے لنگر خانہ کا میں تو کہا کرتا ہوں کہ آدمی لنگر دینے کی وجہ سے لنگڑ دین ہو جاتا ہے اور قرض بھی چاہتے تھے تین چار ہزار کی رقم میں نے پوچھا ادا کہاں سے کرو گے۔ کہتے ہیں کہ مریدوں سے وصول کر کے دے دوں گا بے چارے پھر بھی مریدوں کے معتقد تھے اُن کے نہ دینے پر بھی اعتقاد نہیں ٹوٹا خلوص ہو تو ایسا ہو چاہے فلوس نہ ہو۔

ہمارے حضرت حاجی صاحب فن طریقت کے امام تھے

(ملفوظ ۴۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت سے صحیح اصول دل میں پیدا فرما دیئے باقی آ گئے اور کچھ آتا جاتا نہیں کتابیں پڑھیں وہ بھی بے تکی سبق میں کبھی حاضر ہوا کبھی نہیں مگر اللہ کا فضل ہے کہ باوجود ان سب کوتاہیوں کے اساتذہ ایسے مل گئے کہ اُن حضرات کی تحقیقات مغز ہیں۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے اُستاد ملے جو میزان کل تھے کتابوں کے اور علوم کے اور اس کے بعد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے استاد ملے جو اس فن کے امام تھے مجتہد تھے مجدد تھے سب اُن ہی کا صدقہ ہے جو ہم بیٹھ کر باتیں بگھارتے ہیں گو حضرت درسیات پڑھے ہوئے نہ تھے مگر علم جس چیز کا نام ہے وہ حضرت کو عطا ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کا علم کے سبب معتقد ہوں کسی نے اس کی حقیقت پوچھی تو مولانا نے فرمایا کہ ایک تو ہے ابصار (نگاہ) اور ایک ہے مبصرات (دیکھی ہوئی چیزیں) فرض کرو ایک شخص اپنے وطن ہی میں مقیم ہے اُس نے سیاحت نہیں کی مگر نگاہ بہت تیز ہے جس چیز کو دیکھتا ہے صحیح دیکھتا ہے۔ سو اس شخص کے مبصرات کم ہیں

مگر ابصار زیادہ ہے۔ ایسے ہی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو علم زیادہ ہے گو معلومات کم ہیں جس چیز کو بھی سمجھے ہوئے ہیں اس کی حقیقت تک پہنچے ہوئے ہیں اور درسیات پڑھنے والے اُسی شخص کے مشابہ ہیں جس نے سیاحت تو زیادہ کی مگر نگاہ ضعیف ہے اس کے مبصرات زیادہ ہیں اور ابصار کم پھر فرمایا کہ میں مولانا کا یہ مقولہ اس وجہ سے سناتا ہوں کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علم کے متعلق اتنے بڑے شخص کی شہادت ہے یہی تو وہ علوم ہیں جس کی نسبت فرماتے ہیں۔

بینی اندر خود علوم انبیاء بے کتاب و بے معید و اوستا

(تم اپنے اندر حضرات انبیاء علیہم السلام کے علوم بغیر کسی کتاب اور مددگار اور استاد کے پاؤ گے)

حضرت مولانا یہ بھی فرماتے تھے کہ ہمارے ذہن میں تو مقدمات پہلے آتے ہیں اور مقاصد بعد میں اسی لئے وہ مقدمات کے تابع ہوتے ہیں اگر کہیں مقدمات غلط ہو گئے تو مقاصد بھی غلط ہو جاتے ہیں اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یا دوسرے عارفین کے ذہن میں مقاصد پہلے آتے ہیں اور مقدمات کی غلطی کا اثر مقاصد میں نہیں پہنچتا۔ بلکہ بعض حقیقت شناسوں نے تو مولانا محمد قاسم صاحب کے علوم کو حضرت حاجی صاحب کے علوم کا ظل بتایا ہے چنانچہ حضرت حاجی صاحبؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو ایک لسان عطاء فرماتے ہیں۔ حضرت شمس تبریزؒ کو حضرت مولانا رومی عطاء فرمائے گئے تھے جو اُن کی لسان تھے اور مجھ کو مولانا محمد قاسم صاحب عطاء فرمائے گئے ہیں جو میری لسان ہیں حاصل یہ تھا کہ میرے ہی علوم کی ترجمانی فرماتے ہیں۔

مخالفین کی بد دینی اوہام پرستی اور بد دیانتی

(ملفوظ ۴۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کانپور الہ آباد لکھنؤ میں مخالفین نے میرے متعلق یہ مشہور کر دیا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ کا پاخانہ بنوا دیا ہے۔ میں نے سن کر کہا کہ یہ تو صغریٰ ہے اور کبریٰ کیا ہے اور اس کی کیا دلیل ہے کیا اگر کوئی ایسا کرے تو حرام ہے قرآن میں حدیث میں یا حنفیؒ، شافعیؒ، حنبلیؒ، مالکی کے فقہ میں کسی کا یہ قول ہے کہ حجرہ کا پاخانہ بنانا

جائز نہ ہے ان لوگوں کے عقائد محض اوہام پرستی پر مبنی ہیں حالانکہ واقع میں یہ روایت ہی غلط اور محض بہتان ہے دین تو لوگوں میں رہا ہی نہ تھا مگر دیانت بھی نہیں رہی البتہ اس کا عکس ضرور ہوا ہے کہ پائخانہ کا ایک حجرہ بنا دیا ہے۔

اہل بدعت کے لچر استدلالات

(ملفوظ ۴۳۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل بدعت کے استدلالات بھی نہایت ہی لچر ہوتے ہیں قبر پر چادر ڈالنے کے متعلق اس سے بعض علماء نے استدلال کیا تھا کہ جنازہ پر بھی تو چادر پڑتی ہے وہاں پر بھی مُردہ یہاں پر بھی مُردہ اگر قبر پر کپڑا پڑ گیا تو اس میں بدعت کیا ہے اسی طرح ایک شخص نے کہا تھا کہ پھولوں کے سہرے میں بدعت کی کون سی بات ہے کسی نے سیدھا کر کے سونگھ لیا۔ اور کسی نے اُلٹا کر کے سونگھ لیا۔

ذہانت کیفیات کو ضعیف کر دیتی ہیں

(ملفوظ ۴۳۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اکثر جس قدر کوئی شخص بھولا ہوگا اُس پر کیفیات کا غلبہ زیادہ ہوگا اکثر یہ ذہانت و ذکاوت کیفیات کو ضعیف کر دیتی ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ کیفیات کے لئے یکسوئی شرط عادی ہے اور ذہین آدمی کی ہر وقت یہ حالت رہتی ہے اَلَمْ تَرَ اَنَّھُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّھِیْمُوْنَ (اے مخاطب کیا تم کو معلوم نہیں کہ وہ لوگ ہر میدان میں حیران پھرا کرتے ہیں) البتہ یہ کیفیات لذیذ ہیں مگر ان کا درجہ ایسا ہے جیسے چٹنی کہ مزیدار ہے مگر تغذیہ کے لئے کافی نہیں۔

۲۷ شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

اصلاح معاشرت کا بحران:

(ملفوظ ۴۳۹) ایک نو وارد صاحب نے جن کو اجازت دینے کے ساتھ یہ لکھ دیا گیا تھا کہ آتے ہی خط دکھلا دیں پھر بھی خط نہ دکھلایا حضرت والا نے اُن سے مواخذہ فرمایا اُن صاحب نے ایک صاحب کے واسطے سے معافی چاہی حضرت والا نے فرمایا کہ معافی تو اُسی وقت ہو جاتی

ہے مگر اُس کا جو اثر ہوتا ہے وہ تو رہتا ہے اور اس کا ازالہ سلیقہ ہی سے ہو سکتا ہے۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ مکاتبت مخاطبت کی اجازت نہیں پھر سلیقہ کس طرح حاصل ہو سکتا ہے فرمایا کہ یہ تو مخاطبت مکاتبت پر موقوف نہیں ہر وقت کے اٹھنے بیٹھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کون بات پسند ہے کون ناپسند۔

مگر آج کل اصلاح معاشرت کو دین کی فہرست ہی سے خارج کر رکھا ہے اس کی فکر ہی نہیں کہ ہماری اس حرکت سے دوسرے پر کیا اثر ہو گا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ یہ صاحب کم سنتے ہیں فرمایا کہ اگر ان میں اہتمام ہوتا تو اس کی بھی اطلاع کرتے کہ میں کم سنتا ہوں میں ان کو مشورہ دیتا کہ تم قریب بیٹھا کرو تا کہ میری باتیں سن سکو۔ مگر جب اس قدر لاپروائی ہے تو ایک شخص ہی کہاں تک ان جزئیات کا احاطہ کر سکتا ہے۔

ایک بزرگ کا یافتاح سے مضمون کا شروع کرنا:

(ملفوظ ۴۴۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے بزرگ کسی مضمون کے شروع کرنے سے قبل یا فتاح لکھتے تھے۔ پہلے بزرگوں کی رسمیں بھی صالح ہوتی تھیں مگر اب تو نیچریت کا غلبہ ہوتا جاتا ہے۔

مقلد ہونا آسان غیر مقلد ہونا مشکل

(ملفوظ ۴۴۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ غیر مقلد ہونا تو بہت آسان ہے البتہ مقلد ہونا مشکل ہے کیونکہ غیر مقلدی میں تو یہ ہے کہ جو جی میں آیا کر لیا جسے چاہا بدعت کہہ دیا جسے چاہا سنت کہہ دیا کوئی معیار ہی نہیں مگر مقلد ایسا نہیں کر سکتا اُس کو قدم قدم پر دیکھ بھال کرنے کی ضرورت ہے بعضے آزاد غیر مقلدوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے سانڈ ہوتے ہیں اس کھیت میں منہ مارا نہ کوئی کھونٹا ہے نہ تھان ہے تو اُن کا کیا۔ اس کو تو کوئی کرلے غرض ایسے لوگوں میں خودرائی کا بڑا مرض ہے۔

ادھوری بات پر عتاب

(ملفوظ ۴۴۲) ایک گاؤں کے آدمی نے تعویذ مانگا اور یہ نہیں کہا کس چیز کے لئے تعویذ کی ضرورت ہے اور بھی چند درخواستیں کیں وہ بھی ایسی ہی مبہم۔ اس پر حضرت والا نے مواخذہ فرماتے

ہوئے فرمایا کہ میں ہی تمہارے رگ وریشہ سے واقف ہوں خوب نبض پہچانتا ہوں ادھوری بات کہی جس کو کوئی سمجھ ہی نہ سکے چاہتے یہ ہیں کہ دوسرا آدمی ہمارا تابع رہے اور ہم کسی کے تابع نہ ہوں۔

عرض کیا کہ قصور ہوا معاف کر دو فرمایا کہ معافی کو میں پھانسی تھوڑا ہی دے رہا ہوں مگر کیا غلطی پر متنبہ بھی نہ کروں اُسی میں گیہوں اُسی میں جو یہ بھی کوئی کھیتی سمجھ لی ہے کہ تعویذ بھی دیدو دعا بھی کر دو خیر اس کا بھی مضائقہ نہیں تھا مگر ساتھ ہی بندۂ خدا دوسروں کے بکھیڑے بھی اسی طرح باندھ کر لایا ہے جیسے یہاں سے ایک پلے میں نمک اور ایک میں مرچ ایک میں ہلدی ایک میں تمباکو باندھ کر لے جائے گا یہ گاؤں والے ہوتے ہیں بڑے ہوشیار خبردار جو کبھی دوسروں کے بکھیڑے بھی لے کر آیا آج تعویذ نہیں ملے گا کل کو آ کر پوری بات کہنا اور اگر عقل نہ ہو تو یہاں کسی سے پوچھ لینا کہ پوری بات کس طرح ہوتی ہے پھر کبھی گڑبڑ کرے۔

حضرت حاجی صاحب کی تمنا کا اثر

(ملفوظ ۴۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہوئی میں اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں ورنہ مجھ کو تو بڑی اُلجھن ہوتی اس لئے کہ بچوں کی تربیت بڑی مشکل چیز ہے اور اگر ہو جاتی کیونکہ سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے تو وہ اُسے بھی اپنی رحمت سے آسان فرما دیتے۔

ایک مرتبہ بڑے گھر میں خالہ نے جو اُن کی حقیقی خالہ تھیں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس باب میں عرض کیا تھا کہ اس کے لئے اولاد کی دُعا فرما دیجئے۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ تمہاری خالہ نے تمہارے لئے اولاد کی دُعا کرنے کو مجھ سے کہا تھا خیر بھائی دُعا سے کیا عذر ہے مگر جی تو یہی چاہتا ہے کہ جو میری حالت ہے وہی تمہاری حالت رہے یعنی اولاد نہ ہو تو یہ حضرت کی تمنا کا بھی اثر ہے۔

کام کی کثرت سے نہ گھبرانا:

(ملفوظ ۴۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کام کی کثرت سے بحمد اللہ میں کبھی نہیں گھبراتا۔ ہاں آنے والے جو دق کرتے ہیں اور بے تکا برتاؤ کرتے ہیں اس سے گھبراتا ہوں باقی کام تو روزانہ ہی کثرت سے رہتا ہے آپ لوگ دیکھتے ہی ہیں خود ڈاک ہی کا ایک مستقل کام ہے

مگر خدا کے فضل سے روز کے روز پورا ہو جاتا ہے جس کی ایک وجہ مختصر جواب دینا بھی ہے پہلے میں بہت مبسوط جواب لکھتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ جب میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا ایک استفتاء جواب لکھنے کے لئے مجھ کو دیا گیا میں نے اس کا جواب لکھا اور نہایت طویل لکھا اور مولانا کے سامنے تصدیق کے لئے پیش کیا مولانا نے اُس پر دستخط تو فرما دیئے مگر یہ ارشاد فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو بہت فرصت ہے مگر جب کاغذوں کا انبار تمہارے سامنے ہوگا اس وقت دیکھیں گے کہ ایسے طویل جواب پھر بھی لکھو گے اب حضرت کا یہ مقولہ یاد آ جاتا ہے۔

اصلاح کا طریق زندہ ہونا

(ملفوظ ۴۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصلاح کا طریق بالکل مردہ ہو چکا تھا اب اللہ کا شکر ہے کہ اُس میں دوبارہ روح پھونکی گئی ہے جس کو ناواقفی کی وجہ سے تشدد کہا جاتا ہے لیکن اس وقت طبائع میں کجی بڑھ جانے سے اسی طرز کی حاجت تھی اسی کی نسبت میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ اس چودھویں صدی میں ایسے ہی لٹھ پیر کی ضرورت تھی۔ جیسا میں ہوں لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ مُردے زندہ ہو جائیں اور نہ نفخ صور ہو نہ قیامت قائم ہو نہ میدان محشر ہو نہ میزان عدل ہو یعنی مقصود حاصل ہو جاوے اور کوئی بات ناگواری کی نہ ہو سو سنت اللہ میں یہ کیسے ممکن ہے اگر حسب خواہش نفس کے پیر ساری عمر طالب کی دلجوئی وخوشامد ہی کرتا رہے تو اصلاح کیسے ہو سکتی ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ امیر شاہ خان صاحب سے سُنا ہے کہ جس کا پیر بُرا نہ ہو اُس مرید کی اصلاح نہ ہوگی عجیب شان تھی۔ ان حضرات کی حضرت مولانا ہی کا دوسرا واقعہ اسی اصلاح کے متعلق امیر شاہ خاں صاحب ہی بیان کرتے تھے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ دہلی تھے خاں صاحب اور مولانا احمد حسن صاحب امروہوی ہمراہ تھے شب کو دونوں صاحبوں نے چارپائی مولانا سے ادب کے سبب ذرا دور کو بچھائیں خاں صاحب نے مولانا احمد حسن صاحب سے کہا کہ یہاں جو ایک بُرج والی مسجد ہے اس میں صبح کی نماز چل کر پڑھیں گے سُنا ہے کہ وہاں کا امام بہت اچھا قرآن شریف پڑھتے ہیں مولوی صاحب نے کہا کہ ارے جاہل پٹھان ہم اُس کے پیچھے نماز پڑھیں گے وہ تو ہمارے مولانا کی تکفیر کرتا ہے مولانا نے سن لیا پکار کر فرمایا کہ احمد حسن تو اوروں کو

جاہل بتاتا ہے اور خود جاہل ہے کیا قاسم کی تکفیر سے وہ امامت کے قابل نہیں رہا۔ میں تو اس سے اس کی دینداری کا معتقد ہوگیا اُس نے میری کوئی بات دین کے خلاف سنی ہوگی جس کی وجہ سے میری تکفیر لازم تھی اگر روایت غلط پہنچی تو راوی کی خطا ہے اب میں خود اُس کے پیچھے نماز پڑھوں گا مولانا نے صبح کی نماز اس کے پیچھے پڑھی۔ اور ان دونوں کو ساتھ جانا پڑا تو دیکھئے مولانا احمد حسن صاحب کتنے محبوب تھے۔ مگر اصلاح کے لئے ڈانٹ اُن پر بھی پڑی۔

۲۸ شوال المکرّم ۱۳۵۹ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

دنیا میں تعویذ گنڈوں کے معتقد بہت ہیں

(ملفوظ ۴۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آنے والوں کے لئے مصلحت یہ ہے کہ پہلے خطوط سے آنے کی اجازت حاصل کرلیا کریں۔ خصوص جبکہ عورتیں بھی ساتھ آنا چاہیں اور اول تو میں عورتوں کے آنے کو پسند ہی نہیں کرتا اس سے آگے کو راہ کھلتا ہے اس لئے میری رائے ہے کہ ایسے موقع پر بالکل خشک جواب دیا جاوے تاکہ راہ بند ہو۔ سہارنپور سے دو عورتیں بلا اجازت و اطلاع کے آگئیں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ آسیب کا خلل ہے اور بھی بعض بیماریوں کو بیان کیا۔ میں نے کہا کہ بعض امراض کا تعلق تو طبیب سے ہے اور بعض کا عامل سے میں دونوں فن سے واقف نہیں تو آنا ہی بے کار گیا اور میں اصل میں یہ چاہتا ہوں کہ تعویذ گنڈوں کی وجہ سے میرے پاس سفر کر کے کوئی نہ آوے اس سے مجھے سخت انقباض ہوتا ہے اگر یہ دروازہ کھلے تو عوام کا ہجوم ہو جاوے کیونکہ تعویذ گنڈوں کے معتقد دنیا میں بکثرت ہیں اور مجھ کو اس سے سخت انقباض ہوتا ہے۔

میں نے اُن عورتوں سے کئی بار یہ بھی دریافت کرایا کہ اس کے علاوہ اور کچھ کہنا ہے کہا کہ نہیں تو اُس سفر کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور یہ سب بے اصول کام کرنے کے کرشمے ہیں روپیہ صرف کیا وقت صرف کیا سفر کی صعوبت اور پریشانی اٹھائی اور دوسرے کو پریشان کیا کیا اچھا ہوتا کہ چھ پیسے صرف کر کے ایک جوابی کارڈ کے ذریعہ معلوم کرلیتیں تو راحت ہی راحت تھی۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کا اتحاد کیسے ہوسکتا ہے

(ملفوظ ۴۴۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ متعصب ہندوؤں نے قریب قریب مسلمانوں کو عضو معطل کر رکھا ہے مسلمان چاہتے ہیں کہ اتحاد ہو یہ اتحاد ہے یہ تو تابع

بنتا ہے اتحاد اس وقت ہوتا ہے جب کہ دونوں قومیں مساوی ہوں خدا معلوم مسلمان ہندوؤں کے اس قدر گرویدہ کیوں ہوئے ہیں جن کی نظروں میں گذشتہ دور کے واقعات ہیں وہ کبھی اس قوم پر اعتماد نہیں کر سکتے مگر آج کل کے نوجوان اس قوم کی حقیقت سے بے خبر ہیں ان کی دوستی کا نتیجہ مسلمانوں کے لئے نہایت خطرناک ثابت ہوا اور ہوگا مگر ان لوگوں کو کتنا ہی کوئی سمجھائے سنتا کون ہے میں سچ عرض کرتا ہوں کہ مسلمان آج کل بالکل اس کے مصداق بنے ہوئے ہیں کہ **فر من المطر ووقف تحت المیزاب** (بارش کی بوندوں سے بھاگا۔ اور پرنالہ کے نیچے کھڑا ہو گیا) مگر کسی طرح آنکھیں نہیں کھلتیں۔ اس کا کیا کوئی علاج کر سکتا ہے۔

بخل مطلقاً مذموم نہیں

(ملفوظ ۴۴۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدوں تھوڑے سے بخل کے انتظام ہو ہی نہیں سکتا اور اس میں مجھ کو چاہے کوئی کچھ ہی کہے مگر حقیقت یہ ہی ہے جو میں عرض کر رہا ہوں بخل مطلقاً مذموم نہیں بلکہ کوئی ملکہ بھی برا نہیں مثلاً بخل ہے طمع ہے حرص ہے حتیٰ کہ شہوت تک بھی جب تک یہ سب اپنی حد پر ہیں مذموم نہیں فرماتے ہیں:

اے بسا امساک کز انفاق بہ ☆ مال حق راجز بامر حق مدہ

(بہت سے بخل سخاوت سے بہتر ہیں۔ اللہ کے مال کو بغیر حکم الٰہی خرچ مت کر۔۱۲)

اور آج کل جس کا نام سخاوت رکھا ہے وہ کھلا اسراف ہے اور یہ لوگ سخی نہیں مسرف ہیں اور اسراف ملکہ نہیں کہ اس میں دو درجے ہوں فعل ہے یعنی معصیت میں خرچ کرنا اس کی محمودیت کا کون دعویٰ کر سکتا ہے اسی لئے اسراف میں تقسیم نہیں کہ اس کی دو قسمیں ہوں کہ ایک محمود ہے اور ایک مذموم جیسے بخل کی تقسیم ہو سکتی ہے ایک محمود ایک مذموم بخل کے معنی ہیں قلب کی تنگی سو تنگی کی تقسیم ہو سکتی ہے مثلاً کسی نے روپیہ جمع کیا اور خرچ اس لئے نہیں کیا کہ اس سے مقصود بیوی بچوں کی راحت ہے آسائش ہے فراغت ہے اس کے محمود ہونے کا دعویٰ غلط نہیں ہو سکتا۔ مگر مسرف جب معصیت میں صرف کرے گا تو اس میں کیا مصلحت اور کون سا اچھا مقصود سمجھا جا سکتا ہے نفس نے مکر و فریب سے مسرف کو یہ سمجھا رکھا ہے کہ یہ استغناء ہے یہ نفس بری بلا ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں اسی کو فرماتے ہیں

نفس اژدہاست او کے مردہ است ☆ از غم بے آلتی افسردہ است

(نفس اژدھا ہے جو مرا نہیں ہے بے سروسامانی کی وجہ سے ٹھٹرا ہوا ہے۔)

ہر چیز میں دین کا رنگ ظاہر کر دیتا ہے بلکہ بخل کا جو درجہ برا ہے اسراف اس سے زیادہ برا ہے باقی محمود درجہ میں تو بڑے مصالح ہیں خصوص آج کل تو سخت ضرورت ہے کہ نفس کو بہلانے کے لئے انسان اپنے پاس کچھ ضرور رکھے اس میں بڑی مصلحتیں ہیں بہت ہی نازک وقت ہے۔ مولوی غوث علی شاہ صاحب بڑے حکیم اور ظریف تھے ان کے سامنے کسی نے دوسرے کو دعادی کہ ایمان کی سلامتی اور عافیت بخیر ہو۔ مولوی صاحب نے پوچھا بھائی اس کی حقیقت بھی معلوم ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ آپ ہی فرمائیے اس پر فرمایا کہ ایمان کی سلامتی تو یہ ہے کہ پیٹ بھر کر روٹی مل جائے اور عاقبت بخیر یہ ہے کہ کھل کر پاخانہ ہو جایا کرے پس یہ ہی بڑی نعمت ہے۔

حق العمل ولو مع الخلل

(ملقب بہ حق العمل ولو مع الخلل)

(ملفوظ ۴۴۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ میں نے ایک گھڑی خریدی ہے اُس میں الارم ہے تہجد کے وقت اُس سے آنکھ کھلتی ہے اس کا افسوس ہے کہ اب تک کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی خارجی چیزوں کی حاجت ہے۔ میں نے جواب لکھا کہ افسوس کی کیا بات ہے خارجی چیزوں سے کہاں تک بچو گے ضروری چیزیں زیادہ تر خارجی ہیں چنانچہ روٹی بھی خارجی ہے پانی خارجی ہے ان سے کہاں تک بچو گے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں انہوں نے گھڑی ایجاد کرادی۔ تم کو اتنی وسعت دی کہ اس کو خرید سکے اُس میں الارم لگوادیا سو اُس سے استغناء کی فکر کیوں ہے تمہیں اللہ تعالیٰ کے احسانات کا اُن کی رحمت کا اُن کی عطاء کا شکر ادا کرنا چاہئے اور خوش ہونا چاہئے نہ کہ افسوس!

معلوم نہیں لوگ بننا کیا چاہتے ہیں بندہ بن کر رہنا تو لوگوں کو دو بھر ہو گیا کمال کے معنی گھڑ کر اُس معنی کے اعتبار سے اپنے کو کامل بنانا چاہتے ہیں۔ مگر حضرات انبیاء علیہم السلام کو دیکھئے جو ہر طرح کامل ہیں مگر اُن سے پوچھئے کہ وہ اپنی عبادتوں کو کیسا سمجھتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ارشاد فرماتے ہیں لن یدخل الجنة احد بعمله کہ جنت میں اپنے عمل کی وجہ سے کوئی داخل نہ ہوگا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ولا انت یا رسول اللہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا و لا انا الا ان یتغمدنی اللّٰہ برحمته ۔ اگر آپ اپنے عمل کو کامل سمجھتے تو جنت میں جانے کو عمل کا ثمرہ کیوں نہ فرماتے حضرت وہاں تو فضل ہی پر مدار ہے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

بندہ ہماں بہ کہ زتقصیر خویش ☆ عذر بدرگاہِ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش ☆ کس نتو اند کہ بجا آورد

جب انبیاء علیہم السلام کمال کا دعویٰ نہیں کرتے تو اور کس کا منہ ہے کہ وہ کامل ہونے کا یا بننے کا دعویٰ کرے بس عبدیت یہی ہے کہ کام میں لگے رہو اور آگے کو چلتے رہو اگر کوئی شخص چلنے کے وقت ہر قدم پر یہ دیکھے کہ رفتار سریع ہے یا بطی (سست) تو منزل ختم ہو چکی اور منزل مقصود پر پہنچ لیا ارے تیز ہے یا سست۔ چلا چل منزل سے قرب ہی بڑھے گا اور ایک روز پہنچ رہے گا۔

مجنوں کی حکایت ہے ایک مرتبہ اپنی محبوبہ لیلیٰ کی ملاقات کے لئے اونٹنی پر سوار ہو کر چلا جس کے ساتھ بچہ بھی تھا جو اونٹنی کے پیچھے آ رہا تھا جب تک مجنوں کے ہوش حواس درست رہتے اور مہار ہاتھ میں رہتی اونٹنی چلتی رہتی او جب اس پر محبت کا غلبہ ہوتا تو بے ہوش ہو جاتا۔ مہار ہاتھ سے چھوٹی جاتی اونٹنی محسوس کر لیتی کہ اب سوار غافل ہے وہ پیچھے لوٹ کر بچے کے پاس جا پہنچتی پھر مجنوں کو جب ہوش آتا دوبارہ پھر مہار سنبھال کر بیٹھتا اور لے کر چلتا پھر اسی مدہوشی کی کیفیت کا غلبہ ہوتا اونٹنی پھر اسی طرح پیچھے لوٹتی ہوش آیا تو دیکھا کہ ابھی وہیں ہوں جہاں سے چلا تھا تب مجنوں نے یہ شعر پڑھا:

ھوی ناقتی خلفی وقدامی الھویٰ فانی وایاھا لمختلفان

یعنی میرا محبوب تو آگے ہے اور اس اونٹنی کا محبوب پیچھے۔ میرا اس کا نباہ نہیں ہوسکتا اور ساتھ ہی اوپر سے کود پڑا چوٹ بھی لگی اسی لئے کہ بے تکے پن سے کودا چلنے کی بھی قوت نہ رہی تو زمین پر لیٹے ہی لیٹے لڑھکنا شروع کر دیا تو مجنوں نے تو لیلیٰ کے عشق میں یہاں تک گوارا کیا اور تم

خدائے عشق کا اور محبت کا دعویٰ کرتے ہو پھر انتظار کس بات کا ہے جس طرح بھی اور جیسے بھی تیزی سے سستی سے چل پڑو کیا خدا کی محبت لیلیٰ کی محبت سے بھی کم ہے خوب فرماتے ہیں:

عشق مولیٰ کے کم از لیلےٰ بود ☆ گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود

اور تم تو رجسٹری شدہ محبّ ہو فرماتے ہیں والذین امنوا اشد حبا للہ۔ یعنی جو لوگ ایمان لائے ہیں اُن کو سب سے زیادہ اللہ کی محبت ہے اس لئے محبّ ہونے سے انکار بھی نہیں کر سکتے جب تمہاری محبت اور عشق نص سے ثابت ہو گیا تو عشق تو ایسی چیز ہے کہ سوائے محبوب کے کسی کو نہیں چھوڑتا پھر موانع پر نظر کیسی خوب فرمایا ہے:

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت ☆ ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

تیغ لا در قتل غیر حق بر اند ☆ مرحبا اے عشق شرکت سوز تفت

(عشق وہ شعلہ ہے کہ جب یہ بھڑکا تو محبوب کے سوا اور سب کو جلا دیتا ہے۔ غیر حق کو فنا کرنے کے لئے جب لا کی تلوار کھینچی تو پھر دیکھو آگے کیا رہ گیا۔ (ظاہر ہے کہ) الا اللہ رہ گیا۔ مبارک ہے وہ عشق جو غیرِ حق کی شرکت کو بالکل فنا کر دینے والا ہے)

حضرت عشق کے تو کاروبار ہی نرالے ہیں یہ چیز ہی ایسی ہے کہ بجز محبوب کے قاعدوں کے کوئی قاعدہ قانون ہی باقی نہیں رہتا۔ بلکہ کوئی چیز بھی باقی نہیں رہتی سوائے محبوب کے یہ خدا سے کیسی محبت اور کیسا عشق ہے کہ جس میں ایسی باتوں پر نظر ہے جو محبوب کی راہ میں سدراہ ہیں محب کو کسی طرح بھی چین نہ آنا چاہئے اگر چین ہے تو اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے عاشق نہیں۔ خاتم مثنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکایت لکھی کہ ایک عورت چلی جا رہی تھی اُس نے دیکھا کہ میرے پیچھے ایک مرد آ رہا ہے اُس عورت نے کہا کہ تو میرے پیچھے کیسے آ رہا ہے۔ اُس نے کہا کہ میں تم پر عاشق ہو گیا ہوں اُس عورت نے کہا کہ میری بہن مجھ سے زیادہ خوب صورت ہے میرے پیچھے آ رہی ہے مجھ جیسی بدصورت پر کیا عاشق ہوتے ہو وہ زیادہ حسین ہے اس پر عاشق ہو یہ سن کر اس شخص نے منہ موڑ کر دیکھا اُس عورت نے اس کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کیا اور کہا

گفت اے ابلہ اگر تو عاشقی ☆ در بیان دعویٰ خود صادقی

پس چرا بر غیر افگندی نظر   این بود دعویٰ عشق اے بے ہنر

(اُس عورت نے کہا کہ ارے بیوقوف اگر تو میرا عاشق صادق ہوتا تو میرے سوا دوسری پر کیوں نظر ڈالتا۔ کیا عشق کا دعویٰ ایسا ہی ہوتا ہے)

اسی طرح وہ شخص کذاب ہے جو خدا کی محبت اور عشق کا دعویٰ کرے اور اُس کے احکام اور اس کے نام لئے بغیر اُس کو چین ہو اسی کو فرماتے ہیں:

اے کہ صبرت نیست از فرزند و زن ☆ صبر چوں داری زرب ذوالمنن

اے کہ صبرت نیست از دنیائے دُوں ☆ صبر چوں داری زنعم الماہدوں

(تجھ کو بیوی بچوں بغیر اور کمینی دنیا کے بغیر تو صبر نہیں آتا۔ تعجب ہے کہ حق تعالیٰ کے بغیر کس طرح صبر آجاتا ہے)

ارے چلو تو چلنے میں بے ڈھنگا پن ہی سہی عشق میں عرفی حدود و شرائط بھی کہاں وہ عاشق کیسا جس کو یہ خیال ہو کہ ہائے فلاں حال نہیں ہوا فلاں کمال نہیں ہوا فرماتے ہیں:

دوست دارد دوست ایں آشفتگی ☆ کوشش بے ہودہ بہ از خفتگی

(محبوب کو یہ پریشان حالی محبوب ہے۔ تو ہماری ناکام کوشش بے کار رہے تو بہتر ہی ہے۔ ۱۲)

اگر آدمی اسی میں رہے کہ میں کامل بنوں جنید بغدادی بنوں تو میں بتلائے دیتا ہوں کہ کچھ بھی نہیں بنے گا بس کام میں لگو سعی اور کوشش کرو وہ کسی کی محنت کو رائیگاں نہیں فرماتے اور بدوں کام میں لگے یہ تمنائیں پکانا یہ شیطان کی راہ زنی ہے ہمارا مذہب تو یہ ہے جیسے ایک شخص کا مقولہ ہے کہ وہ دربار ایسا ہے کہ کئے جاؤ اور لئے جاؤ کیسی کام کی بات ہے ایسے ہی قافیہ دار اور مفید بات ایک مرتبہ ریل میں ایک گاؤں کا شخص کہہ رہا تھا کہ نیک رہو اور ایک رہو کتنے عالی مضمون کو دو مختصر جملوں میں بیان کر دیا۔ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ غرض یہ شیطان کی راہ زنی ہے کہ کھاؤں گا گھی سے ورنہ جاؤں گا جی سے۔ ایک شخص نے یہ سن کر **لاصلوٰۃ الا بحضور القلب** نماز چھوڑ دی تھی ایک صاحب یہاں پر آئے تھے کسی حاجت کے لئے مجھ سے دعا کو کہا کہ دعا کر دیجئے میں نے کہا تم بھی کرو اور میں بھی کرتا ہوں کہتے ہیں کہ جی ہماری کیا دعاء ہماری زبان ایسی کہاں۔ میں

نے کہا کہ اسی زبان سے کلمہ شریف پڑھتے ہو جب ایسی زبان نہیں تو اس سے کلمہ شریف بھی نہ پڑھو یہ شیطان نے راہ مار رکھی ہے مثلاً اسی شخص کو برکاتِ دعا سے محروم کر رکھا ہے۔

صاحبو! جتنا عمل بھی ہو رہا ہے وہ ناقص ہی سہی کیا ہم اس کے مستحق تھے ظاہر ہے ہمارا کیا استحقاق ہوتا کیا استحقاق استحقاق لئے پھرتے ہیں یہ سب ان کا فضل اور عطاء ہے اور استحقاق تو کیا ہوتا ہم نے تو کچھ مانگا بھی نہ تھا خود فضل فرما دیا اسی کو کہتے ہیں:

ما بنودیم و تقاضا ماں نبود ☆ لطف تو ناگفتہ نامی شنود

(ہم موجود نہیں تھے اور نہ ہمارے وجود کا کوئی تقاضا تھا مگر اس وقت بھی حق تعالیٰ کا لطف ہماری التجاؤں کو ہماری درخواست کے سن رہا تھا)

بس جتنا دیا غنیمت ہے ہمارا حق ہی کیا تھا ارے کمال نہیں تو ناقص نماز کی تو توفیق دیدی دوسروں کو تو ناقص کی بھی توفیق نہیں اُن سے تو پھر اچھے حال میں رکھا اب رہ گیا نقص سو اس کا علاج **اللھم اغفرلی** ہے الحمدللہ کامل تعلیم پیش کر دی گئی اور یہ طفیل اس کا ہے کہ ہم سب خادمان دین کے خادم ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہماری نظر فقہ اور تصوف دونوں پر ہے دونوں کو ملا کر عمل اور تعلیم کرتے ہیں اسی لئے کسی جگہ پریشانی نہیں دشواری نہیں۔ جو لوگ کمال کی فکر میں پڑ جاتے ہیں اُن کو بہت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے پھر اُس ناقص سے بھی محروم ہو جاتے ہیں اس کامل یا ناقص پر ایک واقعہ یاد آیا۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے پاس کہیں سے کھانا آیا آپ نے اپنے ایک خلیفہ کے پاس بھیج دیا اُنہوں نے عرض کیا حضرت تحقیق بھی فرما لیا ہے حرام و مشتبہ تو نہیں فرمایا کہ جا بڑا نکلا ہے حلال و حرام والا۔ بھوکا مر جائے گا کھا لیا کر جو خدا دیا کرے۔ مطلب یہ کہ بلا وجہ اتنی تفتیش اور تحقیق کے پیچھے نہ پڑے۔ ایک شخص تھے یہاں پر اُن کی ایک شخص نے دعوت کی جب کھانے بیٹھے تب تفتیش شروع کی کہ یہ چیز کہاں سے آئی یہ برتن کیسی کمائی کے ہیں۔ وہ بے چارا پریشان بھلا پہلے ہی کیوں نہیں تحقیق فرمائی تھی کچھ نہیں یہ بھی ایک مرض ہے جو تکبر سے ناشی ہے ایسے ہی ایک مرتبہ ایک شخص نے میری دعوت کی مجھ کو شبہ تھا حرام کا۔ میں نے تنہائی میں لطف سے

ساتھ صاف کہہ دیا کہ اس شبہ کی وجہ سے مجھ کو عذر ہے اس شخص نے کہا کہ میں نے اس کا کافی انتظام کر لیا ہے مجھ کو اس کا خود خیال تھا۔ بس قصہ ختم ہوا اور ہر چیز اپنے موقع پر اور حد پر اچھی معلوم ہوتی ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ جن دو چیزوں کا آپ کو اختیار دیا جاتا تھا تو سہل کو اختیار فرماتے تھے تو پھر دوسرے کا کیا منہ ہے کہ اعمال میں کمال مزعوم کے در پے ہو

انتهت رسالہ حق العمل ولو مع الخلل۔

حضرت مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی کا ارشاد

(ملفوظ ۴۵۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ عبادت کے وقت یوں سمجھے کہ یہ مخلوق سب ایسی ہے کہ جیسے یہ مسجد کی چٹائیاں بوریے اور بدھنے ہیں سب اس کی نظروں میں برابر ہو۔

کبر اور خود رائی کا مرض

(ملفوظ ۴۵۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کبر اور خود رائی کا مرض آجکل تقریباً عام ہو گیا ہے خصوص لکھے پڑھوں میں۔ ایک شخص نے جو قاری مشہور تھے یہ استفتاء کیا تھا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کے پیچھے میری نماز ہو جاتی ہے یا نہیں وہ اپنے دل میں سمجھتے تھے کہ سب سے زیادہ فاضل اور عامل میں ہوں حالانکہ یہ لوگ بزرگوں کے صحبت یافتہ اور خود حضرت مولانا کے مرید تھے میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر سلسلہ میں داخل ہو کر انکسار اور فنا کی شان نہ پیدا ہوئی جو اس طریق کی پہلی سیڑھی ہے تو وہ شخص بالکل محروم ہے اس قرأت پر یاد آیا کہ ایک بار حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اتفاقات کو کہیں سے آرہے تھے راستہ میں حضرت حبیب عجمی کا گھر آ گیا وہ تہجد میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے خیال ہوا کہ میں بھی ان کا اقتداء کر لوں مگر دیکھا کہ بعض حروف ان کے نزدیک صحیح نہ تھے اسی لئے اُن کے پیچھے نماز نہیں پڑھی حضرت حق جل علیٰ شانہٗ کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ کوئی عمل ایسا ہے کہ وہ سب میں زیادہ آپ کو محبوب ہو حکم ہوا الصلوٰۃ خلف الحبیب العجمی یعنی ان کے پیچھے نماز پڑھنا کہ وہ ہمارے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ وہ غلطی مفسد صلوٰۃ تھی مفوت تحسین ہوگی۔

نیک اعمال کا اہتمام ضرور کرنا چاہئے:

(ملفوظ ۴۵۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو ضرور سمجھنا چاہئے کہ ہمارے اعمال ناقص ہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی کرے کہ نہ ہونے سے ہونا اچھا ہے جیسے مال گذاری ادا کرنا ہے اور کل روپیہ پاس نہ ہو تو جو ہو وہی ادا کرو۔ بازار میں جارہا ہے اور ہاتھ میں کچھ نہیں اس سے یہ زیادہ اچھا ہے کہ کھوٹا ہی روپیہ سہی وہ آٹھ ہی آنہ میں چلے گا تو سہی سیر بھر مٹھائی نہ آوے گی آدھ سیر ہی سہی۔

سحری میں سیری سے روزہ کی حکمت فوت نہیں ہوتی

(ملفوظ ۴۵۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ رمضان کو اگر رات کو خوب پیٹ بھر کر کھا لیا تو روزہ کی حکمت ہی اس کو حاصل نہیں ہے یعنی قوۃ بہیمیہ کی شکستگی کیونکہ ضعف بدنی تو ہوا ہی نہیں لیکن تجربہ ہے کہ شب کو خوب کھا لینے کے بعد بھی روزہ سے ضعف ہوتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ خلاف عادت کھانے سے تجربہ ہے کہ پوری قوت نہیں ہوتی اور معمول پر کھانے کی خواہش ہوتی ہے اور ملتا ہے نہیں اسی لئے بدن میں ضعف ہوتا ہے اور صوم دہر سے اسی لئے ممانعت کی گئی ہے کہ ایک ہی وقت کھانے کی عادت نہ ہو جاوے حالانکہ تکثیر عبادت ہے اور افضل الصوم اسکو فرمایا ہے کہ ایک دن رکھے۔ ایک دن نہ رکھے اس میں عادت نہ ہونے کی وجہ سے روزہ میں مجاہدہ ہوگا جو حکمت ہے صوم کی۔

بعض محبان دنیا کا طریق سے متعلق خیال

(ملفوظ ۴۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض محبانِ دنیا اس طریق کو اس لئے مضر سمجھتے ہیں کہ آدمی نکما ہو جاتا ہے مگر یہ بھی معلوم ہے کہ نکما ہو کر کس کا ہو جاتا ہے وہ ایسا نکما ہو جاتا ہے جس کی نسبت فرماتے ہیں:

تابدانی ہر کرا یزداں بخواند   از ہمہ کار جہاں بیکار ماند

ما اگر قلاش وگر دیوانہ ایم   مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم

(تا کہ تم جان لو کہ جس کو خدا تعالیٰ نے بلا لیا۔ یعنی اپنی طرف جذب کر لیا وہ سارے

جہاں کے کام سے بے کار ہو گیا۔ لہٰذا ہم اگر مفلس اور دیوانے (بے عقل) ہیں تو کچھ غم نہیں کیونکہ اُس ساقی کی شراب کے اور اس کے پیانہ کے مست ہیں۔ تو اس دولت کے ہوتے ہوئے دولت دُنیا کی اگر نہیں ہے تو کیا غم ہے ۱۲)

باقی یہ طریق ضروری اس قدر ہے کہ بدوں اس کے اپنی ہی حقیقت معلوم نہیں ہوتی میں نے ایک شخص کے اندر مرضِ کبر محسوس کر کے اس کو بتلایا اس نے انکار کیا مگر پانچ برس کے بعد اطلاع کی کہ مجھ کو اب معلوم ہوا کہ واقعی مجھ میں کبر کا مرض ہے تو دیکھئے اتنی مدت تک اس کو پتہ نہ لگا۔

اسی طرح ایک شخص نے مجھ کو لکھا کہ میں کس چیز کا علاج کروں مجھ میں کوئی مرض ہی نہیں دیکھئے مریض ہو کر اپنی صحت پر اطمینان تھا۔

طریقت کی کتب داخل درس ہونا چاہئیں

(ملفوظ ۴۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میری رائے ہے کہ طریق کی ضروری کتابوں کو درس میں داخل کر دیا جائے کچھ تو اجنبیت جاتی رہے گو پوری تکمیل نہ سہی اس لئے کہ شیخ کی پھر بھی ضرورت رہے گی اس طریق میں شیخ سے کسی حال میں استغناء نہیں ہو سکتا۔ مگر درس سے کچھ تو مناسبت ہو جائے گی۔

۲۹ شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ بوقت ۸ بجے صبح در باغ حضرت والا یوم سہ شنبہ بذم القیل وقال:

(ملفوظ ۴۵۶) ملقب بذم القیل والقال: ایک مولوی صاحب نے سوال کیا کہ چار چیزیں ہیں شریعت طریقت حقیقت، معرفت، اگر کوئی ان کا منکر ہو اس کے متعلق کیا حکم ہے فرمایا کہ تحریر کے ذریعہ سے سب کو الگ الگ پوچھنا چاہئے اسی لئے کہ اس خلط کی صورت میں حکم دینے میں اندیشہ ہے کہ مخاطب کو غلط فہمی ہو جائے ایک کا حکم دوسرے پر لگا لیا جاوے اسی طرح زبانی تقریر میں یہ احتمال زیادہ تھے اور ایک بات ضروری یہ ہے کہ جو شخص منکر ہو اس کو خود سوال کرنا چاہئے یہ نہیں کہ عمر زید کو فرض کر کے سوال کیا جائے اور چونکہ ان میں بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا انکار کفر نہیں اور بعض کا انکار کفر ہے اسی لئے مخلوط حالت میں فتویٰ دینا خلاف احتیاط ہے اس کی صورت

یہی ہے کہ جو منکر ہے وہ خود سوال کرے اور اس سوال کی یہ صورت ہے کہ اول اُس مسئول عنہ کی تعیین لکھے اور اس کے ساتھ سائل اُس کا جو مفہوم خود سمجھا ہے اُس کی تفسیر کرے اس کے بعد اپنا عقیدہ اُس کے ساتھ ظاہر کرے اور سب کے بعد اپنے دستخط کرے تب فتویٰ سہولت سے ہو سکتا ہے اور جب تک سوال منقح نہ ہو فتویٰ نہیں ہو سکتا، اس قسم کا فتویٰ بلا تحقیق دینا ایسا ہے جیسے کسی کے قتل کا حکم کرنا یہاں جان میں تصرف ہے وہاں ایمان میں تصرف ہے۔

پھر فرمایا کہ یہ سب اصطلاحات ہیں سہولت تعبیر کے لئے استعمال کی جاتی ہیں حقیقت سب کی بایں معنی متحد ہے کہ اُن میں تنافی نہیں ایک ہی ہیں۔ یہی غلطی ہے کہ ان کو الگ الگ بمعنی تنافی سمجھ لیا گیا جیسے ایک شخص ہے اس کو مولوی بھی کہتے ہیں قاری بھی کہتے ہیں حافظ بھی کہتے ہیں حاجی بھی کہتے ہیں تو یہ چیزیں صفات متبائنہ تھوڑا ہی ہیں ایک ہی شخص میں سب جمع ہیں اور باہم نسبت عموم وخصوص کی ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ مقصود اعظم تو شریعت ہی ہے فرمایا کہ خود ایک ہی چیز ہے یعنی شریعت۔ اس کے مقابل کوئی چیز نہیں جس کی وجہ سے اعظم کہا جاوے جس کا حاصل عمل کا خالص کرنا ہے بس شیخ اسی کی تدابیر کی تعلیم کرتا ہے ان تدابیر کا نام طریقت ہے پھر اس کی برکت سے جو علوم منکشف ہوتے ہیں وہ حقیقت ہیں اور ان ہی کے حقائق میں بعض کے انکشاف کا نام معرفت ہے باقی اور جو کچھ ہے مراقبہ مکاشفہ ذکر وشغل سب اسی مقصود کے معین اور متمم ہیں اور اصل وہی ایک چیز ہے اور یہ سب کرنے کے کام ہیں مگر آج کل بجائے کچھ کرنے کے بڑا شغل دوسروں کی عیب جوئی یا فضول تحقیقات رہ گئی ہیں لیکن دوسرے پر تو فتویٰ جب لگاوے جب اپنے سے فراغت حاصل کر لی ہو ایک شخص مدقوق (مرض دق میں مبتلا) ہے اور ایک پڑوس میں مزکوم (جس کو زکام ہو رہا) ہے اب یہ دق والا زکام کا نسخہ تلاش کرتا پھرتا ہے اپنی فکر نہیں اپنی خبر نہیں لیتا۔
مولانا محمد نعیم صاحب سے کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں جو جنگ ہوئی کون حق پر تھا مولانا نے دریافت کیا کہ یہ کس نے سوال کیا ہے عرض کیا کہ فلاں حافظ صاحب نے دریافت فرمایا کہ وہ کیا کام کرتے ہیں عرض کیا جوتے بیچتے ہیں فرمایا

اور تم کیا کام کرتے ہو عرض کیا کہ میں کپڑے رنگتا ہوں فرمایا جاؤ تم کپڑے رنگو اور ان سے کہو جوتے بیچا کریں، علیؓ جانیں اور معاویہؓ جانیں ان کا معاملہ تمہارے پاس فیصلہ کے لئے نہ آئے گا بعض لوگ خطوط میں مجھ سے استفسار کرتے ہیں کہ فلاں شخص ایسا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے لکھ دیتا ہوں کہ خود واقعہ کے دستخط کرا کر بھیجو پھر کوئی جواب نہیں آتا۔ اگر طالب اور سچے ہیں تو صاحب واقعہ کے دستخط کرا کر بھیجیں حضرت یقیناً سوال میں افتراء اور کذب ہوتا ہے یا نیت فاسد ہوتی ہے فتوے کو آڑ بنا کر ایک مسلمان کی تکفیر کرتے ہیں اور اس کی فضیحت اور رسوائی کے درپے ہوتے ہیں بڑی ہی سخت بات ہے جو نہایت احتیاط کے قابل ہے جیسے بزرگوں نے اس باب میں سخت احتیاط سے کام لیا ہے۔

ایک حکایت اس کے متعلق یاد آئی میں نے طالب علمی کے زمانہ میں کسی کتاب میں دیکھا کہ ایک پیر نے مرید سے پوچھا کہ تم خدا کو جانتے ہو مرید نے کہا کہ میں خدا کو کیا جانوں میں تو تم کو جانوں مجھ کو اس پر بڑا غصہ آیا کہ بڑا ہی جاہل اور ایمان سے دور تھا۔ میں نے یہ قصہ مولانا محمد یعقوب صاحب سے عرض کیا کہ حضرت ایسے ایسے بھی جاہل ہیں مولانا نے فرمایا کہ کیا تم خدا کو جانتے ہو، تب میری آنکھیں کھلیں فرمایا کہ میاں کسی اللہ والے ہی کو پہچان لے یہ ہی بڑی نعمت ہے اس میں مولانا نے تاویل سے کام لیا اور قائل کو بچا لیا۔ حضرت مولانا شیخ محمد صاحبؒ سے کسی نے سوال کیا کہ بعض لوگ و الالظالین پڑھتے ہیں صحیح کیا ہے فرمایا کہ قرآن شریف میں کیا لکھا ہے عرض کیا و الا الضالین فرمایا بس جو قرآن میں لکھا ہے وہی پڑھا کرو دیکھئے کیسی سہولت سے جھگڑے کو قطع کر دیا اس میں تعلیم تھی کہ جھگڑوں میں مت پڑو۔

ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ یزید پر لعنت کرنا کیسا ہے میں نے کہا کہ اُس شخص کو جائز ہے جس کو یہ خبر اور یقین ہو کہ میں یزید سے اچھی حالت میں مروں گا اگر کہیں اس سے خراب حالت میں قبر میں گئے تو وہ کہے گا کہ مجھ کو تو ایسا ایسا کہتے تھے اب تم دیکھو کس حالت میں ہو کہنے لگے تو یہ کب معلوم ہوگا میں نے کہا کہ مرنے کے بعد کہنے لگے تو قبر میں لعنت کیا کریں میں نے کہا کہ ہاں کوئی کام تو وہاں ہوگا نہیں بیٹھے ہوئے لعنت اللہ علی الیزید پڑھا کرنا یہاں تو کام کی

باتوں میں لگو۔ خاتمہ کے خطرہ پر ایک بزرگ کی ایک حکایت یاد آئی کہ اُن سے کسی کنجڑن نے سوال کیا کہ ملاجی تمہاری داڑھی اچھی ہے یا میرے بکرے کی دُم کہا کہ کبھی جواب دے دیں گے۔ ساری عمر گذر گئی مگر اُس کنجڑن کو کوئی جواب نہیں دیا جب مرنے لگے تو وصیت کی کہ میرا جنازہ اُس کنجڑن کے دوکان کے سامنے سے نکالنا جب جنازہ وہاں پہنچا اس نے کہا کہ مر گئے میرے سوال کا جواب نہ دیا بس منہ کھول دیا اور منہ پر ہاتھ پھیر کر کہا کہ الحمدللہ آج میری داڑھی اچھی ہے تیرے بکرے کی دُم سے اسی لئے کہ ایمان پر خاتمہ ہو گیا۔ اب یہ حکایت صحیح ہو یا غلط مگر مثال اچھی ہے اور مثال دلیل نہیں ہوتی محض توضیح کے لئے ہوتی ہے غرض خاتمہ کے بعد پتہ لگتا ہے باقی اُس سے پہلے تو مجدد صاحب کے ارشاد پر عمل ہونا چاہئے انہوں نے فرمایا ہے کہ مومن مومن نہیں ہوتا جب تک اپنے کو کافر فرنگ سے بدتر نہ سمجھے مطلب یہ کہ کیا خبر کیا ہو جائے اور کیا معاملہ پیش آئے کس کو خبر ہے خلاصہ یہ ہے کہ فضول سوالوں میں پڑنا وقت کا ضائع کرنا ہے ہمارے بزرگ اس قسم کی گفتگو اور مباحثوں مناظروں کو پسند نہ فرماتے تھے خود کام میں لگے رہتے تھے اور دوسروں کو لگائے رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ دہلی تشریف رکھتے تھے اور اُن کے ساتھ مولانا احمد حسن صاحب امروہی اور امیر شاہ خان صاحب بھی تھے شب کو جب سونے کے لئے لیٹے تو ان دونوں نے اپنی چارپائی ذرا الگ کو بچھالی اور باتیں کرنے لگے امیر شاہ خان صاحب نے مولوی صاحب سے کہا کہ صبح کی نماز ایک بُرج والی مسجد میں چل کر پڑھیں گے سنا ہے وہاں کے امام قرآن شریف بہت اچھا پڑھتے ہیں مولوی صاحب نے کہا کہ ارے پٹھان جاہل (آپس میں بے تکلفی بہت تھی) ہم اُس کے پیچھے نماز پڑھیں گے وہ تو ہمارے مولانا کی تکفیر کرتا ہے مولانا نے سن لیا اور زور سے فرمایا احمد حسن میں تو سمجھا تھا تو لکھ پڑھ گیا ہے مگر جاہل ہی رہا پھر دوسروں کو جاہل کہتا ہے ارے کیا قاسم کی تکفیر سے وہ قابل امامت نہیں رہا میں تو اس سے اُس کی دینداری کا معتقد ہو گیا اُس نے میری کوئی ایسی ہی بات سنی ہوگی۔ جس کی وجہ سے میری تکفیر واجب تھی گو روایت غلط پہنچی ہو تو یہ راوی پر الزام ہے تو اس کا سبب دین ہی ہے اب میں خود اس کے پیچھے نماز پڑھوں گا۔ غرضکہ صبح کی نماز مولانا نے اُس کے پیچھے پڑھی یہ ہے ہمارے بزرگوں کا مذاق جن کی کوئی نظیر

پیش نہیں کر سکتا ان حضرات کی عجیب وغریب شان تھی حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ بجز کفار کے اور کسی سے مناظرہ نہ کرتے تھے بہت ہی مجبوری کے درجہ میں ایک مرتبہ بعض غیر مقلدین کا اور بعض شیعوں کا جواب لکھا۔ تحذیر الناس پر جب مولانا پر فتوے لگے تو جواب نہیں دیا یہ فرمایا کہ کافر سے مسلمان ہونے کا طریقہ بڑوں سے یہ سنا ہے کہ کلمہ پڑھنے سے مسلمان ہو جاتا ہے تو میں کلمہ پڑھتا ہوں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ ایک مرتبہ میرے لکھے ہوئے اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تصحیح کردہ ایک فتویٰ پر سائل کی طرف سے کچھ اعتراضات آئے تھے۔ میں نے جواب لکھنے کی اجازت لینے کے لئے دکھلایا تو فرمایا کہ جواب مت لکھنا صرف یہ لکھ دو کہ ضروری جواب دیا جا چکا ہے باقی ہم مرغان جنگی نہیں کہ جنگ وجدال کا سلسلہ دراز کریں اگر ہمارے جواب سے اطمینان نہ ہو۔ فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ۔ دوسری جگہ سے اطمینان کرلو ہم کو اس جنگ وجدل سے معاف رکھو اب وہ بات حضرت کی یاد آتی ہے کہ رد وکد میں وہی پڑ سکتا ہے جس کو کوئی کام نہ ہو اور جس کو کام ہوگا اس کی تو یہ حالت ہوگی جیسے ایک حکایت ہے کہ ایک شخص کی داڑھی میں کچھ سفید بال آ گئے حجام سے کہا کہ سفید بال چن کر نکال دینا۔ نائی نے اُسترے سے تمام داڑھی صاف کر کے سامنے ڈال دی کہ لو میاں تم بیٹھے چنے جاؤ مجھے اور بھی کام ہے مجھ کو چننے کی فرصت نہیں تو کام کا آدمی تو بکھیڑوں سے ضرور گھبراتا ہے یہ تو بے کار لوگوں کے مشغلے ہیں اسے برا کہہ لیا اس سے بھلا کہہ لیا اس پر فتویٰ دیا اُس پر فتویٰ دیدیا۔

ایک غیر مقلد یہاں پر آئے تھے ذکر و شغل کرتے تھے بے چاروں کو مجھ سے محبت تھی ایک روز لوگوں سے کہنے لگے کہ یہاں پر سنت کے خلاف صرف ایک بات ہے وہ یہ کہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی یہ تقسیم کیسی ہے، میں نے سن کر کہا کہ اصطلاحات میں سہولت تعبیر کے لئے نام رکھ لئے ہیں یہ کوئی طریق کا جز ونہیں نہ مقصود طریق ہے اس کا انکار آپ کو جائز ہے۔ غرض کا رنگ ہی دوسرا ہوتا ہے مگر لوگوں کی عجیب حالت ہو رہی ہے کہ اپنی فکر نہیں دوسروں کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ خصوص عیب جوئی اور عیب گوئی کہ اس میں عام ابتلاء ہو رہا ہے اپنے بدن میں تو کیڑے پڑ رہے ہیں ان کی خبر نہیں اور دوسروں کے کپڑوں پر جو مکھیاں بیٹھی ہیں اُن پر نظر ہے ارے اپنے کو تو دیکھ کہ کس حال میں ہے۔

ایک مثال عیب چین کی ایک شخص نے عجیب بیان کی کہ باغ میں کوئی جاتا ہے تفریح سیر کے لئے، کوئی پھول سونگھنے کے لئے اور کوئی پھل کھانے کے لئے مگر سور جب جائے گا نجاست ہی کو تلاش کرے گا کہ پاخانہ بھی کہیں ہے یا نہیں ایسے ہی اس عیب چیں کی مثال ہے کہ کسی میں کتنی ہی خوبیاں کیوں نہ ہوں مگر اس کی نظر عیوب ہی کی متلاشی رہتی ہے۔

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو ضروری نہیں ہے کہ کسی خاص طریق تربیت کو مثلاً میرے ہی طرز کو سب اچھا ہی سمجھیں اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کا لڑکا حسین ہے تو کیا ضرور ہے کہ ساری دنیا اس کو حسین ہی سمجھے بلکہ یہ اچھا ہے کہ دوسرے اُس کو بدشکل اور غیر حسین سمجھیں تا کہ لڑکا بچا تو رہے گا اور پاک صاف رہے گا۔ اسی طرح یہ کیا ضرور ہے کہ جو چیز ایک کی نظر میں اچھی ہے اُس کو ساری دنیا اچھا ہی سمجھے ممکن ہے ہم کو ایک چیز اچھی معلوم ہوتی ہے مگر دوسرے کو اچھی نہیں معلوم ہوتی اور اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس طریق میں کام کرنے سے حقیقت کا پتہ چلتا ہے کام ہی کرنے سے راستہ سمجھ میں آ سکتا ہے اور لوگ کام کرتے نہیں اسی لئے اس سے اجنبیت ہے باقی محض بیان کرنے سے سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ بلکہ اندیشہ ہے کہ کہیں اور مضرت نہ ہو اور حقیقت سے دور جا پڑے جیسے ٹیڑھی کھیر کی حکایت ہے۔

ایک حافظ جی مادرزاد نابینا تھے ایک لڑکے نے اُن کی دعوت کی حافظ جی نے سوال کیا کہ کیا کھلاؤ گے کہا کہ کھیر اب غلطی میں ابتلاء شروع ہوتا ہے۔ حافظ جی نے پوچھا کہ کھیر کیسی ہوتی ہے لڑکے نے کہا کہ سفید حافظ نے پوچھا کہ سفید کسے کہتے ہیں کہا کہ جیسے بگلا پوچھا کہ بگلا کیسے ہوتا ہے اب لڑکا کس طرح سمجھائے ہاتھ موڑ کر سامنے بیٹھ کر کہا کہ ایسا ہوتا ہے۔ حافظ جی نے جو ٹٹول کر دیکھا تو کہا کہ بھائی یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے حلق سے نیچے کیسے اُترے گی مشبہ بہ تو تھا بگلا اور لڑکا تھا بگلا کھیر کا طباق بھر کر لا کر سامنے رکھ دیتا کہ لو کھا کر دیکھ لو کھیر کیسی ہوتی ہے تو اسی طرح بیان کرنے سے اس طریق کی حقیقت معلوم ہو نہیں سکتی بلکہ اور بعد ہو جانے کا اندیشہ ہے خلاصہ یہ ہے کہ قیل وقال و بحث وجدال اور فضول جواب وسوال چھوڑ دو اور کام میں لگو ونعم ما قیل

کارکن کار بگذر از گفتار کاندریں راہ کار باید کار

انتهت المقالة الملقبة بذم القيل و القال.

۲۹ شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

پابندی اصول میں بڑی راحت ہے:

(ملفوظ ۴۵۷) ایک آنے والے صاحب نے ایک دستی خط حضرت والا کی خدمت میں دیر سے پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ فلاں صاحب کا خط ہے بوجہ بھول جانے کے آتے ہی پیش نہ کر سکا فرمایا کہ آپ کو وہیں انکار کر دینا تھا یہی وجہ ہے کہ اپنے دوستوں کو کہا کرتا ہوں کہ اصول کے پابند بنو اس میں بڑی راحت ہے چھوٹی سے چھوٹی بات میں سلیقہ اور انتظام کی ضرورت ہے اصل میں ان باتوں کا سبب بے فکری ہے بھول کم ہے بے فکری زیادہ ہے اسی کی مجھ کو شکایت ہے اور اکثر غلطیاں بے فکری ہی کے سبب ہوتی ہیں پھر فرمایا کہ اس رنگ کو دیکھ کر خیر خواہی سے مشورہ دیتا ہوں کہ دستی خط لینا ہی نہیں چاہئے صاف کہہ دینا چاہئے کہ صاحب ممکن ہے میں بھول جاؤں اور آپ کا حرج ہو یا مکتوب الیہ کا حرج ہو اس میں طرفین کو پریشانی ہوتی ہے اور دستی خط دینا بھی نہ چاہئے کیا اطمینان کیا بھروسہ کہ پہنچایا نہیں خط ہمیشہ ڈاک ہی میں بھیجنا چاہئے۔ یاد رکھنے کی بات ہے کیونکہ بیداری بہت کم طبیعتوں میں ہے جیسے سوتے ہیں یہ حال ہے۔ پھر اس حالت میں کیوں ذمہ داری لے۔

اختیاری کام کرنے کا امر ہے

(ملفوظ ۴۵۸) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں نہ نماز پڑھتا ہوں نہ مجھ کو زکوٰۃ کا اہتمام ہے یہ تو دینی حالت ہے اور دنیوی حالت یہ ہے کہ تجارت نہیں چلتی اور جس کام میں ہاتھ ڈالتا ہوں اس میں کامیابی نہیں ہوتی نہایت ادب سے خادم کی التجا ہے کہ آپ دل سے دعا فرماویں۔ میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ دل بہت خوش کر رکھا ہے جو دعاء کروں جو کرنے کے اختیاری کام ہیں وہ بھی نہیں کرتے اس پر ایک قصہ یاد آیا کہ ایک شخص نے بمبئی میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت دعا فرماویں کہ میں حج کر آؤں فرمایا کہ جس روز جہاز جانے کو ہو اس روز تمام دن کے لئے مجھ کو تم اپنے اوپر پورا اختیار دیدینا۔ عرض کیا کہ کیا ہوگا فرمایا یہ ہوگا کہ ٹکٹ خرید کر تمہارا پکڑ کر جہاز میں سوار کرا دوں گا۔ پھر میں دعا کروں گا وہ جہاز تم کو لے کر

جدہ پہنچے گا اور پھر وہاں سے مکہ ضرور جائے گا اس طرح حج ہو جائے گا اور بدوں اس کے میں تو ساری عمر دعا کرتا رہوں گا اور تم ساری عمر تجارت کرتے رہو گے بس ہو چکا حج۔

حکایت کبر اور کم عقلی

(ملفوظ ۴۵۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ معلم انگریزی اسکولوں کے ہوں یا اُردو کے اکثر ان میں دو چیزیں جمع ہوتی ہیں کبر اور کم عقلی ایک حکایت ہے کسی نے نوکر سے بکری کی سری منگائی تھی وہ مغز خود کھا گیا آقا نے پوچھا مغز کیا ہوا دیکھنے لگا مدلم گوسفنداں بود۔ (یہ بکرا دوسرے بکروں کا معلم تھا)۔

ایک صاحب ہیں وہ تعلیم کا سلسلہ جاری کرنا چاہتے ہیں مگر اس قدر کم فہم واقع ہوئے ہیں کہ کوئی بات بھی تو ٹھکانے یا سمجھ کی نہیں میں جو لکھتا ہوں اس کا تو جواب ندارد اپنی ہی مرغ کی ایک ٹانگ ہانکے چلے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ مرغ کی ٹانگ یہ ایک مثل مشہور ہے اس کی بناء یہ ہے کہ کسی آقا نے باورچی کو حکم دیا کہ آج مرغ پکاؤ اُس نے حکم کی تعلیم کی مگر جب دستر خوان پر کھانا گیا تو پلیٹ میں مرغ کی صرف ایک ٹانگ آقا نے مطالبہ کیا باورچی کہتا ہے کہ اس کی ایک ہی ٹانگ تھی آقا نے کہا کہ پاگل ہو کہیں ایک بھی ہوتی ہے اُس نے پھر اصرار کیا کہ اچھا کوئی مرغ ایک ٹانگ کا دکھلاؤ آقا نوکر کو لے کر چلا اتفاق سے ایک مرغ ایک ٹانگ پر کھڑا تھا نوکر نے جو کہا کہ دیکھئے حضور یہ بھی اس کے ایک ہی ٹانگ۔ آقا نے اس مرغ کی طرف ہاتھ کر کے کہا کہ ''ہشت'' مرغ نے دوسری ٹانگ بھی نکالدی اور بھاگ گیا۔ آقا نے کہا کہ دیکھ! دو ٹانگ ہیں یا نہیں تو باورچی کہتا ہے کہ آپ نے وہاں ''ہشت'' کیوں نہیں فرمایا تھا وہاں بھی دوسری ٹانگ نکل آتی۔

حسن معاشرت جزو دین ہے:

(ملفوظ ۴۶۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حسنِ معاشرت کو تو اچھے لکھے پڑھوں نے بھی دین کی فہرست ہی سے نکال دیا یہ باتیں دین ہی نہیں سمجھی جاتیں محض نماز روزہ اور چند عقیدوں کو دین سمجھا جاتا ہے آگے صفر۔ حالانکہ حدیث شریف میں صاف آیا ہے کہ اگر دو مسلمان قصداً پاس بیٹے ہوں ان کے بیچ میں جا کر مت بیٹھو ممکن ہے کہ وہ قصداً پاس بیٹھے ہوں محبت کی وجہ سے یا کسی

مصلحت کی وجہ سے تو ایسی ہلکی ہلکی باتوں کی جب نصوص میں تعلیم ہے اس سے اندازہ کرلیا جاوے کہ دین میں حسنِ معاشرت کی تعلیم ہے یا نہیں۔

فیشن ایبلوں میں عقل اور بیداری نہیں ہوتی

(ملفوظ ۴۶۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو لوگ ہر وقت مزین اور آراستہ رہتے ہیں اکثر ان میں عقل اور بیداری نہیں ہوتی کیونکہ توجہ ایک ہی طرف ہوتی ہے یا تو جسم کو آراستہ کرلو یا قلب کو آراستہ کرلو۔ صبح ایک دوست کو دیکھا کہ ہرا کرتہ پہنے ہوئے طوطے بنے ہوئے ہیں۔ تو اب جو بات پوچھتا ہوں وہ گلہڑ طوطے کی طرح اڑنگ بڑنگ ہانکتے چلے جاتے ہیں میں نے محض ان علامات سے بدوں تحقیق کے ان پر کوئی الزام نہیں دیا بلکہ اوّل پوچھا پھر جواب کے لئے مہلت دی کہ سوچ کر جواب دو مگر کیا غرض جو سمجھ سے کام لیا ہو۔ اب دیکھ لیجئے میں نے کیا کیا اور انہوں نے کیا کیا میں نے یہی کہا کہ جواب دو تمہاری اس حرکت سے ایذاء ہوئی ہے مگر اس پر بھی خبرے نباشد۔

اب بتلایئے کہ اگر چشم پوشی کرتا ہوں اور بفضلہ تعالیٰ کرسکتا ہوں اختیاری چیز ہے اور مواخذہ کے وقت الحمدللہ اضطراری حالت پیدا نہیں ہوتی جو کچھ کہتا سنتا ہوں قصد سے اختیار سے مصلحت سے کہتا ہوں حتیٰ کہ حالت غیظ میں بھی مغلوب نہیں تمام مصالح کی اس وقت بھی رعایت رکھتا ہوں غرض اگر اختیار سے کام لوں اور چشم پوشی کرلوں تو اصلاح نہیں ہوسکتی اور اصلاح کرتا ہوں تو بدنامی ہوتی ہے مگر ہوا کرے بدنامی ایسی تیسی میں جائے ہم کیوں نہ کریں اصلاح ہمارے ذمہ ہے اصلاح۔

مجھے اپنے طریق اصلاح پر ناز نہیں:

(ملفوظ ۴۶۲) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے اور جواب کے مطالبہ پر بھی جواب نہ دینے پر فرمایا کہ اگر آپ جواب نہ دیں تو میرا کوئی ضرر نہیں نہ مجھ کو جواب کا انتظار ہے اسلئے کہ جواب میں میری کوئی غرض نہیں مصلحت نہیں اگر غرض ہے تو تمہاری اگر مصلحت ہے تو تمہاری یہ بھی میرا تبرع اور احسان ہے کہ اپنے کاموں کا حرج کر کے تم کو وقت دیتا ہوں اور تم ہو کہ نواب کی طرح خاموش بیٹھے ہو نہ ہوں نہ ہاں کچھ بھی نہیں۔ اگر مصلح کو غلطی کا سبب معلوم ہو جانے

تو وہ غور کرے کہ معقول ہے یا نہ معقول اور قابل اصلاح ہو تو اصلاح کر دے اور جب سبب ہی نہ معلوم ہو تو کس بات کی اصلاح کرے مگر مرض یہ ہو گیا ہے کہ اصل بات کو بلی کے گوہ کی طرح چھپاتے ہیں پھر جب انسان خود ہی اپنی اصلاح نہ چاہے تو پھر اصلاح کیسے ہو۔ شیخ اور بزرگ تو بیچارے کیا چیز ہیں اور کس شمار میں ہیں انبیاء علیہم السلام ایسے شخص کی نہ اصلاح فرما سکے چنانچہ ابو طالب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی واقعہ اس کی دلیل کے لئے کافی ہے آخر وقت تک حضور ﷺ نے کوشش فرمائی کہ ابو طالب کلمہ پڑھ لیں مگر جو نتیجہ ہوا اظهر من الشمس ہے تو اصلی شرط طلب ہے اور جب یہ نہ ہو تو اوپر اوپر باتیں بنانے سے اس طریق میں اصلاح کا کام نہیں چل سکتا جب تک سچی بات کو ظاہر نہ کرے۔

سچی بات کو دل قبول کر لیتا ہے قرار پکڑ جاتا ہے باقی کتنی ہی باتیں بنا دے نہ دل قبول کرتا ہے اور نہ قرار پکڑتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ مصلح کسی وقت یہ سمجھ کر کہ جب اس کو ہی اپنی اصلاح کا اہتمام نہیں اور فکر نہیں تو سر نے دو سسر نے کو وہ تسامح اختیار کر لیتا ہے ورنہ حقیقت یہ ہی ہے کہ جب تک اصلی بات نہ کہی جاوے اصلاح غیر ممکن ہے۔ حضرت یہ اصلاح کا پیشہ بھی بڑا ہی نازک ہے اور مجھ کو بھی اپنے طریق اصلاح پر ناز نہیں اس لئے کہ میں بھی بشر ہوں علمی غلطی بھی ہو سکتی ہے عملی غلطی بھی ہو سکتی ہے کرتا میں ضرور ہوں اس کام کو مگر ڈرتا ہوں کہ کہیں حق تعالیٰ اسی طرح مجھ سے نہ مطالبہ فرمالیں مگر ان کے فضل پر پیڑا ہے اور بھروسہ ہے میں آپ سے بقسم عرض کرتا ہوں کہ عین مواخذہ اور مطالبہ کے وقت مجھ کو یہ استحضار رہتا ہے کہ اس کی یہ باتیں اور یہ خود خدا کے نزدیک مقبول ہو اور اس استحضاء کے سبب میرا یہ سب کہنا سننا تحقیر سے نہیں ہوتا محض اصلاح کی غرض سے ہوتا ہے ورنہ عقیدہ سے ہر طرح پر میں آنے والوں کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں اور یہ خیال کرتا ہوں کہ ممکن ہے کہ یہ ہی حضرات میری نجات کا ذریعہ بن جائیں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اگر پیر مرحوم ہوگا تو مرید کو جنت میں لے جائے گا اور اگر مرید مرحوم ہوگا تو پیر کو جنت میں لے جائے گا۔ تو مجھ کو سب آنے والوں سے یہی توقع ہوتی ہے مگر پھر بھی خدمت اصلاح کو ضروری سمجھتا ہوں اور اُسی سے بدنام ہوتا ہوں مگر بجز جبر کے کیا ہو سکتا ہے۔

رنج کا رفع کرنا اختیار نہیں:

(ملفوظ ۴۶۴) فلاں مدرسہ کی سرپرستی کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ ایک ممبر صاحب نے جو مولوی صاحب بھی ہیں۔ ایک دل خراش اور فضولیات سے پُر تحریر میرے پاس بھیجی مجھ کو اُس سے دو رنج ہوئے ایک تو یہ کہ ایک دم اس قدر بڑا انقلاب ہو گیا یہ لوگ تو اپنے پرانے بزرگوں کے دیکھنے والے ہیں۔ ان میں یہ نیا رنگ کہاں سے آ گیا دوسرے یہ کہ تہذیب بھی تو کوئی چیز ہے اور جن کی وہ تحریر ہے اُن سے ہمیشہ کے تعلقات ہیں اس کے بعد وہ مولوی صاحب یہاں آئے اور معذرت اور معافی چاہی میں نے صاف کہہ دیا کہ اگر معافی چاہنے سے یہ مقصود ہے کہ انتقام نہ لیا جاوے نہ دُنیا میں نہ آخرت میں تو معافی ہے اور اگر یہ مقصود ہے کہ رنج نہ رہے تو رنج تھا اور ہے اور رہے گا، میں ناراض تھا اور ہوں اور رہوں گا مجھ کو کشیدگی تھی اور ہے اور رہے گی جب تک آپ کا یہ دعویٰ مجھ کو معلوم رہے گا کہ آپ کو مجھ سے محبت ہے تعلق ہے۔ جس روز یہ ختم ہو جائے گا یہ سب عوارض بھی ختم ہو جاویں گے شکایت اپنوں ہی سے ہوا کرتی ہے اور ویسے تو بریلی کے خاں صاحب نے مجھ کو ساری عمر گالیاں دیں واللہ ذرہ برابر بھی کبھی اثر نہیں ہوا اور یہ جو آج کل رسم ہے معافی کی اس کی حقیقت صرف عدم مواخذہ ہے باقی اثر ضرور رہتا ہے۔ حضرت وحشیؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ساری عمر صورت نہ دکھلانا حضرت وحشی نے حالتِ کفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو قتل کیا تھا بعد میں اسلام لے آئے تھے تو کیا اسلام لے آنے پر معافی نہیں ہو گئی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج رہا اس سے بڑی بقاء اثر کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے بات یہ ہے کہ معافی تو اختیاری چیز ہے رنج کا رفع کرنا اختیاری نہیں وہ صاحب جرم کے اختیار میں ہے کہ ایسے اسباب جمع کر دے جس سے رنج جاتا رہے۔

اکثر معلم کا طبقہ بیوقوف ہی ہوتا ہے

(ملفوظ ۴۶۵) فرمایا کہ ایک معلم صاحب کا خط آیا ہے اکثر یہ طبقہ ہوتا ہی ہے بے وقوف میں سالہا سال سے تجربہ کر رہا ہوں ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایسے ہو جاتے ہیں یا اس سلسلہ تعلیم میں آتے ہی ایسے ہیں فرمایا کہ ہو جاتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں تکبر پیدا ہو جاتا ہے

ایک جماعت اطاعت گذاراں کی خدمت میں رہتی ہے یہ جو کرتے ہیں وہ بجا اور صحیح کہتے رہتے ہیں ان کا دماغ خراب ہو جاتا ہے۔

طلب مقصود ہے وصول مقصود نہیں

(ملفوظ ۴۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ وصول مقصود نہیں طلب مقصود ہے اھ کیونکہ اول غیر اختیاری ہے ثانی اختیاری ہے۔

اتباع سنت اور حب شیخ کی برکات:

(ملفوظ ۴۶۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اتباع سنت بڑی چیز ہے۔ مجدد صاحب نے ایک کام کی بات بیان فرمائی کہ کسی شخص میں اگر دو چیزیں ہیں اتباع سنت اور حب شیخ وہ بزعم خود کتنی ہی ظلمات میں مبتلا ہو وہ ظلمات نہیں اور اگر یہ دونوں چیزیں نہیں تو وہ بزعم خود کتنے ہی انوار میں محاط ہو وہ انوار نہیں۔ اور یہ بھی جاننے کی بات ہے کہ اتباع سنت وہ ہے کہ بلا چون و چرا ہو اس کے متعلق بھی مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ شرائع میں حکمت کا تلاش کرنا گویا یہ مرادف ہے انکار نبوت کا اگر نبی کو نبی سمجھتا ہے تو پھر مصالح کے جاننے کا انتظار کیوں ہے مگر جب انتظار ہے تو یہ شخص اپنی عقل کا متبع ہوا نبی کا متبع نہ ہوا۔ اور آج کل اس کو فلاسفی قرار دے رکھا ہے فرمایا کہ جو برتاؤ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرتے اور آپ کے احکام میں حکمتیں تلاش کرتے ہیں اگر ہمارا نوکر یا غلام ہمارے کاموں کی حکمتیں پوچھنے لگے مثلاً اس سے کہا جائے کہ ایک گھنٹہ یہاں بیٹھو وہ پوچھے اس میں کیا حکمت ہے تو آپ کی طرف سے غلام کو کیا جواب ہوگا تو گویا یہ شخص اپنے غلام کو تو غلام سمجھتا ہے اور اپنے کو حضور کا غلام نہیں سمجھتا یہی فرق نکل سکتا ہے۔

شیخ الحدیث شیخ التفسیر وغیرہ القاب پسند نہیں

(ملفوظ ۴۶۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر لوگ مولانا کہنے سے بڑے خوش ہوتے ہیں ہمارے بزرگ ایسے ایسے بڑے علامہ گذرے ہیں بہت سے بہت مولوی صاحب کا لقب ہوتا تھ مولانا بہت کم کسی کسی کے لئے اور اب تو اس قدر انقلاب ہوا کہ مولانا سے بڑھ کر کوئی شیخ

الحدیث ہے کوئی شیخ التفسیر ہے مجھ کو تو یہ باتیں پسند نہیں۔ سادگی میں جو لطف ہے وہ ان تکلفات میں کہاں، ہمارے اکابر اپنے کو مٹائے ہوئے رکھتے تھے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہاں پر کوئی ہے یا نہیں زیادہ تر یہ معتقدین حضرت حضرت مولانا مولانا کہہ کر مزاج بگاڑ دیتے ہیں ایسے ہی تعظیم وتکریم کی نسبت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

نفس از بس مدحہا فرعون شد　　　کن ذلیل النفس ہونا لا تسد

(نفس زیادہ تعریفوں سے فرعون ہو گیا ہے کبھی کبھی اس کو ذلیل کر لیا کرو)

حقیقت یہ ہے کہ شہرت ہو جانا اور بڑا بن جانا اکثر دین کے لئے تو مضر اور ضرر رساں ہے ہی دنیا میں بھی اس کی بدولت بہت سی آفات کا سامنا ہوتا ہے مولانا فرماتے ہیں۔

خشمہا و چشمہا و رشکہا　　　بر سرت ریزد چو آب از مشکہا

(لوگوں کے غصے اور نگاہ تیرے سر پر اس طرح گریں گے جیسے مشک سے پانی گرتا ہے)

خلاف غیرت حرکت پر مواخذہ

(ملفوظ ۴۶۹) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ حرکت اصول کے بھی خلاف غیرت کے بھی خلاف پھر اگر میں سوال نہ کروں تو اس کے لئے بھی مضر اور جہل میں اعانت کیا اپنے مقصود کو ظاہر کرنا طالب کے ذمہ نہیں یہ ہی تو وہ اصول ہیں کہ جن کی بدولت میں بدنام ہوں اور یہ سب کچھ بدنامی وغیرہ میں نے طریق کی غیرت کے لئے گوارا کر رکھا ہے تا کہ اس طریق کی شان محفوظ رہے کیونکہ بدنامی کے اندیشہ سے چاپلوسی کرنا اس کا اثر طریق پر پڑتا ہے کہ طریق کا استخفاف ہے جس کو میں ہرگز گوارا نہیں کر سکتا چاہے کسی کو اچھا معلوم ہو یا بُرا کوئی بدنام کرے یا نیک نام اس بدنامی میں بھی ایک گونہ لذت معلوم ہوتی ہے۔ کہ بدفہموں میں بدنامی ہو رہی ہے اور اس بدنامی کے متعلق تو میرا یہ مذہب ہے جس کو حافظؒ فرماتے ہیں

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں　　　مانمی خواہیم ننگ و نام را

(ظاہری عقل والوں کے نزدیک اگرچہ یہ باتیں بدنامی کی ہیں مگر ہم اس ظاہری ناموری کے طالب ہی نہیں۔۱۲)۔

۳۰ شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

معافی غلطی کی عبارت خود کیوں نہیں لکھی:

(ملفوظ ۴۷۰) ایک صاحب نے بذریعہ تحریر اپنی غلطی کی معافی چاہی دریافت فرمایا کہ ان سے پوچھئے کہ یہ عبارت کس کی ہے عرض کیا کہ میں بنگلہ زبان جانتا ہوں اُردو اچھی طرح نہیں آتی بہت کم کچی پکی آتی ہے فرمایا کہ اب یہ کیوں کر اطمینان ہو کہ انہوں نے خود سمجھ کر دوسرے سے لکھوایا ہے ممکن ہے کاتب ہی کا تصرف ہو بس اصلاح اس طرح ہوتی ہے کہ اس پر بھی نظر کی گئی کہ عبارت ان کی ہے یا نہیں اس لئے یہ کام اصلاح کا بڑا مشکل ہے۔

حکماء کی دو جماعتیں

(ملفوظ ۴۷۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ تو ایسی باریک باتیں نہیں طبعی امور ہیں کوئی توجہ ہی نہ کرے اس کا کیا علاج۔ حدیث شریف میں اس کے متعلق بھی تعلیم ہے کہ مریض کے پاس جا کر دیر تک مت بیٹھو فلیخفف الجلوس تا کہ اس کو تنگی نہ ہو۔ وہ ہر ایک کی طرف پشت نہیں کر سکتا پیر پھیلا کر لیٹ نہیں سکتا خود مریض کے لئے بھی آداب ہیں۔ فقہاء نے اس راز کو سمجھا ہے ان امور کو اسی طرح بیان کیا ہے اور شرح کی ہے کہ دوسرا نہیں کر سکتا۔ اگر فقہاء نہ ہوتے تو دوسرے علماء کا قیامت تک بھی وہاں تک ذہن نہ پہنچتا بس حکما کی دو ہی جماعتیں ہیں ایک فقہاء اور ایک محققین صوفیہ گو محدثین ان دونوں کی حکمت کی اساس ہیں کیونکہ روایات ہی تو سب حکمتوں کا ماخذ ہیں۔

مدارس میں تہذیب کی تعلیم نہیں

(ملفوظ ۴۷۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں پر ایک بی۔ اے آئے تھے انہوں نے اس قدر ستایا اور پریشان کیا جس کا کوئی حد وحساب نہیں پھر فرمایا کہ تہذیب جدا فن ہے مدارس میں کتابوں کی تعلیم تو ہوتی ہے مگر تہذیب نہیں سکھلائی جاتی۔

ایک صاحب کی اعانت کی حد:

(ملفوظ ۴۷۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ رحم دلی کی وجہ سے نئے آنے

والوں کو یہاں کے معمولات وقواعد کے متعلق مشورہ دیتے ہیں مگر اُن میں بعض ایسے بدفہم ہوتے ہیں کہ اُن پر مشورہ سے بُرا اثر ہوتا ہے اب اس میں انتخاب بڑا مشکل ہے کہ کون اہل ہے مشورہ کا اور کون نہیں اس لئے اصلح یہی ہے کہ خود کسی کو مشورہ نہ دیا جاوے البتہ اگر کوئی خود پوچھے اس کو اطلاع کردی جاوے۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا تھا کہ مشورہ دینے میں مسلمان کی اعانت ہے فرمایا کہ اس اعانت کی بھی ایک حد ہے وہ یہ کہ اگر قرائن سے یہ معلوم ہو جائے کہ اہل ہے تو مشورہ دینا بے شک مسلمان کی اعانت ہے اور اگر نااہل کو مشورہ دیا تو وہ اعانت کہاں وہ تو مضرت کا سبب ہوگا۔ اور میں تو بعض احوال میں مشورہ دینے والے کے لئے بھی مضرت سمجھتا ہوں یعنی اگر اُس کو یہ گمان ہو جائے کہ مجھ کو مشورہ دینے کے لئے واسطہ بنانے کے لئے منتخب کیا گیا ہے تو اُس کا دماغ خراب ہوگا کہ اپنے کو مقرب سمجھنے لگے گا اس لئے اسلم یہی ہے کہ سب کو اپنے اپنے خیال پر چھوڑ دینا چاہئے کوئی کسی کے معاملہ میں دخل ہی نہ دے باقی سفارش جو مشورہ سے بھی زیادہ تو بحمد اللہ میرے یہاں ہے ہی نہیں اُس کا تو بالکل ہی سد باب ہے اور سمجھنے کی بات ہے کہ سفارش کی تو وہاں ضرورت ہے جہاں مواخذہ سے انتقام مقصود ہو یہاں انتقام تھوڑا ہی مقصود ہے محض اصلاح مقصود ہے وہاں سفارش کے کیا معانی کیا یہ مقصود ہے کہ اصلاح نہ کرو اصلاح میں سفارش نہ ہونے کی دلیل ایک حدیث ہے وہ یہ کہ ایک عورت نے چوری کی تھی اُس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حد جاری کرنے کا حکم فرمایا اُس کے متعلقین نے حضرت اسامہ سے سفارش کرنے کے لئے کہا حضرت اسامہؓ کو ایک خصوصیت تھی انہوں نے حضور کی خدمت میں عرض کر دیا حضور ﷺ نہایت ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم حدود میں سفارش کرتے ہیں اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتیں تو اُن کا بھی ہاتھ کٹوا دیتا۔

اُس عورت کا نام بھی فاطمہ تھا، اس لئے حضور ﷺ نے یہ فرمایا چونکہ حدود سے مقصود اصلاح ہوتی ہے قیاس سے ہر اصلاح کا حکم اس سے ثابت ہو گیا تو اصلاح میں کسی کی کیا رعایت۔

واسطہ بننے پر کوئی راضی نہ ہونا

(ملفوظ ۳۷۴) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ جن صاحب کو اُن کی غلطی پر یہ فرمایا تھا کہ

کسی کے واسطے سے گفتگو کرو کوئی شخص واسطہ بننے پر راضی نہیں ہوتا فرمایا اگر کوئی راضی نہیں تو مجھ کو اس ہی کی اطلاع کر دیں میں کوئی اور طریق اختیار کروں گا ایک ہی طریق پر مدار تھوڑا ہی ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ واسطہ بننے کے لئے کسی کو بالالتزام منتخب کرلیا جاوے مگر اس کو پسند نہیں کرتا اس میں خرابی یہ ہے کہ جو اس طرح سے واسطہ بنیں گے اُن کو مقرب اور مخصوص ہونے کا خیال پیدا ہو جائے گا اور دوسروں پر یہ اثر ہوگا کہ اُس کی پرستش ہونے لگے گی۔ بعضے پیروں اور مشائخ کے یہاں یہ بلا موجود ہے۔ الحمدللہ یہاں پر یہ بات بھی نہیں۔

معاملات میں مساوات نہیں:

(ملفوظ ۴۷۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ایک زمانہ تک اس خیال میں رہا کہ معاملات میں سب میں مساوات ہونا چاہئے مگر حدیثوں میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی مساوات نہ فرماتے تھے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ خود مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرات شیخین کے ساتھ جو معاملہ لطف وعنایات کا فرماتے تھے دوسروں کے ساتھ نہ فرماتے تھے۔

کما فی جمع الفوائد عن الترمذی عن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یخرج علی اصحابه من المهاجرین الانصار لا یرفع طرفه اولا الا الیٰ ابی بکر و عمر کانا ینظر ان الیه وینظر الیهما ویتبسمان الیه ویتبسم الیهما خاصة والیٰ سائر اصحابه عامة .

(حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی طرف تشریف لاتے تھے جن میں مہاجر بھی ہوتے تھے اور انصار بھی۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ ہی کی طرف نظر فرماتے تھے اور وہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر رکھتے تھے اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو دیکھتے رہتے تھے اور وہ دونوں تبسم کرتے رہتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تبسم فرماتے رہتے تھے یہ سب حالت خاص طور پر اُن دونوں کے ساتھ ہوتی تھی اور باقی صحابہؓ کے ساتھ عام طور پر ہوتی تھی)

جب حضور نے اس کا اہتمام نہیں فرمایا تو ہم کیا چیز ہیں۔

آہستہ بولنے پر تنبیہ:

(ملفوظ ۴۷۶) ایک صاحب کے بہت آہستہ بولنے پر جس سے سنائی بھی نہیں دیا متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ لوگ کہتے ہونگے کہ کس قصائی سے پالا پڑا میں کہتا ہوں کہ کن بیلوں سے پالا پڑا قصائی اور بیلوں کا جوڑ بھی ہے۔

آداب ہدیہ

(ملفوظ ۴۷۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب یہاں پر آئے پُر تکلف آدمی تھے ظہر سے عصر تک بیٹھے رہے کچھ نہیں بولے بعد نماز عصر کے پوچھتے پھرنے لگے کہ میں کچھ بطور ہدیہ کے لایا تھا کس کے ہاتھ گھر بھیجوں جاننے والوں نے اُن سے کہا کہ ایسا مت کرنا بیچاروں کو دینے ہی میں پریشانی ہو رہی تھی پھر فرمایا ہدیہ دینا بڑا مشکل ہے لینا تو بہت آسان ہے لیا جیب میں رکھ لیا جیسے ایک پیر جی کا مقولہ ہے کہ کھانا کون مشکل ہے منہ میں رکھا نگل لیا منہ میں رکھا نگل لیا، اسی طرح لیا جیب میں رکھ لیا مگر دینا بڑا مشکل ہے اس لئے کہ اس میں یہ رعایات کرنی پڑتی ہیں کہ جس کو ہدیہ دیتے ہیں اُس کو شرمندگی نہ ہو حجاب نہ ہو اور کسی عارض کے سبب بے موقع بے محل نہ ہو یہ سب آداب ہیں ہدیہ کے ایسے ہی دعوت کے آداب ہیں آج مولانا شیخ محمد صاحب کی حکایت سنی ہے۔ سہارن پور میں ایک مرتبہ کسی شخص نے دعوت کی قبول کر لی بزرگ تھے شفقت سے قبول کر لی بعد کھانا کھانے کے وعظ کی درخواست کی بہت ناگوار ہوا مگر مولانا غصہ میں غل شور نہ کرتے تھے بہت ہی متانت اور وقار سے رہتے تھے مگر آٹھ آنہ نکال کر پیش کر دیئے عرض کیا کہ حضرت یہ کیا فرمایا کہ یہ کھانے کی قیمت ہے جس کے زور پر وعظ کی درخواست کی حقیقت میں یہ درخواست نہایت ہی بے محل تھی۔

فرشتہ صفت کی صحیح تعریف

(ملفوظ ۴۷۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل تو بزرگ وہ سمجھا جاتا ہے جو فرشتہ صفت ہو مطلب یہ ہے کہ ناگوار بات اُس کو ناگوار نہ ہو غصہ کی بات پر اس کو غصہ نہ آئے اُس کو کہتے ہیں کہ فرشتہ صفت ہیں لیجئے فرشتے کی صفت بھی سن لیجئے۔ حدیث شریف سن لو ترمذی کی حدیث ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ منظر قابل دیکھنے کا تھا کہ فرعون جب ڈوبنے کے وقت اللہ تعالیٰ پر ایمان لا رہا تھا اور میں اس کے منہ میں کیچڑ ٹھونس رہا تھا کہ اس کے منہ سے یہ نہ نکلے اس حدیث کو بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ فرشتے کو بھی غصہ کے مستحق پر غصہ آیا۔

تعلیمات و مجاہدات کا نچوڑ

(ملفوظ ۴۷۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تمام تعلیمات و مجاہدات کا حاصل اور مقصود یہ ہے کہ بندہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے صحیح معنی میں پیدا ہو جائے اسی کے پیچھے طالبین نے سلطنتیں چھوڑ دیں اور ایسی چھوڑ دیں کہ دل میں پھر خطرہ بھی نہیں آیا۔ حضرت ابراہیم ابن اوہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے کہ جب اُنہوں نے بلخ کی سلطنت چھوڑی ہے تو جنگل میں ایک جگہ نماز کا وقت ہو گیا تو ایک کنوئیں سے پانی کھینچنا چاہا تو ڈول میں بجائے پانی کے چاندی بھری ہوئی آئی۔ اُس کو اُلٹ کر پھر ڈول ڈالا تو اشرفی آئی پھر تیسری بار جواہرات آئے۔ عرض کیا کہ اے اللہ! میں امتحان کے قابل تو نہیں مگر ان چیزوں کو تو چھوڑ کر آیا ہوں پھر پانی آیا۔ اللہ اکبر! کیا چیز پیدا ہو جاتی ہے قلب میں جس نے امارت بلخ کو تلخ کر دیا۔ ان کا ابتدائی واقعہ ترکِ سلطنت کا یہ ہوا کہ یہ پڑے ہوئے آرام فرما رہے تھے کہ چھت پر آہٹ معلوم ہوئی دریافت کیا کون کہا کہ میں ایک شخص ہوں جس کا اونٹ گم ہو گیا ہے اُس کو تلاش کر رہا ہوں کہا کہ بیوقوف چھت پر اونٹ کیسے مل سکتا ہے کہا کہ جب تخت پر خدا مل سکتا ہے تو چھت پر اونٹ کیوں نہیں مل سکتا اس سے ایک کھٹک پیدا ہو گئی اور سلطنت چھوڑ دی۔

یہ ابراہیم ابن ادہم بلخیؒ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں بہت بڑے عالم ہیں محدث ہیں فقیہ ہیں نرے درویش ہی نہیں اور تبع تابعی بھی ہیں۔ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تابعی ہونے میں اختلاف ہے مگر راجح تابعیت ہے۔

مقبولین سے نسبت بہت بابرکت ہے۔

(ملفوظ ۴۸۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مقبولین سے نسبت ہونے کی بھی بڑی برکت ہوتی ہے خواہ حسی ہو یا معنوی ہو ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کسی مرید نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا فرمایا کہ ہماری طرف سے اپنے پیر کے سر پر ہاتھ رکھنا وہ ہماری اولاد میں سے ہیں صبح کو مرید نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ خواب بیان کیا آپ نے سر آگے کر دیا۔ کہ حکم کا امتثال کرو مرید جھجکا کہ میرا ہاتھ اس قابل کہاں فرمایا کہ جھجکتے کیوں ہو یہ تو حکم کا امتثال ہے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک مرتبہ بعض کاغذات کی وجہ سے مجھ کو فاروقیت کے متعلق کچھ تردد ہو گیا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص نے مجھ سے نسب کے متعلق پوچھا

میں نے کہا سنا ہے کہ فاروقی ہیں اُس شخص نے کہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھ کر آؤں میں ڈرا کہ کہیں کر کری نہ ہو پھر خیال ہوا کہ اچھا ہے ایک طرف معاملہ ہو جاوے گا میں نے کہا کہ ہاں پوچھ آؤ وہ دوڑا گیا اور دوڑا آیا اور کہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھ آیا ہوں۔

فرماتے ہیں کہ ہاں ہماری اولاد میں سے ہے حافظ غلام مرتضٰی صاحب مجذوب سے والدہ صاحب کے متعلق عرض کیا گیا تھا کہ اس کے اولاد زندہ نہیں رہتی انہوں نے فرمایا کہ کیسے زندہ رہے عمرؓ اور علیؓ کی کھینچا تانی میں مر جاتے ہیں اب کی بار اولاد ہو تو علی کے سپرد کر دینا بڑا طویل قصہ ہے بناء اس کی یہ تھی کہ والد صاحب فاروقی ہیں اور والدہ علوی اور اب تک نام والد صاحب کے نام کے مناسب رکھے جاتے تھے مجذوب صاحب نے والدہ کے خاندان کے مناسب نام بتلائے اس سپردگی میں اسی طرف اشارہ تھا۔ اس میں بھی تائید ہے فاروقیت کی گو اس میں حجیت نہیں مگر حجۃ کی تقویت ہے۔

معاشرتی کوتاہیاں:

(ملفوظ ۴۸۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ اہل اموال جو ہم لوگوں کے ساتھ معاشرتی کوتاہیاں اور غلطیاں کرتے ہیں ان کی اس بے پروائی کی وجہ محض ملانوں کی کم وقعتی ہے کم عقلی نہیں۔ میرے دل میں تو یہ بات تجربہ سے جم گئی تھی۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ ذرا سی بات پر بگڑے مگر میری نظر اُس بات کے منشأ پر ہوتی ہے گو غلطی زیادہ ثقیل نہ ہو مگر جب منشأ اس کا تذلیل و تحقیر ہوگا تو ظاہر ہے کہ ناگواری بھی شدید ہوگی۔

حضرت حکیم الامت کے اصول ماخذ شرعیہ ہیں

(ملفوظ ۴۸۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ہوں تو غریب آدمی کوئی محکمہ میرے ہاتھ میں نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے دل میں اصول ایسے پیدا فرما دیئے ہیں جن پر ایک سلطنت چل سکتی ہے اور اُس کی رفتار میں ذرہ برابر تنگی یا رکاوٹ نہیں ہو سکتی اور اُن اصول کا ماخذ احکام شرعیہ ہیں اس لئے جی چاہتا ہے کہ سب امور میں احکام اسلام کا نفاذ ہو اور شریعت کے موافق سب انتظامات ہوں۔

الحمد للہ حصہ چہارم "**الافاضات الیومیہ**" کا تمام ہوا۔